خلاصةُ التواریخ

(سلطان علاء الدین سے داراشکوہ تک)

جلد دوم

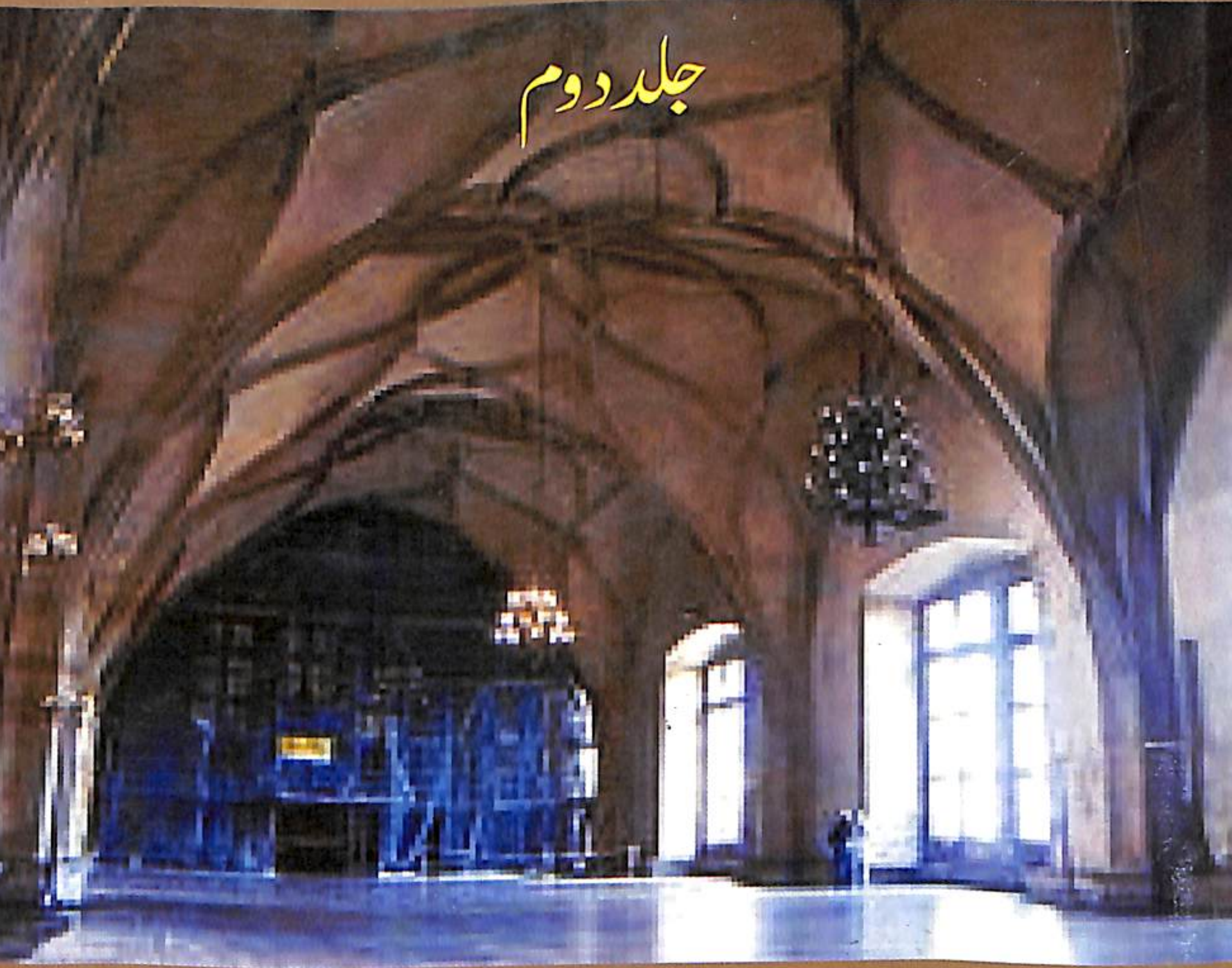

مُصنّف: سُجان رائے بٹالوی

مُترجم: ڈاکٹر محمد ریاض الدین خاں (فارسی سے)

مرتّب: رضی الدین خاں

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

MODERN PUBLISHING HOUSE
9, Gola Market, Darya Ganj, New Delhi-110002
Phone: 011-23278869, Mobile : 9312566664
Email: vijaybooks@yahoo.com

KHULASATUT TAWAREEKH (Vol. 2) (History of Un-divided India)
Author : **Munshi Sujan Rai Batalvi**
Translated By : **Dr. Muhammed Riyazuddin Khan**
Edited by : **Raziuddin Khan**

Year : **2012** Price: **Rs. 250/-**

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

خلاصۃُ التواریخ

(سلطان علاء الدین خلجی سے دارا شکوہ تک)

جلد دوم

مُصنّف: منشی سُجان رائے بٹالوی

مُترجم: ڈاکٹر محمد ریاض الدین خاں

مرتب: رضی الدین خاں

موڈرن پبلشنگ ہاؤس

۹- گولا مارکیٹ، دریا گنج، نئی دہلی-۱۱۰۰۰۲

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

© مرتب

COMPLIMENTARY BOOK
National Council for Promotion
of Urdu Language
Jasola, New Delhi

سنِ اشاعت : ۲۰۱۲ء
تعداد : ۵۰۰
قیمت : دوسو پچاس روپے
کمپوزنگ : نعمت کمپوزنگ ہاؤس، دہلی
مطبع : ایچ۔ ایس۔ آفسیٹ پرنٹرز، نئی دہلی-2

ISBN No. 978-81-8042-264-5

یہ کتاب
قومی کونسل برائے فروغِ اُردو زبان
کے مالی تعاون سے شائع کی گئی ہے۔

زیرِ اہتمام
پریم گوپال متّل

تقسیم کار:
موڈرن پبلشنگ ہاؤس ۹- گولا مارکیٹ، دریا گنج، نئی دہلی-۱۱۰۰۰۲

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

انتساب

یہ کتاب

محترم الحاج صاحبزادہ شوکت علی خاں

فاؤنڈر ڈائریکٹر مولانا ابوالکلام آزاد عربی و فارسی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ٹونک

کے نام معنون کرتا ہوں

—— رضی الدین خاں

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

اندرونِ صفحات

- انتساب: الحاج صاحبزادہ شوکت علی خاں 5
- مقدمہ 'خلاصۃ التواریخ' جلد دوم .... الحاج ڈاکٹر محمد ریاض الدین خاں 15
- عرضِ مرتب .... رضی الدین خاں 17

- سلطان علاء الدین، جلال الدین خلجی کا بھتیجا اور داماد 21
- سلطان شہاب الدین ولد سلطان علاء الدین 29
- سلطان قطب الدین مبارک عرف مبارک خاں 31
- سلطان ناصر الدین عرف خسرو خاں مشہور بہ حسن 36
- سلطان غیاث الدین عرف تغلق شاہ غازی الملک 37
- سلطان محمد شاہ الغ خاں عرف فخر الدین جونا 40
- سلطان فیروز شاہ شرف الملک فیروز بابک 47
- سلطان غیاث الدین تغلق شاہ ولد شہزادہ فتح خاں ولد فیروز شاہ 56
- سلطان ابوبکر شاہ ولد شہزادہ فتح خاں ولد فیروز شاہ 57
- سلطان محمد شاہ ولد فیروز شاہ 58
- سلطان علاء الدین سکندر شاہ عرف ہمایوں خان ولد محمد شاہ ولد فیروز شاہ 59
- سلطان ناصر الدین محمود شاہ ولد سلطان محمد شاہ ولد فیروز شاہ 60

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

○ رایاتِ اعلیٰ خضرت خان ولد سلیمان (یہ منہ بولا بیٹا تھا) 66
○ سلطان مبارک شاہ ولد رایاتِ اعلیٰ خضر خاں 67
○ سلطان محمد شاہ ولد سلطان مبارک شاہ ولد رایات اعلیٰ خضر خاں 70
○ سلطان علاء الدین ولد سلطان محمد شاہ ولد مبارک شاہ 72
○ سلطان بہلول لودی 74
○ سلطان سکندر عرف شہزادہ نظام خاں ولد سلطان بہلول 80
○ سلطان مبارک شاہ 81
○ محمود شاہ ولد سلطان ابراہیم شرقی 81
○ سلطان محمد شاہ 81
○ سلطان حسین خان ولد سلطان محمد شاہ 82
○ سلطان ابراہیم ولد سلطان سکندر ولد بہلول 84

ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ ولد عمر شیخ

○ امیر تیمور گورکان 88
○ سلطان جلال الدین میراں شاہ 90
○ سلطان محمد مرزا 90
○ سلطان ابوسعید مرزا 90
○ عمر شیخ مرزا 90
○ حضرت ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ ولد شیخ عمر مرزا 91
○ شیخ یوسف قریشی 101
○ سلطان قطب الدین یعنی رائے سنبھرہ کنگوہ 102
○ سلطان حسین ولد سلطان قطب الدین رائے سنبھرہ کنگوہ 103
○ سلطان محمود ولد فیروز شاہ ولد سلطان حسین ولد سلطان قطب الدین 104

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

- سلطان حسین ولد سلطان محمود 104
- مرزا شاہ ارغون 105
- نصیر الدین محمد ہمایوں بادشاہ ولد ظہیر الدین محمد بابر 106
- شیر شاہ عرف فرید خاں افغان سوز 127
- اسلام شاہ مشہور بہ سلیم شاہ عرف جلال خاں ولد شیر شا 137
- فیروز شاہ عرف شاہزادہ فیروز خاں ولد اسلام شاہ ولد شیر شاہ 143
- سلطان محمد عادل عرف مبارز خاں عدلی ولد نظام خاں (شیر شاہ کا بھتیجا) 143
- ہمایوں بادشاہ کا ہندوستان فتح کرنے کے لیے دوبارہ آنا 145
- ابو الفتح جلال الدین محمد اکبر بادشاہ ولد ہمایوں 148
- قلعہ سیالکوٹ کی فتح، سلطان سکندر کا اخراج اور افغانوں کے سلسلہ کا ختم ہو جانا 154
- بیرم خاں کی بے اعتدالی اور ممالکِ محروسہ سے اخراج 156
- مرزا عبد الرحیم ولد بہرام خاں 159
- مالوہ کی تسخیر 159
- ہوشنگ شاہ 162
- سلطان غیاث الدین ولد سلطان محمد خلجی 163
- سلطان ناصر الدین 163
- سلطان محمود ولد سلطان ناصر الدین 163
- سلطان بہادر شاہ والیِ گجرات 163
- بلو قادر شاہ 163
- شجاعت خاں عرف سخاوت خاں، نائب شیر شاہ 164
- باز بہادر عرف بایزید خاں ولد شجاعت خاں 164
- ولایت ککھر کی فتح 165
- اکبر بادشاہ کے ایک زخم لگنا 167

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

- ابوالمعالی کے مارے جانے کا واقعہ 167
- ولایت کرمہ مشہور بہ کونڈ والہ کی فتح 168
- قلعہ اکبرآباد کی تعمیر 170
- علی قلی خاں اور بہادر خاں کا قتل 170
- مرزائیوں کی شورش، ان کی تادیب اور ولایت گجرات کی فتح 173
- سلطان بہادر ولد سلطان مظفر شاہ 183
- سلطان محمد مہران شاہ 183
- سلطان احمد شاہ عرف وصی الملک 183
- سلطان مظفر شاہ ولد محمود شاہ ولد لطیف شاہ ولد مظفر شاہ 183
- اعظم خاں کا مکہ معظمہ کو روانہ ہونا 184
- چتوڑگڑھ قلعہ کی فتح 185
- جزیہ معاف کرنا اور صلحِ کل کا طریقہ اختیار کرنا 186
- خاقانِ زماں اکبر بادشاہ کا ہندوستان کے راجاؤں سے رشتہ اور نسبت 190
- شہزادہ سلیم یعنی جہانگیر بادشاہ کی پیدائش اور اکبر کا نذر پوری کرنے کے لیے پیدل اجمیر جانا... 191
- شہزادہ سلیم کی موٹہ راجا کی بیٹی سے شادی اور سلطان خرم یعنی شاہجہاں بادشاہ کی پیدائش .. 193
- اکبر کے زمانے کے عجیب وغریب واقعات 194
- ولایت ڈھاکہ اور بنگال کی فتح 196
- سلطان علاء الدین عرف ملک علی 199
- سلطان شمس الدین عرف حاجی الناس 199
- نصیب شاہ ولد سلطان علاء الدین 201
- جہانگیر قلی خاں 201
- داؤد سلیمان کا دوسرا بیٹا 202
- اکبر کے چھوٹے بھائی محمد حکیم مرزا کی بغاوت 205

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

○ راجا بیر بر (بیر بل) کا مارا جانا 209
○ والیِ بدخشاں مرزا سلیمان کا اکبر کی خدمت میں حاضر ہونا اور بدخشاں میں انتشار و پراگندگی ہونا .. 212
○ ولایت دل کشا کشمیر جنت نظیر کی فتح 215
○ شاہ میر 216
○ سلطان سکندر بت شکن ولد سلطان قطب الدین 217
○ سلطان علی عرف میراں شاہ ولد سلطان سکندر بت شکن 217
○ سلطان زین العابدین عرف شاہی خاں 218
○ سلطان محمد شاہ ولد سلطان حسین 219
○ سلطان فتح شاہ ولد آدم خاں ولد زین العابدین 219
○ سلطان ابراہیم خاں ولد سلطان محمد شاہ 220
○ برادر تارک شاہ 211
○ تارک شاہ 221
○ مرزا حیدر کاشغری 221
○ حسین شاہ، غازی شاہ کا بھائی 223
○ علی شاہ، حسین شاہ کا بھائی 223
○ یوسف شاہ ولد علی شاہ 223
○ دیوان اعلیٰ راجا ٹوڈر مل کی رحلت 229
○ اکبر کا دوسری بار کشمیر کی سیر کو جانا 232
○ اکبر کا تیسری بار کشمیر کی سیر کو جانا 233
○ پرگنہ گجرات اور یمن آباد کا مقرر ہونا 234
○ ولایت اڑیسہ کی فتح 235
○ ولایت قندھار کی فتح 235
○ ولایت ٹھٹھ کی فتح اور مرزا جانی کا آنا 236

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

○ جام ابرار 238
○ جام مالی نند ولد جام ابرار 238
○ جام نظام الدین 239
○ جام فیروز ولد نظام الدین 239
○ مرزا شاہ بیگ 240
○ مرزا شاہ حسین ولد مرزا شاہ بیگ 240
○ مرزا عیسیٰ میر خاں 240
○ مرزا باقی بیگ ولد مرزا عیسیٰ میر خاں 240
○ مرزا جانی بیگ ولد تائید محمد ولد محمد باقی بیگ 241
○ بھکر کی فتح 241
○ پنجاب کے گماشتوں اور زمینداروں کی تادیب وسزا 241
○ جشن والا 242
○ میاں تان سین، مولانا عرفی شیرازی اور شیخ ابوالفیض فیضی کی رحلت 244
○ برہان الملک کا بارگاہ والا میں حاضر ہونا 246
○ شاہی لشکر کی لاہور سے دکن کے لیے روانگی 248
○ قلعہ رنبیر ولایت احمد نگر کی فتح 250
○ سلطان علاء الدین 252
○ سلطان علاء الدین ولد سلطان شہاب الدین محمود شاہ 253
○ ولات بیجاپور کے عادل خانی حاکم 254
○ ولایت گولکنڈہ کے حاکم قطب الملک 254
○ ولایت احمد نگر کا حاکم نظام الملک 255
○ شیخ ابوالفضل کا قتل اور اس بات سے بادشاہ کو صدمہ پہنچنا 256
○ بڑے بیٹے شہزادہ سلیم کا بغاوت کرنا 260

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

○ شہزادہ دانیال کی رحلت 262
○ خاقان زماں اکبر کی رحلت 263
○ ابوالمظفر نورالدین محمد جہانگیر بادشاہ عرف شہزادہ سلیم 265
○ بڑے بیٹے سلطان خسرو کا بغاوت کرنا اور جنگ کے بعد گرفتار ہو جانا 266
○ شاہی قافلہ کا کابل کی سیر کو جانا اور اس علاقے کے عجیب واقعات 269
○ شیر افگن کی بیوی نور جہاں کا شاہی حرم سرا میں آنا 271
○ بادشاہ کا سیر وشکار کے لیے گجرات احمد آباد جانا 275
○ سلطان محمد اورنگ زیب ولد شہزادہ خرم کی پیدائش 277
○ جہانگیر آباد کی تعمیر اور اس کی شاہراہوں پر کنوؤں اور میناروں کا بنایا جانا 278
○ تمباکو کی توصیف، تعریف ومذمت اور اس کے امتناع کا حکم 279
○ کچھ غریب وعجیب واقعات 281
○ بنگال کے بازی گروں کا بارگاہ میں آکر طرح طرح کے کھیل دکھانا 283
○ کانگڑہ کی فتح، یہ پنجاب کے کوہستان کا مقدمہ ہے 289
○ کانگڑہ کی سیر کے بعد بادشاہ جہانگیر کا کشمیر کی طرف جانا 292
○ شہزادہ شاہجہاں کا بغاوت کرنا 294
○ مہابت خاں کا بادشاہ کے حضور پہنچنا، وہاں اس کا گستاخی کرنا 299
○ بادشاہ جہانگیر کا ملک بقا کو رحلت کر جانا 305
○ ابوالمظفر محمد شاہ جہاں بادشاہ غازی صاحب قران 308
○ جشن مہتابی (چاندنی کا جشن) 311
○ آصف خاں کی آمد اور میدانی وکوہستانی راجاؤں، رایوں کی فرماں پذیری 312
○ ابوالمظفر محی الدین محمد اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ غازی 316
○ خدیو آفاق عالمگیر کا مہاراجا جسونت سنگھ سے جنگ کر کے فتح پانا 320
○ داراشکوہ کے احوال 324

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

○ اورنگ زیب کی داراشکوہ سے جنگ اور اس کا فتح پانا 326
○ شہزادہ محمد مراد بخش کا قید ہونا 336
○ داراشکوہ کے بقیہ احوال و کوائف 338
○ داراشکوہ کے بڑے بیٹے علی خاں شکوہ کے احوال 340
○ اورنگ زیب کا جہاں بانی کے تخت پر متمکن ہونا 343
○ عالمگیر کے لشکر کی داراشکوہ کے دفاع کے لیے لاہور کو روانگی 346
○ داراشکوہ کا لاہور سے ملتان اور ٹھٹھ کی طرف فرار ہونا 348
○ اورنگ زیب کے لشکر کا داراشکوہ کے تعاقب میں ملتان کی طرف روانہ ہونا 349
○ محمد شجاع کے دفاع کے لیے اورنگ زیب کا ملتان سے واپس دہلی آنا 351
○ عالمگیر کی تُلائی کا جشن 353
○ شہزادہ محمد شجاع کے احوال اور عالمگیر کا اس کے دفاع کو جانا 355
○ شیو جی مہاراجا جسونت سنگھ کا احوال اور محمد شجاع کا معرکہ سے فرار ہونا 357
○ گجرات کی طرف داراشکوہ کے تعاقب کے باقی حالات 366

○○

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

مقدمہ

(خلاصۃُ التواریخ، جلد دوم)

'خلاصۃ التواریخ' (فارسی) مخطوطہ بقلم منشی سُجان رائے بھنڈاری بٹالوی حصہ اوّل کا ترجمہ میں نے بزبان اُردو کیا تھا جس کو قومی کونسل برائے فروغِ اُردو زبان، نئی دہلی کے مالی تعاون سے ۲۰۱۰ء میں شائع کیا جاچکا ہے، جو کل ۲۸۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اُس میں محترم جناب الحاج صاحبزادہ شوکت علی خاں، فاؤنڈر ڈائریکٹر مولانا ابوالکلام آزاد عربک پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ راجستھان کا جامع مقدمہ اور میرے خیالات بعنوان 'خلاصۃ التواریخ مترجم کی نظر میں' بھی شامل ہیں۔ ان دونوں مضامین میں مذکورہ مخطوطہ کے بارے میں سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ اس سلسلے میں، میں اللہ تعالیٰ کا بصمیم قلب جتنا شکر ادا کروں کم ہے۔

الحمدللہ اب اس مخطوطے کے ترجمہ کا دوسرا حصہ بھی تیار ہوگیا ہے جو قومی کونسل برائے فروغِ اُردو زبان، نئی دہلی کے مالی تعاون سے حاضر خدمت ہے۔ خدا تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ اس دوسرے حصے میں، حصہ اوّل کی فصل دوم کے باقی ماندہ حصہ کو یعنی سلطان جلال الدین خلجی کے عہد کے بعد یعنی علاء الدین خلجی کے دور کے بعد دیگر مسلم حکمرانوں کی تاریخ سرخی شیو جی مہاراجا جسونت سنگھ کا احوال جنھوں نے محمد شجاع سے اورنگ زیب کی جنگ میں فتح کے پرچم لہرائے تھے اور محمد شجاع کے معرکہ سے فرار ہونا قائم کرکے تاریخ درج کی گئی ہے۔

——الحاج ڈاکٹر محمد ریاض الدین خاں
راشٹرپتی لاریٹ

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

عرضِ مرتّب

'خلاصۃ التواریخ' جلد دوم کا ترجمہ میرے والد صاحب مرحوم ڈاکٹر محمد ریاض الدین خاں صاحب نے کیا تھا جسے اب شائع کیا جارہا ہے۔ میرے والد صاحب کے بارے میں محترم صاحبزادہ شوکت علی خاں، فاؤنڈر ڈائریکٹر مولانا ابوالکلام آزاد عربی وفارسی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ٹونک فرماتے ہیں:

"ڈاکٹر محمد ریاض الدین صاحب ۱۹۸۵ء میں ایک آزمودہ کار اسٹینوگرافر کی حیثیت سے انسٹی ٹیوٹ میں میرے زمانے میں آئے، لیکن ادارے کے تصنیفی، تحقیقی اور تالیفی کاموں میں ان کی اتنی دلچسپی بڑھی کہ انھوں نے نو وارد کی حیثیت سے تحقیق وتصنیف اور تالیف کے کاموں میں انتہائی ترقی کی۔ وہ مصنف بھی بن گئے، محقق بھی، مترجم بھی اور مؤلف بھی۔ اسی ادارے میں رہ کر ایم اے اُردو اور تاریخ اور ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں بھی حاصل کیں۔ کئی تحقیقی مضامین، مقالے اور شذرات لکھے، کئی کتابیں اور مونوگراف لکھے۔ نواب امیر خاں اور 'امیر نامہ' پر سیر حاصل تحقیقی اور تنقیدی مضامین اُردو میں لکھے اور پھر ان کو 'امیر نامہ: گنگا جمنی سبھیتا کا درپن' کے نام سے ہندی میں کتابی شکل میں شائع کیے۔ اس کے علاوہ اُردو، ہندی اور انگریزی میں مقالے لکھے۔ 'چہار گلشن' اور 'امیر نامہ' کا ہندی میں ترجمہ کیا جو لائق ستائش ہی نہیں تحسین آفریں بھی ہے اور تقلید

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

طلب بھی۔ یہ دونوں تراجم انسٹی ٹیوٹ نے شائع بھی کر دیے ہیں۔

مجھے اُمّید ہے کہ ڈاکٹر محمد ریاض الدین خاں صاحب کا 'خلاصۃ التواریخ' کا یہ ترجمہ خود اپنی جگہ تاریخ و تحقیق کا ایک خلاصہ ہے جس میں ان کی صلاحیتِ جواہر ریز، تاریخ پر ان کا غائر مطالعہ، مآخذ و مراجع پر ان کی دستگاہ، محنتِ شاقہ اور مہارتِ تامّہ پوشیدہ ہے۔ 'خلاصۃ التواریخ' اگر اُس دَور کی تاریخ کا خلاصہ ہے تو ڈاکٹر محمد ریاض الدین خاں صاحب کی یہ تالیف خود ان کی کار پردازیوں کا خلاصہ ہے ــــ خلاصہ ان کی علمی و ادبی آبرو کا، خلاصہ ان کی جدّوجہد کا، خلاصہ اُن کی تاریخ و تحقیق کے مطالعہ کا، خلاصہ ان کے مختصر تحقیقی میلانات کا اور خلاصہ 'خلاصۃ التواریخ' کا جو خلاصہ ہونے کے باوجود بھی ایک مفصّل جائزہ ہے ان کی علمی اور ادبی اشغال و اعمال کا۔ یہ ترجمہ نگار کی بڑی کامیابی ہے۔"

کتاب کے مصنف منشی سجان رائے بٹالوی ہیں۔ قوم کے کایستھ ہیں اور بٹالہ ان کا مادرِ وطن ہے۔ مصنّف کی موت کا پتہ نہیں چلتا لیکن انھوں نے عالمگیر بادشاہ کی وفات کی تاریخ ۲۸/ ذیقعدہ ۱۱۱۸ھ مطابق ۱۷۰۶ء لکھی ہے، جو اس جانب اشارہ ہے کہ مصنّف کی موت بادشاہ عالمگیر کے بعد ہوئی۔ مصنف ملک کے ناظموں، کار پردازوں کے یہاں منشی گیری کے عہدے پر فائز تھے۔ اس تصنیف سے قبل انھوں نے تقریباً ۲۷ تاریخی اور دیگر کتب کا مطالعہ کیا تھا۔ تصنیف کا یہ کام انھوں نے تقریباً ۱۱۰۵ھ مطابق ۱۶۹۳ء کے دوران شروع کیا تھا اور ۱۱۰۷ھ مطابق ۱۶۹۵ء میں مکمّل کیا تھا۔ انسٹی ٹیوٹ کا یہ نسخہ اندراج نمبر ۲۶۱۴ بارہویں صدی ہجری کا نوشتہ معلوم ہوتا ہے۔ کاغذ اور خط کے اعتبار سے یہ مغلیہ دَور کے آخری زمانے کا مکتوبہ معلوم ہوتا ہے۔ اس میں ابتداے آفرینش سے عہدِ عالمگیرؒ تک کے مختصر حالات اور تاریخی واقعات

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

درج کیے گئے ہیں۔

مصنف غیر مسلم ہونے کے باوجود فارسی زبان پر عبور رکھتے تھے۔ اس کی تالیفات انشاپردازی کا ایک یادگار نمونہ ہیں۔ سجان رائے کو چندر بھان برہمن کے بعد ہندوؤں میں ایک مستثنیٰ لکھنے والا شمار کیا جاسکتا ہے اور اُس کے عصری زمانے تک فارسی زبان لکھنے والے ہندوؤں میں وہ بزرگ ترین گزرا ہے۔ سجان رائے ایک عالم دین تھے اور منشی گیری کے میدان میں نادرِ روزگار شخصیت کے حامل بھی تھے۔

اُمید ہے کہ 'خلاصۃ التواریخ' جلد دوم کا یہ ترجمہ بھی مقبول ہوگا اور علمی و ادبی حلقوں میں پسند کیا جائے گا۔

—— رضی الدین خاں
Mohalla Goal, Street Aiwaz Khan,
Ward No. 11, Tonk - 304001
(Rajasthan)

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

○

سلطان علاءالدین، جلال الدین خلجی کا بھتیجا اور داماد

سلطان جلال الدین کو قتل کرنے کے بعد علاءالدین ساٹھ ہزار سواروں کے ساتھ روانہ ہوکر دہلی پہنچا۔ چھوٹے بڑے سب ہی امیروں نے اس سے بیعت کرلی۔ اس نے سن چھ سو ستانوے میں تختِ حکومت کو اپنے جلوس سے زینت بخشی۔ اس نے کوشک لعل کو اپنا دارالسلطنت بنایا۔ ہر امیر کو اس کے حال کے مطابق خطاب اور جاگیر عطا کی۔ نوجوانی کی وجہ سے لہو ولعب میں گرفتار ہوکر عیش وعشرت میں پڑ گیا۔ ہاتھ کھول کر فیاضی وفضول خرچی کی۔ خزانہ انعام میں صرف کردیا۔ اس کے زمانے میں گلی بازاروں میں شراب کی دُکانیں لگیں۔ چالیس ہزار سواروں کو الف خان اور ظفر خاں کی ماتحتی میں جلال الدین کے بیٹوں رکن الدین خاں اور ابرہیم خاں کے لیے جو باپ کے اُس قضیہ کے بعد دہلی سے بھاگ کر ملتان پہنچ گئے تھے مقرر کیا۔

ترجمہ بیت:

''ملک کے وارث کے جسم پر جب تک سر رہتا ہے اس وقت تک ملک کے جسم پر
فتنوں کا لباس رہتا ہے۔''

مذکورہ امرا نے جاکر ملتان کا گھیراؤ کرلیا۔ سلطان مرحوم کے بیٹے مقابلے کی تاب نہ لاسکے۔ انھوں نے زبدۃ العارفین شیخ رکن الدین کی معرفت الف خاں سے ملاقات کی۔ الف خاں اہلیت کی وجہ سے تعظیم کی شرط بجا لاتے ہوئے ملا۔ انھیں اپنے ساتھ دہلی لے گیا۔ حق ناشناس سلطان نے بے رحمی سے اپنے احسان کرنے والے اور ان کے ساتھیوں کی آنکھوں میں سلائی پھیر کر اندھا کرواکے قید کردیا۔ اس کے بعد گجرات پر بھاری لشکر متعین کیا۔ سخت جنگ و جدال کے بعد اس ولایت کو فتح کرلیا۔ سومنات کے بُت کو دلّی لاکر زمین میں گاڑ کر لوگوں کے

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

پیروں تلے روند دیا۔

دوسرے سال پھر مغلوں کا لشکر دہلی کے نواح میں آ گیا۔اس نے شہر کا گھیراؤ کر لیا۔گانو اور قصبوں سے لوگ شہر میں آ گئے تھے۔ بڑی بھیڑ ہوگئی۔مسجدوں، محلّوں، گلی بازاروں میں بیٹھنے کی جگہ نہ رہی۔بھیڑ سے راستے بند ہو گئے۔ ہر چیز مہنگی ہوگئی۔سلطان تیار ہو کر مقابلہ پر آیا اور مغل منہدم ہو گئے۔فتنہ وفساد کی آگ بجھ گئی۔

جب سلطان اطرافِ ممالک سے بے فکر ہو گیا، ملک میں کوئی اور شریک نہ رہا، حکومت کے معاملات میں کوئی خدشہ باقی نہ رہا تو پھر اکثر علاقہ فتح ہو گیا۔خوب قوّت اور شوکت حاصل ہوگئی۔اب فاسد خیالات دل میں جگہ پانے لگے۔اس نے سوچا کہ اپنا دین اور شریعت ایجاد کرے۔چار امیروں کو یعنی الف خاں، ظفر خاں، نصرت خاں اور اکت خاں کو چار یار بنائے اور اس طرح اس کا نام قیامت تک دُنیا میں باقی رہے۔وہ یہ چاہ رہا تھا کہ دلّی کو اپنے کسی ایک معتقد کے حوالے کر کے خود سکندر رومی کی طرح دُنیا فتح کرنے میں لگ جائے۔اس نے فرمان جاری کر دیا کہ خطبہ میں اسے سکندرِ ثانی کہا جائے۔سکّہ بھی اس طرح چھپوایا۔اس کی مجلس کے مصاحبوں اور حریفوں میں اتنی مجال نہ تھی کہ اس کی مرضی کے خلاف کوئی بات زبان پر لا سکتے۔ اس کی گالی گلوج، درشت خوئی، سخت مزاجی اور بکواس باتوں کی وجہ سے ہر کوئی اس کی تصدیق کر دیتا اور بلند ہمتی کی تحسین کرتا۔

ملک علاء الملک ایک بڑا امیر تھا اور سلطان کے نزدیک اس کا بہت اعتبار تھا۔درست کرداری اور راست گفتاری اس کا شعار تھا۔اس نے سنجیدہ باتوں، پسندیدہ حکایتوں اور عقلی و نقلی مقدمات سے سلطان کو یہ سمجھایا کہ نئے دین اور شریعت ایجاد کرنے کا خیال چھوڑ دینا ہی بہتر ہے ورنہ اس فاسد ارادے کا نتیجہ ملک وسلطنت کی خرابی اور دین ودُنیا اور آخرت کی ندامت ہوگا۔دین کوئی ایسی چیز نہیں جسے رواج دیا جا سکے اور جسے لوگ قبول کر لیں۔ترجمہ نظم:

"جو تیرے عیب تجھے بتائے وہی تیرا دوست ہے اور جو چھپائے وہ تیرا دوست نہیں ہے۔اگر چہ حق بات کہنا بہت مشکل ہے مگر حق بات چھپانا بھی بدنصیبی ہے۔"

اس نے دوسرے ملکوں کے فتح کرنے کے بارے میں کہا کہ اگر سلطان دہلی کو چھوڑ کر کسی دوسرے ملک میں چلا جائے اور اُدھر کچھ عرصہ گزر جائے تو لوٹنے کے بعد پتہ نہیں جو لوگ

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

تمھارے نائب ہوں گے اطاعت کریں نہ کریں۔ یہ زمانہ سکندر رومی کے زمانے جیسا نہیں ہے۔ اس وقت ارسطاطالیس جیسے وزیر کی صحیح تدبیر اور فکر سے آسانی سے ملک مسخّر ہو گئے تھے۔ سلطان کو تو ابھی ہندوستان کے ملک ہی جیسے قلعہ چتوڑ، رنتھمبور، چندیری، مالوہ، مشرق کی طرف سرجوندی تک اور شوالک بالمان جو سرکشوں کی پناہ گاہ ہے، چوروں ڈاکوؤں کا ٹھکانا ہے، یہی فتح کرنا چاہئیں۔ سامانہ اور مہیپال پور میں جو مغلوں کے آنے کا راستہ ہیں بندوبست کریں۔ ہر وقت کی شراب اور شکار سے بچیں۔ چونکہ علاء الملک مقبول القول، درست سخن اور زبان آور تھا، اس کی باتوں نے سلطان کے دل میں اثر کیا۔ سب لوگوں نے اس کی باتوں کو پسند کیا اس کی عقل و دانش پر آفریں کہی۔ سلطان نے اپنا دین ایجاد کرنے کا ارادہ چھوڑ دیا۔ ہفت اقلیم فتح کرنے کی بات دل سے نکال دی اور ہندوستان کے ملک جیتنے کی طرف متوجہ ہو گیا۔

اس زمانے میں رائے پتھورا کی نسل میں سے ہردیو نام کا ایک شخص رنتھمبور میں تکبّر اور سرکشی کے پرچم لہرا رہا تھا سلطان اُدھر روانہ ہو گیا۔ ایک دن راستے میں شاہی شکار گاہ میں اکت خاں نے جو سلطان کا بھتیجا تھا ارادہ کر کے سلطان کو تیر سے زخمی کر دیا۔ سلطان زمین پر گر گیا تھا۔ اس نے اُسے مردہ سمجھ کر لشکر گاہ میں آ کر تخت پر بیٹھ کر اعلان کر دیا کہ میں نے سلطان کو قتل کر دیا ہے۔ سلطان زخم اور درد کی شدّت سے بیہوش ہو گیا تھا۔ ہوش میں آ کر زخم پر پٹّی باندھ کر لشکر کی طرف دوڑا۔ سراپردہ میں آ کر اکت خاں کے لیے کچھ امیروں کو متعیّن کیا۔ وہ جا کر اس کا سر کاٹ لائے۔ اس طرح سلطان کے دو بھتیجوں نے جو کہ بدایوں میں تھے اور حاجی مولا نانے دلّی میں بغاوت کی۔ ان ناعاقبت اندیشوں کی جڑ اکھاڑنے کے لیے فوجیں روانہ کیں۔ یہ لوگ جنگ کے بغیر ہی گرفتار ہو گئے۔ سلطان نے بھتیجوں کی آنکھوں میں سلائی پھیروا کر اندھا کروا دیا اور مونہا کو قتل کروا دیا۔

القصہ سلطان نے رنتھمبور پہنچ کر اس کا گھیراؤ کر لیا۔ کافی عرصے بعد وہ قلعہ فتح ہوا۔ ہردیو کو پوری قوم اور قبیلے کے ساتھ قتل کر کے دہلی واپس آ گیا۔ اس کے بعد قلعہ چتوّڑ کا ارادہ کیا۔ سلطان نے سنا کہ چتوّڑ کے حاکم راؤ رتن سین کے محل میں پدماوتی نام کی ایک حسینہ ہے جس کا حسن و جمال بیان نہیں کیا جا سکتا۔ اس کا حسن دیکھ کر پریاں اپنے جمال سے انکار کر بیٹھیں۔ حوریں اس کی خوبصورتی کے رشک سے جنّت میں چھپ گئیں۔ اس کے نظارے کے لیے

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

روزانہ سورج مشرق کی کھڑکی سے سر نکالتا ہے اور چاند اپنے آپ کو اس کا حلقہ بگوش رکھتا ہے، اس کے رخسار ایسے چمکتے ہیں کہ اگر اندھیرے میں بھی ان پر نظر پڑ جائے تو ایسا لگے جیسے چاند نکل آیا ہے اور سورج اتنی چمک دمک کے باوجود اس کے غازہ سے روشنی حاصل کرتا ہے اور چاند جو روشنی کا سرچشمہ ہے اس کے چہرے سے نور مانگتا ہے۔ ترجمہ ابیات:

"قدرت نے اسے تجلّی سے پیدا کیا ہے۔ لطافت کے گلشن میں اسے کھڑا کیا ہے۔ اس کا چہرہ جنّت کا نمونہ ہے، جس میں طرح طرح کے پھول کھلے ہیں۔ اس کی ٹھوڑی بے کھوٹ چاندی ہے، جس میں آبِ حیات سے بھرا ہوا ایک کنواں ہے۔ اس کے پستان نور کے دو گنبد ہیں۔ ان پر خالص کافور کے دو حباب اُبھرے ہوئے ہیں۔ اس کی کمر بال سے بھی باریک ہے۔ اتنی باریک ہے کہ بال کو بیچ ہی سے چیر کر دو کر دیے۔ اسے چوٹیاں باندھنے سے فرصت نہیں ملتی۔ بالوں کے ٹوٹنے کا ڈر لگا رہتا ہے۔ آسمان کے نیچے کوئی شخص ایسا پیدا نہیں ہوا کہ اس کا چہرا دیکھ کر اس پر شیدا نہ ہو جائے۔"

اس نازنین کے حسن و خوبی کے اوصاف سن سن کر سلطان کے دل پر سلطانِ عشق کا غلبہ ہو گیا۔ اس نے بادشاہ کے سینے کے میدان میں محبّت کے جھنڈے گاڑ دیے۔ دل میں آرزو کے نقّارے بجنے لگے۔ انھوں نے بادشاہ کی پوری مملکت وجود کو اپنے زیر فرماں کر لیا اور اس کے خیالات کے صفحہ پر اپنا طغریٰ لکھ دیا اور اس کے ذہن و فکر کو اپنی انگوٹھی کے نگینے کا سودائی بنا کر دل کی خدمت اسے دے دی۔ ترجمہ نظم:

"صرف دیکھنے سے ہی عشق نہیں ہوتا۔ اکثر باتیں سن کر بھی یہ حالت پیدا ہو جاتی ہے۔ کانوں کے راستے سے بھی حسن کا جلوہ سما جاتا ہے۔ جان کا آرام اور دل کا سکون چھین لیتا ہے۔ صرف دیکھنے سے ہی اثر نہیں ہوتا۔ کبھی غائبانہ عشق ہو جاتا ہے۔ سن سن کر دیکھنے کی خواہش بڑھ جاتی ہے۔ سننا دیکھنے کی وجہ بن جاتا ہے۔"

القصّہ آرزو اور تمنا کے غلبہ سے سلطان نے رائے سین کے پاس اس حسینہ کی طلب میں اپنے آدمی بھیجے۔ چونکہ رائے مذکور خود اس سے پہلے اس چاند سے مکھڑے کی خوبیاں سن سن کر اپنے آپ کو اس کے عشق و محبّت کے جوئے میں ہار بیٹھا تھا حکومت کے تخت سے اٹھ کر اس کی

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

طلب کے جنگلوں میں بھٹکتا رہا تھا۔ ریاست وحکومت چھوڑ کر اس سورج جیسی کے وصال کی آرزو میں آوارہ پھرتا رہا تھا۔ اپنا لاو لشکر، دولت اسباب سب کچھ برباد کر کے تنِ تنہا بڑی محنت مشقت سے اس من موہنی کے مقام سنگل دیپ میں پہنچا تھا۔ بڑی مصیبتیں اور جوکھم جھیلنے کے بعد جن کی تفصیل بہت لمبی ہے اس سے شادی کی تھی اور اپنی تمنائیں پائی تھیں۔ پھر کہیں اس حسینہ کے ساتھ واپس وطن آیا تھا۔ اس کے عشق کے غلبہ سے اس کی مشکین زلفوں کی زنجیر میں بندھ گیا تھا۔ اس کی پلکوں کے خونیں تیروں کا زخمی ہو گیا تھا۔ اس کی بجلی جیسی نگاہ سے جل گیا تھا۔ اس کے جان کاہ نخروں کا مارا تھا۔ غیروں کی زحمت کے بغیر اس کے ساتھ محبت کی بازی ہار گیا تھا۔ دل و جان کی پونجی اس کے قدموں میں ڈال دی تھی۔ دونوں کو ایک دوسرے سے ایسا خلوص اور یکتائی تھی جیسے صانع ازلی ایک روح کو دو جسموں میں ڈال دیا ہو۔ لم یزل کے مالی نے ایک دانہ کے دو ٹکڑے کر کے دو کھیتوں میں بو دیا ہو۔

سلطان کا پیغام سن کر رائے رتن سین کے دل میں غصے کی آگ بھڑک اٹھی۔ جلے ہوئے بال کی طرح بل کھانے لگا۔ زخمی سانپ کی طرح پیچ وتاب کھانے لگا۔ سلطان کے بھیجے ہوئے لوگوں کو بے عزت کر کے واپس کر دیا۔ سلطان کے آدمیوں نے بغیر مقصد پائے واپس آ کر حقیقت بیان کی۔ رائے رتن سین کی نافرمانی کی بنا پر یا تو سلطانی غیرت سے یا اس نازنین کے عشق سے شاہی حکومت وجلال اور قہر وغضب جوش خروش میں آ گیا۔ رائے رتن سین کو سزا دینے اور برباد کرنے کے لیے چتوڑ کا قلعہ فتح کر کے اس چاند سے مکھڑے والی حسینہ کے وصال کے ارادے سے لشکر کشی کر دی۔ چونکہ چتوڑ کا قلعہ مضبوطی کے لیے دُنیا بھر میں مشہور ہے، خیالات کی کمند اس کی بلندی کے کنگروں تک بھی نہیں پہنچ سکتی، سوچ کا پرندہ اس قلعے کی اونچی دیوار پر چڑھ نہیں سکتا۔ رائے رتن سین بھی قومی لشکر کے ساتھ جنگ کے لیے تیار ہو گیا۔

سلطان نے قلعہ کے نیچے پہنچ کر برج دمدمہ تیار کر لیے۔ کوہ شکن توپوں کی ضرب سے قلعہ والوں پر گولہ باری کرنے لگا۔ کئی جگہ نقب کر کے بارود بھر کر داغ دیے مگر کہیں کارگر نہ ہوئے اور تدبیریں کامیاب نہیں ہو سکیں۔ محاصرہ بہت لمبا ہو گیا۔ سخت جنگ ہوئی۔ دونوں طرف بہت سے لوگ ضائع ہو گئے، مگر کوئی بات آگے نہ بڑھی۔ ایک دن صلح کی بات چیت ہوئی، ایک دوسرے سے ملاقات کی خاطر پایا قلعہ

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

صلح سے بہتر نہیں ہے کوئی بات　　ہے کہاوت کہ صلح میں خیر ہے

پہلے تو سلطان قلعہ میں جا کر رائے کا مہمان بنا۔ اس کے بعد جیسا کہ طے ہوا تھا رائے سلطان کے پاس آیا۔ رائے کے مجلس میں پہنچتے ہی سلطان اپنے وعدہ سے پھر گیا۔ قول قسم بھلا کر رائے کو گرفتار کر لیا اور دہلی لا کر پدماوتی کے آنے پر اس کی رہائی منحصر کر دی۔ وہ عورت بہت صاحبِ تدبیر اور دوراندیش تھی۔ بڑے بڑے تجربہ کار سمجھ دار مردوں سے عقل مندی میں جیت جاتی تھی۔ یہ خبر سن کر رائے کو جوش دلانے کے لیے اس نے ایک تدبیر سوچی۔ سلطان کو وصال کی خوش خبری سنائی، ایک ہزار چھ سو ڈولیاں تیار کی گئیں۔ ہر ڈولی میں دو تجربہ کار بہادر جنگجو ہتھیار بند بٹھا دیے۔ اس کے علاوہ (ہر ڈولی کے ساتھ) دو خدمت گار، چار کہار اور دو ہزار سوار مزید بطور پیش بان مقرر کیے۔ یہ سب کل نو ہزار بہادر جوان ہوئے۔ ایک بڑی پر تکلف جڑاؤ ساز والی ڈولیاں سجی دھجی کہ اس سے پدماوتی کی سواری سمجھی جا سکے ان ڈولیوں کے بیچ میں رکھی۔ انھیں تو دہلی کی طرف روانہ کر دیا اور خود چتوڑ ہی میں رہی۔ غیب سے خوشخبری کی منتظر رہی۔ سلطان تو وصال کی آرزو سے مالا مال تھا۔ اپنی شوق کی آنکھوں سے اس کے دیدار کا منتظر۔ اس کی مبارک آمد کی خبر سن کر بہت خوش ہوا۔ اسے بہت ہی فرحت ہوئی۔ ہر منزل اور پڑاؤ کی اسے خبر، شاہراہ پر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا۔ لیکن مکّار آسمان کے شعبدوں اور اس عورت کے حیلوں سے غافل۔

القصہ وہ لشکر ڈولیاں لے کر منزلیں طے کرتا ہوا دہلی کے قریب پہنچ گیا۔ لشکر کے سرداروں نے اس دانشمند عورت کے کہنے کے مطابق سلطان کی بارگاہ میں پیغام بھیجا کہ میں رائے سین کی زوجیت میں ہوں اور عرصہ تک اس کے تصرف میں رہی ہوں۔ اب سلطان میرے خواستگار ہوتے ہیں لہٰذا جب تک رائے مجھے اجازت نہیں دے گا تب تک دھرم وِدھی کے انوسار میں سلطان کے لیے وَیدھ نہیں ہو سکوں گی۔ لہٰذا رائے کو یہاں بھیجے تا کہ میں اس سے اجازت لے لوں اور پھر آپ کی خواب گاہ میں حاضر ہو سکوں۔ سلطان تو انتہائی چاہت میں طاؤس کی طرح سرتاپا دیدۂ انتظار بنا ہوا تھا۔ اس نے بلا توقف بغیر کسی حیل حجت کے بغیر سوچے سمجھے رائے کو چھوڑ کر اپنے آدمیوں کے ساتھ روانہ کر دیا۔ رائے کے اپنے لشکر میں جاتے ہی اس کے بہادر جوانوں نے سلطان کے آدمیوں سے جنگ کر دی اور بہت سے لوگوں کو قتل

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

کر ڈالا۔ یہ سنتے ہی سلطان بھی سوار ہو کر آ گیا۔ جنگ کی آگ بھڑک اٹھی۔ دونوں طرف سے بہت سے لوگ موت کے گھاٹ اتر گئے۔ رائے رتن سین موقع پا کر میدانِ جنگ سے نکل کر اپنے مقام کی طرف چل پڑا اور خیر و عافیت کے ساتھ چتوڑ پہنچ گیا۔

عیّار آسمان نیرنگ کیا کرتا ہے، یہ مکّار حیلہ ہی کیا کرتا ہے۔ پل پل کید و مکر کی شطرنج کی ہزار چالیں چلتا ہے۔ آرزو مندوں کو نئے نئے فریبوں سے ہراتا ہے۔ ہر وقت تمنا کے ماروں پر عسرت کے دروازے کھول کر یاس اور ناامیدی کے ساتھ بند کر دیتا ہے۔ ترجمہ ابیات:

دیکھ کہ آسماں کیسے گرم و سرد دکھاتا ہے، اس کی ہر گردش میں ہزار دھوکے ہوتے ہیں، دنیا کے رازوں کو سمجھو، روئیں روئیں کو آنکھ بنا کر کھولے، اس کے کھیلوں کی یہاں یہ رسم ہے کہ، کبھی جیت ہوتی ہے اور کبھی مات، زمانے کا یہ جوا کھلانے والا بڑا چکر باز ہے، اس جوے خانہ سے بھاگ۔

اس عجیب واقعہ کے پیش آ جانے سے سلطان اس حسینہ کے وصال سے محروم ہو گیا۔ حیران ہو کر ہاتھ کاٹ لیے۔ اور کہا: **فرد**

نہیں ہے میرے ہاتھ میں یہ قدرت
کہ میرے یار کی زلفوں سے بندھ جا نہیں

چنانچہ یہ قصہ اطرافِ ممالک میں مشہور و معروف ہے۔ اس سلسلے میں 'پدماوتی' نام کی ایک کتاب بھی ہے جس میں رائے رتن سین کا یہ قصہ ہے۔ فارسی اور ہندی میں کہی گئی — الغرض اس واقعہ کے بعد سلطان نے اپنے آپ میں اتنی قوت نہیں دیکھی کہ رائے رتن سین سے انتقام لے سکے اور چتوڑ کو مسخر کرنے کے لیے لشکر کشی کر سکے۔ باوجود قدرت و قوت کے اس نے جان بوجھ کر اس بات کو نظر انداز کر دیا — اس نے اپنے ندیموں سے پوچھا کہ آفات و حوادث کے پیش آنے کا کیا سبب ہوتا ہے، تو انھوں نے عرض کیا: آفات کے پیش آنے کے چار اسباب ہوتے ہیں۔ پہلے تو یہ کہ بادشاہ رعایا کے بھلے بُرے سے غافل ہو۔ دوسرے لگاتار شراب پیے۔ تیسرے امرا کی ایک دوسرے سے سازش اور چوتھے گھٹیا لوگوں کو دولت دینا۔ سلطان کو یہ باتیں بہت پسند آئیں۔ اسی وقت شراب پینے سے توبہ کر لی اور ایسی تاکید کی کہ پورے ملک سے شراب نوشی کی رسم ختم ہو گئی۔ جن لوگوں نے اس ممانعت کے باوجود شراب نوشی

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

کی جرأت کی ان میں بہت سے قتل کر دیے گئے۔ رذیلوں کا مال و ملک قبضہ میں لے لیا گیا اور فساد ختم ہوگیا اور امرا کو ایک دوسرے سے ملنے جلنے اور دعوتیں کرنے سے روک دیا گیا۔ خود جہاں بانی کے امور میں مصروف ہوگیا۔ خبر گیری کی تمام شرطیں پوری کرنے لگا۔ محصول کی وصولی کے کچھ ضابطے مقرر کر دیے جن سے پٹواریوں، منشیوں اور کارندوں کے ریکارڈ میں ہیر پھیر اور خیانت کو ختم کر دیا۔ چودھری اور مقدم جو رعایا کے مال کی لوٹ کھسوٹ کرتے تھے ان کو ایسا جکڑا کہ کسی سے ٹکا بھی نہیں لے سکتے تھے بلکہ ان کی ایسی بگڑی کہ محتاج ہو گئے۔ ان کی عورتیں لوگوں کے گھروں میں مزدوری کر کے روٹی کمانے لگیں۔ غلہ کا بھاؤ خود اس کی طرف سے مقرر کیا جاتا۔ اس کی سلطنت میں بس ایک ہی بھاؤ رہا۔ بالکل کمی زیادتی نہیں ہونے دی۔ گھوڑوں کپڑوں وغیرہ کی اس طرح قیمت مقرر کی کہ خریدار اور بیچنے والے کسی کو گھاٹا نہ ہو۔ گھوڑوں کے داغ اور کچوکے کی رسم اور واقعہ نگاری (روزنامہ) اس نے ایجاد کی۔

اس کے زمانے میں کئی بار ماوراء الہند سے چنگیز خانی لشکر دہلی کے علاقہ میں آیا اور شکست کھا کر چلا گیا۔ اس نے مخالف کے آنے کے راستے میں اس طرح اپنے تھانے مقرر کیے، ایسی تدبیریں کیں کہ اس کی حکومت کے زمانے میں مغل ہندوستان سے مزاحمت نہ کر سکے۔ لوگ اس بات کو (پیشوائے اربابِ طریقت، مقتدائے اصحابِ حقیقت، سلطان العارفین، برہان المحققین، معرفتِ سبحانی کے تالے کی کنجی، خدائی میدان کے رمزوں کو کھولنے والے، پیشوائے باریافتگانِ درگاہِ کبریا) شیخ نظام الدین اولیاءؒ کی توجہ کی برکت سمجھتے تھے۔ سلطان اگرچہ بظاہر شیخ سے ملاقات نہیں کرتا تھا مگر پوشیدہ طور پر ان خدا رسیدہ سے مدد مانگتا تھا، خط چٹھیاں اور تحفے تحائف بھیجا کرتا اور اس طرح خلوص و عقیدت کی رسم ادا کرتا تھا۔ آس پاس کے ممالک میں جو فتوحات سلطان کو میسر ہوئیں، جو عمارتیں اس نے بنوائیں، جو خزانے اس کے پاس تھے پہلے کے کسی بادشاہ کو یہ حاصل نہیں ہوئے تھے۔ سلطنت کے جو ضابطے اور قانون اس نے مرتب کیے ایسے کسی بادشاہ نے نہیں کیے تھے۔ اس کے زمانے میں بڑے بڑے صاحبِ سخن شاعر، مؤرخِ بلند فکر، نجومی، سحر آفریں رمّال، مسیحا نفس طبیب، حکیم خوش گفتار، ندیم نغمہ پرداز اور دوسرے بے مثال ہنرمند اکٹھے ہو گئے تھے۔ شیخ العارفین قطب الدین، قدوۃ الاصفیا شیخ نظام الدین اولیاء، شیخ صدر الدین عارف اور شیخ رکن الدین ملتانی اسی کے زمانے میں

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

ہوئے ہیں۔ سردارِ شعرا امیر خسرو دہلوی بادشاہ سے ہزار ٹکے روزانہ پاتے تھے۔ انھوں نے سلطان کے نام سے ایک خمسہ مرتب کیا تھا۔

یہ سلطان ریاضت و طاعت، فرائض و نوافل کی ادائیگی، روزہ داری شعائر اسلامی کی پیروی ایسی پابندی سے کرتا تھا کہ اس کو فرشتہ کہا جائے۔

ملک نائب وزیر مدار علیہ تھا۔ سلطنت کے تمام معاملات اسی کے سپرد تھے اور وہ سلطان کا منظورِ نظر بھی تھا۔ اس نے موقع پا کر سلطان کو زہر دے دیا۔ کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ استسقا کی بیماری سے وہ اللہ کو پیارا ہو گیا۔ اس کی سلطنت کی مدت تیس سال تین مہینے ہوئی۔

سلطان شہاب الدین ولد سلطان علاء الدین

چونکہ ملک نائب حکومت پر مسلط تھا اس نے سلطان مرحوم کے تمام بیٹوں میں سے سلطان شہاب الدین کو جو کہ کم عمر تھا پسند کر کے سن سات سو بیس میں تختِ سلطنت پر بٹھا دیا۔ اسے روزانہ حرم سرا سے باہر لا کر ہزار ستون کی چھت پر ایک تخت پر بٹھاتا، عام لوگوں کو دیدار کرواتا اور خود مہمات کا انتظام کرتا۔ پھر اس بچہ کو حرم سرا میں اس کی ماں کے پاس بھیج دیتا تھا۔

چونکہ یہ بدسرشت، بدطینت، نمک حرام اور حق ناشناس تھا اس لیے ہمیشہ اپنے خاص لوگوں سے سلطان علاء الدین کے خاندان کو ختم کرنے کے بارے میں مشورہ کرتا رہتا تھا۔ چنانچہ اس نے خضر خان اور شادی خان کی آنکھوں میں جو سلطان کی سوتیلی ماں کے بطن سے تھے، سلائی پھروا کر اندھا کر دیا — خضر خان کی ماں کو بھی قید کر دیا، اسے بھی اندھا کرنا چاہتا تھا لیکن مشیتِ الٰہی یہ تھی کہ وہ عورت تختِ سلطنت کو رونق بخشے، اس بداندیش کی خواہش پوری نہ ہوئی۔ اسے بینائی سے محروم نہ کر سکا۔ چونکہ اس کا تسلط بہت بڑھ گیا تھا۔ وہ سلطنت کو خود کی چیز سمجھتا تھا، کسی دوسرے کو خاطر میں نہیں لاتا تھا۔ بدافعالیوں میں بسر اوقات کرتا تھا، ہمیشہ شراب میں دُھت رہتا۔ شراب نوشی کو حد سے گزار دیا۔

اگرچہ طبیعت پرست مے گساروں اور نفس پرست بادہ خواروں نے شراب کے بہت سے فائدے بیان کیے ہیں۔ اس کی توصیف میں دفتر کے دفتر لکھ مارے ہیں، لیکن حقیقت میں شراب ہستی کے شہرستان میں آگ لگا دینے والا پانی ہے اور بدہوشی و بدمستی کے جادو کو آب دار

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

بنانے والی آگ ہے۔خوں ریزی اور جفا کاری سکھاتی ہے۔ بدکرداری اور بوالہوسی کے گل کھلاتی ہے۔عقل و دانائی کے معرکہ کو برہم کردیتی ہے۔ بدگوئی اور بکواس کا ہنگامہ گرم کرتی ہے۔شرم وحیا کے پردے اٹھا دیتی ہے۔ملنساری اور تواضع کے جھنڈوں کو جھکا دیتی ہے۔ زندگی کی بنیادوں کو بہادیتی ہے۔خرمنِ ہستی میں آگ لگا دیتی ہے۔عقل کے چراغ کے لیے آندھی ہے۔ یہ دولت کو خاک کردیتی ہے۔اشتہا کی آگ بجھا دیتی ہے۔شہوت کی نہر کو خالی کردیتی ہے۔ دنیا میں بدنام کرتی ہے تو آخرت میں بھی نافرجام بناتی ہے۔ دنیا کے کاروبار روکتی ہے اور آخرت کے عذاب میں ڈال دیتی ہے۔اگر شراب نوشی کوئی اچھی بات ہے تو شرابی اسے چھپاتے کیوں ہیں— اگر اس کے نتیجے اچھے ہوتے ہیں تو اگلے پچھلے زمانے کے لوگوں نے اس کو جائز کیوں نہیں ٹھہرایا۔اسے برا کیوں سمجھتے ہیں۔ترجمہ بیت:

بادہ نوشی ہوتی اچھی چیز جو
اہلِ دل تیرے مئے کیوں چھوڑتے

اسی طرح جوابھی بہت بُری چیز ہے۔اس میں وقت برباد ہوتا ہے۔(جوابھی خوب کھیلتا تھا) شطرنج وغیرہ جیسے کھیلوں میں وقت صرف کرتا تھا۔شطرنج تو ایک ناپیدا کنار دریا ہے۔اس کے شناور رنج وفکر کے تھپیڑوں میں ڈوب جاتے ہیں۔عقل و دانش کا بادشاہ اس سے ہمیشہ تولا ماشہ ہوتا رہتا ہے اور اس کی تدبیروں کا وزیر اپنی کج روی سے ہزار آفتیں پیدا کرتا ہے۔ خواہشوں کا ہاتھی تمناؤں کے معرکہ میں لنگڑا ہو جاتا ہے اور آرزوؤں کے گھوڑے کے لیے مقصدوں کا میدان تنگ ہو جاتا ہے۔مرادوں کے قبلہ سے رُخ پھر جاتا ہے۔ پیادوں کی طرح دربدر بھٹکنا اس کا پیشہ بن جاتا ہے، رنج والم کی بساط پر یہ ہمیشہ اپنی بازی مار جاتی ہے— اور پھر گنجفہ، ہر چند اس کے کھلاڑی کے سر پر سفید دولت کا تاج ہوتا ہے۔کمر میں ثروت کی شمشیر اور خدمت میں پیسے کے غلام رہتے ہیں۔مرادیں پھولتی ہیں، مگر اس کھیل کی کثرت سے دولت کی چٹھی ہاتھ سے چھوٹ جاتی ہے۔عزّت کی خلعت دھول میں مل جاتی ہے۔ وہ شخص اپنے ساتھیوں میں سرخ رو نہیں رہتا۔امید کے درخت پر پھل بہت کم لگتے ہیں بلکہ ٹہنیاں اور پتے تک نہیں رہتے۔

اسی طرح نرد کی بازی ہے۔اس میں مرادوں کا مہرا غم سے ششدر رہتا ہے، مقصود کی

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

گٹوں کے ہاتھ نیچے لٹکے رہتے ہیں اور چوپڑ کھیلنے والوں کو تو دنیا بھر کے طعنے سننا پڑتے ہیں۔ ایک زمانہ ان پر الزام دھرتا ہے۔ مطلب کے مہرے اپنے مرحلے طے کر کے صحیح سلامت مرادوں کی قرار ماہ نہیں پہنچ سکتے۔ وہ شخص دنیا کے قمار خانہ میں ہمیشہ حیران پریشان رہتا ہے اور بازی اس کے ہاتھ سے نکل جاتی ہے۔ چنانچہ راجا نل اور پانڈوؤں کا احوال سامنے ہے۔ اسی کھیل میں انھوں نے اپنا ملک و مال کھویا۔ اوبا کے جنگلوں میں بھٹکتے پھرے، محتاجی کے بیابان میں سر مارتے رہے۔

تجربہ کار دانش مندوں نے یہ کام اسی وقت کے لیے تجویز کیے ہیں، جب انسان اپنی ذمہ داریوں کو بہت سختی سے نبھائے اور کاموں کی کثرت سے اس کی طبیعت بجھی بجھی ہو جائے۔ وہ اُکتا جائے۔ مگر وہ بے وقوف ان کھیلوں کو بڑا اہم مقصد سمجھ کر لگاتار اس میں وقت برباد کرتا، ایسا وقت جس کا کوئی بدل نہیں۔ خاص طور پر جوا کھیلتا تھا۔ ہزار ستون کے کوٹھے پر خواجہ سراؤں کے ساتھ چوپڑ کھیلا کرتا۔ ترجمہ بیت:

جوئے بازی میں مت کر عمر ضائع بُرا ہے یہ زمانہ بھر میں سن لے

چونکہ اُمرا ملک نائب سے بہت تنگ آ گئے تھے۔ انھوں نے آپس میں مل کر اسے قتل کر دیا اور سلطان کو گرفتار کر کے گوالیار میں قید کر دیا۔ اس برائے نام سلطان کی حکومت صرف تین مہینے اور کچھ دن ہوئی۔

سلطان قطب الدین مبارک عرف مبارک خاں

یہ سلطان شہاب الدین ولد علاء الدین کا بھائی تھا جو ملک نائب کے بہکانے سے قید میں ڈال دیا گیا تھا۔ ملک نائب کے قتل اور شہاب الدین کے جیل خانہ میں بھیجے جانے کے بعد امیروں نے متفق ہو کر اسے قید خانہ سے نکال کر سنہ سات سو بیس ہجری میں تختِ حکومت پر بٹھا دیا — سب خاص و عام اُمرا نے مبارک باد اور تہنیت کی رسمیں ادا کیں — عیش و عشرت اور شادمانی و کامرانی کی شرطیں پوری کیں۔ چونکہ یہ سلطان کچھ عرصہ قید خانہ میں رہا تھا اس لیے خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی غرض سے تختِ حکومت پر بیٹھتے ہی تمام قیدیوں کو جو دہلی یا ممالکِ محروسہ کے اور قلعوں میں قید تھے رہائی کا حکم دے دیا — اور اطراف کے حاکموں کے نام ان

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

کی خلاصی کے فرمان جاری کر دیے۔ ترجمہ بیت:

وہی ہوگا بس قیدیوں کا سہارا   خود قید میں جس نے کچھ دن گزارا

ذرا قیدیوں کی کرو کھوج بین   نہ ہو بے گنہ ان میں کوئی کہیں

چونکہ یہ سلطان نوجوان اور ناتجربہ کار تھا۔ اس پر سلطنت کی کامرانی اور جوانی کی بادہ پیمائی، ساتھ ساتھ نااہلوں کے رہتا اور گویوّں کی دوستی نے اس کی عقل کا چراغ گل کر دیا۔ اس کی مصلحت بین آنکھوں کو بدبین بنا دیا۔ اس نے ہواپرستی اور نفس دوستی میں ایک خادم بچہ حسن کو جو ظاہری حسن و جمال میں بے مثال تھا اپنا منظورِ نظر بنالیا۔ اس کا شیفتہ اور فریفتہ ہو گیا۔ تھوڑی دیر بھی بغیر اس کے نہیں رہتا تھا۔ اسے خسرو خان خطاب دے کر وزارت کے منصب سے سرفراز کر دیا۔

والا قدر بادشاہوں اور عقل مندوں نے یہ منصب اس شخص کے لیے تجویز کیا ہے جو صاحبِ دانش و بینش، راست باز، دوست کار، نیک نہاد، معاملہ داں، اصل گوہر، فطرتاً مجیب، اچھے اوصاف واعمال کا حامل ہو، فرخندہ اطوار ہو، نہ کہ کسی بے وقوف، کم عمر، ناتجربہ کار، کمینہ، بدسرشت کو اس بلند مرتبہ سے ارجمند کرتے ہیں۔ وہ لوگ خود اپنی حکومت کی بنیاد کھود ڈالتے ہیں۔ بڑے لوگوں نے کہا ہے۔ ترجمہ نظم:

جس پیڑ کی سرشت ہی کڑوی ہو، چاہے اسے جنت میں ہی لگا دو، چاہے جنت کی نہروں سے اسے سینچو، اس میں شکر اور گلاب ڈالو، آخر کار وہ اپنی اصلیت بتاتا ہی ہے، وہی کڑوا پھل دیتا ہے، سیاہ فطرت والے کوّے کے انڈے، جنت کے طاؤس کے نیچے ہی کیوں نہ بٹھا دو، اور ان کے بچّوں کو پرورش کے وقت، جنت کے انجیر کھلاؤ، مگر آخر کار کوّے کا بچہ کوّا ہی ہوگا، اور جنت کی مورنی بیکار تکلیف اٹھائے گی۔

چونکہ قدرتِ برحق نے یہ مقدر کیا تھا کہ خسرو خان سلطان کی دولت کی بنیاد ہی اکھاڑ دے بلکہ اُس کے خاندان کی بنیاد ہی مٹا دے لہٰذا اُس کم عمر سلطان نے اس بدگوہر کو سلطنت کا مدار علیہ بنالیا۔ ترجمہ بیت:

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

بھاگ ابھاگے جس کے ہوں، نا کرنی وہ کرتا ہے

القصہ سلطان ناقص العقل، ناقص الادراک، ملکی و مالی معاملات اس کے مشوروں سے طے کرتا تھا۔ خسرو خاں کے بہکانے پر اس نے اپنے بھائی خضر خاں اور شادی خان کو جو سوتیلی ماں کے پیٹ سے تھے ملک نائب نے جن کی آنکھوں میں سلائی پھروا کر گوالیار کے قلعہ میں قید کر دیا تھا اور شہاب الدین کو بھی جو اس کی سوتیلی ماں کے پیٹ سے تھا اور وہاں ہی قید تھا، قتل کر ڈالا۔ چونکہ خضر خاں اہل اللہ کے پیشوا شیخ نظام الدین اولیا کا مرید تھا لہٰذا شیخ کو اس کا دوست سمجھ کر انھیں بھی طعنہ دینے لگا۔ ترجمہ فرد:

کسی کو خوار کرتا ہے خدا جب وہ امکان پر ہی طعنہ مارتا ہے

اس نے لوگوں کو ان کی خدمت میں آنے سے منع کر دیا اور بے ادبی سے پیش آنے لگا اور شیخ کے ایک مخالف شیخ زادہ جام کو اپنا قریبی بنالیا۔ شیخ رکن الدین ملتانی کو شیخ نظام الدین اولیا کے تعصب میں اپنے پاس بلالیا۔ جوانی کے غرور میں کسی سے مشورہ نہیں کرتا تھا۔ نہ کسی کی بات سنتا تھا۔ اگر کوئی نیک اندیشی سے حکومت کے بھلے کی کوئی بات کہتا تو اس پر عتاب کرتا۔ امرا کو معمولی معمولی قصوروں بلکہ بے گناہ ہونے پر بھی سزائیں دے دیتا، قتل کر ڈالتا۔ عورتوں کے زیور اور لباس پہنتا۔ مجلس میں آ کر بازاری عورتوں، بچّوں، لفنگوں کو ہزار ستون کے اوپر والے کوٹھے پر بلالیتا۔ بڑے بڑے امیروں کی ہنسی اُڑاتا، انھیں حقیر کرتا ان کی اہانت کرتا۔ ہمیشہ شراب پیا کرتا۔ عیش و عشرت میں مصروف رہتا۔

اس نے کچھ دن بعد گجرات کے حاکم ظفر خان کو جو ایک بڑا امیر تھا اپنے پاس بلا کر خسرو خان کے بہکانے سے قتل کر ڈالا اور اس کے بجائے خسرو خان کو وہاں کا حاکم بنا دیا۔ کیونکہ گجرات اس کا قدیم وطن تھا۔ اس نے گجرات جا کر پورا استقلال حاصل کرلیا۔ اپنی کمینہ طبیعت، کم عمری، بے دانشی اور کم حوصلہ تنگ ظرفی کی وجہ سے بغاوت کا ارادہ کرلیا، لیکن متعین اُمرا نے اس کا ساتھ نہیں دیا۔ خسرو خان نے یہ دیکھ کر کہ کہیں اس کی مراد پوری نہ ہو فوراً گجرات سے سلطان کے پاس دہلی آ کر امیروں کی شکایت کی۔ محض اس کی خاطر داری کے لیے ہی بہت سے اُمرا کی تنخواہ کم کر دی گئی اور بہت سے نوکری سے برطرف کر دیے گئے۔ اس طرح وہ عتاب میں مبتلا ہوئے۔ خسرو خان سلطان پر اس طرح غالب آ گیا تھا کہ اگر سلطان کا

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

کوئی مصاحب اس کی کوئی نامناسب بات سلطان سے کہتا تو وہ مانتا ہی نہ تھا بلکہ خسرو خان سے وہ بات کہہ دیتا اور کہنے والے کو ہی بُرا کہہ کر قتل کروا دیتا۔ اس لیے تمام اُمرا اس سے دب گئے اور خسرو خان ان پر غالب آ گیا۔ اور اپنا مطلب پانے کے لیے اور زیادہ کوشش کرنے لگا۔ ایک دن مکّاری و غدّاری سے اس نے عرض کیا کہ چونکہ میں ہر وقت حضور کی خدمت میں رہتا ہوں، محل کے سامنے ہی رات گزار دیتا ہوں، میرے کچھ رشتہ دار سلطان کے رحم و کرم کے امیدوار ہو کر گجرات سے آئے ہیں وہ آپ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں مگر دولت خانہ کے دربان انھیں حاضر ہونے نہیں دیتے۔ سادہ لوح سلطان نے فرمان جاری کیا کہ دولت خانہ کی کنجیاں خسرو خان کے حوالہ کر دی جائیں۔ اس سے یہ کہا کہ تجھ سے تیرے رشتے داروں سے زیادہ اور کون بھروسہ کے قابل ہو سکتا ہے۔ لہٰذا دولت خانہ کی کنجیوں کا اہتمام خسرو خان کے حوالہ کر دیا۔

القصہ جب سلطان کی بارگاہ کے باہر اور اندر کے سب ہی معاملات اس کے اور اس کے رشتہ داروں کے تصرّف میں آ گئے تو وہ لوگ بھیڑ کی بھیڑ مسلح ہو کر رات دن دولت خانہ کے اندر آنے جانے لگے۔ وہ موقع کے منتظر تھے۔ رفتہ رفتہ یہ بات سب لوگوں کو پتہ چل گئی کہ وہ بد بخت کس کام میں لگا ہوا ہے۔ لوگ یہ بات سلطان کو بھی بتا دینا چاہتے تھے لیکن سلطان کو اس سے جو محبت تھی اس کی وجہ سے انھیں یقین تھا کہ اگر اس سے کہا تو سلطان کہنے والے کو ہی خسرو خان کے حوالہ کر دے گا۔ ان حالات میں وہ بالکل چھا گیا۔ لوگ اپنے آپ کو مغلوب محض بناتے گئے، کسی کو دَم مارنے کی مجال نہ تھی۔ ایک دن تو اُسی قاضی نے جو لکھنے پڑھنے میں سلطان کا استاد تھا اپنی جان سے ہاتھ دھو کر سلطان کی نیک خواہی، اس کے خاندان کی سلامتی اور ملک کی بھلائی سمجھ کر عام کیفیت سلطان سے عرض کی۔ اس کے فاسد خیالات سلطان کو بتائے مگر ان باتوں نے سلطان پر کچھ بھی اثر نہیں کیا۔ کوئی فائدہ نہیں ہوا بلکہ سخت جواب اور نامناسب الفاظ اور سنے۔ کچھ دیر بعد خسرو خان آ گیا۔ قاضی نے جو کچھ سنا تھا سلطان نے سب اسے بتا دیا۔ اس مکّار غدّار نے جھوٹ موٹ رو کر کہا کہ سلطان مجھ پر جو مہربانی کرتے ہیں بارگاہ کے نزدیکی لوگ اس سے جلتے ہیں۔ وہ مجھے چاہتے نہیں۔ آج کل میں مجھ پر تہمت دھر کر مجھے مروا دیں گے۔ میں تو اپنے آپ کو مرنے والا سمجھتا ہوں۔ سلطان پر اس کے رونے کا اثر ہوا۔ اسے بانہوں میں لے کر رونے لگا۔ اس کے لب و رخسار چوم کر کہا اگر پوری دنیا والے مل کر تیرے

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

لیے کوئی بری بات کہیں تب بھی میں کسی بات پر کان نہیں دھروں گا۔ مجھے تو تیری محبت نے پوری دنیا سے بے نیاز کر دیا ہے۔ تیرے بغیر یہ دنیا کسی کام کی نہیں۔ ترجمہ قطعہ:

دلبر جب بس جائے جان میں ناتا اس سے کیسے ٹوٹے
جسم کا جان سے رشتہ ٹوٹے پریم کا بندھن پختہ ہووے

چوتھائی رات گزر گئی۔ قاضی بارگاہ میں سلطان سے بات کر رہا تھا۔ اب وہ ہزار ستون کے کوٹھے سے اُتر کر دروازوں کے حالات دیکھ رہا تھا۔ خسرو خاں نے سلطان کے پاس سے آ کر قاضی کو باتوں میں مشغول کر لیا اور قاضی کے ہاتھوں میں پان کا بیڑا اتھما دیا۔ قاضی کی تو موت آ گئی تھی۔ اسی وقت خسرو خاں کا بھائی طاہر آ گیا۔ اس نے قاضی کو خنجر کے زخم سے ہلاک کر دیا۔ لوگوں میں شور برپا ہو گیا۔ سلطان کے کان میں جب شور کی آواز پہنچی تو اس نے پوچھا۔ خسرو خان نے آ کر عرض کیا کہ خاصہ کے گھوڑوں کا طویلہ کھل گیا ہے۔ گھوڑے آپس میں لڑ رہے ہیں۔ یہ شور انھیں کا ہے۔ اسی دوران طاہر بھاری بھیڑ کے ساتھ ہزار ستون محل کی طرف متوجہ ہوا۔ دربانوں کو قتل کر دیا۔ سلطان کو حقیقت حال کا پتہ چلا تو وہ حرم سرا کی طرف بھاگا۔ خسرو خاں نے پیچھے سے دوڑ کر سلطان کے بال اور دستار پکڑ لی۔ دونوں آپس میں اُلجھ گئے۔ وہ اوپر یہ نیچے یہ اوپر وہ نیچے۔ اسی وقت طاہر آ گیا۔ اس نے خون ریز کلہاڑی سے سلطان کا پہلو چیر کر زمین پر گرا دیا اور اُس مظلوم کا سر ہزار ستون کے کوٹھے پر سے نیچے پھینک دیا۔ پھر حرم میں جا کر شاہزادہ فرید خان، منکو خان، سلطان، علاء الدین کے بیٹوں کو جو بچّے تھے زبردستی ان کے ماں سے الگ کر کے مارا اور لوٹ مار کرنے لگا۔ جو کچھ ملا اسے لے لیا۔ سلطان کے ان اُمرا اور ملازم کو جو اس کے مخالف تھے اسی وقت پکڑ کر قتل کر ڈالا۔ بہت سے اُمرا کو اسی وقت رات کو بلا کر ہزار ستون کے کوٹھے پر حراست میں لے لیا اور قید کر کے جیل خانہ بھیج دیا۔ ترجمہ ابیات:

جس کی سرشت میں شرافت نہ ہو، وہ بدنہاد شخص دوست نہیں ہو سکتا، کمینوں کو سربلند کرنا، اور ان سے بھلائی کی امید رکھنا، اپنا رشتہ ہی کھو دینے کے برابر ہے، آستین میں سانپ پالنے جیسا ہے، پھر زندگی کی توقع مت رکھو، جب سانپ کو آستین میں رکھ لے تو۔

اسی وقت کسی مخدوم نے کہا کہ سلطان علاء الدین نے اپنے ولی نعمت و چچا کے خاندان کو

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

یعنی سلطان جلال الدین کے خاندان کو ختم کر دیا۔ اب اس کا خاندان ختم ہو جائے تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ یہ تو کرنی کی بھرنی ہے۔ ترجمہ بیت:

نیک کا نیک اور بد کا بد پھل، دنیا کھیتی بدلہ کی

اس کی مدّتِ سلطنت چار سال چار مہینے ہوئی۔ سلطان علاء الدین سے سلطان قطب الدین تک چار شخصوں نے چونتیس سال گیارہ مہینے حکومت کی۔

سلطان ناصر الدین عرف خسرو خاں مشہور بہ حسن

قطب الدین مبارک شاہ کے قتل کے بعد اس نے اپنے نام کا سکّہ اور خطبہ جاری کیا۔ سلطان ناصر الدین کا خطاب اختیار کر کے سابقہ سلطان کی حرموں کو اپنے بھائیوں میں تقسیم کر لیا۔ اس کے عہد میں ہندوؤں کی رسموں کو بڑا اوج ملا۔ بت پرستی خوب پھیلی مسجدیں برباد کر دیں۔ بترجمہ بیت:

چلتی ہے سن خزاں کی ہوا باغ میں جہاں

کوّئے مقام پاتے ہیں بلبل کا پھر وہاں

جنت کے باغ میں اُلو کا ٹھکانہ نہیں ہونا چاہیے اور فردوس میں کوّئے کا گھونسلا اچھا نہیں لگتا یعنی بادشاہت کے لیے گھٹیا لوگ مناسب نہیں ہوتے۔ جب تک کسی انسان میں کرامت اور بڑے پن کی کچھ باتیں فراہم نہ ہوں یہ مرتبہ جو کہ خدا کا ایک عطیہ ہے کوئی شخص اس کے قابل نہیں ہوتا۔

غازی الملک سلطان علاء الدین کے بڑے اُمرا میں سے تھا۔ وہ صاحبِ جمعیت بھی تھا اور اس کا قبیلہ بھی بڑا تھا۔ دیپال پور کی حکومت بھی اس کے پاس تھی۔ اس کا بیٹا فخر الدین کسی بہانہ سے خسرو خاں سے جدا ہو کر باپ کے پاس پہنچ گیا۔ خسرو خاں کی نمک حرامی اور سلطان کے قتل کیے جانے سے واقف ہو کر ملتان اور اوچ کے حاکم بہرام کے ساتھ انتقام لینے کی تیاّری کی۔ بھاری لشکر اور توپ خانہ کے ساتھ دہلی کی طرف چل پڑا۔ خسرو خاں بھی فوجیں آراستہ کر کے مقابلہ کے لیے تیاّر ہو گیا۔ جنگ کی آگ بھڑکی۔ تھوڑی سی لڑائی کے بعد ہی خسرو خاں فرار ہو گیا۔ دوسرے دن غازی خان کے لشکریوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا۔ غازی الملک کے پاس لایا گیا تو بلا تامل اسے قتل کروا ڈالا۔ ترجمہ بیت:

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

اللہ کرے سدا کو ایسا چراغ بجھ جائے
مرنے کے وقت جو کہ گھر میں کرے اُجالا

خسرو خاں کے اکثر ساتھی خاص طور پر وہ لوگ جو سلطان قطب الدین کی حرموں کو تقسیم کرنے میں شریک تھے سب ہی قتل کر دِیے گئے۔ اس کے بعد غازی الملک نے ہزار ستون محل میں آ کر سلطان قطب الدین کی تعزیت کی۔ اس کے بھائی بہت روئے۔ فاتحہ پڑھی۔

امیر خسرو دہلوی نے پنجابی زبان میں بڑی اچھی عبارت اور انداز میں تغلق شاہ اور ناصر الدین کی جنگ کے واقعات بیان کیے ہیں۔ اسے ہندی زبان میں وار کہتے ہیں۔

سلطان ناصر الدین خسرو خاں کی حکومت کی مدّت چار مہینے اور کچھ دن ہوئی۔

سلطان غیاث الدین عرف تغلق شاہ غازی الملک

اس سلطان کا باپ غیاث الدین کے غلاموں میں سے ایک اونچے خاندان کا ملک تغلق شاہ نام کا شخص تھا اور ماں جٹ قوم کی پنجابی عورت تھی۔ چونکہ اس کی قسمت کا ستارہ بلند اور نصیب جاگے ہوئے تھے، اوچ کے سلطان کی خدمت میں آ گیا۔ پھر اپنی قوت، شجاعت، مردانگی، اور عقل وفراست سے بڑے اُمرا میں سرفراز ہوگیا۔ پھر سلطان علاء الدین اور سلطان قطب الدین کا زمانہ آیا۔ اس کے بعد اپنی دلیری اور بہادری سے اس نے نمک حرام خسرو خاں کو قتل کر کے اپنے ولی نعمت کا انتقام لیا۔ اعلان کے ساتھ کہا کہ میں سلطان علاء الدین اور قطب الدین کی نعمت کا پروردہ ہوں۔ نمک کا حق ادا کرنے کے لیے ان ناشکروں کو قتل کیا ہے۔ ان بادشاہوں کی اولاد اور فرزندوں میں سے جو موجود ہوں انھیں لایا جائے تاکہ حکومت کے تخت پر بٹھا کر میں بھی سب کے ساتھ خدمت کے لیے کمربستہ ہو جاؤں اور اگر ان کی کوئی اولاد نہ رہی ہو تو جس کسی کو سلطنت کے لائق سمجھیں اسی کو تخت پر بٹھا دیں۔

سب لوگوں نے ایک ساتھ متفق ہو کر کہا کہ دونوں بادشاہوں کی اولاد میں سے کوئی نہیں رہا ہے اور تم نے نعمتوں کا حق ادا کیا ہے، اپنے ولی نعمت کا انتقام لیا۔ تم سے زیادہ بادشاہت کے لائق کون ہو سکتا ہے۔ تمام اُمرا نے متفق ہو کر اس سے بیعت کر لی اور اسے حکومت کے تخت پر بٹھا کر زمینِ خدمت چومی۔ ترجمہ ابیات:

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

شاہی تاج تجھے ملنے والا ہے، بھلا تیرے سوا کسی اور کو ملے گا؟ تجھے ہی یہ تاج تخت اور کلاہ زیب دیتا ہے، کیونکہ تو عدل و انصاف میں چاند و سورج کی طرح ہے، اگر تو تخت پر بیٹھے، اور سر پر شاہی تاج رکھے، تو ہم تیرے لیے جان نچھاور کر دیں گے، وفاداری کر کے تیرا حق ادا کریں گے، تیرے اشارہ پر ہم جان لٹا دیں گے، تو بادشاہت کرنا، ہم بہادری کریں گے۔

الغرض سنہ سات سو پچیس ہجری میں اس نے بادشاہت کے تخت پر جلوس کیا۔ شاہی تاج سر پر رکھا۔ اپنے نام کا خطبہ اور سکّہ جاری کیا۔ کوشک لعل کو اپنا مقام بنایا، اور عدل و انصاف کی منادی کرادی۔ جو فتنے بیدار ہو گئے تھے پھر سو گئے۔ جہاں بانی کے کاروبار کو تازہ رونق مل گئی۔ ایک ہفتہ میں ہی حکومت کے معاملات ایسے سدھر گئے کہ دوسرے سلطان سالوں میں نہ سنبھال سکے۔ ترجمہ بیت:

زمانہ کا نظام اور دنیا کے معاملات، اس زمانہ کے بادشاہ کے اقبال سے سب ٹھیک ہو گئے

سلطان علاء الدین اور قطب الدین کا اہل و عیال اور نسل میں سے جہاں بھی جو لوگ تھے سب کی خبر گیری کی۔ سب کے وظیفے اور تنخواہیں مقرر کر دیں۔ اُمرا کو اُن کے مطابق جاگیریں دے دیں۔ بہت سے لوگوں کو کام نہ کرنے کی رخصت دے دی اور خسرو خاں نے جو روپیہ لوگوں کو لٹا دیا تھا واپس وصول کر کے خزانہ میں داخل کر دیا۔ جس نے بھی پیسہ کی ادائیگی میں کوتاہی برتی اسے ہی سختی بھگتنا پڑی۔ خسرو خاں نے لشکریوں کو جو کچھ دے دیا تھا وہ ان کی ایک سال کی تنخواہ میں وضع کر لیا۔ باقی کو دفتر فاضلات میں ان لوگوں کے نام لکھوا دیا کہ آنے والے سالوں میں تھوڑا تھوڑا ان کے کھاتے حساب میں لگا لیں اور جن لوگوں کی تنخواہ میں قطب الدین کے زمانہ کے مقابلہ تفاوت کر دیا گیا تھا وہ اب پھر عدل و انصاف پر پیشِ نظر گھوڑوں کے داغ اور جاگیروں کی تقسیم وغیرہ کی صورت میں برابر کر دی گئی۔ ملک سے سرکشی اور بغاوت کا نام مٹ گیا۔ مغلوں کے آنے کا راستہ ایسا بند ہوا کہ اس سلطان کے عہد میں مغل ہندوستان کی طرف رُخ تک نہ کر سکے۔

اسے عمارتیں بنانے کا بڑا شوق تھا۔ دہلی کے قریب تغلق آباد نام کا ایک مضبوط قلعہ بنایا۔ یہ بہت نیک ذات اور فرشتہ صفت شخص تھا۔ زیادہ تر وقت عبادت میں صرف کرتا۔ نشہ نہیں کرتا تھا۔

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

ممنوع باتوں کی سخت تاکید کرتا۔ رعایا کی بھلائی، ملک کی آبادی، راستوں کے امن وامان، تاجروں و مسافروں کی آمد و رفت، غلہ کی ارزانی صحیح صحیح حاصل کی۔ وصولی، مفسدوں کی تادیب، سرکشوں، چوروں، ڈاکوؤں کی پکڑ، ان سب کی پوری پوری کوشش کرتا۔

کچھ عرصہ بعد سلطان لکھنوتی عرف بنگال گیا۔ اس ولایت میں ناصرالدین ولد سلطان غیاث الدین بلبن سلطان معزالدین کیقباد کا باپ حاکم تھا۔ جیسا کہ پہلے لکھا گیا، سلطان نے اس خاندان کا حق ادا کرتے ہوئے قدردانی کے طور پر اس ولایت کو بدستور سابق ناصرالدین کے حوالے رکھا۔ وہاں سے واپس ہوکر ستارا کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں کا حاکم بہادر شاہ بہت سارے ہاتھی اور بھاری لشکر کی وجہ سے خودمختاری کا دم بھرتا تھا۔ سخت جنگ کے بعد اسے فتح کرلیا۔ بہادر شاہ کو گرفتار کر کے وہاں سے ترہٹ گیا۔ یہاں بھی فتح حاصل ہوگئی۔ ترہٹ کے قلعہ کو جو بہت ہی مضبوط تھا مسخر کرلیا — ترجمہ ابیات:

جو شخص وہاں کا تخت نشین ہو/ اس پر کوئی بھی اپنی تدبیر سے کامیاب نہیں ہوسکتا

یہ علاقہ ہر خلل سے بالکل مامون تھا/ مگر آسمان موت کی تلوار تو چلا رہا ہے

القصہ سلطان مظفر و منصور ہوکر وہاں سے واپس دہلی آ گیا۔ شہزادہ الغ خاں عرف فخرالدین جونا نے جو کہ تخت گاہ میں تھا تغلق آباد سے تین کوس کی دوری پر سلطان کی ضیافت کے لیے ایک خوبصورت محل بنوایا۔ ضیافت کے ضروری اسباب فراہم کیے۔ وہاں پہنچ کر سلطان اس محل میں اُترا، عیش و عشرت کی محفل سجائی گئی۔ طرح طرح کے کھانے، رنگ برنگی نعمتیں دسترخوان پر چُنیں۔ کھانے سے فارغ ہوکر لوگوں نے سمجھا کہ سلطان یہاں سے جلدی سوار ہو جائے گا۔ سب ہاتھ دھوکر وہاں سے نکل آئے۔ ابھی سلطان محل میں ہاتھ ہی دھو رہا تھا کہ وہ محل خدا کی مشیت سے بلبلہ کے خیمے کی طرح ہوا کے صدمہ سے اچانک ٹوٹ گیا جیسے کوئی شراب کے نشہ سے ایک دم گر پڑا ہو۔ پانچ اور آدمیوں کے ساتھ سلطان اس حادثے میں مر گیا۔ اس طرح خاک میں سو گیا۔

کچھ تاریخوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ الغ خان نے اس نئے محل کی تعمیر جو ضروری نہ تھی جان بوجھ کر ایسی ہی کروائی تھی کہ فوراً گر جائے اور سلطان کا کام تمام ہوجائے۔ صدر جہاں گجراتی اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ الغ خان نے اس عمارت کو ایک طلسم سے قائم کر رکھا تھا۔ سلطان کے آنے

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

کے بعد اس طلسم کو توڑ دیا اور عمارت گر پڑی۔ حاجی محمد قندھاری نے لکھا ہے کہ ہاتھ دھوتے وقت اچانک آسمان سے جانکاہ بجلی گری اور وہ قصر دھنس گیا۔ کچھ لوگوں نے یہ لکھا ہے کہ سلطان بنگال سے بھاری بھرکم ہاتھی لایا تھا اور شاہزادہ کو دِکھانے کے لیے اس نے حکم دیا کہ ان ہاتھیوں کو دوڑایا جائے۔ چونکہ عمارت نئی تھی ہاتھیوں کے جھٹکے سے گر پڑی۔ کچھ یہ کہتے ہیں کہ اس وقت محل میں سخت زلزلہ آ گیا تھا۔ شیخ رکن الدین ملتانی سلطان سے ملاقات کرنے اس محل میں گئے تھے۔ وہ ہمیشہ جلدی اُٹھنے کے لیے کہا کرتے تھے۔ سلطان ان کی بات سمجھتا نہ تھا۔ شیخ تو اُٹھ آئے اور محل گر پڑا، اور جو تحقیق ہوا یہ ہے کہ چونکہ شیخ نظام الدین اولیا سے اسے رنجش تھی اور اس محل میں اُتر کر شیخ کو کہلایا تھا کہ جب میں شہر دہلی میں داخل ہوں تو شیخ وہاں سے نکل جائیں، تو شیخ سے کہا کہ ابھی تو دلّی بہت دور ہے۔ یہ الفاظ ہندوستانیوں میں مشہور ہیں۔ لوگوں نے کہا ہے کہ مصرعہ:

اولیا کی بات رد ہوتی نہیں

اسی سال نظام الدین اولیا اور امیر خسرو دہلوی بھی جسمانی دنیا چھوڑ کر ہمیشہ رہنے والی دنیا میں چلے گئے۔ اس سلطان کی حکومت کی مدت چار سال دو مہینہ ہوئی۔

سلطان محمد شاہ الغ خاں عرف فخر الدین جونا

یہ سلطان تغلق شاہ کا بیٹا تھا۔ باپ کی رحلت کے بعد سنہ سات سو اُنتیس ہجری میں فرماں روائی کے تخت پر بیٹھ کر خوشی کے شادیانے بجائے۔ خاص و عام نے مبارک بادی کا شور بلند کر دیا۔ گلیاں بازار سجائے گئے، شہر کو آراستہ کیا، مسرت و شادمانی کی داد دی۔ انعام اور بخشش میں بہت روپیہ نچھاور کیا۔ ترجمہ بیت:

بہارِ چمن جیسی مجلس تھی وہ گلستانِ جنت کو تھا رشک اس پر

اس سلطان کی شخصیت بھی عجیب ہی تھی۔ جامع اقتدار شخص تھا۔ کبھی تو یہ چاہتا کہ سکندر کی طرح پوری دنیا کو مسخر کر لے۔ کبھی یہ ارادہ کرتا کہ حضرت سلیمان کی طرح تمام انسانوں، جنّاتوں کو تابع کر لے۔ کبھی یہ آرزو کرتا کہ سلطان کے ساتھ وہ نبی بھی بن جائے اور خود کی شریعت کے احکام جاری کرے اور کبھی نماز روزہ شریعتِ محمدؐ کے احکام کی ترویج کرتا۔ لہو و لعب، مسکرات اور ان تمام چیزوں سے اجتناب کرتا جن کو معصیت کہا جاتا ہے۔ اسے تاریخ،

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

طب، حکمت، منقولات، نظم اور انشا میں بڑی مہارت حاصل تھی۔ اس نے ولایت گجرات، مالوہ، دیوگڑھ، کبیلہ، دھورسمند، ترہٹ، لکھنوتی اور ستار گاؤں بہت کم مدّت میں فتح کر لیے۔ اپنا حکم نافذ کرنے میں ایسی احتیاط برتتا تھا کہ کسی کو مخالفت کی مجال نہیں ہوتی تھی۔ داد و دہش، بخشش وعنایت میں بڑا عالی ہمّت تھا۔ چاہتا تھا کہ پلک جھپکنے میں ہی پورا خزانہ ایک شخص کو انعام میں دے دے۔ حاتم طائی کی پوری عمر کی سخاوت جو فیّاضی میں بہت مشہور ہے اس کے ایک دن کی عطا سے بھی کم تھی۔ اس کے دان و دہش اور سخاوت و فیّاضی کے معاملوں میں غنی فقیر، چھوٹے بڑے، بوڑھے جوان، کمزور طاقتور، مقیم مسافر، کافر مسلمان، اپنے پرائے سب برابر تھے۔ اس نے ستار گاؤں کے حاکم تاتار خاں کو بہرام خاں کا خطاب دے کر ایک دن میں ہی ایک سو ہاتھی، ایک ایک ہزار (گھوڑے) ایک کروڑ تنکہ (تنکہ سونے کا ایک سکہ تھا جیسے اشرفی) بخش دِیے۔ مہر بخشی ملک سنجر کو اسّی لاکھ تنکہ عطا کر دِیے۔ ملک غزنوی کو ہر سال ایک کروڑ تنکہ دیا کرتا تھا۔ ایک دن بہادر شاہ گامی کو کہیں جانے کی رخصت دے کر کہا کہ خزانہ میں جو کچھ ہے وہ اسے دے دیا جائے اور اس کی تعمیل بھی کی گئی۔ خزانہ میں کچھ باقی نہ رہا۔ ایک دن مولانا جلال الدین حسام نے سلطان کی مدح میں ایک قصیدہ پڑھا۔ اس کا مطلع پڑھتے ہی کئی ہزار نولیاں انعام میں دے دیں اور کہا کہ آگے نہ پڑھیں کیونکہ میں اسے صاد کرنے کی ذمہ داری ادا نہیں کرسکتا۔

القصّہ سخاوت میں بے نظیر تھا تو ستم ڈھانے میں بھی ثانی نہیں رکھتا تھا۔ دُنیا بھر کے ظالموں کا استاد اور ستم گاروں کا سردار تھا۔ زور زبردستی کے قانون ایجاد کرتا۔ بے داد کے نئے نئے طریقے نکالتا۔ ظلم وزیادتی کی بنیاد رکھنے والا جور اور بے داد کی نیوڈالنے والا تھا۔ کون سا ایسا ظلم ہے جو اس کے جفا اور بدخوئی کے کارخانہ میں نہ ہو۔ کونسا ستم ہے جو اس کی جفا گاہ میں مہیّا نہ ہو۔ سرمایہ داروں کے کف (گٹے تک ہاتھ) درزی کی طرح کاٹ دیتا تھا۔ صراف کا سر دیوار کے کانٹوں کی طرح برہنہ رہتا تھا۔ ہزاروں کی دُکانیں بخیلوں کے گھر کی طرح بند رہتی تھیں۔ بھٹیاروں کے تنور غریبوں کے چولھے کی طرح ٹھنڈے پڑ گئے۔ درزیوں کی سوئیوں میں سے دھاگے کے پیر نکل گئے تھے اس لیے وہ حرکت تک نہیں کرسکتی تھیں۔ دُھنیوں کی کمانیں منہ بند ٹُکھوں کی طرح آواز نہیں نکال رہی تھیں۔ لوہار گھن کے ظلم سے سندان پر اپنا سر مار رہے

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

تھے۔حلوائی اپنوں کے ظلم سے زہر جیسا کڑوا پانی پی رہے تھے۔دھوبی آخر کار موت کے ڈر سے کپڑے پھاڑ رہے تھے۔نیل گر کپڑے نہ رہنے کی وجہ سے ماتم کا سیاہ جوڑا پہنے ہوئے تھے۔ظلم کے بھاری بوجھ کی وجہ سے حمال دیوار سے پیٹھ لگائے ہوتے تھے۔بنئے بے سروسامانی کی وجہ سے سینہ پر تاکڑی باٹ مار رہے تھے۔بیت:

ظلم سے اس کے بچا سالم نہ کوئی
کون سے سینہ کو وہ ظالم نہ خستہ کرسکا

لوگوں کو قتل کرنا، انسانوں کو ستانا اس کی فطرت تھی، اس کی گھٹی میں پڑا تھا۔جب اس کے قہر وغضب کی آگ بھڑک اُٹھتی تو بغیر خون ریزی کیے انسانی وجود کے محل کو ڈھائے بغیر بجھتی نہیں تھی۔جب اس کے فیض وغضب کی آندھی چلتی تو دنیا کو انسانی وجود سے خالی کر دیتی۔ جب یہ خاص وعام لوگوں میں بیٹھتا تو سزا اور تادیب میں لوگوں کے ہاتھ پیر کٹوا دیتا، ناک کان کٹوا دیتا، آنکھوں میں سلائی پھیر دیتا، ہڈیاں جوڑ توڑ دیتا، آگ سے جلا دیتا، ہاتھ پیر سینہ پر لوہے کے ہتھوڑے مارتا، کھال کھنچوا دیتا، آرے سے چروا دیتا، ہاتھی کے پیروں میں ڈلوا دیتا، سولی پر چڑھا دیتا اور ظلم وستم کے دوسرے تمام طریقے اختیار کرتا۔زمین کو خاص وعام لوگوں کے خون سے رنگین کر دیتا تھا۔ہر طبقہ کے لوگوں کو خواہ وہ صوفی ہوں، قلندر ہوں، لشکری ہوں، منشی ہوں، کارندے ہوں، رعایاں ہوں، یا سوداگر ہوں ذرا ذرا سے قصور پر معمولی لغزش پر سخت سزائیں دے ڈالتا — شیخ زادہ جام کو جس نے صرف اس کے ظلم کی بات کہہ دی تھی ناحق قتل کر ڈالا — اسی طرح اور بہت سے لوگوں کو ذرا سا قصور سرزد ہونے پر مروا دیا۔بیت:

اس کے ہاتھوں گھائل ہونے سے بچا نہ کوئی
سو میں سے ایک پر بھی اس کو رحم نہیں آیا

وہ یہ چاہتا تھا کہ پہلے والے بادشاہوں کے دستور ضابطے منسوخ کر کے نئے احکام قانون ایجاد کرے۔لہٰذا ہر روز نیا ضابطہ اور نیا حکم جاری کرتا تھا۔چونکہ اس کے احکام پہلے والے بادشاہوں کے خلاف تھے عقل و دانش سے دور اس لیے سب ہی اس سے نفرت کرتے تھے۔ کارندے اس کے احکام جاری کرنے سے عاجز تھے۔طرح طرح کی سزاؤں میں ماخوذ ہوجاتے تھے اور اگر حکم جاری کرتے تو عام لوگوں کی ان سے بربادی ہوتی تھی۔لہٰذا سلطنت

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

کے کاروبار میں بڑا خلل پڑ گیا۔ اس نے جو ضابطے مقرر کیے ان میں سے ایک یہ ہے کہ دوآب کے بیچ کی تمام ولایت ایک قرار دی جائے۔ یہی بات رعایا کی بربادی کی وجہ بن گئی۔ کھیتی باڑی رُک گئی۔ شاہی امور میں ہلچل مچ گئی۔ بیت:

دل جلوں کا دل بھی دیکھو کر دیا اس نے کباب
تھے مصیبت کے جو مارے ہو گئے خانہ خراب

اور دوسری خام کاری (گولڈ اسٹینڈرڈ) یہ تھی کہ سونے چاندی کی ٹکسال میں تانبے کے سکے ڈھالے۔ تانبے کے روپے پیسے سونے چاندی کے ٹنکوں کی جگہ چلائیں۔ انھیں سے لین دین کریں۔ ملکوں کے تاجر ٹکسال میں تانبہ لاکر سکّہ ڈھلوا کر سامان اور ہتھیار خرید لیتے اور دنیا بھر میں لے جاتے۔ وہاں سونے چاندی کے سکّوں میں بیچ کر خوب فائدہ اٹھاتے اور سنار اپنے گھروں میں سونے چاندی کے سکّے ڈھالے کر بازار میں بیچ دیتے تھے۔ دور دراز کی کئی قلعہ داریوں میں اس سکّہ کو رواج دیا تو وہاں کے باشندوں نے تانبے کے ان سکّوں کو سادہ تانبے کی طرح مانا۔ ترجمہ بیت:

ایسا نہیں ہے کہ آئینہ بنانے والا سکندری بھی جانتا ہے/ ایسا بھی نہیں ہے کہ اپنے
چہرہ کو سنگھارنے والی ہر حسینہ دلبری بھی جانتی ہے/ کوئی بھی جو ٹیڑھی ٹوپی کر کے
اکڑ کر ٹھسّے سے بیٹھ جاتا ہے/ وہ سر پر تاج رکھنا دربارِ شاہی کا دستور بھی جانتا ہو۔

اس کا دوسرا خیال یہ بھی تھا کہ خراسان، عراق، ترکستان، خوارزم بلکہ تمام ولایتوں کی پوری زمین کو مسخر کر لے۔ اس سلسلے میں اس نے تین لاکھ ستر ہزار سوار نوکر رکھ لیے۔ پہلے سال تو سپاہیوں کو تنخواہ مل گئی مگر دوسرے سال ہی سپاہیوں کے کھانے کا انتظام ہی پورا نہ ہو سکا۔ اس بات کا موقع ہی نہ ملا کہ ان لوگوں کو کام میں لے سکتا۔ کسی اور ولایت کو فتح کرنا تو دور کی بات ہے۔ بیت:

نہ ہو آمد تو خرچ آہستہ کیجیے　　　رکھو خرچ اور آمد کو نگہ میں

ایک فاسد ارادہ یہ تھا کہ کوہسار ہماچل کو اجین (شاید ولایت چین ہو اجین نہ ہو۔) تک ضبط کر لے۔ اس سلسلے میں اس نے مشہور اُمرا اور خواتین کو متعین کیا۔ ان لوگوں نے اس کوہسار میں جا کر پوری پوری کوشش کی۔ کئی بار جنگ وجدل ہوئے مگر دشوار گزار پہاڑوں اور تنگ

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

درّوں کی وجہ سے اس علاقے کے قلعوں کی مضبوطی، آمد و خرچ کی کمی اور سپاہیوں کی بہت زیادہ کثرت کی وجہ سے اس علاقے میں کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ پہاڑی لوگ غالب آ گئے۔ انھوں نے سلطان کے بہت سے لشکریوں کو قتل کر دیا۔ زخمی کر دیا۔ بہت کم لوگ صحیح سلامت واپس آ سکے۔ نظم:

جو بادشاہ ظلم کی بنیاد رکھتا ہے/ وہ خود اپنے ملک کی نیوُ کھاڑ دیتا ہے/ ظلم سے دنیا
برباد ہو جاتی ہے/ جس طرح تروتازہ باغ خزاں کی ہوا سے خراب ہو جاتا
ہے/ جہاں ظلم کے ہاتھ دراز ہوتے ہیں/ وہاں ہنسی سے لوگوں کے منہ نہیں کھلتے

دوسرے اس نے اپنے وزیروں سے یہ مشورہ کہا کہ دارالحکومت ممالک محروسہ کے علاقے کے بیچ میں ہونا چاہیے۔ کسی نے کہا کہ راجا بکرماجیت کا ان سب ممالک پر تصرف تھا۔ اس نے اُجین کو اپنے ممالک کے بیچ میں سمجھ کر اس کو تخت گاہ بنا لیا تھا۔ مناسب یہی ہے کہ شہر اُجین کو دارالحکومت بنایا جائے۔ کسی نے کہا کہ دیوگڑھ کو دارالسلطنت ہونا چاہیے کیونکہ دکن کی آب و ہوا سلطان کے مزاج کے موافق ہے۔ دیوگڑھ کو راجا بھوج کے زمانے میں دھارانگری کہا کرتے تھے لہٰذا اس کا نام دولت آباد رکھ کر اپنا تخت گاہ مقرر کر لیا۔ دلّی سے دولت آباد تک سرائیں اور منزلیں تیار کروائیں۔ ان سرایوں میں ہندو مسافروں کے لیے کچی رسوئی اور مسلمان مسافروں کے لیے پکا ہوا کھانا مقرر کیا۔ راستے کے دونوں طرف پیڑ لگوائے تاکہ راہ گیر آسانی سے دوری طے کر سکیں۔ یہ فرمان بھی جاری کیا کہ دلّی کے باشندے جو کہ آبادیِ کثرت سے دمشق و بغداد کے لیے باعثِ رشک تھا، اپنا وطن چھوڑ کر معہ اہل و عیال کے دولت آباد میں منتقل ہو جائیں۔

چنانچہ دہلی کو ویران کر کے یہاں اور دوسرے شہروں، قصبوں کے باشندوں کو دولت آباد دکن لے گیا۔ جو لوگ وہاں پہنچے وہ وہاں رہ نہ سکے۔ اس تغیر اور تبدیلی سے تمام نوکروں میں تفرقہ پڑ گیا۔ سلطان ایسی بے ہودہ حرکتیں اور غیر معمولی احکام صادر کرتا رہتا تھا اس لیے ممالک کے کاروبار میں بڑا خلل واقع ہو گیا۔ ہر طرف فتنے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ یہ نوبت آ گئی کہ بہت سی ولایتیں اس کے تصرف سے نکل گئیں۔ بلکہ دلّی میں بھی جو کہ دارالحکومت رہا تھا سرکشی شروع ہو گئی۔ اطراف ممالک سے خراج اور چوتھ کی آمد بند ہو گئی۔

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

ملتان میں ملک بہرام انبہ سلطان تغلق شاہ کے منہ بولے بھائی نے بغاوت کردی۔ سلطان یہ خبر سن کر دولت آباد عرف دیوگڑھ سے ملتان آیا۔ ملک بہرام انبہ صف آرا ہو کر جنگ کے لیے آمادہ ہو گیا اور مختصر جنگ کے بعد ہی گرفتاری کے بعد قتل کر دیا گیا۔ سلطان نے ملتان والوں کا قتل عام کرنا چاہا مگر شیخ الاسلام رکن الدین کی سفارش سے انھیں نجات دے کر واپس دہلی آ گیا۔ ان دنوں ولایت دوآب غیر معمولی بڑھے ہوئے خراج اور سختیوں کی وجہ سے اُجڑ گئی۔ اکثر رعایا نے کھلیانوں کو آگ لگا دی اور اپنے مویشی اور سامان لے کر وہاں سے نکل گئے۔ سلطان نے یہ حکم جاری کر دیا کہ جو کوئی بھی مل جائے اسے قتل کر دیا جائے اور اس ولایت کو لوٹ لیں۔ کارندے لوگوں کو قتل کرنے لگے اور ان کا سامان لوٹنے لگے۔ اس کے بعد سلطان نے خود باہر نکل کر اس ولایت کے نواح کو لوٹ لیا اور یہاں کے رہنے والوں کو تلوار کے گھاٹ اُتار دیا۔ لوگوں کے سر قلعہ کے کنگرے پر لٹکا دیئے گئے۔ پھر وہاں سے قنوج کی طرف چلا گیا۔ اس علاقہ میں ولایت تک لوٹ مار کی، بے شمار لوگوں کو قتل کر کے تر ہٹ پہنچ گیا۔ اس علاقے کو بھی خراب کر کے واپس دہلی لوٹ آیا۔ راستے میں جو قصبہ اور گاؤں تھے سب کے سب کارندوں کے ظلم اور قحط سالی کی وجہ سے اُجڑے ہوئے بدحال پائے۔ راستے میں ڈاک چوکی کے جو پیادے تھے وہ بھی چوکی چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ اس نے دیکھا کہ آبادی کے آثار ہی نہیں ہیں۔ دہلی پہنچا تو یہ شہر اور بھی زیادہ ویران تھا۔ یہاں کے باشندوں کی بربادی ظاہر تھی۔ بیت:

اُجڑ گئے وہ دیس اور گاؤں جو کہ تم نے دیکھے تھے
نیل ندی بھی سوکھ گئی ہے جس کے لیے تم سنتے تھے

اب سلطان کو ندامت ہوئی۔ لہٰذا اس نے رعایا کو بسانے اور کھیتی کو ترقی دینے کی طرف توجہ دی۔ رعایا کو سرکاری خزانہ سے مال دے کر کھیتی باڑی کرنے کی تاکید کرنے لگا۔ برسات نہ ہونے کی وجہ سے کھیتی نہیں ہوئی تو جن لوگوں نے سرکار سے پیسہ لیا تھا اور پیداوار نہیں کی تھی انھیں قتل کر دیا۔ برسات نہ ہونے اور لوگوں کو برباد ہو جانے کی وجہ سے بہت سخت قحط پڑا۔ گیہوں آدمی کی طرح مہنگا ہو گیا، چاول سونے کے بھاؤ ہو گئے۔ اناج کم یاب بلکہ نایاب ہو گیا۔ آدمی آدمی کو کھانے لگا۔ تہی دست لوگ بھوک سے مرنے لگے۔ غریب رعایا فقر و فاقہ سے تنگ آ کر جان دینے لگی۔ نظم:

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

ہر شخص کی خواہش تھی کہ روٹی تھی کا دیدار ہی ہو جائے۔ صرف سورج کی روٹی تھی
وہ بھی آسمان میں اور بس، اس تنگی سے دنیا زمانہ کا دل تنگ ہو گیا تھا۔ لوگ
بھوکے نالاں اور حیران تھے۔

ایسے وقت میں اس بے رحم پتھر دل سلطان نے شہر کے دروازے بند کر لیے تاکہ شہر والوں میں سے کوئی باہر نہ جا سکے۔ اس وجہ سے بہت سے عوام ہلاک ہو گئے۔ چارہ نہیں ہونے کی وجہ سے آدمیوں کے ساتھ مویشی بھی تلف ہو گئے۔ شہر کے اُجڑ جانے اور شہر والوں کو ہلاک ہو جانے کے بعد اس نے دروازہ کھولنے کا حکم دیا تاکہ لوگ جہاں چاہیں چلے جائیں۔ اکثر لوگ اپنے اہل و عیال کے ساتھ بنگال اور ان علاقوں کی طرف چلے گئے جہاں کے لیے غلہ سستا ہونے کی بات سنی۔ اسی طرح سلطان کے لوگوں کو ستانے کی حکایتیں نزدیک اور دور ہر طرف پھیل گئیں۔ ترجمہ نظم:

مسکین ضعیفوں پر ستم نہ ڈھا/ اس میں کوئی کلام نہیں کہ ظالم جہنم میں جائے گا/
اپنے ماتحتوں کا غم کھا/ اور زمانہ کی زبردستی سے ڈر/ دنیا میں ستم گر تو باقی نہیں رہتا،
مگر اس پر خدا کی نعمت باقی رہ جاتی ہے۔

پھر سلطان کے دل میں یقین بیٹھ گیا کہ عباسی خلیفہ کی اجازت کے بغیر سلطنت جائز نہیں بلکہ حرام ہے لہٰذا عباسی خلیفہ کی اجازت نہیں چاہی۔ کئی بار خلیفہ مصر کی خدمت میں جو کہ عباسی خاندان سے تھا اپنی درخواست بھیجی۔ درخواست میں اپنی بیعت اور اطاعت کا مضمون تھا۔ اس نے سکّے میں اپنے نام کے بجائے خلیفہ کا نام لکھوا دیا اور سنہ سات سو چوالیس میں خلیفہ کی طرف سے سلطان کے لیے سلطنت کا منشور اور خلعت آئے۔ سلطان اپنے تمام امیروں، اہل و عیال اور مشائخ کے ساتھ اس کے استقبال کو گیا۔ پیدل ہو کر منشور کو سر پر رکھا اور حاجی صرصری کے قدم جو کہ منشور لایا تھا چومے۔ خوب تواضع کی۔ اس کے پہلو میں پیدل چلا۔ شہر کو سجایا۔ خوشیوں، شادمانیوں کے اسباب کیے۔ منشور پر اشرفیاں نچھاور کر کے محتاجوں، مسکینوں، مستحقوں، تہی دستوں کو دیں۔ خلیفہ کے نام خطبہ پڑھوایا۔ یہ فرمان بھی دیا کہ خوبصورت کپڑوں پر سونے کے تار سے خلیفہ کا نام لکھیں، اور عمارتوں کے درشنی حصوں پر بھی اس کا نام لکھیں۔ دو سال بعد پھر ایک جھنڈا اور نیابت کی خاص خلعت امیر المومنین کی طرف سے سلطان کے لیے

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

آئی۔ وہ پیدل استقبال کے لیے گیا، منشور کو سر پر اور جھنڈے کو کاندھے پر رکھا۔ اس طرح شہر میں داخل ہوا۔ اب وہ مصحف مکرم، مشاق حدیث اور منشور ہر وقت اپنے سامنے رکھتا اور جو بھی حکم صادر کرتا اسے خلیفہ سے منسوب کرتا۔ کہا کرتا کہ امیر المومنین نے یہ حکم دیا ہے۔ بہت سا مال، قیمتی جواہرات اور دوسری چیزیں پیشگی طور پر خلیفہ کی خدمت میں بھیجتا۔

تیسری بار پھر ایک منشور آیا۔ سلطان نے قصبہ پالم جا کر جو دہلی سے پانچ کوس کی دوری پر ہے اس کا استقبال کیا۔ اسے شہر میں لایا۔ اس سلسلے میں دو لاکھ تنکہ اور ایک پرگنہ کوشک سری اور حوض اور باغ انعام میں مقرر کیے۔ جب بھی مخدوم زادہ آتا تو سلطان تخت سے اتر کر کچھ قدم آگے بڑھ کر اس کا استقبال کر کے اسے اپنے برابر بٹھاتا تھا۔ القصہ خلیفہ عباسی سے منشور حاصل کر کے اپنے آپ کو مستقل سمجھ کر حکومت کے کاروبار میں مصروف ہو گیا۔ نئے سرے سے ولایت گجرات دیوگڑھ، بھڑوچ اور سرتال میں فتنہ وفساد برپا ہو گئے۔ سلطان نے گجرات جا کر تقریباً دو سال تک اس علاقے میں جدوجہد کر کے فتنہ کو رفع کیا۔ ایک دن سلطان نے وزیروں سے کہا کہ یہ بتاؤ کہ تاریخوں میں کیا لکھا ہے کہ اگر ایسا فتنہ پیش آجائے تو کیا کرنا چاہیے — انھوں نے بتایا ایسی شورش کا تدارک یہ ہے کہ اپنے بیٹے یا بھائی کو جو بھی قابل ہو اپنی جگہ مقرر کر کے خود سلطنت چھوڑ دے اور ان تمام کاموں سے احتراز کرے جس سے دنیا والوں کو نفرت ہوتی ہو۔ سلطان نے کہا کہ میرے ایسے بھائی یا بیٹے نہیں ہیں جو اس کام کے لائق ہوں، جن کے حوالہ حکومت کر کے خود سلطنت چھوڑ دوں۔

الغرض گجرات کے فتنوں سے مطمئن ہو کر ٹھٹھ کی طرف روانہ ہو گیا۔ ٹھٹھ پہنچنے میں ابھی چار کوس کی دوری تھی کہ ایک سخت بیماری کے غلبہ سے جاں بحق ہو گیا اور لوگوں کو اس کے ظلم سے نجات مل گیا۔ بیت:

خوش خبری ہے کہ وہ جانوں کا دشمن مر گیا

اس کی حکومت کی مدت چھبیس سال ہوئی۔

سلطان فیروز شاہ شرف الملک فیروز بابک

سلطان فیروز شاہ کی رحلت ہوئی تو اس کے کوئی بھائی یا بیٹا نہ تھا جو تختِ حکومت پر جلوس

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

کرسکتا۔ چنانچہ ارکانِ حکومت سے متفق ہوکر ملک فیروز بابک کو (جو کہ سلطان غیاث الدین تغلق شاہ کا بھتیجہ تھا اور اس کا باپ رجب سالار نے دنیوی تعلقات چھوڑ دیے تھے اور ولایت کے مرتبہ پر فائز تھا جو ہندوستان میں اب تک مشہور ہے اور جس کے بہت سے معتقد ہیں) پچاس سال کی عمر میں سن سات سو پچپن میں سندھ ندی کے کنارے تختِ سلطنت پر بٹھا کر سلطان فیروز شاہ کے نام کا سکّہ اور خطبہ جاری کر دیا۔ نظم:

مخالف شکن سلطان فیروز بخت/ فیروز خاں تخت حکومت پر بیٹھ گیا

بامراد حکومت سے کامیاب ہوکر/ زمانہ بھر میں نئ خوشیوں کی نوید سنا دی

یہ سلطان آس پاس کے مخالفوں سے صلح کر کے دہلی کی طرف روانہ ہو گیا۔ اسے راستے میں پتہ چلا کہ محمد شاہ کی رحلت ہو جانے سے دلّی میں احمد خاں عرف خواجہ جہاں جو کہ سلطان کے قریبی لوگوں میں سے تھا، تخت نشین ہو گیا ہے، اور سلطان غیاث الدین محمود اپنا خطاب اختیار کرلیا ہے۔ سلطان نے اس بات کو اس کی بیوقوفی پر محمول کرتے ہوئے اس کے نام اس کے اس قصور کی معافی کا فرمان جاری کیا، لیکن اس نے اطاعت سے انکار کر دیا، مگر آخر کار جب اسی کے امرا نے اس کا ساتھ نہیں دیا تو اسے ندامت اٹھانا پڑی۔ اپنے آپ کو سلطنت کے قابل نہ سمجھ کر اپنے عجز و نیاز پر مشتمل ایک درخواست روانہ کی۔ کیونکہ شیروں کا کھانا گھر میں رہنے والی چڑیوں کے کھانے کے لائق نہیں ہوتا اور ہاتھیوں کا راتب کمزور مچھروں کے لیے نہیں ہوتا۔ جب سلطان ہانسی کے قریب پہنچا تو احمد خاں اپنے ماتحتوں کے ساتھ سر برہنہ پگڑی کاندھے پر ڈالے سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلطان نے مہربانی کر کے اس کا جرم اور قصوروں پر معافی کا قلم پھیر دیا اور مناسب جاگیر دے کر سرافروز کیا۔ بیت:

حقیقت کی راہوں پہ جو چلتے ہیں

برائی کا بدلہ بھلا دیتے ہیں

وہاں سے کامیاب و بامراد دہلی پہنچا۔ دنیا والوں کو عدل و انصاف کی خوش خبری سنائی، امرا کو ان کے لائق خطابوں اور جاگیروں سے سرافراز کیا۔ شیخ بہاؤالدین زکریا کی اولاد میں سے شیخ صدرالدین کو شیخ الاسلام کا خطاب دے کر اپنے قریب جگہ دی۔ اسی دوران مصر کا خلیفہ ابوالفتح آ گیا۔ سلطان نے حد سے زیادہ خوشی کا اظہار کیا۔ اس کو اپنے لیے باعثِ فخر سمجھا اور حکومت

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

کے کاروبار میں مصروف ہوگیا۔ چھوٹے بڑے سب ہی لوگوں کو خوشحالی کی نوید سنائی۔ سرہند کو سامانہ سے لگ کر کے دس کوس تک کا اور علاقہ اس میں ملا کر اسے الگ پرگنہ بنا دیا۔ ستلج اور ویاس ندیوں کے سنگم پر فیروز پور نام کا شہر آباد کیا۔ اس کو الگ پرگنہ بنایا ــــ ہانسی کے قریب ایک قلعہ بنایا اور اس کا حصار فیروز نام رکھا۔ جمنا ندی سے سرمور کے پاس ایک نہر لا کر اس نہر کو حصار میں پہنچایا۔ اس طرح جمنا اور دوسری ندیوں سے اور بھی کئی نہریں نکالیں تا کہ لوگوں کو ان سے فائدہ ہو۔ جب نہر سلیمہ نکل رہی تھی تو سلطان اس کا معائنہ کرنے گیا۔ وہاں پچاس ہزار آدمی کھدائی کے کام میں لگے ہوئے تھے۔ کھدائی کے دوران ایک ہاتھی کا ڈھانچہ نکلا۔ یہ بہت ہی بھاری بھرکم تھا، اس کی لمبائی آٹھ گز تھی۔ اسی طرح ایک آدمی کے ہاتھ کی ہڈیاں تین تین گز لمبی تھیں۔ تحقیق کرنے پر پتہ چلا کہ کورو پانڈوؤں کی جنگ میں یہ جوان اور ہاتھی مارے گئے تھے اور اب تک وہ فرسودہ ہڈّیاں دبی پڑی رہیں۔

القصہ سلطان کا ارادہ ملک گیری کا تھا۔ اس نے بہت سے ممالک تلوار کے بل پر حاصل کر لیے۔ پھر نگرکوٹ کی طرف روانگی کے پرچم لہرائے۔ دشوار گزار راستوں، خوفناک خطرناک جنگلوں سے گزر کر قلعہ کانگڑا میں پڑاؤ کیا۔ وہاں کا راجا قلعہ بند ہوگیا۔ توپ اور بندوق کی جنگ ہوئی۔ جب محاصرہ لمبا ہوگیا اور کوئی کامیابی نہیں ہوئی تو آپس میں صلح ہوگئی۔ وہاں کے راجا نے بادشاہ کی خدمت میں آ کر پیشکش ادا کی۔ سلطان نے اس کو عزّت بخشی اور نگرکوٹ کا نام محمد آباد رکھ دیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ کانگڑہ ایک خوش آب ہوا مقام ہے۔ یہاں دلوں کو فرحت حاصل ہوتی ہے۔ تمام پہاڑ اور جنگل طرح طرح کے پھولوں سے مالا مال ہیں، رنگ برنگے میٹھے رسیلے میوے۔ گویا یہ علاقہ ایک عشرت افزا جنت ہے۔ ترجمہ نظم:

کانگڑہ کی سرزمین سے چشم بد ہو دُور دُور
اس کی گھانس اور پھونس بھی ہے عیش افزا و سرور
ہے یہ ایسی سرزمیں کہلائے جو جنت نشاں
ہیں یہاں محوِ خرام ناز روحِ قدسیاں
سینکڑوں لاکھوں ہزاروں پھول کھلتے ہیں یہاں
فرحتیں بیدار ہیں اور فتنے سوئے ہیں یہاں

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

رنگ برنگے پھول کی ہیں سینکڑوں قسمیں یہاں
پھول کی خوشبو چلی جاتی ہے کوسوں تک یہاں
پانی جو بنتا ہے گویا ہو کوئی عرقِ گلاب
سنگ ریزوں کی لطافت جیسے ہوں ...... آپ
جیسے خوشیوں کا ٹھکانا جیسے جنت کی زمیں
رنج سے محنت سے دکھ سے ہے یہ خالی سرزمین
اس کے بابرکت بیابانوں میں جو مٹی اُڑے
دنیا والوں کے سروں پر مشک افشانی کرے
ایسے مستحکم قلعہ میں سروقدر رہتے ہیں جو
ان کے حسن و ناز پر خود حسن کو بھی رشک ہو
حوریں اس کو دیکھنے کی ایسی پیاسی ہوگئیں
روضۂ رضواں سے یاں ہو کے رخصت آگئیں

قلعہ بھون کے نیچے ہندوؤں کا ایک پوتر استھان ہے۔ یہاں سال میں دو بار، ایک دفعہ تو نوروز کے دنوں میں اسفندیار مہینہ کے شروع یا درمیان میں اور دوسری بار برسات کا موسم ختم ہونے پر شہریور مہینے کے آخر یا مہر مہینے کے شروع میں ان دونوں وقتوں میں جبکہ دن رات برابر ہوتے ہیں اور بڑا خوش گوار ماحول ہوتا ہے سادھو سنیاسی بھکت سب ہی لوگ مرد، عورت، چھوٹے بڑے، بچے، بوڑھے اطراف ممالک سے ایک ایک سال کا راستہ طے کر کے اس کی زیارت کو یہاں آتے ہیں۔ ہندوؤں کو چھوڑ کہ ان کے دستور میں تو بت پرستی ہوتی ہے، مسلمان بھی دور دراز کا راستہ طے کر کے نذریں ماننے آتے ہیں اور خدا کے حکم سے اپنی مرادیں پاتے ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ مادرزاد گونگے اپنی زبان کی نوک کاٹ کر رات کو اس مندر کی دیوار کے نیچے سو جاتے ہیں۔ خدا کی قدرت سے دوسرے دن ان کی زبان ٹھیک ہو جاتی ہے۔ وہ بولنے لگتے ہیں اور وہ پھر صحیح ہو جاتا ہے۔ غرض مذکورہ دنوں میں یہاں بڑا میلہ لگتا ہے۔ کئی کوس تک لوگوں کی بھیڑ ہوتی ہے۔ ہر طرح کے لوگوں کا ازدہام اندازہ سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔ لوگ پوجا پاٹ کرتے ہیں، نذریں گزارتے ہیں۔ یہاں نقد اور جنس کی اس

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

قدر نذریں آتی ہیں کہ چیزوں کا ڈھیر لگ جاتے ہیں۔ دنیا بھر کے منیم خزانہ کے منشی ان کا حساب نہیں لگا سکتے۔ کئی دن تک بے مثال تماشا اور بے نظیر ہنگامہ ہوتا ہے۔ نشاط و انبساط کا باعث اور نظارہ کرنے والوں کے لیے خوشیوں حسرتوں کا موجب بنتا ہے۔ ایسا منظر ہوتا ہے کہ آسمانوں کو اس کے نظارہ سے حیرت ہوتی ہے۔ ستارے اس انجمن کو دیکھ کر باغ باغ ہو جاتے ہیں۔ ترجمہ نظم:

جلوہ گاہِ حسن ہرسو اور ہرسو ہے سرور
صحبتوں کے گوشے ہرسو اور ہرسو ہے حضور
کیسا عالم ہے خوشی کا ہر طرف گونجیں سرور
یوں خوشی سے بھیجتے ہیں لمحہ لمحہ وہ درود
دائیں بائیں اوپر نیچے آگے پیچھے ہر طرف
زیب زینت کے سوا کچھ بھی نہیں ہے ہر طرف
ساری دنیا شادمانی اور خوشی سے ہے سجی
اور زمیں کیا خوبصورت زیوروں سے ہے لدی
چوک، گھر، کوچے، بازار، سب آراستہ
زیوروں سے ہیں در و دیوار سب پیراستہ
شاہنامے ہیں سجے انداز سے ایسے یہاں
حسن جس کا دیکھ کر ہے رشک کرتا آسماں

جس وقت کہ سلطان راجا سے صلح کر کے واپس ہونے والا تھا اس وقت لوگوں نے سلطان سے عرض کیا کہ سلطان سکندر رومی یہاں تک آیا تھا۔ وہ نوشابہ کی تصویر (مورت) بنوا کر یہاں چھوڑ گیا تھا۔ وہی ہندوؤں کی اب تک دیوی مانی جاتی ہے اور اس کو بھوانی کہتے ہیں۔ سلطان نے یہ بات برہمن پنڈتوں سے پوچھی۔ ان کے مطابق نوشاب کسی صورت (مورت) اس کے برخلاف نکلی۔ اس طرح برہمنوں کی کتابوں سے تصنیف کی ابتدا کے بارے میں کسی کو پتہ نہیں۔ یہ تحقیق ہوئی ہے کہ یہ جگہ ابتدائے آفرینش سے تمام ہندوؤں کی عبادت گاہ رہی ہے۔ نوشابہ کی مورت کی پوجا ہندوؤں کی قدیم کتابوں میں لکھی ہو اس میں کیا مناسبت

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

ہے۔ اُس کے بعد سلطان نے جا کر کانگڑہ دیکھا۔ عجیب جگہ تھی۔ قدرت کی کاریگری۔ پتھر کی ایک کوٹھری بنی تھی۔ اس کی دیواروں سے رات دن آگ کے شعلے نکلتے رہتے تھے۔ ایک دو مقام کے علاوہ زمین سے بھی ہر جگہ سے شعلے اٹھتے رہتے تھے۔ اسے دیکھ کر عقل حیران اور قوتِ ادراک اس کو سمجھنے سے عاجز تھی۔ کسی متعصب نے کہا کہ یہاں تو گندھک کی کان ہے۔ یہ شعلے اس کی حرارت کے اثر سے اٹھتے ہیں۔ سلطان کے حکم سے زمین کھودی گئی۔ گندھک کی کہیں بو تک نہیں ملی۔ بہت پانی چھڑکا مگر اسے بجھا نہ سکے۔ سلطان یہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اُس نے کہا کہ اگر یہاں گندھک کی کان ہوتی تو اس کا کوئی اثر نشان تو ہوتا۔ اس کی بد بو تو لوگوں کے دماغ میں کوسوں سے آ جاتی ہے۔ یہ تو بس خدا کی قدرت ہے کہ ابتدائے آفرینش سے یہ آگ یوں جل رہی ہے۔ خدا کی قدرت بھلا کہاں دنیا والوں کے احاطۂ فہم وادراک میں آ سکتی ہے۔ ترجمہ ابیات:

آدمی کے حلق یا زبان کو اس کی کوئی خبر نہ تھی/ گویائی اور بیان اس کا ساتھ نہیں دے سکتے تھے/ یہ ایسا در تھا کہ اس کے بارے میں جان کے کان کے ہاتھ میں صرف ہوا آتی تھی/ اور اس کی بات کے بارے میں دل کے ہاتھ کی انگلیاں چھوٹی تھیں/ فہم کا لباس اس کے جسم پر تنگ تھا/ عقل کا گھوڑا اس جنگل میں لنگڑا تھا/ یہ معاملہ تو کہنے سننے سے برتر تھا/ اس کی گفتگو سے تو زباں کو کاٹ لینی چاہیے۔

اس جگہ پنڈتوں کی بہت سی پرانی کتابیں ملیں۔ سلطان نے ہندو علماء کو اپنے پاس بلایا۔ ان کتابوں کا مضمون سن کر بہت محظوظ ہوا۔ ان کتابوں کو فارسی میں ترجمہ کرنے کا حکم دیا تا کہ ان کا مضمون صحیح طرح سمجھ لیا جائے۔ چنانچہ مولانا عزالدین خالد خان نے ان قدیم کتابوں کے ترجمہ سے حکمت طلبی کے لیے نظم میں ایک کتاب مرتب کی اور اس کتاب کا نام 'کتاب فیروز شاہی' رکھا۔ سلطان نے اسے بہت پسند کیا۔ اس کے صلے میں بہت سا روپیہ، اشرفیاں اور جاگیر عطا کی۔ اکثر اوقات اس کتاب کے مضمون کا تذکرہ ہوتا رہتا تھا۔

القصہ نگر کوٹ کی فتح کے بعد سلطان ٹھٹھ کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہاں کے حاکم جام نے اپنی قوت کثرتِ اسباب اور سندھ ندی کی پناہ کی وجہ سے کافی عرصہ تک جنگ کی۔ سلطان کو کوئی کامیابی نہ مل سکی تو اس مہم کو ملتوی چھوڑ کر گجرات چلا گیا۔ برسات کا موسم وہاں گزارا۔ پھر

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

واپس ٹھٹھ چلا آیا۔ طویل جنگ کے بعد وہاں کا حاکم جام مقابلہ کی تاب نہ لا سکا۔ وہ امان چاہ کر بادشاہ کی خدمت میں آ گیا۔ ہر سال پیشکش دینے کا قول کرلیا۔ پھر سلطان اس علاقہ کے معاملات کا انتظام کر کے واپس دہلی چلا گیا اور دارالحکومت میں جا کر فرماں روائی کے امور میں مصروف ہو گیا۔

القصہ اس سلطان نے اپنی نیک ذاتی اور حسن واخلاق سے انصاف کے ساتھ حکومت کی۔ عدل واحسان کے ضابطے مقرر کیے۔ دنیا میں امن وامان کے قاعدے بنائے۔ اس کے بتائے ہوئے ضابطوں میں سے ایک یہ تھا کہ ممالک کا خراج پیداوار کے مطابق جتنا کہ لوگ دے سکتے تھے ان کی قوتِ برداشت کے مطابق وصول کرتا تھا۔ اضافہ معاف تھا۔ رعایا کے حق میں کسی کی شکایت نہیں سنتا تھا۔ جس میں ملک کی آبادی اور رعایا کی بھلائی ہو اور کسی کو نقصان نہ پہنچے وہی کام کرتا تھا۔ ترجمہ نظم:

میں نے بزرگوں سے یہ بات سنی ہے کہ/ سلطان کے لیے خزانہ سے زیادہ رعایا عزیز ہوتی ہے/ خزانہ میں سے تو خرچ ہوتا ہے نکلتا رہتا ہے/ اور رعایا سے ہر وقت آمدنی ہوتی رہتی ہے۔

اسی طرح ایسے پیشہ وروں جیسے مالی، تیلی، مچھیرے، بنجارہ، بان بٹ، بھڑبھونجے، گورکن، دایہ، کوتوال، قصائی، ڈوم، حلوائی، کمہار، گھونسی، چرواہے، ترازوکش، پھدالی جو کہ شادی والوں کے گھر جا کر گاتے بجاتے ہیں، زمین کی خرید وفروخت اور ان لوگوں سے جو ہندوؤں کی ہڈیاں سے گنگا میں لے جاتے ہیں، اس قسم کے پیشوں کی آمدنی سے جس سے لوگوں کو پریشانی اور محنت ہوتی ہو محصول وصول نہیں کرتا تھا۔ بیت:

خزانہ اکھٹا کرنے سے بہتر ہے کہ دوستوں کی خاطر جمع کی جائے
لوگوں کے تکلیف میں پڑنے کے مقابلے خزانہ کا خالی ہو جانا اچھا ہے۔

یہ سلطان حکومت کا کاروبار کے لیے دین دار، امانت دار، خدا ترس اور مستعد لوگوں کو متعین کرتا تھا۔ ہر کسی لفنگے شریر کو خدمت پر نہیں لگاتا تھا۔ کہاوت کہ ''اَلنَّـــاسُ عَـلـیٰ دِیْـنِ مُـلُـوْکِـــھِـمْ'' (جیسا راجا ویسی پرجا) سلطان کے کارپرداز بھی اس مبارک سلطان کی طرح عدل وانصاف کے ساتھ شاہی احکام کی پیروی کیا کرتے تھے۔ کسی کو یہ مجال نہ تھی کہ کوئی ظلم

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

کر سکے۔ ترجمہ ابیات:

رعایا کا حاکم اس شخص کو بنا جو خدا ترس ہو/ وہ پرہیز گار ملک کا معمار ہوتا ہے/ خدا کا اس بندہ پر بڑا اکرم ہوتا ہے/ جس کے وجود سے مخلوق آسائش میں ہو/ اپنے آپ کی خاطر کسانوں کا لحاظ کر/ کیونکہ جس مزدور کا دل خوش ہو وہ زیادہ کام کرتا ہے/ رعایا کی مثال ایسی ہے جیسے جڑ اور سلطان درخت/ اور جناب پیڑ اپنی جڑ سے ہی مضبوط ہوتا ہے۔

اس نے سزا دینا بالکل چھوڑ دیا تھا۔ کسی مسلمان کو آزار نہیں پہنچایا بلکہ انعام واکرام دے دے کر دنیا والوں کا دل جیت لیا ــــ اس کو سزا دینے کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔ اس کے عدل و انصاف کی برکت سے ظلم وزیادتی کا راستہ ہی بند ہو گیا تھا۔ اس کی حکومت کے زمانے میں کسی مخلوق کو کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ بیت:

اس کے لطف وکرم نے کی ہے بے چاروں کی چارہ گری
عدل سے اس کے ظلم وستم تھے دنیا بھر میں آوارہ

سلطان محمد شاہ الغ خان نے جن لوگوں کو ناحق قتل کر دیا تھا یا جن کے اعضا کاٹ دِیے تھے اس نے ان کے وارثوں بیٹوں کو انعام، وظیفے اور جاگیریں دے کر خوش کیا اور ان لوگوں سے سلطان مرحوم کے اپنے ذمّے سے بری ہونے کی تحریر لکھوالی اور اس تحریر پر شہر کے بُرے لوگوں شرفا کی مہر لگوا کر سلطان کے مقبرے میں رکھ دیا اور اس طرح قیامت کے دن اس کے گناہوں کے مواخذہ سے بچا لیا۔

اس نے اپنی نیک ذاتی اور نیک نیتی سے مسلمان عورتوں کا مزاروں اور مندروں میں جانا روک دیا۔ فسق وفجور کی بنیاد شراب، بھانگ اور دوسری تمام سہولیت کی چیزیں ختم کر دیں۔ خیر کی نیت سے طرح طرح کی عمارتیں، مسجدیں، مقبرے، مدرسے، خانقاہیں، شفا خانے، سرائیں، تبارے، کنڈ، باؤلیاں، پُل، باغ، مینار، کنویں اور حمام وغیرہ اتنے بنوائے کہ پہلے کے سلطانوں نے نہیں بنوایا تھا۔ بعض تاریخوں میں لکھا ہے کہ اس نے فیروز آباد وغیرہ تیس شہر، چالیس پختہ جامع مسجدیں، تیس مدرسے، بیس خانقاہیں، دو سو سرائیں، سو تبارے، سو نہریں، ڈیڑھ سو کنویں، دس حمام، پانچ شفا خانے، سو مقبرے، دکے بڑے بڑے مینار اور بے شمار باغ

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

تعمیر کروائے۔ ان میں سے بہت سے تو اب تک بھی کہ تین سو سال ہو چکے ہیں برقرار ہیں۔ اس کی عمارتوں میں سے دہلی کے پاس ایک پہاڑی پر ایک ستون نما عمارت ہے۔ اس کا نام جہان نما ہے۔ عوام اُسے فیروز شاہ کی لاٹھ کہتے ہیں۔ یہ قریب ساٹھ گز اونچی اور تین گز چوڑی ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے ایک پتھر سے بنائی گئی ہو۔ اس کی پانچ منزلیں ہیں، اب تک قائم ہے اور بہت مضبوط ہے۔ اندازہ ہے کہ کافی عرصے تک برقرار رہے گی۔ بیت:

اچھے اعمال کی جزا بہت اچھی ہوتی ہے
زمانہ ابھی تک کسریٰ کی بارگاہ کو خراب نہیں کر سکا ہے

سلطان بوڑھا ہو گیا تو بڑھاپے کی خزاں نے جوانی کی بہار کو بے رونق کر دیا۔ عمر کی کمزوری غالب آ گئی۔ جوانی کی طاقت مغلوب ہو گئی۔ سیدھا قد کمان کی طرح جھک گیا اور جوانی کا تیر ہاتھوں سے چھوٹ گیا۔ ترجمہ نظم:

کمان شکل بالکل ٹھیک تیرے قد کی وضاحت کرتی ہے/ تیری کمان کے لیے سیدھی لکڑی ٹیڑھی ہو گئی/ تیری جوانی کا تیر تیری چٹکی سے نکل چکا ہے/ تیری کمان پر آسمان نے یہ چلّہ چڑھایا ہے/ تیری کمر کمان کی طرح جھک گئی ہے/ اور جسم پر کھال کلی کی طرح سوکھ گئی/ تیری آہوں کے تیر پر اب انی رکھ دے/ تیرے آنسوؤں کی رسّی تن گئی ہے/ تیرا قد لام کی طرح ہے اور تیری لاٹھی الف کی مثال/ یہ دونوں تیرے وجود کی نفی کرنے کے لیے 'لا' بن گئے ہیں/ نابینائی کی وجہ سے تیرا پیر سانپ کی دُم پر پڑ جاتا ہے/ اور تیرے اونچا سننے سے لوگ چیخ رہے ہیں/ سفید بال موت کا پیغام لے آئے ہیں/ کمر کا جھکاؤ موت کا سلام کہہ رہا ہے۔

اب سلطان میں حرکت کی بھی طاقت نہ تھی۔ اس کے بدنی قویٰ اور ظاہری حواس سست پڑ چکے تھے۔ سن سات سو نواسی میں اس نے شاہ زادہ محمد خاں کو سلطان ناصر الدین ولد محمد شاہ کا خطاب دے کر سلطنت کا وکیل اور امین مقرر کر دیا۔ تمام خزانے لشکر کارخانہ جات اور حکومت کے تمام اسباب اس کے حوالے کر دیا۔ خود نے عبادت و اطاعت اختیار کر لی، جو کہ عاقبت اندیش مبارک اطوار نیک سیرت لوگوں کا طریقہ ہے۔ ترجمہ نظم:

عبادت کرنا سب سے بہتر چیز ہے/ ایسے لوگوں کی فکر ہر چیز کی اصل ہوتی ہے/

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

عبادت کی محراب کی طرف متوجہ ہو جا/ اور سعادت کے ہنر حاصل کر/ اسی ایک کی
طرف دھیان لگانا ہی فرخندگی ہے/ دوئی کو ختم کردے یہ پراگندگی ہے/ مقصد کا
پھل اسی وقت ہاتھ لگتا ہے/ جب کسی ایک جگہ سختی سے جمے رہو۔

طے ہوا کہ اب جمعہ کے دن دونوں بادشاہوں کے نام کا خطبہ پڑھا جائے گا۔ اس کے کچھ دن بعد حاکم گجرات ملک منفرح نے جس کا خطاب راستی خان تھا ولایت گجرات کے امرا کے ساتھ سازش کر کے سکندر خان کو جو وہاں نیا نیا متعین ہوا تھا قتل کر ڈالا۔ سلطان محمد شاہ نے اس کا انتقام نہیں لیا تو تمام ملکی معاملات میں فتنے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ سلطان فیروز شاہ کے لشکریوں نے اس سے جل کر اُس کی بے ہمتی اور نامردی سمجھا اور اس کی مخالفت کے لیے آمادہ ہو گئے۔ اب سلطان محمد شاہ ان سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔ شہر دہلی میں ہنگامۂ کارزار گرم ہوا۔ چونکہ فیروز شاہ بھی میدانِ جنگ میں آ گیا تھا لہٰذا محمد شاہ اس کے مقابلہ کی تاب نہ لا سکا اور فرار ہو گیا۔ سرمور پہاڑ کی طرف چلا گیا۔ ترجمہ بیت:

ایک قالب میں کبھی ہرگز نہیں ہوتیں دو جان
ایک کشور میں نہیں ہوتے کبھی دو بادشاہ

القصہ سلطان فیروز شاہ اپنے ولی عہد محمد شاہ سے رنجیدہ ہو گیا۔ اسے اپنے کنبہ سے خارج کر دیا اور اپنے پوتے شاہزادہ تغلق شاہ ولد فتح خاں کو جس کے باپ کا انتقال ہو چکا تھا، اپنا ولی عہد مقرر کر کے سلطان بنانے کی تیاری کی اور اس کے فوراً بعد ہی نوّے سے سال کی عمر میں اپنی طبعی موت مر گیا۔ خدا کی رحمت میں چلا گیا اور دنیا میں اپنا نیک نام چھوڑ گیا۔ بیت:

مر گیا اور نیک نامی لے گیا آخر وہ ساتھ
کیسی اچھی زندگی تھی نام زندہ کر گیا

لفظ ''وفات فیروز شاہ'' سے اس کی تاریخ نکلتی ہے۔ امیر گور خان سلطان کا ہمہ عصر تھا۔ سلطان فیروز شاہ کی مدّتِ سلطنت اڑتیس سال ہوئی۔

سلطان غیاث الدین تغلق شاہ ولد شہزادہ فتح خاں ولد فیروز شاہ

غیاث الدین اپنے دادا بزرگوار کی رحلت کے بعد ... سے تا ... نوے میں فیروز آباد

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

کے محل میں فرماں روائی کے تخت پر بیٹھا۔ اس نے سلطان بن کر شاہزادہ محمد شاہ کے لیے جو سرمور کے پہاڑوں میں تھا ایک بھاری لشکر متعین کیا۔ شہزادہ اس کی تاب نہ لا کر سرمور سے نکل کر نگرکوٹ چلا گیا۔ سلطان اس کا تعاقب چھوڑ کر واپس چلا آیا۔

چونکہ یہ سلطان نوجوان اور ناتجربہ کار تھا لہٰذا کسی امیر کے بہکانے سے اپنے سگے بھائی شہزادہ ابوبکر ولد فتح خاں کو قید کر کے خود عیش وعشرت اور نفسانی لذتوں میں پڑ گیا۔ سلطنت کے کاروبار میں لاپروائی برتتے ہوئے انتہائی غفلت سے زندگی گزارنے لگا۔ ان حالات میں ملک رکن الدین اور دوسرے امرا نے شہزادہ ابوبکر کے بہکانے پر جو کہ قید تھا، سلطان کے خلاف بغاوت کر دی۔ انھوں نے ملک مبارک کو جو سلطنت کا وزیر مدار علیہ تھا دولت خانہ کے دروازہ پر قتل کر ڈالا۔ سلطان کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو وہ دوسرے دروازے سے نکل کر بھاگا۔ امرا نے اس کا پیچھا کر کے سلطان کو معہ خان جہاں کے جو کہ اس کا مصاحب تھا پکڑ کر قتل کر ڈالا اور ان کا سر اسی دروازے پر لٹکا دیا۔ شہزادہ ابوبکر کو قید سے نکال کر سلطنت کے لیے لے گئے۔ دہلی میں جو شورش برپا ہوئی ایک دن سے زیادہ نہ چلی اور فتنے بیٹھ گئے۔ امن وامان ہو گیا۔

اس سلطان کی مدت سلطنت پانچ مہینہ تین دن ہوئی۔

سلطان ابوبکر شاہ ولد شہزادہ فتح خاں ولد فیروز شاہ

یہ سن سات سو ترانوے میں حکومت کے امرا کے اتفاق سے تختِ حکومت پر بیٹھا۔ کچھ دن بعد سلطان کو پتہ چلا کہ ملک رکن الدین وزیر سلطان غیاث الدین تغلق شاہ کو قتل کر کے بہت دلیر ہو گیا ہے اور اس کے ذہن میں سلطنت کا خیال آنے لگا ہے۔ لہٰذا اسے گرفتار کر کے سولی پر چڑھوا دیا، اور اس کے ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ اسی دوران سامانہ کے امیر صدور نے بغاوت کر دی۔ پھر وہاں کے حاکم ملک سرخوش دل نے اسے سنام جھیل کے کنارے قتل کر کے اس کا سر شہزادہ محمد شاہ کے پاس نگرکوٹ بھیج دیا اور اسے وہاں چلے آنے کی رغبت دلائی۔ چنانچہ شہزادہ نگرکوٹ سے جالندھر کے راستے سامانہ پہنچ گیا۔ وہاں اس نے اپنے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کیا۔ وہاں کے امیر صدور اور زمینداروں نے اس سے بیعت کر لی۔ وہ قریب بیس ہزار سوار جمع کر کے دہلی کے لیے روانہ ہو گیا۔ دہلی پہنچتے پہنچتے پچاس ہزار سوار اور

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

پیادے جمع ہو گئے۔ شہزادہ اور زمینداروں کا لشکر ناتجربہ کار تھا۔ وہ لوگ تو بس لٹیرے اوباش عیار تھے۔ جنگ کا سلیقہ نہیں جانتے تھے۔ جب سلطان ابوبکر کی فوجیں مقابلہ پر آئیں اور جنگ کی آگ بھڑکی تو تھوڑی دیر بعد ہی فرار ہو گئے۔ شہزادہ ہار کر دو ہزار سواروں کے ساتھ ولایت دو آب میں چلا گیا۔ پھر دوبارہ پچاس ہزار سوار اور پیادے فراہم کر کے قنوج اور کپلہ کے حاکم کی مدد سے لڑنے آ گیا۔ خدائی مشیت سے اس بار بھی شکست کھا کر جالیسر کی طرف چلا گیا۔ سلطان تھوڑی بہت تعاقب کر کے واپس آ گیا۔

پھر شہزادہ محمد شاہ نے ملتان، لاہور اور دوسری ولایتوں میں یہ فرمان لکھ کر بھیجا کہ جہاں کہیں فیروز شاہی نوکر ہوں انھیں قتل کر دیں۔ چنانچہ بہت سی جگہوں پر قتل عام اور لوٹ مار ہوئی۔ لوگوں میں عجیب گڑ بڑ پیدا ہوگئی، راستے بند ہو گئے، گھر اُجڑ گئے۔ اکثر رعایا نے خرچ دینے سے انکار کر دیا۔ اطراف ممالک میں فتنہ وفساد اُٹھ کھڑا ہوا۔ چنانچہ شہزادہ کو لامحالہ شہزادہ کی یہ شورش اور فساد رفع کرنے کے لیے جالیسر کی طرف جانا پڑا۔ اس دوران شہزادہ دوسرے راستے سے دہلی ہی آ گیا اور شہزادہ ہمایوں خان ولد محمد شاہ بھی سامانہ اور سنام سے لشکر فراہم کر کے دہلی کی طرف روانہ ہو گیا تو سلطان جالیسر سے واپس دہلی آ گیا۔ شہزادہ محمد شاہ جنگ کی تاب نہ لا سکا، چنانچہ دہلی سے نکل کر واپس جالیسر چلا گیا، اور پھر کچھ دن بعد فیروز شاہی ملازموں کے اشارے پر جالیسر سے دہلی آ گیا۔ اس بار سلطان بے بس ہو گیا۔ جنگ کی تاب نہ لا کر دہلی نکل کر کوٹلہ کی طرف چلا گیا اور اس کی فرماں روائی کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ اس کی سلطنت کی مدت ایک سال چھ مہینے ہوئی۔

سلطان محمد شاہ ولد فیروز شاہ

فیروز شاہی نوکروں کے بہکانے پر جب یہ جالیسر سے روانہ ہوا تو اس کے پہنچنے سے پہلے ہی بڑے اُمرا نے شہزادہ خانِ خاناں کو جو کہ سلطان کا منجھلا بیٹا تھا دلّی میں ہاتھی پر سوار کر کے اس کے سر پر شاہی چتر لگا دیا۔

کچھ دن بعد سلطان نے بڑے ٹھاٹ کے ساتھ دہلی میں آ کر پڑاؤ کیا۔ بیت:

بڑی سعادت اور برکت کے ساتھ وہ اس شہر میں داخل ہوا

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

اس طرح داخل ہوا جیسے آفتاب بیتِ اشرف میں داخل ہوتا ہے

اور سن سات سو بچانوے میں دوسری بار جہاں بانی کے تخت پر بیٹھا۔ نئے سرے سے اپنے نام کا سکّہ اور خطبہ جاری کیا۔ کچھ ہی دنوں میں فیروز شاہی نوکر جو خدمتوں پر مامور تھے، سلطان سے رنجیدہ ہو کر سلطان ابو بکر شاہ کے پاس کوٹلہ میوات چلے گئے۔

سلطان محمد شاہ نے ان لوگوں کی بے وفائی اور کم عقلی کو دیکھتے ہوئے حکم دیا کہ فیروز شاہ کے آدمیوں میں سے جو لوگ دہلی میں ہوں وہ دہلی سے نکل جائیں۔ تین دن کی مہلت ہے ورنہ قتل کر دیے جائیں گے اور جو نکل جائے گا وہی سلامت رہے گا۔ لہٰذا جو لوگ نکل کر نہ جا سکے وہ قتل کر دیے گئے۔ مشہور ہے کہ ان میں سے کچھ لوگوں نے کہا کہ ہم تو اصیل ہیں۔ سلطان نے کہا تم میں سے جو بھی ''کھوکھری'' صحیح صحیح کہہ دے گا وہی اصیل مانا جائے گا۔ چونکہ وہ لوگ یہ تلفظ نہیں کر سکتے تھے ان کی زبان تو پوربی اور بنگالی تھی لہٰذا مارے گئے۔ اس طرح جو لوگ کہ اصیل تھے اور پوربی زبان جانتے تھے وہ بھی ناحق مارے گئے۔

شہزادہ ہمایوں خاں جو کہ سلطان کا بیٹا تھا اور سامانہ سے آیا تھا سلطان سے اجازت لے کر بھاری لشکر کے ساتھ سلطان ابو بکر پر چڑھائی کرنے گیا۔ کوٹلہ میوات کے پاس جنگ ہوئی۔ تھوڑی سی جنگ کے بعد ہی سلطان ابو بکر قید ہو گیا۔ اسے میرٹھ میں بند کیا گیا اور وہاں ہی طبعی موت مر گیا۔

کچھ عرصہ بعد سلطان نے دہلی سے نکل کر قنوّج اور دلمو پر لشکر کشی کی۔ اس علاقے کے سرکشوں کو آگ میں جلا دیا۔ پھر جالیسر پہنچا وہاں ایک مضبوط قلعہ بنوایا اور اس کا نام محمد آباد رکھا۔ پھر دہلی آ گیا۔ سن سات سو ننانوے میں شہزادہ ہمایوں خاں کو شیخا کھوکھر کے لیے جو کہ لاہور پر قابض ہو گیا تھا بہت سے اُمرا کے ساتھ متعین کیا۔ راستے میں خبر ملی کہ سلطان طبعی موت سے گزر گیا ہے۔ اس کی سلطنت کی مدت چھ سال سات مہینے ہوئی۔

سلطان علاء الدین سکندر شاہ عرف ہمایوں خان ولد محمد شاہ ولد فیروز شاہ

اس نے باپ کی رحلت کی خبر سن کر لاہور کی روانگی نہیں کی۔ شیخا کھوکھر کی مہم کو موقوف کر کے راستے سے ہی واپس لوٹ گیا اور دہلی پہنچ کر تخت حکومت پر بیٹھ گیا۔ پھر کچھ دن بعد طبعی

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

موت سے مر گیا۔

اس کی حکومت کی مدت ایک مہینہ سولہ دن ہوئی۔

سلطان ناصر الدین محمود شاہ ولد سلطان محمد شاہ ولد فیروز شاہ

یہ علاء الدین سکندر شاہ کا چھوٹا بھائی تھا۔ بھائی کی رحلت کے بعد فرماں روائی کے تخت پر بیٹھا۔ سن آٹھ سو ایک میں اس نے اپنے نام کا سکّہ اور خطبہ جاری کیا۔ سپاہیوں کی تنخواہ اور جاگیریں بدستور سابق بحال رکھیں۔ خواجہ سرور عرف خواجہ جہاں کو محمد شاہ نے سلطان الشرق کا خطاب دے کر ولایت جونپور کی جاگیر اس کو دے دی تھی۔ اس طرح قنوج سے بہار تک کی جاگیریں جو سابقہ سے ملی ہوئی تھیں یہ اور بڑھ گئی۔ چنانچہ وہ زمینداروں پر چھا گیا، اس نے وہاں کے زمینداروں کو اپنا مطیع بنا کر اپنے نام کا سکّہ اور خطبہ جاری کیا۔ اسی سال شیخا کھوکھر کی مدافعت میں جو کہ لاہور پر قابض ہو گیا تھا رخصت ہوا تھا۔ شیخا نے لاہور سے بارہ کوس کی دوری پر جنگ کی اور شکست کھا کر جموں کے پہاڑوں میں چلا گیا۔ اس طرح لاہور کے نواح سے فساد رفع ہو گیا۔

انھیں دنوں سلطان نے گوالیار کی طرف روانگی کی۔ اس کے بعد مقرّب خان اور بلّو خان نے جو بڑے امرا میں سے تھے، دہلی میں مخالفت کا پرچم بلند کر دیا۔ سلطان یہ خبر سن کر واپس لوٹ آیا۔ شہر کے قریب پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لیا۔ تین مہینے تک جنگ ہوتی رہی۔ آخر دہلی کا قلعہ سلطان کے قبضے میں آ گیا۔ باغی لوگوں نے نصرت شاہ ولد فیروز خاں ولد فیروز شاہ کو میوات سے بلا کر فیروز آباد میں تخت پر بٹھا دیا۔

اب فضل اللہ بلخی عرف بلّو خاں کو جو باغیوں کا سردار تھا اقبال خان کا خطاب مل گیا۔ دہلی اور فیروز آباد کے درمیان جنگ ہوا کرتی اور عام طور پر برابر رہتے تھے۔ دوآبہ کے درمیان کے پرگنہ اور پانی پت، سونی پت، جھجھر اور روہتک کا علاقہ شہر سے بیس کوس تک نصرت شاہ کے قبضے میں آ گیا۔ سلطان کا دہلی کے قلعہ اور خزانہ کے علاوہ کسی اور چیز سے تعلق نہیں رہا۔ ان دونوں بادشاہوں کے اُمرا اور حاکم ہر کسی ولایت پر قابض ہو کر استقلال کا دم بھرنے لگے۔ وہ تو خود ہی حاکم اور فرماں روا ہو گئے۔ کافی عرصے تک حکومت کے معاملات اسی طرح پراگندہ

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

رہے۔ مصرعہ:

دو شاہوں سے ہو ملک و دولت خراب

اقبال خان نے نصرت شاہ کی خدمت میں اپنی ارادت کا اظہار کرتے ہوئے شیخ قطب الدین بختیار کاکی کے مزار پر قرآن کریم ہاتھ میں لے کر قسم کھائی اور دونوں نے ایک دوسرے کا ساتھ دینے کا عہد کیا۔ تیسرے دن اقبال خان نے مکّاری و غدّاری سے نصرت شاہ کو گرفتار کرنا چاہا۔ نصرت شاہ قلعہ سے نکل کر تھوڑے سے لوگوں کے ساتھ پانی پت اپنے وزیر تاتار خاں کے پاس چلا گیا۔ اس طرح فیروز آباد اقبال خاں کے قبضے میں آ گیا۔ چنانچہ وہ غالب آ گیا تو اس نے مقرّب خان کو جو اس کا ہم مرتبہ تھا قتل کر ڈالا، پھر سلطان کی خدمت میں پہنچ گیا۔ وہ سلطان کو نمونہ بنا کر خود ہی حکومت کیا کرتا تھا۔ اس نے پانی پت میں تاتار خاں پر چڑھائی کی۔ اس کو شکست دے کر اپنے باپ اعظم ہمایوں ظفر خاں کے پاس جو کہ گجرات کا حاکم تھا چلا گیا۔ تاتار خاں کے ہاتھی، سپاہی، اسبابِ حکومت سب کچھ اقبال خاں کے ہاتھ لگ گئے تھے۔ پھر وہاں سے واپس دہلی آ گیا۔

ہندوستان میں اُمرا کی بدطینتی سے بڑی افراتفری مچی ہوئی تھی۔ سلطنت کے معاملات میں پورا پورا خلل واقع ہو گیا تھا، لہٰذا صاحب قران امیر تیمور گورخان کا پوتا مرزا پیر محمد خراسان سے سندھ ندی پار کر آیا، اس نے روچ اور ملتان کے قلعوں پر قبضہ کر لیا۔ کچھ دن ملتان میں رہا۔ صاحب قران نے بھی کابل کی طرف سے ہندوستان پر یورش کر دی اور دولت و اقبال کے ساتھ ہندوستان آ گیا۔ سن آٹھ سو گیارہ میں ٹھٹھ کو لوٹ کر ملتان میں پڑاؤ کیا۔ جو لوگ مرزا پیر محمد کے ہاتھوں گرفتار ہوئے تھے انھیں قتل کر دیا۔ جب یہ خبر دہلی پہنچی تو اقبال خاں خوف زدہ ہو کر لشکر اور جنگ کا سامان فراہم کرنے لگا۔ حضرت صاحب قران ریگستان کے راستے سے ملتان سے روانہ ہو کر۔ راستہ طے کر کے (نیر؟) پہنچے۔ اس کے قلعہ کو گھیر لیا اور جنگ و جدال کے بعد یہ قلعہ فتح ہو گیا۔ وہاں کا حاکم اپنے بہت سے ساتھیوں کے ساتھ گرفتار ہو گیا۔ حضرت صاحب قران بہر کو فتح کر کے سامانہ آ گیا۔ اس نے اس قصبے میں سپاہیوں کے معائنہ کا فرمان جاری کر دیا۔ یسال کی دُوری یعنی جہاں جھنڈی کھڑی ہوئی ہے چھ فرسنگ (پندرہ کوس) تھی۔ تجربہ کار لوگوں کے حساب کے مطابق اس میں بارہ ہزار سوار ہوتے ہیں لہٰذا یہ بہتر ہزار سوار

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

ہوئے۔غرض کہ لشکر کی کثرت اور بہتات کا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ترجمہ نظم:

ہر جگہ ایک جھنڈا نمودار تھا/ سفید اور سیاہ فوج چلی جارہی تھی/ رنگ برنگے پرچم اُٹھار کھے تھے/ تلواروں کو زنگ اور گرد کی وجہ سے اُٹھار کھا تھا/ راستے میں لشکر کی بہت بھیڑ تھی/ اتنی بھیڑ کہ زمین کی وسعت بھی سپاہیوں پر تنگ ہوگئی تھی/ زمین پر کیڑے مکوڑوں تک کے لیے جگہ نہیں تھی/ حد تو یہ ہے کہ فضا میں ہوا تک کے لیے راستہ نہیں رہا تھا/ سواروں کی گرد سے ایسا لگ رہا تھا جیسے فضا میں ابر چھا گئے ہیں/ اور فولادی تلواریں بجلی چمکارہی تھیں/ اس کے سپاہی چینٹیوں اور ٹڈی دَل سے بھی زیادہ تھے/ اور سب تلوار باز خنجر گداز تھے/ بیابان کی ریت کے ذرّوں کو شمار کیا جاسکتا ہے/ مگر اس بادشاہ کے لشکر کو شمار نہیں کیا جاسکتا تھا۔

القصہ (امیر تیمور) مرحلے طے کرتا ہوا دہلی پہنچ گیا۔راستے میں جو بھی ملا اس کو تہہ تیغ کردیا۔بہت سوں کو گرفتار کرلیا۔دہلی پہنچتے پہنچتے پچاس ہزار لوگ گرفتار ہوگئے۔اقبال خاں شہر سے نکل کر جنگ کے لیے تیار ہوگیا۔اس دوران کسی نے (تیمور سے) کہا کہ جو لوگ گرفتار ہیں وہ اقبال خان کی فتح کی دُعائیں کررہے ہیں خوشیاں منارہے ہیں۔یہ سنتے ہی بادشاہ کا قہر و غضب بھڑک اُٹھا۔اس نے اپنے دولت خواہوں کے مشورے سے ان سب قیدیوں کو قتل کروا ڈالا۔خون کی ندیاں بہہ گئیں۔الغرض اقبال خان نے شہر سے نکل کر حرکت مذبوحی کی۔پہلے حملے میں ہی بھاگ کر شہر میں آ گیا۔تیمور کے شہادت کیش غازیوں نے اس کا پیچھا کیا، بہت سے لوگوں کو مار ڈالا۔اقبال خان نے جب یہ صورتِ حال دیکھی تو مقابلہ کی تاب نہ لاسکا۔ رات کے وقت اہل وعیال کا بندوبست کرکے شہر سے نکل کر قصبہ برنؔ پہنچ گیا۔وہاں رہنے لگا۔ سلطان ناصرالدین محمود شاہ نے جو کٹھ پتلی سلطان تھا اپنے تھوڑے سے قریبی رشتہ داروں کے ساتھ گجرات کا راستہ پکڑا۔ ترجمہ بیت:

آفتابِ تازہ جب ہوآ شکارا ہر جگہ
پھر سہا تارا نہ ہو پوشیدہ اس کی کیا مجال

دوسرے دن صاحب قران نے شہر والوں کو امان دے دی۔سرکاری ملازموں کو مال وصولی کے لیے متعین کیا۔شہر کے کچھ لوگوں نے وصولی کی سختی کی وجہ سے انکار کردیا اور کچھ نے

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

سرکاری کارندوں کو مار ڈالا۔ اس سے شاہی قہر کی آگ بہت تیز بھڑک اُٹھی۔ چنانچہ شہریوں اور قیدیوں کے قتل کا حکم صادر کر دیا۔ اس ہنگامے میں بہت سے لوگ قید ہو گئے اور بہت سے قتل کر دِیے گئے۔ دہلی شہر ایسا برباد ہوا جیسے یہ آباد ہی نہیں ہوا تھا۔ ایسی لوٹ مار ہوئی کہ شہر والوں میں سے کسی کے پاس کوئی چیز نہیں رہی۔ گرفتاری کا یہ عالم تھا کہ ہر لشکری کے ہاتھوں ڈیڑھ ڈیڑھ سو مرد عورت بچے گرفتار ہوئے۔ لوگوں کے کم سے کم بیس بیس غلام ہاتھ لگے۔ یہ لوٹ مار پندرہ دن تک چلتی رہی۔ ترجمہ نظم:

قیدی اور مویشی اس قدر ہاتھ لگے کہ/ لشکریوں کے لیے شہر میں جگہ تنگ ہو گئی/ غلاموں اور لوٹ کے مال سے/ وہ پورا لشکر سج گیا/ یا تو مار ڈالا یا گرفتار کر لیا/ عورتوں، بچوں، مردوں، جوانوں بوڑھوں کو/ جو بھی تھا سب لوٹ لیا۔ سارے خشک اور تر دھواں دینے لگے آہیں بھرنے لگے/ بہت مال لوٹا/ اور لوٹ میں بہت سے لوگوں کو غلام بنا لیا۔

حضرت صاحب قران نے دہلی فتح کر کے شاہی عمارتوں میں قیام کیا۔ عام دربار لگایا۔ اس کے حکم کے مطابق خطیبوں نے خوش الحانی سے منبروں پر اس کے نام کا خطبہ پڑھا۔ تیمور کے نام کے روپے پیسے ٹھپے گئے۔ بیت:

شاہ کے جب نام کا سکّہ ٹھپا　　　چاند کا مرتبہ ستاروں میں گھٹا

تیمور کے کوچ کرنے کے بعد بھی دو مہینے تک دہلی شہر اُجڑا رہا۔ یہاں کے باشندے جو فرار ہو گئے تھے آہستہ آہستہ آ کر آباد ہونے لگے۔

غرض دہلی لوٹ کر صاحب قران میرٹھ کی طرف چلا گیا۔ اس علاقے کو بھی لوٹا۔ آس پاس کے مرد، عورت، بچے، بوڑھے گرفتار اور قتل ہو گئے۔ وہاں سے ہردوار کٹک میں جا کر پڑاؤ کیا۔ ہردوار وہ جگہ ہے جہاں گنگا ندی شوالک پہاڑوں سے نکلتی ہے۔ ہندو اس جگہ کو بہت پوتر سمجھتے ہیں۔ مقررہ اوقات میں یہاں آ کر اسنان کرنے کے لیے میلہ لگاتے ہیں۔ یہاں سر داڑھی منڈھانے اور مرنے والوں کی استھیاں بہانے کو مرنے والوں کی نجات سمجھتے ہیں۔ کبھی کبھی تو یہاں بڑی بھیڑ لگتی ہے۔

اتفاق سے جب صاحب قران نے ہردوار میں پڑاؤ ڈالا تو وہاں بہت بڑا میلہ لگا تھا۔

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

اس نے قتل عام کا حکم دے دیا۔ بہت سے لوگ ان غازیوں کی تلوار کے گھاٹ اُتر گئے۔ جو بچ گئے وہ بھاگ کر پہاڑوں میں چلے گئے۔ صاحب قران یہاں سے کوچ کر کے شوالک کے راستہ جموں پہنچ گیا۔ راجا جموں کو گرفتار کر کے مسلمان بنا دیا۔ ہردوار سے جموں تک اس نے بائیس جہاد کیے۔ خضر خان اور ہندوستان کے دوسرے اُمرا نے یہاں آ کر اس کی ملازمت کرلی۔ تیمور نے اپنی عنایت ونوازش سے لاہور، ملتان اور دیپال پور کی حکومتیں عطا کردیں۔ اس نے اپنی وحی ترجمان زبان سے یہ بھی کہا کہ میں نے ہندوستان کی حکومت خضر خان کو بخش دی۔ جب گرمی کا موسم آیا تو آفتاب کی مدّت وحرارت سے زمین، آسمان لوہاروں کی بھٹّی کی طرح تپنے لگے۔ چونکہ صاحب قران ممالک سردشہر کا عادی تھا، ہندوستان کی حرارت سے عاجز آ گیا۔ یہاں کی گرمی برداشت نہ کرسکا۔ لامحالہ یہاں سے کوچ کرنا پڑا۔ ہندوستان کی حدود سے نکل گیا۔

سلطان نصرت شاہ جو کہ تیمور کے صدموں کی تاب نہ لاکر میوات کی طرف بھاگ گیا تھا، پھر جمعیت فراہم کر کے دہلی آ کر حکومت کرنے لگا۔ کہتے ہیں کہ جنگل میں جب تک شیر رہتا ہے چراگاہ ہی ہرنوں کے لیے راستہ نہیں ہوتا اور جب تک ہوا میں باز اُڑتا رہتا ہے فاختاؤں کا اُڑنا آسان نہیں ہوتا۔ اس کے دہلی آنے کے بعد جو فوج قصبہ برن میں تھی اس کو اس کے لیے متعین کیا گیا۔ اقبال خان نے شب خون مار کر اس کو شکست دے دی اور پوری قوت وطاقت کے ساتھ دہلی میں داخل ہوگیا۔ سلطان نصرت شاہ مقابلہ کی تاب نہ لاکر فیروز آباد چھوڑ کر میوات کی طرف چلا گیا۔ اب دہلی اور فیروز آباد اقبال خاں کے قبضے میں آ گئے۔ وہ دوآب کے درمیانی ولایت اور شہر کے آس پاس کے معالات پر بھی تلوار کے زور سے قابض ہوگیا اور ہندوستان کے دوسرے تمام ممالک اُمرا کے تصرف میں آ گئے۔ چنانچہ گجرات اعظم ہمایوں جو کہ تاتارخان کا بیٹا تھا کے تصرف میں رہا۔ لاہور، ملتان اور دیپال پور اپنے نواح کے ساتھ سیّد خضر خان کے پاس اور مہوبہ کی وکالت محمود خان ولد ملک زادہ فیروز کے پاس تھی۔ قنوج، اودھ، دلمود، سندیلہ اور بہرائچ، بہار جونپور کو سلطان الشرق عرف خواجہ جہان سے لے لیا۔ مالوہ کے علاقہ پر دلاور خاں، سامانہ پر علی خاں اور بیانہ پر شمس الدین اودحدی متصرف ہو گئے۔ ہر ایک اپنی خودمختاری کا دَم بھر رہا تھا۔ کوئی کسی کا مطیع نہ تھا۔ سلطان ناصرالدین محمود شاہ صاحب قران کے

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

ڈر سے گجرات چلا گیا تھا۔ اب دہلی میں امن و امان ہو جانے پر اقبال خان نے اسے بلالیا۔ جہاں شاہ کے قصر ہمایوں میں اسے اُتارا مگر حکومت کی باگ ڈور اقبال خاں کے ہاتھ میں ہی رہی اور اس نے سلطان کے ساتھ اتفاق نہیں کیا۔ اس نے سلطان الشرق کے منہ بولے بیٹے سلطان ابراہیم پر اودھ کی طرف لشکر کشی کر دی اور سلطان ناصر الدین محمود شاہ کو اپنے ساتھ لے گیا۔ سلطان ابراہیم پر اس کا تسلط نہ ہو سکا تو اس نے جونپور کو فتح کر لیا پھر دار الملک دہلی کی طرف روانہ ہو گیا۔ حقیقت میں اس وقت سلطان ناصر الدین محمود شاہ اقبال خان کی قید میں تھا۔ وہ موقع پا کر شکار کے بہانے سے نکل کر سلطان ابراہیم کے پاس چلا گیا کہ شاید اس کی مدد اور اعانت سے کوئی کام بن سکے مگر اس نے ذرا بھی مدد نہیں کی بلکہ مہمان داری کی رسم تک ادا نہ کی۔ سلطان ناصر الدین محمود شاہ اس سے مایوس ہو کر قنوّج آ گیا۔ شہزادے نے ......کو جو کہ سلطان ابراہیم کی طرف سے تھا شکست دے کر قنوج کے قلعہ پر قبضہ کر لیا اور اپنی بادشاہت کا پرچم بلند کر دیا۔ یہ خبر سن کر اقبال خان نے سلطان ناصر الدین پر چڑھائی کی۔ چونکہ قلعہ بہت مضبوط تھا اس لیے اُس پر قابو نہ پا سکا۔ وہاں سے لوٹ گیا۔ پھر اس نے سامانہ کے حاکم بہرام خان کو ساتھ ملا کر جو کہ فیروز شاہی غلاموں میں سے تھا اور جس کے پاس بیس ہزار سوار تھے خضر خان پر دیپال پور اور ملتا کی طرف لشکر کشی کر دی۔ تلونڈی پہنچ کر اس نے بھارا رائے، اودِت رائے اور کمال الدین کو جو کہ بھارا کے زمیندار تھے اور اس سے ملاقات کرنے آئے تھے گرفتار کر لیا۔ اسی طرح مکّاری اور حیلہ بازی سے بہرام خان کو بھی قید کر دیا۔ پھر خضر خاں کے مقابلے کے لیے روانہ ہو گیا۔ خضر خان بھی لشکر اکٹھا کر کے جنگ کرنے کے لیے دیپال پور سے نکل آیا۔ دونوں میں جنگ ہوئی۔ چونکہ اقبال خان سے اس کا اقبال اور قسمت پھر گئے تھے۔ تھوڑی سی جنگ کے بعد ہی گرفتار ہو کر قتل ہو گیا۔ نمک حرامی اور بدعہدی کا نتیجہ اس کو مل گیا۔ بیت:

مت اِترا توڑ کر وعدے کہ گردش آسمانوں کی
تیرے کرتوت کا پھل جلدی تیرے ہاتھ میں دے گی

اقبال خان کے مارے جانے کی خبر دہلی پہنچی تو دولت خان اور اختیار خاں لودی اور دوسرے اُمرا نے سلطان ناصر الدین محمود شاہ کو قنوّج سے بلا کر سن آٹھ سو نو جمادی الاول کے مہینے میں از سرِ نو تختِ حکومت پر بٹھا دیا۔ اس کے بعد دولت خاں بھاری لشکر لے کر بہرام خان

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

کے لڑکے پر جو کہ بہرام خان کے بعد سامانہ میں خود مختاری کا دم بھر رہا تھا چڑھائی کرنے رخصت ہوا۔ اس دوران خضر خان بڑا لشکر لے کر سامانہ اور سرہند پہنچ گیا۔ دولت خاں میں اس کے مقابلہ کی تاب نہ ہوئی۔ وہ سلطان کے پاس دہلی چلا گیا۔ سلطان ابراہیم دہلی تک اس کا پیچھے کر کے واپس اپنے مقام پر چلا گیا۔ اس کے بعد سلطان ناصر الدین محمود شاہ نے پرن جما کر اس کو مرجینا سلطان ابراہیم کے گماشتہ سے واپس چھڑا لیا۔ وہاں سے سنبھل پہنچا، اس کو بھی تاتار خان افغان سے اپنے قبضے میں لے لیا۔ وہاں امید خان لودی کو چھوڑ کر فیروز آباد کے قلعہ میں آیا اور ظفر خان کے گماشتہ قوام خاں پر فتح حاصل کر کے مذکورہ قلعہ کو اپنے معتمد لوگوں کے حوالے کر دیا۔ پھر وہاں سے دہلی واپس آ گیا۔ خضر خاں نے لشکر اکٹھا کر کے ملتان سے تین مرتبہ دہلی آ کر سلطان ناصر الدین سے جنگ کی اور پھر واپس چلا گیا۔

یہ طوائف الملوکی کا زمانہ تھا۔ ہر طرف اُمرا اپنی خود مختاری کا دم بھر رہے تھے۔ اب تک اور دوسرے کچھ معالات اور دوآب کے درمیان کے علاقے کے علاوہ سلطان کے تصرف میں کچھ بھی نہ تھا۔ ایک دفعہ وہ شکار کے لیے سنبھل جا کر دارالسلطنت کی طرف لوٹ رہا تھا کہ راستے میں سخت بیمار ہو گیا اور کچھ ہی دنوں میں اس بیماری سے چل بسا۔ اس کی حکومت کا زمانہ جو کہ نام کے سوا کچھ نہ تھی آٹھ سال دو مہینہ ہوا۔

سلطان غیاث الدین تغلق شاہ سے لے کر سلطان ناصر الدین محمود شاہ تک سات شخصوں نے چھیانوے سال دو مہینے گیارہ دن حکومت کی۔ یہاں تک ان ترکوں کے جو کہ سلطان شہاب الدین کے رشتے داروں، فرزندوں اور غلاموں میں تھے، چوبیس شخصوں نے دو سو تینتیس سال حکومت کی پھر ان کا دَور ختم ہو گیا۔

رایاتِ اعلیٰ خضرت خان ولد سلیمان (یہ منہ بولا بیٹا تھا)

فیروز شاہی اُمرا نے سلطان ناصر الدین محمود شاہ کی رحلت کے بعد متفق ہو کر دولت خان کو جو بڑے اُمرا میں سے تھا حکومت کے تخت پر بٹھا دیا اور اس سے بیعت کر لی۔ خضر خان یہ خبر سن کر بڑا بھاری لشکر لے کر فتح پور تابع ملتان سے جو اس کا دارالحکومت تھا دہلی کے لیے روانہ ہو گیا۔ یہاں آ کر اس نے دہلی کو گھیر لیا۔ چار مہینے تک جنگ ہوتی رہی۔ اگرچہ دولت خان نے بہت

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

اچھی قلعہ داری اور جنگ کی، مگر چونکہ اس کے امرا ہی اس سے برگشتہ ہو گئے تھے اس سے زیادہ تاب نہ لا سکا۔ ازل سے تو یہ حکومت خضر خان کے نصیب میں تھی۔ دولت خان نے یہ صورتِ حال دیکھ کر مجبوراً اس کی ملازمت کر لی۔ خضر خان نے اسے گرفتار کر کے فیروز آباد کے قلعے میں بھیج دیا۔ اسی قلعے میں اس کی جان جسم کے حصار سے نکلی تھی۔

الغرض خضر خان مظفر و منصور ہو کر دہلی کے قلعے میں داخل ہوا۔ اس نے سن آٹھ سو اکیس میں حکومت کی ذمّے داری سنبھالی۔ چونکہ صاحب قران تیمور نے ہندوستان میں پڑاؤ کے وقت اس کو عزّت بخشی تھی اور اسے سلطنت کی خوش خبری بھی سنائی اس لیے خضر خان نے ان واقعات کو اور حکومت تک پہنچنے کے معاملات کو صاحب قران کی توجہ کی برکت سمجھ کر اس کے بیٹے شاہ رُخ مرزا کے نام کا سکّہ اور خطبہ رائج کیا۔ اکثر ممالک پر تصرف کر کے استقلال کے ساتھ حکومت کی۔ تمام اُمرا کو مطیع اور فرماں بردار بنا لیا۔ جو لوگ صاحب قران کے ہندوستان میں قیام کے دوران اُجڑ گئے تھے اس کی حکومت کے زمانے میں واپس آ کر آباد اور خوش حال ہو گئے۔ اس کی حکومت کے ہمیشہ ہمیشہ رہنے اور اس کی درازی عمر کی دُعا کرنے لگے۔ اپنے اپنے کام دھندوں میں لگ گئے۔

یہ خضر خان سیّد زادہ سچا، پسندیدہ اطوار، عقل مند پاکیزہ طینت، اچھے اخلاق، حمیدہ صفات، والا ہمت، بلند حوصلہ شخص تھا۔ اس کی جبلت میں بہادری، فطرت میں سخاوت اور طبیعت میں انصاف تھا۔ رعایا کی خوش حالی کی بہت کوشش کرتا تھا۔ یہی باتیں اس کی بزرگی اور حسب نسب کی دلیل تھیں۔ اس نے اپنے آپ کو رایاتِ اعلیٰ سے مخاطب کیا اور طبعی موت سے چل بسا۔ اس کی سلطنت کا زمانہ سات سال تین مہینہ ہوا۔

سلطان مبارک شاہ ولد رایاتِ اعلیٰ خضر خاں

اپنے باپ کی رحلت کے بعد سن آٹھ سو چھبیس میں سلطنت کے تخت پر بیٹھا۔ اپنے نام کا سکّہ اور خطبہ جاری کیا۔ امیروں، وزیروں نے تہنیت اور مبارکبادی کی رسمیں ادا کیں۔ سب کی جاگیریں اور تنخواہیں حسبِ سابق بدستور رہیں، کسی کی احوال کے مطابق اضافہ کر دیا۔

شیخا کھوکھر نے کشمیر کے حاکم سلطان شاہ علی پر تسلط پا کر ٹھٹھ کو فتح کر کے بہت سا مالِ

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

غنیمت مال واسباب فراہم کرلیا تھا۔اس طرح قوت اور طاقت پیدا کر کے اپنی جمعیت کی کثرت کا غرور،لشکر کے گھمنڈ اور اسی حیرانی سے کہ کشمیر کا حاکم اس کا قیدی بن گیا ہے اس نے جرأت اور دلیری کے ساتھ دلّی کا ارادہ کرلیا۔اس نے ستلج ندی پار کر کے تلونڈی رائے اور کمال الدین کو لوٹا،اور لدھیانہ سے......تک متصرف ہوگیا۔وہاں سے سرہند آ کر یہاں کے حاکم سلطان شاہ لودی سے جنگ کی۔ یہ خبر سن کر سلطان دہلی سے نکل کر لدھیانہ پہنچا۔شیخا کھوکھر نے ندی پار کر کے کنارے پر ہی سلطان کے مقابلے اپنی چھاؤنی بنائی۔چالیس دن تک جنگ ہوئی۔آخر کار شیخا کھوکھر تاب نہ لا کر بھاگ کھڑا ہوا۔سلطان نے چناب ندی تک اس کا پیچھا کیا۔اس کے بہت سے سوار اور پیادوں کو قتل کر ڈالا۔جموں کے زمیندار راجا بھیم نے سلطان کی خدمت میں آ کر نیک خواہی کی رسمیں ادا کیں۔پھر سلطان شیخا کھوکھر کے مسکن بھکر گیا اور اس کو تباہ و برباد کر کے وہاں سے واپس لاہور آ کر پڑاؤ ڈالا۔اس شہر میں ایک جامع مسجد کی بنیاد رکھی۔جو لوگ کہ شیخا کھوکھر کی زبردستی کی وجہ سے تباہ و برباد ہو گئے تھے انھیں دلاسا دے کر دوبارہ بسایا۔ شہر کی آبادی پر دھیان دیا۔قلعہ کی ترمیم و تعمیر کا حکم صادر کیا۔پھر وہاں سے واپس دہلی آ گیا۔ شیخا کھوکھر نے پھر موقع پا کر لاہور آ کر محاصرہ کرلیا،مگر بات کچھ آگے نہ بڑھی۔وہاں سے کلانور پہنچ کر اس پر قابض ہوگیا۔پھر وہاں سے روانہ ہو کر جموں کے راجا بھیم سے جو کہ لاہور کے حاکم کی مدد کو آ گیا تھا اُلجھ گیا۔سخت جنگ کے بعد پہاڑوں میں داخل ہوگیا۔پھر دوبارہ شیخا کھوکھر اور راجا بھیم جموال (جھون والا) میں سخت جنگ ہوئی۔خدا کے حکم سے راجا میدانِ جنگ میں مارا گیا۔شیخا کا بہت مال ہاتھ لگا۔اس نے قوت و طاقت حاصل کرلی اور لاہور اور دیپال پور پر حملہ کر کے ان کو بھی اپنے تصرف میں لے لیا،اور پھر کچھ دن بعد فوت ہوگیا۔اس کے بعد اس کا بیٹا ملک جسرتھ مسلط ہوگیا۔اس نے اپنے باپ کے فتح کیے ہوئے علاقے کے علاوہ کلانور اور جالندھر کے نواح پر بھی تصرف کرلیا۔ چونکہ اس وقت سلطان، میوات، بیانہ، رہری اور اردو پر لشکر کشی کرنے گیا ہوا تھا۔ جسرتھ کھوکھر کے تسلط کی خبر سن کر ان ممالک کو فتح کر کے واپس دہلی چلا گیا۔ وہاں جا کر جسرتھ کھوکھر کے لیے ایک بھاری فوج متعین کی۔ جالندھر کے نواح میں جنگ ہوئی۔جسرتھ شکست کھا کر اپنے مسکن بھکر کی طرف چلا گیا۔

چونکہ سلطان مبارک خان اپنے باپ خضر خان کے قاعدہ کے برخلاف شاہ رُخ مرزا

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

ولد صاحب قران۔ سے منحرف تھا اس لیے شیخ علی جو کہ شاہ رُخ مرزا کی طرف سے کابل کا حاکم تھا مرزا کے حکم سے ہندوستان پر حملہ کیا کرتا تھا۔ سن آٹھ سو چونتیس میں شیخ علی نے جو شاہ رُخ مرزا کی طرف سے کابل کا حاکم تھا، فولاد خان کے بلانے پر جو کہ سلطان کے امیروں میں سے تھا مگر اس نے اطاعت چھوڑ دی تھی، ہندوستان آ کر خوب لوٹ مار کی۔ جالندھر کے نواح میں پہنچ کر لوگوں کا بہت مال لوٹ لیا اور بہت سوں کو قید کر لیا۔ وہاں سے لاہور پہنچا پھر تلواڑا، اس کے بعد ہتھور گیا۔ راوی ندی پار کر کے جہلم تک کے پرگنوں کو برباد کر کے ملتان کی طرف متوجہ ہوا۔ دیپال پور کے حاکم ملک شیر لودی نے جو کہ سلطان بہلول لودی کا چچا تھا، شیخ علی سے جنگ کر کے شہادت پالی۔ یہ خبر سن کر سلطان نے دہلی سے ایک فوج متعین کی، ملتان کے نواح میں جنگ ہوئی۔ شیخ علی شکست کھا کر سُور چلا گیا۔ وہاں بھی جنگ ہوئی اور شیخ علی پھر ہار گیا۔ اس کا اسباب واموال لٹ گیا۔ اپنے چند لوگوں کے ساتھ جو معرکہ سے نکل آئے تھے کابل کی طرف روانہ ہو گیا۔

اس سلطان کی مالوہ کے حاکم سلطان ہوشنگ سے بھی کئی بار جنگ ہوئی اور سلطان مظفر منصور ہوا۔ اس دوران جسرتھ کھوکھر نے پھر قوت حاصل کر لی۔ وہ جہلم، چناب، راوی اور ویاس ندیوں کو پار کر کے جالندھر پہنچ گیا۔ یہاں ملک سکندر جو کہ سلطان کی طرف سے حاکم تھا تھوڑی سی جنگ کے بعد ہی شکست کھا کر گرفتار ہو گیا اور جسرتھ کو فتح حاصل ہو گئی۔ اس نے جالندھر سے لاہور آ کر شہر کا محاصرہ کر لیا۔ اسی دوران شیخ علی پھر کابل سے آ گیا۔ اس نے لاہور اور ملتان کے آس پاس کے علاقے کو لوٹ کر سرہند تک تسلّط حاصل کر لیا۔ اس علاقے کے رہنے والے عجیب طرح برباد ہو گئے۔ ان واقعات کو سن کر سلطان لاہور اور ملتان کی طرف روانہ ہوا۔ اپنے وزیر ملک سرور کو مقدمۃ الجیش بنایا۔ ملک سرور سامانہ پہنچا تو جسرتھ کھوکھر یہ خبر سن کر لاہور کا محاصرہ چھوڑ کر اپنے مقام پر چلا گیا اور ملک سکندر کو بھی جو کہ جالندھر کی جنگ میں گرفتار ہو گیا تھا اپنے ساتھ لے گیا۔ پھر دو مرتبہ پہاڑ سے نکل کر جالندھر، مجواڑہ اور کوہلی تک آیا۔ خوب فتنہ و فساد برپا کیا۔ روز بروز اس کی قوت بڑھتی گئی۔ اس وقت شیخ علی پھر کابل سے آ گیا۔ اس نے ویاس ندی کے ساحلی علاقوں کو لوٹ لیا۔ بہت سے لوگوں کو گرفتار کر کے لاہور پہنچا اور قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ وہاں حفاظت کے لیے اور منتخب سوار چھوڑ کر دیپال پور فتح کرنے گیا اور اس کو

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

بھی جیت لیا۔ سلطان یہ خبر سن کر فوراً دہلی سے نکلا اور جنگ کی تیاری کر کے آ گیا۔ شیخ علی اس کی تاب نہ لا کر پھر کابل بھاگ گیا۔ سلطان نے راوی ندی پار کر کے قلعہ سور کا جو شیخ علی کے بھائی کے قبضے میں تھا محاصرہ کر لیا۔ وہ تاب نہ لا سکا۔ اُس نے عاجز آ کر اپنی بیٹی سلطان کو دے کر صلح کر لی۔ اب سلطان شور، لاہور اور ان کے نواح کی مہم سے بے فکر ہو کر واپس دہلی آ گیا۔ چونکہ ملک سرور نے شیخ علی سے جنگ کے وقت زیادہ دوڑ دھوپ نہیں کی تھی بلکہ کوتاہی اور نمک حرامی برتی تھی لہٰذا ملک کمال الدین کو وزارت کے معاملات میں اسی کے ساتھ شامل کر دیا۔ اس طرح ملک سرور کا عہدہ گھٹنے لگا اور ملک کمال الدین کا مرتبہ روز بروز بڑھنے لگا۔ بڑے لوگوں نے کہا ہے، ترجمہ نظم:

ہر شخص ایک ساتھ دو ایسے کام نہیں کر سکتا/ جسے عقل مند لوگ پسند کریں/ اسی طرح دو آدمیوں کو ایک کام مت سونپ/ تا کہ دوسرا شرکت کی وجہ سے جوش میں نہ آ جاتے۔

ملک سرور اس بات سے آزردہ خاطر ہو گیا۔ اس نے کچھ امیروں کے ساتھ سازش کر کے جو سلطان کے مخالف اور اس کے موافق تھے، موقعہ پا کر سلطان کو جبکہ وہ مبارک آباد کی جامع مسجد میں نماز پڑھنے گیا تھا قتل کر ڈالا۔

اس کی مدّت سلطنت تیرہ سال اور سولہ دن ہوئی۔

سلطان محمد شاہ ولد سلطان مبارک شاہ ولد رایات اعلیٰ خضر خاں

سلطان مبارک شاہ کے اپنی کوئی اولاد نہ تھی۔ اُس نے اسے اپنی فرزندی میں لے لیا تھا۔ سن آٹھ سو اکتالیس میں مبارک آباد میں تختِ حکومت پر بیٹھا۔ اپنے نام کا سکّہ اور خطبہ جاری کیا۔ ملک سرور اگرچہ بظاہر بے عیب تھا مگر تمام اسبابِ سلطنت، خزانہ، سلاح خانہ، لوہار خانہ، فیل خانہ اور دوسرے کارخانہ جات اس کے تصرف میں تھے اور خان جہاں کا اسے خطاب ملا ہوا تھا۔ اس وقت اس نے غلبہ حاصل کر کے بہت سے مبارک شاہی اُمرا کو قتل کروا دیا اور کچھ کو حراست میں لے لیا۔ اکثر پرگنوں پر خود سے قبضہ کر لیا اور اپنے آدمیوں کو مال گذاری اور محصول وصول کرنے کے لیے مقرر کر دیا۔ اس کے تسلط سے دوسرے اُمرا تنگ آ گئے۔ انھوں نے ملک

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

کمال الدین سے جو وزارت کے کاموں میں اس کا شریک تھا اور کمال الملک کا جس کو خطاب مل چکا تھا اس کی شکایت کی۔ وہ دوسرے اُمرا کو ساتھ لے کر ملک سرور پر چڑھ گیا اور جنگ ہوگئی۔ ملک سرور دہلی کے قلعے میں قلعہ بند ہوگیا۔ تین مہینے تک جنگ ہوتی رہی اور اس نے اپنے آپ کو بچائے رکھا۔ مگر ایک دن ہمت کر کے تلوار سونت کر سلطان کے سراپردہ پر چلا گیا۔ بڑی بہادری دِکھائی، سخت جنگ ہوئی، لیکن چونکہ ملک سرور کی موت آ گئی تھی اس معرکہ میں مارا گیا۔ اس کے ساتھی قتل ہو گئے اور گرفتار کر لیے گئے۔ اس طرح سلطان نے اپنے باپ کے خون کا انتقام لے لیا۔

سن آٹھ سو اڑتالیس میں سلطان ملتان پہنچا۔ وہاں مشائخ کے مزاروں کا طواف کیا۔ پھر جسرتھ کھوکھر کے لیے ایک فوج متعین کر کے واپس دہلی آ گیا۔ انھیں دنوں ملتان میں چھاؤنی کے کچھ لوگوں نے بغاوت کر دی۔ اس کے ساتھ ساتھ مالوہ کا حاکم سلطان محمود بھی میواتیوں کے بہکانے سے دہلی پر چڑھ آیا۔ سلطان نے ملک بہلول کو اپنے بیٹے کے ساتھ اس سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا۔ سلطان کے بیٹے نے باپ کے اشارے پر اس سے صلح کر لی۔ اس سے سلطان محمود واپس اپنے مقام پر چلا گیا مگر اس صلح سے سلطان کی ساکھ خراب ہوگئی۔ بیت:

برا چاہنے والے جب خون بہائیں
تو ان کی تواضع سے ذلت ہی ہوگی

چونکہ ملک بہلول کی فطرت میں شجاعت، بہادری اور مردانگی بیٹھی ہوئی تھی لہٰذا اس نے یہ صلح پسند نہ کی بلکہ اس نے سلطان محمود کا پیچھا کر کے مال واسباب لوٹ لیا۔ سلطان کو اس کی یہ جرأت بہت پسند آئی۔ اس پر نوازش اور مہربانی کرتے ہوئے اس کو اپنا بیٹا بنا لیا اور خان کے خطاب سے سرفراز کیا، اور ولایت دیپال پور اسے عنایت کر دی۔ پھر جسرتھ کھوکھر کی شورش رفع کرنے کے لیے اس کو مقرر کیا۔ جسرتھ کھوکھر نے ملک بہلول سے صلح کر کے اسے سلطنت کی خوش خبری سنائی۔ سلطان کی کم ہمّتی اور جسرتھ کھوکھر کا ساتھ دیکھ کر اُسی دن سے ملک بہلول کے دماغ میں بادشاہت کا خیال آ گیا۔ اب وہ لشکر فراہم کرنے کی تدبیر میں لگ گیا۔ اطراف و جوانب سے افغانوں کو بلا کر سکھ لیا۔ کچھ ہی عرصے میں اس کے پاس بہت سے افغان اکٹھے ہوگئے۔ اپنے تسلط اور بہادری کی وجہ سے اپنی جاگیر کے علاوہ کچھ اور پرگنوں پر بھی متصرف

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

ہوگیا۔ پھر ذرا سی بات پر سلطان سے مخالفت کر کے شان و شوکت کے ساتھ دہلی پر چڑھائی کردی۔ دلّی کا محاصرہ کیا مگر مقصد پائے بغیر ہی واپس چلا گیا۔ اب سلطان کا کاروبار روز بروز گھٹنے لگا، سست پڑنے لگا۔ بات یہاں تک بڑھ گئی کہ دہلی سے صرف آٹھ کوس کی دوری کے امیروں نے بھی اطاعت کرنے سے منہ پھیرلیا اور خود مختاری کا دم بھرنے لگے۔ ملک کے اطراف میں خلل پڑ گیا۔ خراج کی وصولی بالکل گڑ بڑ ہوگئی۔ آخر سلطان طبعی موت سے مر گیا۔

اس کی سلطنت کی مدت گیارہ سال ایک مہینہ اور کچھ دن ہوئی۔

سلطان علاء الدین ولد سلطان محمد شاہ ولد مبارک شاہ

اس نے سن آٹھ سو باون میں حکومت کے تخت پر بیٹھ کر ملک بہلول مخاطب بہ خان خاناں اور دوسرے اُمرا سے بیعت لی، مگر تھوڑے دن میں ہی سلطان کے طور طریقوں سے پتہ چل گیا کہ یہ تو اپنے باپ سے بھی زیادہ سست اور سادہ لوح ہے۔ سلطان کی سُستی سے تمام سرکش اور قرب و جوار کے موقع پرست لوگ اور زیادہ سرکشی پر اُتر آئے۔ ضروری مال گزاری بھی روک دی۔ ہر صوبہ کے امیر اور ہر محال کے فوج دار طوائف الملوکی میں پڑ گئے۔ اب دکن، مالوہ، گجرات، جونپور اور بنگال کے اُمرا نے دلّی کو فتح کرنے کی تیاری کر لی۔ لاہور، دیپال پور اور سرہند سے پانی پت تک ملک بہلول خود مختاری کا دم بھر رہا تھا۔ دہلی کے آس پاس کے علاقہ پر سرائے لاڈو تک احمد خان میواتی کا تصرف تھا۔ سنبھل میں معہ اس کے تعلقات کے خواجہ خضر کی شاہ راہ تک جو کہ دہلی کے پاس ہی ہے بہادر خان لودی متسلّط تھا۔ کول، جلالی اور دوسرے قصبوں پر علی خان کا حکم چلا رہا تھا۔ ریزی چندوار پر قطب خاں لودی چھایا ہوا تھا۔ بھونگا اور کنپلہ پر رائے پرتاپ اور بیانہ پر داؤد خان کا قبضہ تھا۔ اسی طرح ہر امیر ہر مقام پر قبضہ کیے ہوئے تھا۔ سلطان کے پاس دہلی اور بدایوں کے علاوہ کچھ نہ تھا۔

کچھ عرصہ بعد سلطان بیانہ کی طرف کیا۔ راستے میں خبر ملی کہ جونپور کا حاکم دہلی کے ارادے سے آرہا ہے۔ سلطان نے اس خبر کے سچ یا جھوٹ ہونے کی کوئی تحقیق تفتیش نہیں کی بلکہ واپس دہلی آ گیا۔ حسام خان طرف حاجی خاں وزیر نے عرض کیا کہ محض جھوٹی افواہ سن کر واپس ہوجانا مناسب نہیں ہے۔ سلطان اسی بات پر اس سے رنجیدہ ہوگیا۔ اس کے بعد

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

بدایوں کی طرف روانگی کی۔ وہاں رہ کر واپس دہلی آ گیا۔ وہ چاہتا تھا کہ بدایوں کو سلیقہ سے آباد کر کے ہمیشہ وہاں ہی رہا کرے۔ حسام خان نے اُس کا بھلا چاہتے ہوئے کہا کہ دہلی کو چھوڑ کر بدایوں کو تخت گاہ بنانا حکومت کے لیے مناسب نہیں ہے۔ سلطان اس بات سے اور زیادہ رنجیدہ ہو گیا اور اُس کو الگ کر کے دہلی میں چھوڑ دیا اور اپنے دونوں بھائیوں کو، ایک کو کوتوال اور دوسرے کو امیر بنا کر دہلی میں متعین کر دیا۔ ترجمہ نظم:

نہ ہو سوچ جس میں نہ تدبیر کار ندامت اٹھاتا ہے انجام کار
دُنیا میں ہوتا ہے وہ سربلند زمانہ کی باتوں سے ہو جو ہوشمند
نہ ہوں جس کے اپنے ارادے درست نیو اس کے کاموں کی ہوتی ہے سست

الغرض سن آٹھ سو ترپن میں سلطان بدایوں چلا گیا اور تھوڑے سے علاقہ پر قناعت کر لی۔ وہاں عیش و عشرت سے رہنے لگا۔ کچھ عرصہ بعد سلطان کے دونوں بھائیوں میں جو دہلی میں تھے مخالفت ہو گئی۔ دونوں آپس میں لڑ گئے اور ان میں سے ایک مارا گیا۔ دوسرے دن لوگوں نے ہجوم کر کے حسام خان کے بہکانے پر دوسرے کو اس کے قصاص میں مار ڈالا۔ اسی وقت فسادیوں اور فتنہ پردازوں کی باتوں میں آ کر وزیر مما لک حمید خان کے قتل کا ارادہ کر لیا۔ وہ بدایوں سے فرار ہو کر دہلی آ گیا اور حسام خان کی سازش سے دہلی پر قابض ہو گیا۔ یہاں سلطان کی حرم سرا میں داخل ہو کر سلطان کی عورتوں، بیٹوں اور دوسری پردہ نشینوں کو طرح طرح کی فضیحت اور رُسوائی و خواری کے ساتھ شہر سے نکال کر خزانوں دفینوں پر قابض ہو گیا۔ سلطان نے یہ بات سن کر بھی اپنی اہانت اور خفت نہیں سمجھی۔ برسات کا بہانہ بنا کر انتقام سے چشم پوشی کر لی۔

حمید خان نے اس بات کو غنیمت سمجھا اور چاہا کہ اب بادشاہ کسی اور کو ہونا چاہیے اور خود مدار علیہ بن جائے۔ چنانچہ اس خیال سے ملک بہلول کو دیپال پور سے بلا لیا۔ وہ آ کر دہلی پر قابض ہو گیا۔ وہاں اپنی فوج چھوڑ کر واپس اپنے مقام دیپال پور جا کر لشکر اکٹھا کرنے لگا۔ اس نے سلطان سے عرض کیا کہ چونکہ حمید خان وغیرہ بے لگام ہو گئے ہیں لہٰذا ان سے بدلہ لینے اور آپ کے بھلے کے لیے میں جد و جہد کر رہا ہوں۔ سلطان نے اس کے جواب میں لکھا کہ میرے باپ نے تو تمھیں اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا تھا لہٰذا تم میرے بھائی کی جگہ ہو۔ مجھے کوئی تردّد نہیں ہے۔ میں نے تو ایک پرگنہ بدایوں پر قناعت کر کے یہیں اپنی سلطنت کی بنیاد رکھ لی ہے۔

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

اب ملک بہلول روز بروز قوت حاصل کرتا گیا۔ اس نے سلطنت کی خلعت نہیں لی اور دیپال پور سے دہلی آ کر حکومت کے تخت پر بیٹھ گیا۔ بیت:

نہ ہو اژدھوں کا اگر کچھ خطر
عقل مند کیوں چھوڑے گھیر پنچ زر

پھر کافی عرصہ بعد سلطان بدایوں میں ہی طبعی موت مر گیا۔

اس کی مدتِ سلطنت کہ یہ برائے نام ہی بادشاہ تھا (دہلی پر) بیس سال تین مہینے اور بدایوں کا زمانہ شامل کر کے اٹھائیس سال ہوئی۔ رایاتِ اعلیٰ خضر خان سے سلطان علاء الدین تک چار شخصوں نے اُنچاس سال سات مہینے سولہ دن حکومت کی۔

سلطان بہلول لودی

اس کا خطاب خان خاناں تھا۔ سلطان بہلول کا دادا ملک بہرام کا تھا۔ فیروز شاہ کے زمانے میں اپنے بھائیوں سے رنجیدہ ہو کر ملتان آ کر یہاں کے حاکم بردان خان کے یہاں نوکر ہو گیا۔ بردان خان فیروز شاہی امرا میں سے تھا۔ بہرام کے پانچ بیٹے تھے۔ ملک بینہ، ملک کالا، ملک فیروز، ملک محمد، ملک خواجہ۔ یہ پانچوں بھائی باپ کی رحلت کے بعد بھی ملتان میں ہی رہے۔ ان میں ملک بینہ سب سے بڑا تھا۔ اس نے خضر خاں کی نوکری کر لی اور اقبال خاں کی جنگ میں جو خضر خاں کے ساتھ ہوئی تھی اس نے بہت دوڑ دُھوپ کی۔ اقبال خاں کو قتل کر ڈالا اور اس خدمت کے بدلے اسے اسلام خاں کا خطاب ملا۔ روز بروز اس کا مرتبہ بلند ہوتا گیا، آخر سرہند کی حکومت سے سرفراز ہوا۔ اس کے دوسرے بھائی اس کے ساتھ ہی تھے۔ اس کا بھائی ملک کالا جو سلطان بہلول کا باپ تھا اپنے بھائی اسلام خان کی طرف سے سرہند کے تعلقہ دوراله کا حاکم بن گیا۔ یہ ایک جنگ کے سلسلے میں نثاری افغانوں کے ہاتھ مارا گیا۔ اس وقت بہلول ماں کے پیٹ میں تھا۔ خدا کی قدرت کہ وضعِ حمل کے قریب گھر کی چھت گر گئی اور اس کی ماں جاں بحق ہو گئی۔ چونکہ حمل کو آٹھ مہینے سے زیادہ ہو چکے تھے لہٰذا اس کا پیٹ چیر کر سلطان بہلول کو جس میں زندگی کی رمق باقی تھی نکال لیا۔ یہ جب ایک مہینے کا ہو گیا تو اسلام خان کے پاس سرہند لے آئے۔

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

چونکہ اس بچّے کے نصیب میں ہندوستان کی سلطنت لکھی ہوئی تھی۔ قدرت کے منتظم اس کی تربیت و پرورش میں لگے تھے۔ اسلام خان نے اس پر بڑی شفقت کی۔ پرورش کے لیے ایک دایہ کے حوالہ کر دیا اور بہلول نام رکھ دیا۔ افغان حقارت کے طور پر اسے بلّو کہا کرتے تھے۔ جب اُس نے ہوش سنبھالا اور بالغ ہوا تو اس کی پیشانی سے رشد و کامرانی کے آثار نمایاں تھے۔ اس کی وضع قطع سے سروری اور سرداری کے اطوار ظاہر تھے۔ اسلام خاں نے اپنے بھتیجے میں طبعی فراست اور جبلی جوہر مشاہدہ کیے۔ اس کو اپنا بیٹا بنالیا اور اپنی بیٹی اس سے بیاہ دی۔ روز بروز اس کا مرتبہ بلند کرتا گیا۔ کہتے ہیں ایک دفعہ بہلول اپنے دو دوستوں کے ساتھ سامانہ گیا۔ وہاں سدا پن نام کا ایک سادھو صاحبِ حال و قال اللہ والا رہا کرتا تھا۔ خداشناسی کی تجلّی کا نور اس کے حال سے ظاہر، یزداں پرستی کی چمک اس کی باتوں سے نمایاں، نورانی چہرے کی سفید داڑھی اس کی سفید کاری کی گواہ۔ اس کے جسم میں اَٹے روئیں روئیں سے حقیقت کا نور اس طرح چمک رہا جیسے فانوس میں شمع۔ ترجمہ نظم:

> اس کا ضمیر نورِ الٰہی کا مظہر تھا/ وہ ہر سیاہ و سفید کو جانتا تھا/ اس کا صاف دل معنی اور حقیقت کا آئینہ تھا/ اس آئینے میں سارے پوشیدہ راز نمایاں تھے/ آسمان کی ساری باتیں اس کی جیب میں تھیں/ وہ قدرت کے تمام معاملات کا راز دار تھا/ آنکھ بند کر کے جب وہ مراقبہ میں بیٹھتا/ تو دل کی آنکھوں سے دونوں عالم دیکھا کرتا۔

اس سادھو نے ملک بہلول کی طرف مہربانی سے دیکھتے ہوئے کہا تم میں کوئی ہے جو دہلی کی سلطنت دو ہزار تنکہ میں خرید لے؟ بہلول نے اسی وقت ایک ہزار تین سو تنکے جو اس کے پاس تھے سادھو کے سامنے رکھ دِیے۔ سادھو نے وہ قبول کر کے کہا تمھیں ہندوستان کی حکومت مبارک ہو۔ اس کے ساتھیوں نے اس کا ٹھٹول بنایا، مذاق اُڑایا۔ ملک بہلول نے انھیں جواب دیا کہ اگر ایسا ہو گیا تو سمجھ سودا مفت ہے۔ ورنہ میں نے ایک اللہ کے بندے سادھو کی خدمت کی ہے۔ بیت:

> اللہ والے جب آتے ہیں فیاضی و سخاوت پر
> دے دیتے ہیں بھیک میں کیکاؤس و فریدوں کا دربار

القصہ اس سادھو کی بشارت کے بموجب جو کہ بچپن سے ذہن میں تھی اب جسرتھ کھوکھر

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

کے بہکانے پر جیسا کہ تحریر ہوا بہلول کے دماغ میں بادشاہت کی چاہت کی مرغی نے انڈے دے دیے۔

سلطان مبارک شاہ کے زمانے میں ملک مینہ مخاطب بہ اسلام خاں شیخ علی کابلی کی جنگ میں شہید ہوگیا۔ اس کی تفصیل لکھی جا چکی ہے۔ اب ملک بہلول اپنے چچا کا قائم مقام بن گیا اور اس طرح حکومت کے زینے پر چڑھنے لگا۔ آخر کار امیر الامرا کے مرتبے پر پہنچ گیا۔ جب سلطان محمد شاہ نے جہاں بانی کے تخت کو زینت بخشی تو اس نے بہلول کو بہادر، دلیر اور تجربہ کار سمجھ کر اور ترقی دی۔ خان خاناں کا خطاب عطا کر کے اپنا منہ بولا بیٹا بنالیا اور کچھ دن میں ہی سلطان محمد شاہ سے رنجیدہ ہوکر اُس نے بغاوت کردی۔ سلطان نے حسام خاں عرف حاجی شرقی کی سرداری میں ایک بڑا لشکر اور بھاری توپ خانہ ملک سلطان پر بھیجا۔ موضع کوہ، تعلقہ، بوانہ اور سادھورا کے درمیان دونوں فریقوں میں سخت جنگ ہوئی۔ خدا کی تائید سے ملک بہلول کو فتح ہوگئی اور حسام خاں شکست کھا کر دہلی چلا گیا۔ ملک بہلول کی قسمت کا ستارہ ترقیوں کی بلندیوں پر چڑھتا گیا۔ اس نے سلطان محمد شاہ کو لکھا کہ اگر حسام خاں کو قتل کر کے حمید خاں کو وزیر بنادیں تو میں حکومت کی فرماں برداری کرسکتا ہے۔ سلطان نے بغیر سوچے سمجھے بے وقوفی سے حسام خاں کو برطرف کر کے حمید خاں کو وزارت کے مرتبہ سے سرفراز کردیا۔ اس بات سے ملک بہلول اور بھی چھا گیا۔ اس نے اور قوت حاصل کرلی۔ آہستہ آہستہ سرہند، سنام، لاہور، دیپال پور، فیروزہ اور دوسرے محالات پر اپنی طاقت سے قابض ہوگیا۔ اس طرح پورا غلبہ حاصل کر کے دہلی کے ارادے سے جا کر اس کا محاصرہ کرلیا۔ اس وقت شہر دہلی فتح نہ ہوسکا لہٰذا واپس سرہند آ گیا۔ اس نے اب اپنے آپ کو سلطان بہلول کا خطاب دے دیا، البتہ سکّہ اور خطبہ دہلی لینے پر موقوف رکھا۔ اس سادھو کی خوش خبری سے جانتا تھا کہ یقیناً اسے سلطنت میسر ہوگی۔ دل ہی دل میں خوش ہوتا اور زبان حال سے یوں گنگناتا۔ ترجمہ نظم:

اس عالم پناہ مجذوب کی بشارت/ مجھ سے یہاں انتظار کروا رہا ہے/
مجھے اس فقیر نے بادشاہی کی خوش خبری دی ہے/
لہٰذا خدا سے بھی مجھے یہی اُمید ہے۔

اسی وقت سلطان محمد شاہ کی رحلت ہوگئی اور سلطان علاء الدین حکومت کے تخت پر بیٹھ گیا۔ بیت:

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

یہ ملک و دولت خوب ہیں ہر لمحہ گھٹتے ہیں رہیں
چل بسا ہے باپ اور بیٹا گزرنے والا ہے

سلطان علاء الدین کی سستی اور نارسائی کی وجہ سے اطراف ممالک میں طوائف الملوکی کا دور دَورہ ہوگیا۔ اس نے خود بدایوں پر قناعت کرلی۔ وہاں ہی اپنی عمر کے دن گزار رہا تھا کہ سلطان کے وزیر حمید خاں نے اُمرا کے بہکانے پر اسے قتل کرنے کا ارادہ کرلیا۔ حیلے بہانے سے بدایوں سے نکل کر دہلی آ گیا۔ یہاں سلطان کی عورتوں بیٹوں کو بے عزّت کیا۔ انھیں ننگے سر دہلی کے قلعے سے نکال دیا۔ خزانوں اور اسبابِ سلطنت پر قابض ہوگیا۔ سلطان نے بے غیرتی سے اس سے انتقام بھی نہیں لیا۔ پہلے لکھا ہی جاچکا ہے، حمیدہ خاں نے دہلی پہنچ کر پختہ معاہدہ کرکے سلطان بہلول کو حکومت کے لیے سرہند سے بلالیا۔ سلطان بہلول کے دہلی آنے پر حمید خاں نے اس سے عہد و پیمان لے کر قلعہ کی کنجیاں حوالے کردیں۔ چونکہ اس وقت حمید خاں کو بہت قوّت حاصل تھی لہٰذا وقتی مصلحت کے پیشِ نظر سلطان نے اس کی خوب خاطر مدارات کی۔ روزانہ سلام کو جاتا۔ ایک دن حمید خاں سلطان کے گھر مہمان ہوا۔ سلطان کے اشارے سے کچھ افغانوں نے اس مجلس میں ایسی حرکتیں کیں جو عقل سے دُور تھیں تاکہ حمید خاں کی نظر میں یہ بے وقوف لگیں اور ان کا رعب برطرف ہوجائے۔ کسی نے اپنے جوتے ہی کمر سے باندھ لیے۔ کسی نے حمید خاں کے سر پر طاق ہی جوتے رکھ دِیے۔ حمید خاں نے کہا کہ یہ کیا حرکت ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ چوروں سے حفاظت کررہے ہیں۔ پھر کسی نے حمید خاں سے کہا کہ آپ کا فرش تو بہت خوبصورت رنگین ہے۔ اگر کوئی گدڑی وغیرہ ہمیں بھی دے دیں تو ہم ٹوپی ٹوپے بنا کر اپنے بچوں کے لیے تحفہ میں بھیج دیں۔ حمید خاں سے ہنس کر کہا کہ میں تو تمھیں تمھارے بچوں کے لیے بہت اچھے کپڑے دے دوں گا۔ جب خوشبو اور پان کے تھال محفل میں آئے تو کچھ افغانوں نے چونہ مسل دیا، پھولوں کو کھالیا۔ کسی نے بیڑے کھول کر صرف چونہ کھالیا اور جب منہ کٹا تو بیڑے ہاتھ سے پھینک دِیے۔ حمید خاں نے پوچھا ان لوگوں نے ایسا کیوں کیا۔ سلطان بہلول نے جواب دیا یہ گاؤں کے گنوار ہیں، پہاڑوں میں رہنے والے بے ڈھنگے لوگ ہیں۔ آدمیوں میں کم رہے ہیں۔ کھانے اور مزے کے علاوہ ان کا اور کوئی کام نہیں ہے۔

دوسرے دن سلطان کا حمید خاں کے گھر مہمان ہونا طے ہوا۔ طریقہ تھا کہ جب سلطان

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

حمید خاں کے پاس جاتا تو کچھ لوگ اس کے ساتھ رہتے اور باقی باہر رہتے۔ اس بار سلطان کے اشارے پر افغان دربانوں کو لاتیں مار کر زبردستی اندر آ گئے۔ کہا کہ ہم بھی تو بہلول کی طرح خان کے نوکر ہیں سلام سے کیوں محروم رہیں۔ ان لوگوں نے شور مچایا تو حمید خاں نے ماجرا پوچھا۔ لوگوں نے بتایا کہ افغان سلطان (بہلول) کو گالیاں بکتے ہوئے آ رہے ہیں کہہ رہے ہیں کہ ہم بھی خان کے نوکر ہیں۔ بہلول اندر چلا گیا تو ہم کیوں نہ جائیں۔ کیوں سلام نہ کریں۔ سادہ لوح خاں نے کہا کہ سب کو اندر آنے دو۔ افغانوں کی بھیڑ اندر آ گئی۔ حمید خاں کے ہر خدمتگار کے پہلو میں دو آدمی کھڑے ہو گئے۔

سلطان نے جب دیکھا کہ بہت سارے افغان اندر آ گئے ہیں اور کام بن سکتا ہے تو اس نے اشارہ کر دیا۔ اس وقت سلطان کے چچیرے بھائی قطب خاں نے اپنی بغل سے ایک زنجیر نکال کر حمید خاں کے سامنے رکھ کر کہا، بہتر ہے کہ کچھ دن تم ایک طرف رہو۔ تمھارے حق نمک کی وجہ سے تمھیں ہلاک نہیں کر رہا ہوں۔

القصہ حمید خاں کو گرفتار کر کے اپنے آدمیوں کے حوالہ کر دیا اور سلطان بہلول دہلی پر تمام خزانوں، کارخانوں اور سلطنت و جہاں داری کے اسباب کے ساتھ بغیر کسی مخالف کے قابض و متصرف ہو گیا اور سن آٹھ سو ساٹھ میں اپنے نام کا سکّہ اور خطبہ جاری کر دیا۔ پھر سلطان علاء الدین کو جو بدایوں میں تھا ایک عرضی بھیجی کہ میں آپ کا نمک پروردہ ہوں۔ آپ کی وکالت میں سلطنت کا کاروبار کر رہا ہوں۔ خطبہ سے تمھارا نام خارج نہیں کیا ہے۔ سلطان نے جواب میں لکھا کہ میرے باپ نے تجھے اپنا بیٹا کہا تھا لہٰذا تجھے اپنا بھائی سمجھتا ہوں اور تیرے لیے سلطنت چھوڑتا ہوں۔ میں نے تو بدایوں پر قناعت کر لی ہے۔

غرض کہ سلطان بہلول کامیاب و کامران ہو کر سلطنت کے معاملے میں لگ گیا۔ کچھ اُمرا اس کی سلطنت سے راضی نہ تھے۔ انھوں نے جونپور کے حاکم سلطان محمود کو بلا کر دہلی کی سلطنت کا لالچ دیا۔ وہ لشکر اور سامانِ جنگ لے کر دہلی آ گیا، شہر کا محاصرہ کر لیا۔ سلطان ملتان کی طرف گیا ہوا تھا۔ یہ خبر سن کر دیپال پور سے واپس دہلی کے لیے روانہ ہوا۔ نریلہ پہنچ کر سلطان محمود سے جنگ ہو گئی۔ اور محمود کو ہزیمت اٹھانا پڑی۔ وہ شکست کھا کر جونپور چلا گیا۔ سلطان محمود نے پھر دوسری بار دہلی پر لشکر کشی کی۔ سخت مقاتلہ اور جنگ کے بعد یہ طے پایا کہ دہلی کے بادشاہ کے متعلق

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

جو کچھ تھا وہ سلطان بہلول کا ہوگا اور دوسری جانب جو علاقے سلطان ابراہیم والی جونپور کے تصرف میں تھے وہ سلطان محمود کے قبضے میں رہیں گے۔ اس شرط کے ساتھ دونوں بادشاہ اپنی اپنی ولایتوں میں چلے گئے اور مذکورہ قرارداد کے مطابق جنگ کی تلوار نیام میں رکھ لی۔ ترجمہ ابیات:

جب تک تدبیر سے کام چل سکتا ہو/ تب تک جنگ کے مقابلے دشمن کی مدارات
کرنا بہتر ہے/ چاہے تم میں ہاتھیوں کا زور اور شیروں سے لڑنے کی طاقت ہو/
پھر بھی میرے نزدیک جنگ سے صلح بہتر ہے۔

سلطان محمود کی رحلت کے بعد اس کا بیٹا سلطان حسین جونپور کی حکومت پر متمکن ہوگیا۔ اس کی سلطان بہلول سے جنگیں ہوئیں، مگر دونوں برابر رہے۔ سلطان حسین نے ایک مرتبہ سلطان علاء الدین کی بیٹی ملکہ جہاں کے بہکانے سے جو اس کے نکاح میں تھی ایک لاکھ سوار چالیس ہزار پیادوں چار سو ہاتھی اور بھاری توپ خانہ کے ساتھ دہلی کے لیے روانگی کی۔ سلطان بہلول نے حق نمک کا لحاظ رکھتے ہوئے ملکہ جہاں کو ہر چند صلح کا پیغام دیا مگر اس نے کان ہی نہیں دھرا اور ملکہ نے سلطان حسین کو چاہے اَن چاہے جنگ کے لیے تیار کر ہی لیا۔ سلطان بہلول نے بھی پندرہ ہزار سواروں کے ساتھ صف بندی کر لی۔ اس نے مردانہ جنگ اور رستمانہ مقابلہ کیا۔ بہلول کا نصیبہ زور آور تھا، قسمت جاگی ہوئی، تھوڑا لشکر ہونے کے باوجود بھی مظفر و منصور ہوگیا۔ ترجمہ ابیات:

لشکر چاہے تھوڑا ہو مگر قسمت ساتھ ہو/ یہ اس سے بہتر ہے کہ بے پناہ فوج ساتھ ہو
خوب اسباب ہو/ جنگ میں کامیابی قسمت کے ستاروں سے ہوتی ہے/ خزانوں
اور لشکر کی کثرت سے نہیں ہوتی۔

سلطان حسین شکست کھا کر بھاگ گیا، ملکہ جہاں گرفتار ہوگئی۔ سلطان بہلول نے مروّت اور مردانگی سے ملکہ کو بڑی عزّت و احترام سے واپس سلطان حسین کے پاس بھیج دیا۔

اس کے بعد سات مرتبہ سلطان حسین سے جنگ ہوئی۔ کچھ بار صلح بھی ہوئی اور سلطان حسین شکست کھا کر قنوج پٹنہ کی طرف چلا گیا اور آخری بار تو بھاری شکست کھا کر دُور دراز علاقوں میں چلا گیا۔ سلطان بہلول نے شہر جونپور جا کر اپنے نام کا سکّہ اور خطبہ جاری کیا۔ پھر اس ولایت کو مبارک خان نوخانی کے سپرد کر دیا۔ دہلی واپس آ گیا۔ اس دوران سلطان علاء الدین

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

جو کہ بدایوں میں گوشہ نشین تھا بدایوں منتقل ہونے کی تاریخ سے آٹھ سال بعد طبعی موت مر گیا۔ اس وقت سلطان بہلول سلطان حسین کے مقابلے پر اٹاوہ میں تھا۔ وہ سلطان علاء الدین کی تعزیت کے لیے بدایوں آیا۔ اس کی ماتم پرسی کی رسم کے بعد اس کے بیٹوں سے بدایوں لے کر اپنے آدمیوں کے حوالہ کر دیا۔ اس نے اپنے لیے اس بے مروّتی اور بے وفائی کو درست سمجھا۔ بیت:

ختم ہو گیا لحاظ وفاداری مٹ گئی
عنقا و کیمیا کی طرح نام رہ گیا

بہلول وہاں سے دہلی آ گیا۔ اس نے طاقت، قوت دبدبہ سب کچھ حاصل کر لیا۔ کامیابی کے ساتھ سلطنت کی۔ اس کا ظاہر آراستہ اور باطن پیراستہ تھا۔ شریعت کی سختی سے پابندی کرتا تھا۔ ہر حال میں دین کی راہ پر چلتا۔ دین پروری کرتا۔ عدل وانصاف میں بہت مبالغہ کرتا تھا۔ زیادہ تر وقت علما کی صحبت اور درویشوں کی سنگت میں گزارتا۔ غریبوں مسکینوں کی خبر گیری کرتا۔ آخر کار موضع بلاوَلی عمل داری سکیت میں طبعی موت سے دنیا کو چھوڑ گیا۔ ترجمہ ابیات:

آٹھ سو اٹھانوے میں چل بسا دنیا کو چھوڑ
ملک گیر عالم کشا بہول شاہ رب کے حضور
ملک لے سکتے ہو تلواروں سے لیکن موت تو
خنجرِ معقول سے ہوتی نہیں بالکل بھی دور

اس کی مدّتِ سلطنت اڑتیس سال آٹھ مہینے سات دن ہوئی۔

سلطان سکندر عرف شہزادہ نظام خاں ولد سلطان بہلول

کچھ اُمرا یہ چاہتے تھے کہ بہلول کے بڑے بیٹے شہزادہ باربک شاہ کو تخت پر بٹھا دیں اور کچھ لوگ سلطان کے پوتے اعظم ہمایوں کی سلطانی پر رضامند تھے۔ سلطان سکندر کی والدہ نے جو سنار بچی تھی اور تمام بیگموں کے مقابلے سلطان کے زیادہ قریب تھی نیز اکثر امرا بھی اس کے ساتھ تھے اپنے بیٹے کے بارے میں پیغام بھیجا۔ سلطان کے چچیرے بھائی عیسیٰ خان نے جو بظاہر اس سے بڑا شیر وشکر تھا گالیاں بک کر کہا کہ سنارنی کے بیٹے کو ہم کیسے بادشاہ بنا دیں۔ باربک شاہ کے ہوتے ہوئے جو اصل نسل ہے اقبال اور سعادت مندی کے آثار جس کی پیشانی

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

سے نمایاں ہیں، ہم یہ خفت کیسے گوارا کریں گے۔ خان خاناں نے جو کہ دہلی کے اُمرا میں سے تھا کہا کہ سلطان کی رحلت کو ابھی دو دن ہی ہوئے ہیں، تم اس کی بیگم کو گالیاں دے رہے ہو۔ عیسیٰ خان نے کہا تُو تو نوکر ہے تیرا کیا، تُو ہم رشتے داروں میں دخل دینے والا کون ہے۔ خان خاناں نے غصہ ہو کر کہا میں سلطان نظام کا نوکر ہوں۔ یہ کہہ کر وہ اُٹھ کر چلا گیا۔ پھر تمام امرا کو ملا کر شہزادہ نظام کو سلطان سکندر کا خطاب دے کر سن آٹھ سو اٹھانوے میں قصبہ جلالی میں تخت حکومت پر بٹھا دیا۔ اس کے نام کا سکّہ اور خطبہ جاری کر دیا۔ اب سلطان نے اندیشناک ہو کر جونپور جا کر بڑے بھائی باربک شاہ پر یورش کی۔ جنگ فتح کر کے اس ولایت کو بدستور اس کے سپرد کر دیا اور اپنے نام کا سکّہ و خطبہ جاری کیا۔ اسی کے ساتھ ساتھ سلطان حسین والیِ جونپور سے بھی جو سلطان بہلول سے کئی بار شکست کھا کر دُور دراز کے علاقوں میں چلا گیا تھا اور باربک شاہ سے لڑتا رہتا تھا اس سے بھی لگاتار جنگ کر کے مظفر و منصور ہوا۔

کہتے ہیں کہ جب دہلی کی سلطنت کی باری محمد شاہ ولد فیروز شاہ کی آئی تو اس نے ملک سرخواجہ سرا کو جسے خواجہ جہاں کا خطاب ملا ہوا تھا سلطان الشرق کا خطاب دے کر جونپور اور اس کی حدود میں اس کی جاگیریں مقرر کر کے وہاں بھیج دیا تھا۔ جب سلطان محمد شاہ کی شان و شوکت جاتی رہی تو سلطان الشرق نے غلبہ پا کر پرگنہ کول، اٹاوا، کنیلہ، بہرائچ، ریڑی، بہار اور ترہٹ وغیرہ پر قبضہ کر کے وہاں استقلال سے حکومت کرنے لگا۔ اور سن آٹھ سو چھیانوے میں اپنے نام کا سکّہ اور خطبہ جاری کر دیا۔ اس ولایت کو نئی رونق دے کر طبعی موت سے مر گیا۔

اس کی حکومت کی مدت سولہ سال ہوئی۔

سلطان مبارک شاہ

یہ سلطان الشرق کا بیٹا تھا۔ اس نے چالیس سال کچھ مہینے حکومت کی۔

محمود شاہ ولد سلطان ابراہیم شرقی

اس نے اکتیس سال حکومت کی۔

سلطان محمد شاہ

اس کی مدت حکومت تین سال پانچ مہینے ہوئی۔

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

سلطان حسین خان ولد سلطان محمد شاہ

اس نے گیارہ سال حکومت کی۔

پھر اس علاقہ پر سلطان سکندر غالب آ گیا۔ اس نے اس ولایت کو سلطان حسین سے چھڑا لیا۔ اگرچہ سلطان بہلول نے اس ملک کو فتح کر کے اپنے آدمیوں کے حوالہ کر دیا تھا۔ لیکن طرح ہونا چاہیے اس طرح ضابطہ نہیں ہوسکا تھا۔ اس بار سلطان سکندر نے مظفر و منصور ہو کر پوری ولایت کو ضبط کر لیا۔ اور جو علاقے دہلی کے سلطانوں سے نکل گئے تھے ایک سو دو سال بعد پھر ولایت دہلی میں مل گیا۔

القصہ سلطان نے استقلال سے حکومت کی۔ عدل و انصاف کی رسم جاری کی۔ اس کے عہد میں غلہ ارزاں تھا، رعایا کے لیے امن و امان تھا، لوگ اپنے اپنے کام دھندوں میں مشغول رہے۔ یہ شرعی امور کی ترویج و اشاعت کا بہت پابند تھا۔ اس میں دینی تعصب بھی بہت تھا۔ اس نے اکثر مقامات کے بت خانے ڈھائے تھے، مدرسہ مسجدیں تعمیر کیں۔ متھرا اور دوسرے مقامات پر ہندوؤں کو اسنان کرنے سے روک دیا تھا۔ تھانیسر کے بت خانہ کو بھی ڈھانا چاہتا تھا، مگر علما نے کہا کہ پرانے مندروں کا ڈھانا جائز نہیں ہے، اور نہ کفار کو اسنان اور میلوں سے روکنا چاہیے۔ سلطان نے غصہ ہو کر علماء سے کہا کہ تم لوگ تو ہندوؤں کی طرف داری کر رہے ہو۔ علما نے جواب دیا کہ اسلاف کی کتابوں میں جو لکھا ہے اسے بتانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ غرض یہ کہ سلطان بہت ہی متعصب تھا۔ کافروں کو خوار اور ذلیل رکھتا تھا۔ اس نے یہ مقرر کر دیا تھا کہ ہندو کافوری رنگ کا تھوڑا سا کپڑا اپنے کاندھے کے برابر سی لیا کریں تاکہ اسلام کی اطاعت اور ہندوؤں کی علامت ظاہر ہو جائے۔ ہندوؤں کی کتابیں جہاں بھی جس کے پاس بھی مل جاتیں انھیں جلا ڈالا۔ کفار میں جو پگڑی باندھتا اس سے جزیہ لیتا اس لیے اکثر ہندو سر پر تھوڑا سا کپڑا باندھتے تھے۔ پگڑی باندھنا چھوڑ دی تھی، بہت ہی خوار اور حقیر تھے۔ ایسے ذلیل ہوئے کہ روزمرّہ کے کاروبار سے عاجز آ گئے۔ ایک دفعہ ایک زنّاردار پر اسلام کا الزام رکھ دیا، پھر سلطان نے ممالکِ محروسہ کے تمام علما فضلا کو بلا کر اس نے اپنا دعویٰ پیش کیا، مگر اس شخص نے نہیں مانا تو اس کو قتل کر دیا۔ ہندوستان کے سلطانوں میں یہی وہ پہلا شخص تھا جس نے ہندوؤں کو

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

خوار و ذلیل کیا۔ اسلام کے دعوے سے برہمنوں کو مار ڈالا۔ مسلمانوں کی بہت رعایت کرتا تھا، عاشورے کے دن مستحقوں کو خوب خیر خیرات کرتا۔ مسجدوں، مدرسوں میں امام، مؤذن، خطیب، مدرّس مقرر کر دیے تھے۔ ان لوگوں کو سرکار سے وظیفہ دیتا تھا۔ سپاہ اور رعایا کے احوال کی بڑی خبر داری کرتا اور حد یہ تھی کہ گھروں کے احوال بھی جانتا تھا۔ کبھی کبھی رات کو شاہی لباس اُتار کر اکیلا کوچہ و بازار میں جا کر امرا اور دوسرے لوگوں کی حقیقتِ احوال جانتا۔ لوگ گمان کرتے کہ سلطان کی ایسی بات ہے کہ وہ لوگوں کے بھید جانتا ہے۔ کوئی کہتا کہ کوئی طلسمی چراغ اس کے ہاتھ لگ گیا ہے۔ اس کو روشن کرنے سے جنات سامنے آ جاتے ہیں اور روئے زمین کی کیفیت، بادشاہوں کے روزمرہ کے احوال دُنیا بھر کے حالات جوں کے توں اسے بتا دیتے ہیں۔ خزانے اور ممالک کی دوسری چیزیں سلطان کو لا دیتے ہیں۔

غرض سلطان بہت ہوشیار اور سمجھ دار تھا۔ امرا کو اپنے قابو میں رکھتا تھا۔ اگر کہیں کسی لشکر کو متعین کرتا تو روزانہ ہراول، قراول، چنداول، جرانفار، برانفار صفوں کے راستے کرنے کا فرمان صادر کرتا۔ میدانِ جنگ کے بارے میں آگے بڑھنے کی بابت، مخالف پر حملہ کرنے، قلعہ کا محاصرہ کرنے وغیرہ کے بارے میں فوج کے سرداروں کو احکام بھیجتا تھا۔ اس کے نوکروں میں سے کسی ایک کو یہ مجال نہ تھی کہ اس کے حکم کی خلاف ورزی کر سکے۔ ڈاک چوکی کے اسباب ہمیشہ موجود رہتے۔ سرحد کے امرا، جنھیں وہ فرمان صادر کرتا، دو تین کوس اس کے فرمان کا استقبال کرنے آتے۔ وہاں چبوترا بناتے۔ جو شخص فرمان لے کر آتا اس کو چبوترے پر کھڑا کرتے۔ امیر چبوترے کے نیچے کھڑے ہو کر وہ فرمان دونوں ہاتھوں سے اپنے سر پر رکھتا۔ اسی حالت میں جامع مسجد کے منبر تک لے کر چلتا، وہاں فرمان پڑھا جاتا تھا۔ پرگنوں اور ولایتوں کے واقعات روزانہ اس کے پاس پہنچتے وہ ممالک کے واقعات سے واقف ہوتا۔

آخر کار سلطان کو ایک سخت بیماری ہوگئی۔ سانس کی نالی بند ہوگئی۔ پانی کی بوند تک اندر نہیں جاتی تھی۔ ترجمہ ابیات:

سکندر کی تو دُنیا بھر پر حکم رانی تھی / مگر جب وہ دُنیا چھوڑ کر جانے لگا / تو اسے دنیا کے مقابلے یہ بات بھی میسر نہیں ہوئی / کہ اس کو تھوڑی دیر کی مہلت مل جاتی / دُنیا بھر کا بادشاہ سکندر تک نہیں رہا / جب سکندر نہیں رہا تو اور کون رہ سکتا ہے۔

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

اس کی سلطنت کی مدت چھبیس سال پانچ مہینے ہوئی۔

سلطان ابراہیم ولد سلطان سکندر ولد بہلول

اس کے لیے ایک جڑاؤ تخت بنوایا گیا۔ نفیس جواہرات، آب دار موتی، طرح طرح کے پھول، لعل ہیرے لگائے گئے۔ ہر پھول کی صورت اس میں نظر آتی اور دیکھنے والوں کے ہوش اُڑا دیتی۔ اس کی خوبصورتی سے لوگوں کو حیرت ہوتی۔ ترجمہ ابیات:

میں اسے تخت نہیں کہتا وہ تو بلند آسمان تھا/ ساتوں آسمان اس کے سر سے بہرہ مند ہوتے تھے/ اس نے دُنیا کو سکون بخش دیا تھا/ وہ ثابت مطلق اور ثابت قدم تھا/ جم اور خاناں جیسے بادشاہ بھی سو قدم اس کے لیے چلتے تھے/ اور وہ اپنی جگہ سے ایک قدم آگے نہیں بڑھتا تھا/ اس کے چاروں پایوں کی رائے بدلتی نہیں تھی/ اس کے ہر کندے کے کناروں سے شکر پیدا ہوئی تھی/ وہ آلتی پالتی مار کر زمین پر بیٹھتا تھا/ اور بادشاہ اس پر زانو نشین ہوتا تھا (ادب سے گھٹنوں کے بل بیٹھتا تھا)۔

سنہ نو سو چوبیں میں سلطان نے تختِ حکومت پر جلوس کیا۔ اپنے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کیا۔ نام دار مشہور اُمرا پر بھی اس کا ضبط و تسلّط بہت تھا، ارکانِ دولت میں سے کسی کو یہ مجال نہ تھی کہ بال برابر بھی اس کی خلاف ورزی کر سکیں۔

چونکہ موقع پرست سیاہ باطن لوگ اپنے مطلب کے لیے یہ نہیں چاہتے کہ کوئی فرماں روا مستقل ہو سکے لہٰذا شہزادہ جلال خاں کو جو سلطان کا چھوٹا بھائی تھا بہکا کر سلطنت کا مدعی بنا دیا۔ آخر انھیں اُمرا نے بیچ میں پڑ کر یہ طے کیا کہ جونپور کی سرحد تک کا علاقہ سلطان کا ہو، اور جونپور میں شہزادہ جلال خاں حکومت کا مسند نشین ہو۔ چونکہ شرکت میں بادشاہت چلتی نہیں ہے اور ایک نیام میں دو تلواریں نہیں سماتیں۔ ترجمہ نظم:

ایک مقام پر دو جمشیدوں کی بزم سجے یہ کس نے دیکھا ہے/ ایک نیام میں دو تلواریں کس نے دیکھی ہیں/ کسی نے آج تک یہ نہیں سنا کہ آسمان میں دو چاند ہوئے ہیں/ ایک ملک دو بادشاہوں کے لیے تنگ ہوتا ہے۔

شہزادہ کے جونپور رخصت ہونے کے بعد عقل مند وزیروں نے اس مصلحت کو پسند نہیں

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

کیا۔ سلطان نے پھر شہزادہ کو طلب کرنے کا فرمان دے دیا کہ کسی مشورہ کے لیے واپس یہاں آ جائے۔ شہزادہ نے جواب میں لکھا کہ میں مبارک گھڑی میں روانہ ہوا ہوں، اب تو بس منزلِ مقصود پر روانہ ہو رہا ہوں، اور آنے کے لیے راضی نہیں ہوا۔ معذرت کر کے چل پڑا۔ منزلیں طے کر کے جونپور میں داخل ہو کر حکومت کی مسند پر بیٹھ گیا۔ اب سلطان نے اس علاقے کے بڑے اُمرا کو اپنی مہربانیوں کا اُمیدوار بنا کر شہزادے سے برگشتہ کروا دیا۔

ان حالات میں شہزادے نے لحاظ چھوڑ کر علانیہ مخالفت کا نقارہ بجا دیا۔ اس ولایت میں اپنے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کر دیا۔ سلطان جلال الدین خطاب اختیار کر کے لشکر فراہم کرنے کے بعد جنگ کے لیے مستعد ہو گیا۔ اعظم ہمایوں سروالی جو کہ بڑے امیروں میں سے تھا اور اس کے پاس جمعیت بھی تھی، وہ بھی اس کے ساتھ مل کر لڑنے کو تیار ہو گیا۔ سلطان اس یورش کو دفع کرنے آیا۔ اعظم ہمایوں اس کی تاب نہ لا سکا۔ مجبوراً شہزادہ سے الگ ہو گیا اور اس نے سلطان کی ملازمت کر لی۔ شہزادہ بھی نادم ہو کر خدمت میں حاضر ہونا چاہتا تھا مگر سلطان نے قبول نہ کیا۔ اب شہزادے نے راجا بکرماجیت ولد راجا مان سنگھ حاکم گوالیار سے پناہ لے لی۔ چنانچہ اعظم ہمایوں سروالی تیس ہزار سوار، تین سو ہاتھی اور بھاری توپ خانہ کے ساتھ گوالیار پر یورش کرنے آ گیا۔ شہزادہ تاب نہ لا کر گوالیار سے بھی نکل کر مالوہ چلا گیا۔ وہاں ولایت گوندوانہ میں پہنچا مگر وہاں کے حاکم نے نامردی اور بے مروّتی کی وجہ سے شہزادے کو گرفتار کر کے سلطان کے پاس بھیج دیا۔ سلطان نے اسے ہانسی کے قلعہ کی طرف روانہ تو کیا مگر بے رحمی سے راستے میں ہی قتل کروا دیا۔ نظم:

شربتِ سلطنت و جاہ ہے اتنا میٹھا
بادشاہ اس کے لیے اپنوں کو مروا ڈالیں
مت بہا ملک کی خاطر کسی آزردہ کا خون
جام ہیں تیرے نہ ایسا کہیں بادہ ڈالیں

یہ سلطان نوجوان تھا۔ جو کام عقل مند بادشاہوں کے لائق نہ ہوں وزیروں کے مشورے کے بغیر کر لیا کرتا تھا۔ ارکانِ حکومت کو ذرا ذرا سے قصوروں بلکہ بے قصور بھی قید میں ڈال دیتا تھا، اس لیے اُمرا اُس سے آزردہ رہتے تھے۔ شروع میں اس کا جور عب و دبدبہ تھا اب امیروں کے

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

دل سے نکل گیا تھا۔ سلطنت کے معاملات میں خلل واقع ہوگیا۔ کہتے ہیں بادشاہوں کی تلوّن مزاجی سے ڈرتے رہنا چاہیے۔ کبھی تو یہ سلام سے بھی رنجیدہ ہوجاتے ہیں اور کبھی گالیوں پر بھی انعام دے دیتے ہیں۔ عنایت کریں تو ہزار قصور واگزار کردیں اور عتاب میں ہوں تو بے گناہوں کو نیزوں سے مروادیں۔ بندہ نوازی پر آئیں تو گناہگاروں کو نجات کا مژدہ سنادیں اور اعتراض پر اُتریں تو راسخ الاعتقاد مخلصوں کو بھی بے عزّت کرکے ذلیل کردیں۔

القصہ سلطان نے میاں بھویہ کو جو وزیر ہونے کے ساتھ ساتھ سیّد بھی تھا بغیر کسی جرم و قصور کے قید کردیا، اور کسی ایسی بات کے پیش آئے بغیر ہی کہ جس سے قتل کیا جانا چاہیے کچھ بداندیشوں کے بہکانے سے اس بے گناہ کو مرواڈالا۔

کہتے ہیں کہ میاں بھویہ کی عقل مندی بھی عجیب ہی تھی۔ ایک دن سلطان سکندر نے موٹھ غلہ کا ایک دانہ جو اسے جامع مسجد میں مل گیا تھا میاں بھویہ کے ہاتھ میں دے دیا۔ میاں بھویہ کورنش بجالایا۔ پھر اس کے دل میں یہ بات آئی کہ اس دانے نے بادشاہ کے ہاتھ چومنے کی سعادت حاصل کی ہے لہٰذا کوئی ایسی تدبیر کریں کہ اس کو ابدی زندگی مل جائے۔ چنانچہ اسے اپنے گھر کے باغ میں بودیا۔ اس کی پرورش میں خوب احتیاط برتی۔ اس کے کئی خوشے نکلے۔ دو سو سے بھی زیادہ دانے پیدا ہوگئے۔ اسی طرح کئی سال تک لگاتار انھیں بوتا رہا اور کئی سال تک ان کی پیداوار اکٹھی کرلی۔ اس کو بیچ کر کافی رقم سے شہر میں ایک خوبصورت مسجد تعمیر کروائی۔ پھر اس موٹھ کے دانہ اور مسجد کی حقیقت کو سلطان سے عرض کیا۔ سلطان نے اس کی عقل پر آفریں کی۔ شاہانہ عنایت سے اس کی تنخواہ بڑھا کر سرفراز کیا اور اس مسجد کا مسجد موٹھ نام رکھ دیا۔ وہ مسجد دہلی میں اب تک قائم ہے اور اسی نام سے مشہور ہے۔

القصہ سلطان نے ایسے سمجھ دار شخص کو ناحق مرواڈالا۔ اسی طرح اعظم ہمایوں سروالی کو، جس نے گوالیار کے قلعہ کا محاصرہ کیا تھا، آگرہ بلا کر قید کردیا۔ اب اس کے بیٹے اسلام خاں نے جو مانک پور کا حاکم تھا اور بغاوت کردی تھی، چالیس ہزار سوار، پانچ سو ہاتھی اکٹھا کرکے لڑنے کے لیے آمادہ تھا، پیغام بھیجا کہ اعظم ہمایوں کو قید سے چھوڑ دو تو میں تمھاری مخالفت نہیں کروں گا۔ سلطان نے اس کی بات قبول نہ کی اور اس کے لیے ایک لشکر متعین کردیا۔ سخت جنگ ہوئی اور اسلام خاں معرکہ میں مارا گیا۔ اعظم خاں کی قید خانہ میں ہی موت ہوگئی۔ پھر بہار خاں

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

ولد دلاور خاں نے بہار میں بغاوت کردی۔ تقریباً ایک لاکھ سوار اکٹھا کر کے سنبھل پر قابض ہو گیا۔ اس نے سلطان محمد خطاب اختیار کر کے اپنے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کردیا۔ اسی طرح سلطان سے ہر طرف افغان وغیرہ روگرداں ہو گئے اور مخالفت کے پرچم بلند کر لیے۔ دولت خاں لودی مخالف ہو کر لاہور سے محمد ظہیر الدین بابر بادشاہ کے پاس کابل چلا گیا۔ اس سے پناہ لے کر ہندوستان چلنے کی درخواست کی۔ چنانچہ بادشاہ موصوف بھاری لشکر کے ساتھ کابل سے ہندوستان آ گیا۔ پانی پت میں سلطان ابراہیم سے سخت جنگ ہوئی۔ بابر مظفر و منصور ہو گیا اور سلطان مذکور میدانِ جنگ میں مارا گیا۔

اس کی سلطنت کی مدت سات سال ہوئی۔ سلطان بہلول سے سلطان ابراہیم تک تین شخصوں نے اکہتر سال پانچ مہینے بیس دن حکومت کی۔ یہاں پر سلطان بہلول کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ نظم:

آ بتا پرویز نے دُنیا سے کیا حصہ لیا
پوچھ جا کر یہ کہ کسریٰ لے گیا دُنیا سے کیا
اُس سے لے کر دوسروں کو دے گیا وہ ملک و مال
سونپ کر اپنے خزانے دوسروں کو چل بسا

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

ظہیرالدین محمد بابر بادشاہ ولد عمر شیخ

ولد سلطان ابوسعید مرزاولد محمد سلطان مرزا ولد جلال الدین میران شاہ مرزا ولد حضرت صاحب قران امیر تیمور گورکان

امیر تیمور گورکان

سلطانوں کے واقعات اور بادشاہوں کے قصوں کے طلب گاروں پر یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ خدا تعالیٰ اپنے نہ ٹلنے والے حکم سے دُنیا اور دُنیا والوں کے معاملات کا انتظام اور ان کے امور کی انجام دہی جس طرح ہونا چاہیے ویسی ہی اپنے ازلی ارادہ اور لم یزلی مصلحت سے کرتا ہے۔ ہر بندہ کو اس کے ذاتی استحقاق اور جبلی استعداد کے مطابق خاص مرتبوں پر پہنچاتا ہے۔ جس شرافت کا وہ سزاوار ہوتا ہے عطا کرتا ہے۔ قضا و قدر کے کارفرماؤں نے ہفت اقلیم کی سلطنت صاحب قراں امیر تیمور گورکان کو ودیعت کی تھی۔ چنانچہ شیرخوارگی کے زمانہ میں سروری اور سرداری کے اطوار ان سے ظاہر ہوتے تھے۔ سلطنت اور رعایا پروری کا نور پیشانی سے چمکتا تھا، اور جب حدِ تمیز کو عمر پہنچی تو اس کی حرکات و سکنات سے جہاں داری و فرماں روائی کی بو اس طرح آتی تھی جیسے نسیم بہاری یا خوشبوؤں کی نکہت مہکتی ہے۔ اس کی باتوں سے حکومت کا نور اس طرح چمکتا تھا جیسے آذری بادلوں سے بجلی چمکتی ہے۔ اپنے ہم عمر ساتھیوں میں کھیلتا بھی تو حکمرانی اور فرماں روائی کے علاوہ کوئی بات زبان پر نہیں لاتا تھا۔ لشکر کشی اور صف آرائی کے علاوہ کوئی اور کھیل بھی نہیں کھیلتا تھا۔ بیت:

کھیلنے کا ارادہ بھی ہوتا تو / تخت و تاج کے علاوہ کوئی اور بات نہیں کرتا تھا / اس کا جھکاؤ صرف فرماں دہی کی طرف تھا / بچوں کی فوج اکٹھی کرتا تھا / لکڑی اور بانس کے آدمی بناتا / پھر کام کے لیے باہر روانہ کرتا / اور یوں فرض کرتا کہ وہ فرماں رواہ ہے / اور تخت پر نفیر بجاتا / کھیل میں کسی ماتحت کا جرم پتہ چل جاتا / تو نیزہ سے اس کا سر کاٹ ڈالتا تھا / ماتحتوں کو سزا دینا کافی ہے / تا کہ برے لوگ سرکشی نہ

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

کریں/ اس کے کھیل اس طرح کے ہوا کرتے تھے/ اور کھیل کھیل میں ہی وہ سرفراز ہو گیا/ دن رات جنگ اور شکار کا کھیل تھا/ دل اور جان میں لڑائی کی ہی فکر تھی۔

القصہ والیِ توران نرم شیریں کی خدمت میں جو کہ چنگیز خاں کی نسل سے تھا اور اس کا ہم جد (ایک ہی دادا کی اولاد) بھی تھا رہا کرتا تھا۔ اس کی ذاتی شجاعت اور فطری بہادری سے روز بروز مرتبہ بلند ہوتا گیا۔ آہستہ آہستہ وہ وقت آ گیا کہ اس کا مرتبہ تمام اُمرا سے بڑھ گیا اور یہ امیر الامرا کے درجہ تک پہنچ گیا۔ جس تاریخ کو اس کے والد بزرگوار طراخاں کی رحلت ہوئی جس نے حکومت چھوڑ کر گوشہ نشینی اور اطاعت وعبادت اختیار کر لی تھی اس وقت اس کی عمر پچیس سال تھی۔ قسمت کے ستاروں کی روشنی بلند نصیبی اور اقبال کی مدد سے نرمہ شیریں والیِ توران کے فوت ہونے کے بعد دِلکشا خطہ بلخ میں بہ فرمان دہلی کے تخت پر بیٹھا۔ اپنے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کیا۔ سمرقند کو دارالحکومت قرار دیا۔ عالمگیری کے پرچم بلند کیے۔ جہاں بانی کے نقارے بجائے۔ تھوڑے دنوں میں ہی ولایت ماوراء النہر خوارزم، ترکستان، خراسان، عراق، آذربائیجان، فارس، مازندراں، کرمان، مصر، شام، روم، کابلستان، زاہدستان، کرجستان، ہندوستان اور دوسری ولایتیں اپنے تصرف میں لے لیں۔ مما لکِ روس میں بھی وہاں کے حاکموں کے باوجود اپنے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کیا۔ اس طرح روئے زمین کے فرماں رواؤں کو اپنا فرماں بردار بنالیا۔ ترجمہ ابیات:

اس نے ناف سے ناف تک ایک سرے سے دوسرے سرے تک ولایتیں ضبط کر لیں/ ستم گر لوگ فرار ہو کر اطراف میں چلے گئے/ دُنیا میں کوئی ایسا تاجدار نہیں تھا/ جس نے اس کے سامنے آنکھوں سے جھاڑو نہیں دی ہو، نظریں نہیں جھکائی ہوں/ جس تاجدار کو بھی سرکش بے باک پایا/ اس کا سر معہ تاج کے زمین پر گرا دیا/ ہر ولایت سے کوڑا کرکٹ صاف کر دیا/ زمین کے گلزار میں ایک کانٹا بھی نہیں رہنے دیا۔

اس نے پینتیس سال استقلال سے فرماں روائی کی۔ پھر سن آٹھ سو سات میں مقام ابرار میں جو کہ سمرقند سے دو سو کوس کی دوری پر ہے، جب علاقہ خطابت کی طرف متوجہ تھا، سخت بیمار پڑ کر اکہتر سال کی عمر میں فوت ہو گیا۔ ترجمہ نظم:

سلطان تیمور جیسا کوئی بادشاہ نہیں ہوا/ یہ سن سات سو چھبیس میں پیدا ہوا تھا/

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

سات سو بہتر میں تخت پر بیٹھا اور آٹھ سو سات میں دُنیا کو چھوڑ کر چلا گیا۔

سلطان جلال الدین میراں شاہ

یہ حضرت صاحب قران کا تیسرا بیٹا تھا۔ عراق، آذربائیجان، دیارِ بکر اور سنام کا حاکم تھا۔ سن آٹھ سو دس میں قرا یوسف ترکمان کے ساتھ سرنیر کے قریب جنگ میں شہید ہوا۔

سلطان محمد مرزا

یہ جلال الدین میراں شاہ کا دوسرا بیٹا تھا۔ اپنے بڑے بھائی خلیل سلطان مرزا کی خدمت میں سپہ سالاری وسرداری کیا کرتا تھا۔ جب خلیل سلطان خراساں چلا گیا تو مرزا الغ بیگ ولد شاہ رُخ مرزا ولد صاحب قران جو کہ چچیرا بھائی تھا سیر کرنے گیا۔ مرزا الغ بیگ کو علم نجوم میں بہت مہارت تھی۔ وہ آسمان کے صفحہ پر ستاروں کی حرکت، اُن کا سعد و نحس ہونا، یہ سب کچھ پڑھا کرتا تھا۔ نجوم کی کتابوں کا مشاہدہ کیے بغیر ہی سیّاروں کے برج میں داخل ہونے، نکلنے، ان کی خصوصیات اور نتیجے سب باتیں بتا دیتا تھا۔ لوگوں کے اپنے احوال راز بتائے بغیر ہی ان کے دلی راز اور احوال بیان کر دیتا تھا۔ زائچے کے اکثر احکام اس علم کے جاننے والوں کے مقدموں میں اس شخص کی یادگار ہیں جو انھوں نے نجوم کی کتابوں میں لکھے ہیں۔

القصہ سلطان محمد مرزا جو الغ بیگ کے پاس رہ رہا تھا اپنی طبعی موت مر گیا۔

سلطان ابو سعید مرزا

یہ سلطان مرزا کا بیٹا تھا۔ پچیس سال کی عمر تک تختِ حکومت پر بیٹھا۔ اس نے ترکستان، ماوراء النہر بدخشاں، کابل، غزنین، قندھار اور حدود ہندوستان پر اٹھارہ سال حکومت کی۔ آخری عمر میں عراق بھی لے لیا تھا۔ سن آٹھ سو تہتر میں میں ایک ایسا اتفاق پیش آیا کہ قندھار میں حسن ولد یوسف حاکم آذربائیجان سے جنگ ہوگئی۔ اس جنگ میں شاہ رُخ مرزا کے چوتھے پوتے یادگار مرزا نے جو کہ اس کا نوکر تھا سلطان کو قتل کر دیا۔

عمر شیخ مرزا

یہ ابو سعید مرزا کا چوتھا بیٹا اور فرغانہ کا حاکم تھا۔ آذر گنج کی ولایت بھی اسی سے متعلق تھی۔

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

خطہ اندرجان فرغانہ کی تخت گاہ تھا۔ سلطانی عمارتوں کے جرگہ کے توپ خانے کی وجہ سے سنہ آٹھ سوننانوے میں اُنتالیس سال کی عمر میں ہی خدا کی رحمت میں چلا گیا۔ اس وقت سلطان احمد مرزا نے جو کہ عمر شیخ مرزا کا بڑا بھائی اور سمرقند کا حاکم تھا۔ سرآمد خاں پر لشکر کشی کی۔ کافی عرصے تک محاصرہ کیا۔ خدا کی قدرت سے اُس کی فوج اس کے لشکر پر غالب آ گئی۔ اکثر آدمی اور چوپائے تلف ہو گئے، لہٰذا وہاں سے ذجاسر کی طرف چلا گیا۔

حضرت ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ ولد شیخ عمر مرزا

یہ بارہ سال کی عمر میں سن آٹھ سوننانوے میں اندجان میں تخت حکومت پر بیٹھا۔ گیارہ سال تک ماوراء النہر میں چغتا دسلاطین کے ساتھ کئی سخت جنگیں ہوئیں۔ تین بار اپنے چچا احمد مرزا پر غالب آیا اور سمرقند فتح کر لیا۔ ازلی مشیت یہ تھی کہ اس کے اقبال کا مظاہرہ ہو اور ہندوستان اس عالم تاب آفتاب کی روشنی سے اس جہاں افروز سورج کی کرنوں سے ہمیشہ کے لیے جگمگا جائے۔ چنانچہ سمرقند سے نکل کر تھوڑے سے لوگوں کے ساتھ بدخشاں آیا۔ یہاں حسن شاہ سے جنگ کر کے فتح حاصل کی۔ پھر وہاں سے کابل آیا اور محمد مقیم ولد ذوالنون سے اور اس کے مددگار عبدالرزّاق مرزا اور الغ بیگ مرزا ولد سلطان ابوسعید مرزا اپنے چچیرے سے جنگ کی۔ جنگ میں کامیابی حاصل ہوئی۔ کابل پر قابض ہو کر ان لوگوں سے اُسے چھڑا لیا۔ محمد مقیم شکست کھا کر کابل سے نکل کر اپنے بھائی کے پاس قندھار چلا گیا جو وہاں کا حاکم تھا۔

اب بابر استقلال کے ساتھ کابل اور بدخشاں کی مسند پر بیٹھ گیا۔ عیش و عشرت سے زندگی گزارنے لگا۔ اس سے پہلے (تیمور کی) اولاد کو مرزا کہا کرتے تھے۔ اس علاقہ میں بابر نے بھی یہ خطاب اختیار کر کے مسرّت و کامرانی کا جشن منایا۔ خوشیوں، شادمانیوں کی بزم آراستہ کی۔ بہار کا پورا موسم کابل میں مسرتوں اور فرصتوں میں گزر گیا۔ اس علاقے کی آب و ہوا بابر کے مزاج کو موافق آ گئی۔ یہاں کا پانی اور یہاں کے پھل اس کو راست آ گئے۔ بے شک جنت مثال کابل کی تعریف و توصیف شرح و بیان کی حدود سے باہر ہے۔ یہ ایک بڑا شہر تمام خوبیوں کا مجمع، اُونچی اُونچی عمارتیں، لمبا چوڑا، تمام دُنیا کے نوادرات پورے زمانے کی عجیب عجیب جنسیں یہاں موجود۔ چھپے ہوئے بازار، دُکانوں کا سلسلہ ایسا جیسے موتیوں کی لڑی۔ فولادی بنیاد والا

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

قلعہ، اپنے کنگروں کی زبان سے آسمانوں سے باتیں کرتا ہے۔ پہاڑ ایسے بلند کہ آسمان کی برابری کریں۔ خوبصورت ماحول جنگ کا نمونہ، روضۂ رضواں جیسی بہار، پوری زمین پر پھل دار پیڑ، چاروں طرف تروتازہ باغ، اس کی بادِ بہاری مردہ دلوں کو مسیحائی کا اعجاز دِکھائے۔ نوروز کی فضا پژمردہ جانوں میں دمِ عیسیٰ ڈال دے، زندگی بخش دے۔ طرح طرح کے میووں کی لذّت، قسم قسم کے پھلوں کی مٹھاس ہندوستانیوں کو بھی کابلی بنادے۔ یہاں کی آب و ہوا کے کرشمے ہندوستان والوں کے دل سے نہ نکلیں۔ ترجمہ نظم:

خدا تعالیٰ کابل شہر کا محافظ ہو/ جب تک دُنیا رہے یہ چمن پھولوں سے بھرا رہے/
ممکن ہے کہ اس کے بہار والی فضا میں/ جسم سے نکلی ہوئی جان بھی واپس آ جائے۔

بابر کو کابل کا موسم بہت اچھا لگا۔ اس نے اس کو دارالسلطنت بنالیا۔

جس موسم میں بہار کی مشاطہ دُنیا کی دلہن کو سنوار رہی تھی، نوروز کی دایہ زمانے کو سجا رہی تھی، ابرِ بہاری عالم کے گلشن کو آب رو بخش رہا تھا اور مسیحا نفس نسیم سے نباتات میں جان ڈال رہا تھا اس ماحول میں بابر کے حکم کے مطابق شہر کے پاس ایک خوبصورت دل کشا باغ مسرّت بخش گلشن کی بنیاد ڈالی۔ یہ باغ تروتازگی میں جنت کی برابری کرتا تھا۔ اس نزہت کدے میں اِدھر اُدھر سے نہریں لاکر جاری کی گئیں تاکہ عاعِ طراوت کا ذریعہ بنیں۔ ایسا خوبصورت گلشن کہ اگر اسے جنت سے بھی نسبت دیں تو ٹھیک ہے۔ ایسا حسین گلبن کہ بوستانِ بہشت سے مطابقت کریں تو بھی درست ہو۔ اس کو دیکھو تو آنکھیں نرگس کی آنکھ کی طرح حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ جائیں۔ زبان تعریف کرنا چاہے تو اس کی طرح بول نہ سکے۔ سرو اور سفیدے آسمان سے باتیں کرتے۔ عرعر اور چنار کی شاخیں تو اتنی اُونچی کہ آسمان کے اُوپر پھیلی ہوئی۔ ہر جواں بخت درخت میں اس قدر پھل ہے کہ بوڑھوں کی طرح ان کی کمر جھکی ہوتی۔ شکر چڑھے ایسے میٹھے میوے کہ بہشت کا حلوہ۔ آگ کی گرمی کے بغیر ہی پکا ہوا۔ نوخیز پودوں کا قد جیسے سہی قامت محبوب پری۔ بھری بیلن جیسے سبز پوش دلبر، جنھیں دیکھ دیکھ کر طبیعت باغ باغ ہو جائے۔

ترجمہ ابیات:

خوشبو سے اس کی خاک بھی عنبر بنی ہوئی تھی/ اور اس کے میوے جنت کے میوے جیسے تھے/ میوے اس قدر تھے کہ اگر میں اُنھیں گننے لگوں تو/ شاخوں میں پھر

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

دوبارہ پھل آ جائیں/ اگر سیت کی قسمیں گننے لگوں تو/ ساری قسمیں گن تک نہ سکوں/ گلابی سے سائس کو مشکیں بنالوں تو/ سرخ سیب کی تحسین کروں/ زردالو کی توصیف بیان کرنے لگوں تو/ دل اور زبان کو خوش کرلوں/ شفتالو کے بارے میں تو کچھ کہہ ہی نہیں سکتا/ اس بات کو کچھ اور ہی موڑ دوں/ آلوچہ کے گن گانے لگوں تو/ سوچتے سوچتے میری فکر ہی گم ہو جائے/ سرخ آلو کا رنگ تو پوچھ ہی مت/ کسی باغ میں ایسے ملتے ہی نہیں/ بے دانہ شہتوت تو طبیعت کو خوش کر دیتا ہے/ دل کا پرندہ اس کے جال میں پھنسا کا پھنسا رہ جاتا ہے/ انگور کی تعریف کرنے بیٹھوں تو/ میری باتوں سے عقل مست ہو جائے/ صاحبِ عقل والوں کے لیے روح افزا ساتھی بنے/ حسینی کے بارے میں یہ بات سچ ہے/ کہ عاشقوں کے دل کو نوازتی ہے/ انار کے اوصاف بتاؤں تو/ طبیعت کی صندوق موتیوں سے بھر جائے/ آلو بالو انگور خندق اور امرود/ ان میں سب خوبیاں ہیں/ مجھے یاد آیا بادام کے بارے میں کیا کہنا ہے/ اس سروقد کی آنکھ بڑی لمبی ہے/ میرا منہ پستہ کی طرح کھلا رہتا ہے/ میں اسے بند کرلوں کہیں راز نہ کھل جائے۔

جس زمانے میں بابر کابل میں تھا اس وقت وہاں سن نوسو گیارہ میں زبردست زلزلہ آیا۔ قلعہ کی فصیلیں عمارتوں کی اوپر والی منزلیں زلزلہ کی شدت سے گر پڑیں۔ فغاں کے سارے گھر مکانات گر پڑے۔ ایک دن میں تینتیس بار زمین کو سخت جھٹکے لگے۔ حتیٰ کہ بہت سے لوگوں اور دوسرے جانداروں کی عمر کی بنیاد ہی ختم ہوگئی۔ ایک مہینے تک رات دن زمین میں زلزلے آتے رہے۔ فغاں اور مگر کے درمیان ایک گٹھے کی چوڑائی میں زمین کی سطح پھٹ گئی۔ پھٹی ہوئی جگہ سے پانی کے چشمے جاری ہوئے تھے۔ اسی طرح استر گنج میں بھی چھ فرسنگ تک زمین پھٹ گئی۔ ایسی پھٹی کہ کہیں کہیں تو اس پھٹن کے دونوں طرف ہاتھی جتنے اُونچے ٹیلے بن گئے۔ زلزلے کے شروع میں پہاڑوں سے سخت بگولے اُٹھے۔ قیامت کے آثار نمودار ہونے لگے۔ ہندوستان میں بھی اس وقت بڑا زلزلہ آیا تھا۔

غرض اس وقت بابر کابل میں تھا۔ اب اس نے اپنی فطری دلاوری اور ذاتی جرأت سے ہندوستان فتح کرنے کے لیے کمر باندھی۔ پانچ بار کابل سے یورش کی۔ پہلی بار سن نوسو بارہ

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

میں۔اس بار سرمہلہ تابع ملتان تک پہنچا تھا۔دوسری بار نوسو تیرہ میں، کابل خورد کے راستے سے آیا تھا اوراوّل عرب ملغان تک پہنچا تھا۔تیسری بار نوسو پچیس میں۔ بیرہ اور پنجاب تک آیا۔ چوتھی بار سن نوسو تیس میں لاہوراور دیبال پور تک یلغار کی،اور پانچویں بارسنہ نوسو تینتیس میں۔

چونکہ سلطان ابراہیم (لودی) کی بدسلوکی اور ظلم سے اکثر اُمرا اس سے برگشتہ ہو گئے تھے، لہٰذا چاروں طرف فتنہ وفساد برپا تھے۔ ہر طرف سلطان کا نوکر بغاوت کررہے تھے۔ دولت خاں کابل چلا گیا تھا۔لہٰذا ان حالات میں بابر نے ہندوستان پر چڑھائی کرنے کا پختہ ارادہ کرلیا۔اُس نے اپنے کچھ اُمرا کو پہلے سے لاہوراور دوسرے مقامات پر بھیج دیا تھا، پھر خود روانہ ہوا۔ آفتاب کی طرح ایک برج سے دوسرے برج میں یا ستاروں کی طرح ایک مقام سے دوسرے مقام پر منزلیں طے کرتا ہوا سندھ ندی کے کنارے پہنچ گیا۔ یہاں اس نے اپنے لشکر کا معائنہ کیا۔سوار، پیادے، سپاہی، سوداگر، افسر سب دس ہزار ہوئے۔اس دوران خبر آئی کہ دولت خاں اور غازی خاں نے اپنے عہد توڑ دیے ہیں اور چالیس ہزار سوار پیادے اکٹھا کرکے کلانور کے قلعے پر قابض ہو گئے ہیں اوران شاہی اُمرا سے لڑنا چاہتے ہیں جو پہلے سے لاہور آ گئے تھے،اور بادشاہ کے سپاہیوں نے سیالکوٹ بھی چھین لیا ہے۔یہ خبر سنتے ہی بابر بہت تیزی سے روانہ ہوا۔بھول پور کے قریب چناب ندی کے کنارے پڑاؤ ڈالا۔ یہاں یہ حکم صادر کیا کہ سیالکوٹ کوخراب کرکے یہاں کے رہنے والوں کو بھول پور میں بسا دیں۔ پھر وہاں سے آگے روانہ ہوا۔ اتفاق سے اس سے کچھ ہی پہلے غازی خاں اور کچھ دوسرے اُمرا نے سلطان سے منحرف ہوکر مخالفت کا جھنڈا بلند کرلیا تھا۔قریب چالیس ہزار آدمی اکٹھا کرکے سلطان سے جنگ کے لیے تیار ہوکر دہلی کے لیے روانہ ہو گئے تھے۔سلطان ان کے مقابلہ پر آیا،مگر ان لوگوں نے جنگ کرنا مناسب نہیں سمجھا، بلکہ شب خوں مارا اور سلطان کے بہت سے لشکریوں کو مار ڈالا اور زخمی کردیا۔دوسرے دن سخت جنگ ہوئی اور وہ منہزم ہو گئے۔سرہند پہنچنے کے بعد ان لوگوں کو حضرت بادشاہ (بابر) کے سیالکوٹ میں پڑاؤ کرنے کی خبر ملی۔وہ لوگ اس کی بارگاہ میں پہنچے اور اس کی ملازمت کی سعادت حاصل کرکے مہربانیاں اُٹھائیں۔اب بابر سیالکوٹ سے آگے روانہ ہوا۔

پرسرور کے راستے سے کلانور پہنچا۔ وہاں سے کوچ کر کے قلعہ ملوٹ کو فتح کیا۔ دولت

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

خاں جو اپنے عہد سے پھر گیا تھا اور فرار ہونے کی خجالت اسے خدمت میں آنے نہیں دے رہی تھی۔ آخر کار نادم ہو کر آ ہی گیا۔ چنانچہ دولت خواہوں کے مشورے پر دولت خاں کو اس کے ساتھیوں کے ساتھ قلعہ بلوٹ میں قید کر دیا۔ اسی قید میں اس کے مرغِ رُوح نے قفسِ جسم سے پرواز کی تھی۔ بابر یہاں سے روانہ ہو کر پٹیالہ آ گیا۔ اس جگہ سے شہزادہ (نصیرالدین) محمد ہمایوں کو قلعہ فیروزہ کو فتح کرنے بھیجا۔ جواں بخت شہزادے نے اس سرزمین میں جا کر بڑی بہادری دِکھائی اور اس قلعے کو مسخر کر کے بابر کی خدمت میں آیا۔ اس خدمت کے صلے میں قلعہ فیروزہ اور ایک کروڑ تنکے نقد شہزادے کو عطا کیے۔ اسی مقام پر یہ خبر بھی آئی کہ سلطان ابراہیم ایک لاکھ سوار، توپ خانہ اور بہت سے ہاتھیوں کے ساتھ جنگ کے ارادے سے دہلی سے نکل آیا ہے، اور منزلیں طے کرتا ہوا چلا آ رہا ہے۔

اب بابر انبالہ سے روانہ ہو کر منزلیں طے کرتا ہوا پانی پت کے علاقے میں پہنچ گیا۔ سلطان ابراہیم بھی اس شہر کے نواح میں آ گیا تھا۔ جنگ کی تیاری کی گئی۔ بہادر لوگ روزانہ مردانگی کی داد دینے لگے۔ بادشاہی (بابری) لشکر کے مجاہد خدا کی تائید سے غالب آتے رہے اور ان کی تحسین و آفرین ہوتی۔ پھر سلطان ابراہیم خود بڑی شان و شوکت، رعب اور دبدبہ کے ساتھ بہت بڑے ہاتھی پر سوار ہو کر میدانِ جنگ میں آ گیا۔ بیت:

ایسا لگتا تھا کہ جیسے ہو وہ آندھی پر سوار
اتنا اُونچا تھا وہ ہاتھی جتنا اُونچا ہو پہاڑ

افغانوں نے اس جنگ میں بڑے بڑے ہاتھیوں کو منتخب کر کے پاکھر اور دوسرے ہتھیاروں سے آراستہ کر کے بادشاہی لشکر پر چھوڑے۔ وہ دیو پیکر ہاتھی تندخوئی سے لڑنے کے لیے ہر طرف دوڑ رہے تھے اور مغلوں کی صفوں کو درہم برہم کر رہے تھے۔ جدھر بھی جاتے مغلوں کی جمعیت بکھر جاتی۔ مغلوں کے گھوڑوں نے ایسی تیز رفتاری کے صدمے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ ان میں آگے بڑھنے کی مجال ہی نہیں تھی۔ بادشاہی لشکر کا کوئی دلاور ہمت کر کے آگے بڑھتا تو ہاتھیوں کی سونڈ سے گرفتار ہو کر خاک میں لوٹ جاتا۔ ترجمہ نظم:

مست ہاتھیوں کی سونڈ جب حرکت کرتی تو/ مغلوں کے اعضا ٹوٹ جاتے/ ان لڑنے والے ہاتھیوں کی سونڈیں ایسی تھیں/ جیسے آسمان سے بلائیں اُتر آئی ہوں/

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

وہ اپنے دانتوں سے زخموں میں جلن لگا دیتے تھے/ سب کو خاک اور خون میں ملا دیتے تھے/ کسی کو دانتوں میں پھنسا لیتے/ کسی کو پیروں سے روند دیتے تھے۔

ایسے حالات میں بابر بادشاہ نے اپنے لشکریوں کو دیکھا۔ ہاتھیوں کا غلبہ اور بہادروں کی بے چینی ملاحظہ کی۔ چنانچہ کبھی غصہ ہوتے اور کبھی ہمت بندھانے کی بات کرتے۔ کہتے ارے کوشش کرو۔ چوڑیاں مت پہنو۔ سب نے ہی ہمت کر لی۔ دلاوری کے ساتھ جاں نثاری کی ٹھان لی۔ حملہ کیا اور مردانگی کی داد دی۔ رستم افراسیات اور سہراب و اسفندیار کی طرح جنگ کرنے لگے۔ ترجمہ نظم:

الماس جیسی تلواریں تھیں/ جدھر وہ اپنے بازو بڑھاتے/ ہاتھیوں کے سر بھی نیچے جھکا دیتے/ ایک زخم سے ہی سونڈ الگ ہو جاتی تھی/ ایسا لگتا جیسے پہاڑ پر سے اژدہا گر گیا ہو/ ان کی تلواروں سے ہاتھیوں کی اس قدر سونڈیں بکھریں/ جیسے بادلوں سے سانپوں کی برسات ہوئی ہو۔

توپ خانے کے لوگ دونوں طرف سے زلزلہ افگن توپوں سے کوہ شکن گولے داغنے لگے۔ ان کی سخت آواز سے زمین آسمان تھرتھرانے لگے۔ قیامت کا شور ہونے لگا۔ سننے والوں کے پتے پھٹ گئے۔ لوگوں کے کان بہرے ہو گئے۔ بہت سے لوگوں کا خرمنِ ہستی ان کی ضرب کی بجلی سے جل گیا۔ بہت سوں کے دماغ سے موت کا دھواں اُٹھنے لگا۔ ایسا دھواں چھایا کہ میدانِ جنگ میں اندھیرا ہو گیا۔ بہت دیر تک آدمی اور گھوڑوں کے چہرے پتہ نہیں چلتے تھے۔ دھویں کی کثرت نے کالے بادل کی طرح فضا کو ایسا اندھیرا کر دیا جیسے شبِ دیجور نے اندھیروں کی نقاب دن کے چہرے پر ڈال دی ہو۔ اُلجھے بالوں والے دیوانوں کی طرح وہ دھواں زمین پر مرغولے بنا رہا تھا، اور بگولے کی طرح بہت تیزی سے آسمان کی بلندیوں سے لپٹ جاتا تھا۔ ترجمہ بیت:

دھویں کی کثرت سے اُونچائیاں نیچے آ گئی تھیں/ نیلا آسمان اچانک کالا پڑ گیا تھا/ آسمان کی طرف دھواں اتنی تیزی سے اُٹھا کہ/ ستاروں کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

چونکہ ازلی مشیت و ارادہ یہ تھا کہ اب لودیوں کا سلسلہ منقطع ہو جائے اور ہندوستان کے ممالک اس عظیم الشان خاندان کے پرچم کے سایے میں آ کر امن و امان پائیں۔ لہٰذا قضا و قدر

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

کے منتظموں نے سلطان کی جان کا گریبان موت کے پنجوں سے پکڑ کر اس صاحبِ اقبال لشکر کے بہادروں کے سامنے جو فولادی دیوار کی طرح فتح و نصرت کے زیور سے آراستہ تھے گھسیٹا۔ دونوں طرف سے بہادر جنگجو جاں نثاری اور جان ستانی کی داد دے رہے تھے۔ جدال و قتال جاری تھا۔ سخت جنگ ہو رہی تھی، لڑائی کے شعلے بھڑک رہے تھے۔ آخر کار کامیابی کی ہوا اقبال کے جھروکوں سے چلنے لگی۔ آرزوؤں کے بوٹوں میں مرادوں کی کلیاں کھلنے لگیں۔ یعنی سلطان ابراہیم اچانک ایک طرف مارا گیا۔ اس کے زیادہ تر لشکری تلوار کے گھاٹ اُتر گئے اور چیل کوّوں کا لقمہ بنے۔ پانچ ہزار آدمی سلطان کے پاس ہی مرے ہوئے تھے۔ باقی شکست کھا کر ادبار کے بیابانوں میں بھاگ گئے۔ ترجمہ ابیات:

ایسی جنگ کبھی نہیں ہوئی تھی/ اور ایسی تفصیل نہ کبھی کہی گئی نہ سنی گئی/ اس قدر لوگ مرے کہ زمین نظر نہیں آتی تھی/ گویا قیامت کا دن آ گیا تھا/ اس مار دھاڑ میں اس قدر لوگ مارے گئے/ کہ جنگل میں ان کے ڈھیر لگ گئے/ ایک کے اُوپر ایک لاش پڑی ہوئی تھی/ موت نے جان لوٹنے کے لیے ہاتھ بڑھا رکھے تھے/ جنگلوں پہاڑوں میں بہت لوگ مرے پڑے تھے/ دُنیا کہہ رہی تھی بس بس اب تو حد ہوگئی/ رستم اس جنگ کو اگر خواب میں بھی دیکھ لیتا/ تو اس کے ڈر سے اس کا پتا بھی پانی ہو جاتا۔

الغرض خدا تعالیٰ کی تائید سے ایک ایسی فتح جو دوسرے بادشاہوں کو میسر نہیں ہوئی تھی، جو فتحِ ہندوستان کی دوسری فتوحات کا مقدمہ تھی ظاہر ہوگئی۔ سلطان ابراہیم کی زندگی کا خرمن بابر کی تلوار کی بجلی سے جل کر خاک ہوگیا۔ اس عجیب و غریب فتح کے ہو جانے پر بادشاہ نے نیازمندی کی پیشانی عاجزی کی زمین پر رکھ کر خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں شکر کے سجدے ادا کیے، اور دہلی کی طرف متوجہ ہوگیا۔ اس شہر میں جو ہندوستان کے بادشاہوں کی تخت گاہ ہے پہنچ کر اپنے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کیا۔ ابیات:

ظہیرالدین محمد شاہ بابر — سکندر دولت و بہرام صولت
نصیبہ سے کرے ہندوستان فتح — لکھو تاریخ یہ فتح بدولت

ان خزانوں کے دروازے کھول دیے جو کئی بادشاہوں نے اکٹھا کیے تھے۔ سات لاکھ تنکہ

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

سکندری شہزادہ ہمایوں مرزا کو عطا کیے۔ اسی کے ساتھ ایک اور پورا خزانہ بغیر حساب کتاب لگائے اور دے دیا۔ دس دس لاکھ تنکے ہر ایک امیر کو مرحمت کیے۔ اس کے علاوہ تمام یکّہ جوان بلکہ لشکر کے سارے لوگ انعام واکرام سے سرفراز ہوئے۔ شہزادہ کامران مرزا کابل میں تھا۔ اس کو اور دیگر پردہ نشین مستورات کو درجہ بدرجہ نقد وجنس روانہ کیں۔ پھر دہلی کے معاملات کا انتظام کرنے کے بعد آگرہ کی طرف روانہ ہوا۔ اس خوبصورت شہر میں انتظام کی غرض سے کچھ وقت قیام کیا۔ دہلی اور آگرہ کے علاوہ دوسری جگہوں پر افغان لوگ مخالفت کر رہے تھے۔ آخرکار بابر کی اچھی تدبیروں سے وقت گزرنے کے ساتھ اکثر مخالفوں نے اطاعت کر لی۔ ہر شخص اپنے مرتبہ کے مطابق مہربانیوں سے سرفراز ہوا۔ سلطان ابراہیم کی والدہ اور اس کے بیٹوں پر بھی خوب عنایتیں کیں۔ ان کے اپنے مال اور خزانے انھیں کو دے دیے۔ اس کے علاوہ سات لاکھ تنکے کا اضافہ بطور تنخواہ مقرر کیے۔ چنانچہ سلطان کی والدہ بہت احسان مند ہوئی۔ اس نے ایک ہیرا جس کا وزن بیس مثقال تھا، جوہریوں نے جس کی قیمت پوری دُنیا کے ایک دن کے خرچ کے برابر بتائی تھی، جو سلطان علاء الدین کے خزانے سے ملا تھا اور اُسے راجا بکرماجیت کی اولاد سے حاصل ہوا تھا بابر کو پیش کیا۔

القصہ بابر نے آگرہ میں قیام کیا۔ ملکی مہمات سنبھالیں۔ یہاں برسات کا موسم جو پھوار پڑنے سے تروتازہ ہو جاتا ہے زمین ہری بھری ہو جاتی ہے عیش وعشرت سے گزارا۔ اپنے عدل وانصاف سے دُنیا کو رونق بخش دی۔ اس کی بخشش اور مہربانیوں سے دُنیا والے کامیاب ہو گئے۔ بیت:

اسی کے کارن جگ یہ سارا کرتا ہے وِشرام
نینوں کو درشن سے اس کے ملتا ہے آرام

جب برسات کا موسم پورا ہو گیا، گھٹائیں برسنے سے تھم گئیں، آسمان کا چہرہ بادلوں کی نقاب اور زمین پانی کی چادر سے نمودار ہو گئی، ہوا کی لطافت نے آسمان اور زمین والوں کے درمیان سے ابر کا پردہ اُٹھا دیا، دھوپ کی تیزی اور گرمی کی سختی جو اس خطے کے باشندوں کا بھی خاصہ ہے بڑھ گئی تو جو لوگ پانی، کیچڑ اور گرمی کی وجہ سے بے کار بیٹھے تھے پھر مقصد اور معاش حاصل کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ اب شجاعت پیشہ جوانوں کے لیے دوڑ دھوپ کا موسم آ گیا۔ بادپا برق رفتاروں کے لیے جوہر دکھانے کا زمانہ آ گیا

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

بابر نے دسہرہ کے بعد سرکش مخالفوں کی بنیاد اکھاڑنے اور فساد انگیزوں کو پامال کرنے پر دھیان دیا۔ اس دوران ہندوستان کا ایک بڑا راجا رانا سانگا حسن خاں میواتی کے بہکانے پر بھاری لشکر اور توپ خانے کے ساتھ ہمت کر کے اپنے مقام سے روانہ ہوا۔ آگرہ کے قریب بیانہ میں بابر سے لڑنے کے لیے آ پہنچا۔ اس کے ساتھ سیاہ دل افغانوں کی ایک بھیڑ جو سلطان ابراہیم کی بھی مخالف رہی تھی پچاس ہزار سوار اور بہت سارے ہاتھی قنوج کی طرف سے لڑنے نکل آئے۔ بہار خاں ولد دربار خاں کو سلطان محمد کا لقب دے دیا، ہر طرف شورش اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اطراف ممالک میں فتنہ و فساد برپا ہو گئے۔ کابلی اُمرا سردسیر ممالک کے عادی تھے، وہ پریشان ہو گئے۔ یا تو بہت زیادہ جنگی محنت کرنے سے یا رانا سانگا اور افغانوں کے غلبہ سے یا اپنی بے ہمّتی سے لوگ واپس لوٹنا چاہتے تھے۔ مشورہ میں عرض کیا کہ مخالفوں کا ہجوم ہے اور اب تک ملک کا ٹھیک ٹھیک ضابطہ بھی نہیں ہوا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ کچھ قلعوں کا بندوبست کر کے ولایت پنجاب جا کر رہیں۔ پھر خدا کی مہربانی کے منتظر رہیں۔

بابر بادشاہ نے کہا کہ اس ملک کو بڑی محنت سے لیا ہے۔ بہت سے لوگوں کو جو ہمارے ہم قوم تھے قتل کر ڈالا۔ اگر اب ہم لوٹ جائیں تو اطراف کے بادشاہ کیا کہیں گے۔ قطع نظر اس کے قیامت میں ہم کیا جواب دیں گے۔ افسوس یہ وقت تو شجاعت اور دلیری دِکھانے کا ہے۔ مردانہ وار لڑنا چاہیے۔ اگر خدا کے فضل سے فتح ہو گئی تو غازی ہوں گے اور اگر مارے گئے تو شہادت ملے گی۔ اس طرح اپنی زبان سے نصیحتیں اور مردانہ باتیں کر کے ان لوگوں کی ہمت بندھائی۔ سب نے اس کی بات مان کر مرنے کی ٹھان لی۔ آگرہ سے نکل کر جنگ کے لیے صف باندلی۔ دوسری طرف رانا سانگا لڑنے کے لیے تیار ہو گیا۔ فولادی ہمت والے شیر دل بہادر میدان میں آ کر لڑنے لگے۔ دیکھنے والوں نے رستم اور افراسیات کو بھلا دیا۔ سہراب اور اسفندیار کی روحیں انھیں دیکھ کر آسمان میں تحسین کرنے لگیں۔ ترجمہ ابیات:

ان فولاد پوش کوہ شکن لوگوں سے/ پہاڑ بھی لڑنے لگے/ ادلوں کی طرح تیروں کی برسات سے/ ہر طرف موت کا طوفان تھا/ کمر سے قہر و غضب کی تلواریں کھنچ رہی تھیں/ خون کی ندیاں بہہ رہی تھیں/ ہر طرف زور آور دلیروں میں/ کوئی جان دے رہا تھا کوئی لے رہا تھا

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

چونکہ ازلی تائید اور لم یزلی اعانت بابری حکومت کے ارکان کے حق میں تھی، لہٰذا کامیابی کی صبح اس کے اقبال کے مطلع سے نمودار ہوئی۔ مقصد کے مطابق کامیابی مل گئی۔ ہوا چلنے سے جس طرح مچھر بھاگتے ہیں، اُسی طرح رانا سانگا شکست کھا کر فرار ہوگیا۔ بڑی محنت سے گرتا پڑتا سورت پہنچا۔ اس کے لشکری تلوار کے گھاٹ اُتار دیئے گئے۔ مخالفوں کے خون سے میدانِ جنگ سرخ ہوگیا۔ ترجمہ نظم:

مچھلی چاہے پتھر کی ہی کیوں نہ بنی ہو/ سمندر کے مگرمچھوں کا شکار ہوکر ہی رہتی ہے/ بوذے کو یہ بات کب میسر ہوسکتی ہے/ کہ ایک ذراسی دیر کے لیے بھی باز کی برابری کر سکے/ جو کبوتر عقاب کو بازو مارنے لگے تو گویا اسے اپنا ہی سر گنوانے کی جلدی ہوتی ہے/ گیدڑ اگر شیر کے بچّے سے زور آوری کرے/ تو وہ اپنا سخت سر ہی تڑواتا ہے/ اور جہاں شیروں نے پنجے نکالے ہوں/ وہاں کیا مجال کہ لومڑی لڑنے کو تیار ہو۔

ایسی فتح کے بعد بابر نے واہب عطایا کی بارگاہ میں سجدے ادا کیے، پھر واپس آگرہ آ گیا۔ اس کی صحیح تدبیروں سے مخالفوں اور گمراہوں کی گھانس پھونس پورے ملک سے صاف ہوگئی۔ ہندوستان کے تمام علاقے حکومت کے آدمیوں کے تصرف میں آ گئے۔ قنوّج کی طرف سے افغانوں نے جو ہنگامہ برپا کیا تھا وہ بھی درہم برہم ہوگیا۔ کابلی امیروں کو اس فتح سے ان کی مرضی کے مطابق جاگیریں مل گئیں۔ ان کے دل کابل سے اُٹھ گئے۔ بدانتظام دُنیا کو پھر سے انتظام مل گیا۔ خوشیاں ہونے لگیں۔ انعام واکرام کیے گئے۔ تنگ دستوں کو بھی فراخی حاصل ہوگئی۔ سادہ دلوں کو اطمینان مل گیا۔ اب بابر نے رعایا کی خوشحالی اور ملک کی آبادی کی طرف دھیان دیا۔ شہزادہ محمد ہمایوں مرزا کو ضلع سنبھل کی اُتھل پتھل کے انتظام کے لیے بھیجا۔ شاہزادہ کامران مرزا کو لاہور اور ملتان کی جاگیر دے کر کابل سے بلالیا۔ شہزادے نے کابل سے لاہور آ کر ولایت ملتان کو جو عرصہ سے دہلی کے بادشاہوں کے تصرف سے باہر نکل چکی تھی اپنی تلوار کی طاقت اور حسن تدبیر سے اور بادشاہ کے اقبال سے پھر مسخر کرلی۔ تاریخ کے طالبوں سے یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ بعض کتابوں سے یہ مطالعہ ہوتا ہے کہ ولایت ملتان میں اسلام کا ظہور سن بانوے ہجری سے حجاج بن یوسف ... محمد بن قاسم کے زمانے میں ہوگیا تھا۔ ... کے بعد سلطان

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

محمود غزنوی نے اس ولایت کو قرمطیوں اور ملحدوں کے تصرف سے نکالا، اور اسلام کی اشاعت کی۔ اس کے بعد سلطان شہاب الدین غوری کو ہندوستان پر فتح حاصل ہوئی۔ ملتان بھی اس کے تصرف میں آ گیا۔ یہ سن پانچ سو اسّی ہجری سے سن آٹھ سو ستاون تک دہلی کے سلطانوں کے قبضے میں رہا۔ پھر محمد شاہ کی سستی کی وجہ سے جو رایات اعلیٰ خضر خاں والیِ دہلی کی نسل میں سے تھا ہندوستان میں طوائف الملوکی شروع ہوگئی۔ ہر طرف اُمرا نے سرکشی شروع کر دی اور ملتان کا حاکم بھی خود مختاری کا دم بھرنے لگا۔ وہ محمد شاہ سے منحرف ہوگیا اور جب سلطان علاء الدین ولد محمد شاہ کی باری آئی تو وہ محمد شاہ سے بھی زیادہ سست نکلا۔ ملک کے معاملات اور زیادہ گڑ بڑ ہو گئے۔ ہر طرف سرکشوں نے افراتفری مچا دی۔ ولایت ملتان مغلوں کے بار بار حملوں کی وجہ سے جو کابل کی طرف سے لوٹ مار کرتے تھے اب حاکم سے خالی ہوگئی۔ اس ولایت کے بڑے لوگوں اور اہالی موالی نے آپس میں مشورہ کیا کہ حاکم کے بغیر اس ملک کے کاروبار میں خلل آ گیا ہے۔ لوگوں کی حفاظت اور ملک کے انتظام کے لیے کسی حاکم کا ہونا ضروری ہے۔

شیخ یوسف قریشی

سب نے متفق ہوکر شیخ یوسف قریشی کو جو دریائے حقیقت و معرفت کے تیراک اولیا کے سردار شیخ بہاء الدین زکریا کی اولاد میں سے تھا ولایت ملتان کا سلطان بنا دیا۔ شیخ نے مستقل طور پر اس ولایت کی فرماں روائی پالی۔ اس نے سن آٹھ سو ستاون میں اپنے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کر دیا۔ درویشی کو جہاں بانی کے ساتھ ملا لیا۔ ولایت کو سلطنت کے ساتھ جوڑ دیا۔ رعایا کا دل جیت لیا۔ فرماں روائی کو نئی رونق اور تازگی مل گئی۔

کچھ دن بعد رائے سنبھرہ نے جو کہ کنگوہوں کا سردار تھا اور قصبہ ستولی کا تعلق دار تھا شیخ یوسف کو پیغام بھیجا کہ سلطان بہلول لودی سلطان علاء الدین پر غالب آ کر اپنے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کر کے دہلی کے تخت پر بیٹھ گیا ہے اور اطراف کے ممالک پر بھی مسلط ہوگیا ہے اور ہو رہا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ ملتان پر بھی لشکر کشی کر دے۔ ان حالات میں اس سے خبرداری، ہوشیاری اور اپنی ولایت کی حفاظت ضروری ہے۔ اگر ہمیں کہ ہم آپ کے بھلا چاہنے والے ہیں اور کنگوہوں کو جو اچھے سپاہی ہیں اپنے لشکر کی خدمت میں آگے بڑھائیں تو ہم خدمت کی ادائیگی

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

میں دل و جان سے کوشش کریں گے۔ شیخ نے اس کی بات مان کر رانا سنبھرہ کو اپنے پاس بلا کر جہاں بانی کے امور میں اپنا ساتھی بنا لیا۔ رائے اس کی خدمت کے لیے کمربستہ ہو گیا۔ اس نے نیک اندیشی سے اپنی بیٹی بھی شیخ سے بیاہ دی اور اپنی بیٹی کو ہمیشہ تحفے تحائف بھیجا کرتا تھا۔ کبھی کبھی بیٹی سے ملنے کے لیے شیخ کے محل میں بھی جاتا۔

ایک دفعہ اپنے کچھ لوگ ملتان لا کر شیخ سے کہا کہ ہمارے آدمیوں پر مہربانی کرو اور ان کو ان کے لائق کسی خدمت پر مامور کر دو۔ سادہ لوح شیخ اس کی عیّاری اور مکّاری سے غافل تھا۔ اس نے ان لوگوں پر دھیان دیا اور شیخ کی نظر میں خوب اچھی طرح اطمینان حاصل کر لیا۔ ایک دن ایک خدمت گار کو جس نے اس کے اشارے پر ایک بکری کے بچّے کے چھری ماردی تھی پیالہ میں اس کا گرم گرم خون لانے کو کہا۔ وہ مکّار اس ذبیحہ کا خون لے آیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ مکّار چلاّنے لگا کہ میرے پیٹ میں بہت سخت درد ہو رہا ہے۔ وہ عورتوں کی طرح شور بہت مچاتا تھا۔ پھر اس نے آدھی رات کے قریب وصیت کی غرض سے شیخ کے ملازموں کو اپنے پاس بلا لیا۔ ان کے سامنے اس نے استفراغ کی اور منہ سے خون نکال کر اپنے رشتے داروں، بھائیوں وغیرہ کو جو شہر میں تھے وداعی اور وصیت کے لیے قلعہ کے اندر بلایا۔ شیخ کے ملازموں نے اس کی یہ حالت دیکھ کر ان لوگوں کے قلعہ کے اندر آنے پر نہ کوئی مزاحمت کی نہ مضائقہ سمجھا۔ اس طرح اس کے بہت سے آدمی قلعہ کے اندر آ گئے۔ تھوڑی دیر بعد اس نے بستر سے سر اُٹھا کر اپنے لوگوں کو ایک جگہ اکٹھا کیا اور اپنے معتمدوں کو چاروں دروازوں پر حراست کے لیے متعین کر دیا تاکہ شیخ کے نوکر قلعے میں داخل نہ ہو سکیں۔ پھر شیخ کے محل میں جا کر اپنے آدمیوں اور بھائیوں کو ہر طرف مقرر کر کے شیخ کو پکڑ کر قید کر دیا اور اس کی سلطنت چھین لی۔ سلطان قطب الدین خطاب اختیار کر کے اپنے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کر دیا۔

شیخ یوسف کی سلطنت کی مدت دو سال ہوئی۔

سلطان قطب الدین یعنی رائے سنبھرہ کنگوہ

یہ سن آٹھ سو اُنسٹھ میں اپنے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کر کے سلطنت کے کاروبار میں لگ گیا۔ شیخ یوسف موقع پا کر اس کی قید سے فرار ہو کر سلطان بہلول لودی کے پاس دہلی چلا گیا۔

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

سلطان بہلول شیخ کے آنے کو غنیمت سمجھ کر بہت خوش ہوا۔ اس کا بہت احترام کیا۔ اس نے شیخ کے بیٹے عبداللہ سے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا۔

غرض سلطان قطب الدین استقلال سے مرضی کے مطابق ملتان کی حکومت کر کے طبعی موت سے مر گیا۔ اس کی حکومت کا زمانہ سولہ سال ہوا۔

سلطان حسین ولد سلطان قطب الدین رائے سنبھرہ کنگوہ

سنہ آٹھ سو چھہتر میں اپنے باپ کا قائم مقام بنا۔ یہ محنتی آدمی تھا۔ اس نے اپنی ہمت اور قوّت سے قلعہ شور پر بھی قبضہ کر لیا، اور اسے غازی خاں کے تصرف سے نکال لیا۔ کچھ عرصہ بعد سیّد احمد کے گماشتہ جوٹ سرا اور ملک مانجھی کھوکھر کو گرفتار کر کے بہت کم وقت میں گرور کوٹ اور دھن کوٹ پر بھی قبضہ کر لیا۔ اب شیخ یوسف کی تحریک پر سلطان بہلول لودی نے اپنے بیٹے باربک شاہ کو پنجاب کے حاکم تاتار خاں کے ساتھ سلطان حسین کے لیے بھیجا۔ اس اثنا میں سلطان حسین کے سگے بھائی نے بغاوت کر دی۔ سلطان شہاب الدین خطاب اختیار کر کے سرکشی کرنے لگا۔ سلطان مقابلہ پر آ گیا۔ اس نے جنگ کر کے اپنے بھائی کو گرفتار کر لیا۔ اب باربک شاہ اور تاتار خاں نے ملتان کے قریب پہنچ کر جنگ کے لیے فوجیں آراستہ کر لیں۔ سلطان حسین بھی دس ہزار سوار اور بہادروں کے ساتھ جنگ کے لیے تیار ہو گیا۔ اس کے سب لشکریوں نے ایک ساتھ غنیم پر تین تین تیر مارے۔ لگاتار تیس ہزار تیر باربک کے لشکریوں کو لگے۔ وہ تاب نہ لاکر بھاگ کھڑا ہوا۔ قصبہ جوٹ سرا تک پلٹ کر ہی نہیں دیکھا۔ پھر سلطان حسین کے گماشتہ کو جوٹ سرا میں تھا جنگ کر کے گرفتار کر کے مار ڈالا۔ ادھر ملک بہرام اور درای ولد اسماعیل خاں اور فتح خاں اپنی قوم اور قبیلے کے ساتھ کچھ اور حکران کے نواح سے سلطان حسین کی خدمت میں آئے۔ سلطان نے ان کے آنے کو غنیمت سمجھ کر قلعہ کوٹ گرور سے دھن کوٹ تک ملک سہراب کی جاگیر میں دے دیا۔ یہ سن کر بہت سے بلوچ کچھ اور مکران سے سلطان حسین کی خدمت میں آ گئے اور سندھ ندی کے ساحلی علاقے کی باقی ولایت بلوچیوں کے لیے مقرر ہو گئی۔ رفتہ رفتہ ست پور سے دھن کوٹ تک کا علاقہ بلوچیوں کے لیے قرار دیا گیا۔ چنانچہ اس زمانے سے یہ ولایت ملک سہراب کے تصرف میں تھی۔ جب سلطان حسین کی نیک نامی کی شہرت آس پاس

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

پھلی تو ٹھٹھ کے حاکم جام نندا سے جام بایزید اور جام ابراہیم رنجیدہ ہو کر سلطان حسین کی خدمت میں آ گئے۔ انھیں بھی اپنے پاس رکھ لیا اور ان کی خوب رعایت کی۔ ان کے مرتبے کے مطابق انھیں جاگیر دی۔

سلطان بہلول کے فوت ہونے کے بعد دہلی کے والی سلطان سکندر نے سلطان حسین سے مصالحت کر لی۔ دونوں اپنی اپنی ولایتوں پر قانع ہو گئے کہ ایک دوسرے کی سرحدوں پر یورش نہیں کریں گے۔ جب سلطان بوڑھا اور کمزور ہو گیا تو اس نے اپنے بیٹے کو سلطان فیروز شاہ کا خطاب دے کر اس کے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کروا دیا۔ یہ لوگوں کے لیے بہت ظالم اور ستم گر تھا۔ اس لیے وزیر عماد الملک نے اس کو زہر دے کر مار ڈالا۔ ان حالات میں سلطان نے پھر اپنے نام کا خطبہ جاری کر دیا، اور فیروز شاہ کے بیٹے محمود کو اپنا ولی عہد بنا لیا، اور عماد الملک کو اپنے بیٹے کے انتقام میں جام بایزید کو اپنے ساتھ ملا کر مروا ڈالا۔ کچھ دن بعد سلطان حسین اپنی طبعی موت سے اللہ کو پیارا ہو گیا۔

اس کی سلطنت بائیس سال ہوئی۔

سلطان محمود ولد فیروز شاہ ولد سلطان حسین ولد سلطان قطب الدین

یہ سن آٹھ سو اٹھانوے میں اپنے دادا کا قائم مقام ہوا۔ کم عمر ہونے کی وجہ سے رذیلوں میں رہنے لگے۔ اس کے پاس بدمعاش اوباش لوگ اکٹھے ہو گئے۔ ہنسی مذاق دل لگی میں وقت صرف کرتا۔ لہٰذا شریف اور بڑے لوگ اس سے دور رہتے تھے۔

جب ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ کابل سے ہندوستان فتح کرنے آیا اور پنجاب پہنچ گیا تو مرزا شاہ حسین ارغون نے ٹھٹھ سے آ کر سلطان محمود سے جنگ کی۔ دونوں طرف سے کئی بار جنگ ہوئی۔ اسی دوران سلطان محمود فوت ہو گیا۔

اس کی مدّتِ سلطنت ستائیں سال ہوئی۔

سلطان حسین ولد سلطان محمود

یہ تین سال کا بچہ ہی تھا۔ دولت خواہ اُمرا نے اس بچے کو سن نو سو پچیس میں تختِ حکومت پر بٹھا دیا، اور اطاعت کی رسمیں ادا کیں۔ کچھ دن بعد قوام خاں اور کنگوہ لشکر خاں کے سرداروں

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

نے جو صاحبِ جمعیت تھے مخالفت شروع کر دی۔ یہ لوگ ملتان کے اکثر محالات پر قابض ہو گئے، اور مرزا شاہ حسین ارغون سے مل گئے۔ سلطان حسین سے جنگ کر کے فتح کے جھنڈے گاڑ دیے۔ ملتان کو مسخر کر کے شہر کو لوٹ لیا۔ سات سال سے ستر سال تک لوگ قید و بند میں پڑے رہے۔ غرض سلطان حسین بھی قید ہو کر کچھ دن بعد فوت ہو گیا۔ ملتان ایسا خراب برباد ہوا کہ کوئی یہ سمجھتا ہی نہ تھا کہ پھر سے آباد ہو گا۔

سلطان حسین کی مدّتِ سلطنت جو بس برائے نام تھی آٹھ سال ہوئی۔

مرزا شاہ ارغون

اس نے سن نو سو تیس میں ملتان کو فتح کر کے اپنے غلام شمس الدین کو اس کی حراست کے لیے مقرر کر دیا۔ کنگوہ لشکر کو اس کے پاس چھوڑ دیا۔ پھر لشکر خاں ملکی و مالی معاملات اپنے ہاتھ میں لے کر غالب آ گیا۔ کچھ دن بعد شمس الدین کو ختم کر کے اس نے خود حکومت کا پرچم بلند کر دیا۔

ادھر بابر بادشاہ کی طرف سے لاہور اور ملتان شہزادہ کامران کی جاگیر میں مقرر ہو گئے۔ شہزادہ نے لاہور پہنچ کر لشکر خاں کو ملتان سے بلا کر دوسری جاگیر سے سرفراز کر دیا، اور ملتان پر اپنے آدمی مقرر کر دیے۔ اس ولایت پر چار سال تک مرزا شاہ حسین ارغون کی حکومت رہی۔ سن آٹھ سو ستاون سے اسّی سال تک یہ ولایت دہلی کے فرماں رواؤں کے تصرف سے باہر رہی، اور اب پھر دہلی کے ممالک میں شامل ہو گئی۔ شاہزادہ کامران مرزا اس پر قابض ہو گیا۔

ان دنوں بابر کو معلوم ہوا کہ شہزادہ ہمایوں مرزا جو سنبھل کے انتظام اور بندوبست کے لیے متعین تھا سخت بیمار ہے۔ حکم دیا کہ دہلی آ کر دریا کے راستے سے ہمارے پاس آ جائے۔ شہزادہ حکم کی تعمیل میں آگرہ چلا گیا۔ اس کو طرح طرح کی متضاد بیماریاں اور ایسے مرض لاحق ہو گئے تھے کہ ایک کے علاج سے دوسری بیماری بڑھ جاتی تھی۔ مسیحا نفس حکیم اور طبیب روزانہ دوائیں تیار کر کے علاج کرتے لیکن شفا اور صحت کے آثار ہی نمودار نہیں ہوتے تھے۔ علاج سے کوئی بات نہیں بن رہی تھی۔ مرض کی شدّت بڑھتی جا رہی تھی۔ حکیموں نے علاج سے ہاتھ اُٹھا لیا۔ آخر تجربہ کار خیر اندیش لوگوں کے مشورہ سے یہ طے پایا کہ دوا دارو سے شفا کی صورت نظر نہیں آ رہی

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

ہے لہٰذا سرکار والا میں جو نفیس اور قیمتی چیزیں ہوں ایسی قیمتی کہ اس سے بہتر سرکار میں نہ ہوں شہزادہ کی شفا کی نیت سے شہزادے کے لیے صدقہ کرنا چاہئیں۔ حقیقی حکیم کی مہربانی سے شفا نصیب ہوجائے گی۔

اس بات پر وہ ہیرا جو سلطان ابراہیم کی والدہ نے نذر کیا تھا خزانے میں جس سے زیادہ قیمتی اور کوئی چیز نہ تھی صدقہ کی تجویز کی۔ بادشاہ نے کچھ سوچ کر کہا کہ ہمایوں تو جان سے بھی زیادہ عزیز ہے، دُنیا کی مال و دولت تو کیا چیز ہے جو صدقہ کی جائے۔ میں اپنے اس نورِ نظر کے لیے خود کو صدقہ کردوں گا۔ بابر اُٹھا اور اُٹھ کر شہزادہ کی چارپائی کے چاروں طرف طواف کیا۔ قادر علیٰ الاطلاق کی قدرت سے دُنیا والوں کی زندگی اور موت جس کے قبضے میں ہے لوگوں کی شفا اور بیماری جس کے ہاتھوں میں ہے اس کی قدرت سے اسی وقت صحت و شفا کا نور شہزادے کے چہرے پر چمکنے لگا اور بیماری کے آثار بابر کی ذات میں نمایاں ہونے لگے۔ دیکھنے والوں کو بڑا تعجب ہوا۔ شہزادہ تھوڑے دن میں ہی تندرست ہوگیا اور بابر بادشاہ روز بروز زیادہ بیمار ہوتا گیا۔ پھر اُنچاس سال کی عمر میں اور ایک روایت کے مطابق پچاس سال کی عمر میں اس جہانِ فانی کو چھوڑ کر چل بسا۔ اس کی لاش کابل لے جاکر راستے پر نہر کے دوسرے کنارے پر دفن کردی گئی۔

اس کی مدتِ سلطنت اڑتیس سال ہوئی۔ ان میں سے پانچ سال اور پانچ دن ہندوستان میں۔

نصیرالدین محمد ہمایوں بادشاہ ولد ظہیرالدین محمد بابر

امیر نظام الدین مہر خلیفہ جو کہ سلطنت کا ناظم اور ملک کا مدار علیہ تھا شہزادہ ہمایوں مرزا سے ڈر کر یہ نہیں چاہتا تھا کہ اس سخی و فیاض کے دَم سے تخت حکومت کو زینت ملے۔ اس کے دل میں یہ بات تھی کہ خواجہ مہدی جو کہ بادشاہ جنت آرام گاہ کا داماد تھا بہت سخی فیاض دریا دل تھا اور کچھ اُمرا بھی اس سے دلی اتفاق رکھتے تھے، سلطنت کرے۔ خواجہ مذکور نے اس اُمید میں عجیب طمطراق دِکھایا۔ فرماں روائی کے تخت پر بیٹھنے کے لیے تیار ہوگیا۔ مگر سلطنت ایسی چیز نہیں ہے جو اپنی دوڑ دھوپ یا کسی شخص کی مدد اور اعانت سے حاصل ہوجائے۔ خلافت و جہاں بانی کے تخت کشورستانی اور سلطنت کے لائق تو صرف اقبال مندی ہی ہوا کرتی ہے۔ جس شخص کے اقبال کا

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

گلستان خدا کی مہربانی کے جوئبار سے تروتازہ ہو، جس کی آرزوؤں کا شبستان یزدانی کرم کی شمعوں سے منور ہو، جس کا وجود اچھے اخلاق کی وجہ سے سب کو پسندیدہ ہو، جو مدامت گستر رعایا پرور ہو، اپنے انصاف کی کرنوں سے ظلم وستم کے اندھیروں کو مٹا دے اور عدل کی تلوار کی چمک سے مفسدوں اور ظالموں کے خرمنِ ہستی کو جلا ڈالے وہی اس کے قابل ہوتا ہے۔ ابیات:

بادشاہت سے جس کا مقصد/ رعایا نوازی اور دین پروری ہو/ جو اپنے احسان سے لوگوں کا دل خوش کر دے/ دُنیا کو اپنے انصاف سے آباد کر دے۔

چونکہ قضائے خداوندی کے کاریگروں نے اس بڑی سلطنت کا جوڑا ہمایوں کے قد کے ناپ کا سیا تھا، وہ اس مبارک وقت کے منتظر تھے۔ چنانچہ میر خلیفہ کی خواہش پوری نہیں ہوئی۔ بڑے اُمرا نے آپس میں اتفاق کر کے سن نوسو اُنتالیس میں ہمایوں سے چوبیس سال کی عمر میں تختِ حکومت کو زینت دلوادی۔ اس نے سپاہیوں کی تنخواہ بدستور بحال رکھی۔ اکثر کو اضافہ سے سرفراز کیا۔ مرزاؤں کی جاگیریں اور بڑھ گئیں۔ حکومت کے کاروبار کا انتظام کر کے وہ کالنجر کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہاں کا راجا مقابلہ کی تاب نہ لا سکا، مطیع اور فرماں بردار ہو گیا۔ بارہ من سونا پیشکش میں دیا۔

سلطان محمود ولد سلطان سکندر لودی نے جونپور کی طرف سرداری کا جھنڈا اُٹھا رکھا تھا۔ اس کو مٹانے کے لیے ایک لشکر کو متعین کر کے واپس آگرہ آ گیا۔ سلطان محمود اس کے لشکر کی تاب نہ لا کر پٹنہ اور بنگال کی طرف چلا گیا اور کچھ سال بعد اسی طرف طبعی موت سے مر گیا۔ پھر اس کے بیٹے کو گرفتار کر کے قلعہ بیانہ میں قید کر دیا گیا۔ شاہی حکم صادر ہوا کہ اس کی آنکھوں میں سلائی پھیر دی جائے۔ مگر تقدیر میں نہیں تھا کہ اس کی آنکھیں بینائی سے معزول ہوں لہٰذا اس نے اس بات سے نجات پالی۔ پھر موقع پا کر قلعہ کی قید سے نکل کر سلطان بہادر گجراتی کے پاس چلا گیا۔ ہمایوں نے یہ خبر سن کر سلطان بہادر کو ایک محبت نامہ لکھا کہ اس کو ہمارے حضور بھیج دیا جائے یا اپنے علاقے سے باہر نکال دیں۔ اس نادانی کی شراب سے مدہوش نے نامناسب جواب لکھ دیا۔ سلطان علاء الدین ولد سلطان بہلول لودی اور اس کا بیٹا تاتار خاں سلطان کے نوکر تھے۔ ان کے بہکانے پر سلطان نے چتوڑ کے قلعہ پر لشکر کشی کر دی اور تاتار خاں کو بھاری لشکر کے ساتھ بادشاہی ملک کی طرف بھیج دیا۔ اس نے بڑی ہمت اور جسارت سے آ کر اپنی شجاعت و

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

مردانگی سے قلعہ بیانہ کو مسخر کرلیا۔ پھر آگرہ کی طرف روانہ ہوا۔ ہمایوں نے اس شورش کے لیے اپنے چھوٹے بھائی ہندال مرزا کو بھاری لشکر اور جان لیوا جنگجوؤں کے ساتھ متعین کیا۔ دونوں لشکروں میں سخت جنگ ہوئی۔ چونکہ شاہی اقبال قوی تھی اس لیے مغلوں کی تلوار افغانوں پر غالب آگئی۔ تاتارخاں اپنے بہت سے ساتھیوں کے ساتھ معرکہ میں مارا گیا۔

چونکہ سلطان بہادر نے حد سے زیادہ جرأت اور بے اعتدالی کی تھی لہٰذا ہمایوں نے بادشاہت کے دستور کے مطابق اس کے اعتدال کی گوشمالی کرنا ضروری سمجھا اور آگرہ سے روانہ ہوگیا۔ ترجمہ نظم:

> بھیڑیا اس وقت تک کاٹنے سے توبہ نہیں کرتا/ جب تک اس کے دانت نہیں توڑ دیے جائیں/ سانپ اس وقت تک ڈسنا نہیں چھوڑتا/ جب تک اس کا سر ہتھوڑے سے کچل نہ دیا جائے۔

ادھر سلطان بہادر چتوڑ کے قلعے کا محاصرہ ختم کر کے لڑنے کے لیے روانہ ہوگیا۔ دونوں لشکر مندسور میں ایک دوسرے کے مقابلے پر آگئے۔ لگاتار جنگ ہوئی۔ آخر سلطان بہادر تاب نہ لاکر منہزم ہوگیا۔ اکثر گجراتی اس معرکے میں مارے گئے اور زخمی ہوئے۔ ہمایوں نے اس کی جڑ بنیاد ختم کرنے کا پختہ ارادہ کرلیا تھا لہٰذا تعاقب کیا۔ وہ اپنے کسی ٹھکانے پر ٹھہر نہ سکا اور سمندر کے جزیروں میں کہیں جاکر چھپ گیا۔ ہمایوں نے لکھات جاکر اس ولایت کے تمام علاقے کو ضبطی میں لے لیا اور وہاں اپنے امیر مقرر کر کے واپس ہوگیا۔ قلعہ جانپانیر کا جو اپنی مضبوطی اور پختگی کے لیے بہت مشہور تھا گھیراؤ کرلیا۔ سلطان بہادر کے آدمیوں نے قلعے کی حفاظت اور جنگ میں بہت سمجھداری دِکھائی۔ محاصرہ بہت لمبا ہوگیا۔ ایک دن ہمایوں شکار کے بہانے سے نکلا اور قلعے کے ایک جانب جاکر اس کی دیوار میں لوہے کی میخیں ٹھونک کر خود تھوڑے سے دوسرے لوگوں کے ساتھ قلعہ پر چڑھ گیا۔ اس نے اندر جاکر قلعہ کے دروازے کھول دیے۔ پھر تو اس کے لشکر کے بہت سے لوگ قلعے میں داخل ہوگئے، اور قلعہ والوں کو تلوار سے موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ اس طرح اس مضبوط قلعے کو سخت جنگ کے بعد مسخر کرلیا۔ یہاں بادشاہ کے لشکریوں کو اس قدر مال ہاتھ لگا کہ ایک سال تک جاگیر کی وصولی کی ضرورت نہیں ہوئی۔ اس قلعے کی فتح کے بعد پھر مندسور آگئے۔ ولایت گجرات ہمایوں کے سگے چھوٹے بھائی

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

مرزا کے نام تھی وہ اسے دے دی۔ مرزا نے اس ولایت میں جا کر عیش و عشرت سے زندگی بسر کی۔ ملک کا صحیح صحیح انتظام کیا۔

سلطان بہادر موقع پا کر جزیرہ سے نکل کر پھر گجرات آ گیا۔ مرزا عسکری نے لشکر اور اسباب جنگ کی بہتات کے باوجود ایسی لمبی چوڑی ولایت کو جو بڑی محنت سے حاصل ہوئی تھی اپنی بے تجتی سے مفت میں ہی گنوادی۔ بغیر لڑے ہی آگرہ بھاگ گیا۔ لگائی بجھائی کرنے والوں نے ہمایوں سے عرض کی کہ مرزا کے سر میں سلطنت کا خیال ہے۔ چنانچہ ہمایوں مندسور سے آگرہ کے لیے روانہ ہو گیا۔ مرزا عسکری گجرات سے آ رہا تھا۔ پیشگی اطلاع کے بغیر اچانک راستے میں ہی بادشاہ کی خدمت میں آ گیا۔ مگر ہمایوں نے اپنی اہلیت کی بنا پر زبان سے کچھ بھی نہیں کہا۔ سلطان بہادر گجرات سے ریگستان کے راستے لاہور کی طرف جا کر شورش انگیزی کرنے لگا۔ یہ خبر سن کر زبردست لشکر اس کے لیے متعین کیے گئے۔ مرزا برداشت نہ کر سکا اور پھر گجرات کی طرف چل دیا۔ ہمایوں نے سلطان بہادر کو ختم کرنے کا ارادہ کر کے روانگی کی، اور پہلے سے ہی لشکر متعین کر دیے تھے۔ کئی بار جنگ ہوئی۔ سلطان (کیا ہندوستان کے قرب و جوار میں اس وقت بھی انگریز لوگ قابض تھے؟) بہادر شکست کھا کر پھر جزیرہ میں فرنگیوں کے پاس چلا گیا۔ وہ فرنگیوں کے احوال سے دھوکے کی بو باس پا کر وہاں سے بھاگنا چاہتا تھا۔ چنانچہ واپس آتے وقت گاڑی میں سے سمندر میں گر پڑا، اور فنا کے دریا میں غرق ہو گیا۔

اب ولایت گجرات فتنہ و فساد سے پاک صاف ہو گئی۔ شاہی گماشتوں کے تصرف میں آ گئی۔ ہمایوں نے اس طرف سے مطمئن ہو کر ہر طرف اپنے امیر متعین کر دیے اور پھر آگرہ واپس چلا گیا۔

شاہی پرچموں کے گجرات کی طرف ہونے کی وجہ سے شیر خاں افغان کو موقع مل گیا۔ اس نے جونپور، بہار اور قلعہ روہتاس کو اپنے قبضے میں لے لیا۔ خوب قوت و شوکت حاصل کر لی۔ بادشاہی ملک پر حملہ کرنے لگا۔ لوگوں کو تکلیف پہنچاتا۔ روز بروز اس کے پاس لشکر اکٹھا ہوتا گیا۔ چنانچہ اس کے فتنے کا دفاع لازم ہو گیا۔ اب ہمایوں شرقی ولایتوں کی طرف متوجہ ہوا۔ شیر خاں نے اس کے لشکر کی روانگی کی شہرت سن کر اپنے آپ میں مقابلہ کی تاب نہ سمجھی۔ وہ بنگال کی طرف چلا گیا۔ وہاں کے حاکم سے لڑ کر اسے شکست دے کر بنگال پر قابض ہو گیا اور

CC-0. Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

وہاں ہی رہنے لگا۔ بنگال کے حاکم نصیب شاہ نے شیر خاں سے ہار کر زخمی ہو کر ہمایوں کے دربار میں آ کر استغاثہ کیا۔ ہمایوں نے اس بے اعتدال کی شورش رفع کرنے کا پختہ ارادہ کرلیا۔ کوچ در کوچ منزلیں طے کرتا ہوا بنگال جا کر پڑاؤ کیا۔ شیر خاں اس کے لشکر کے جلال اور سطوت کی تاب نہ لا سکا۔ اپنے بیٹے کو وہاں چھوڑ کر خود جھارکھنڈ چلا گیا۔ بیٹا بھی اس مقابلے میں شاہی فوجوں کے مقابلہ کی تاب نہ لا کر اپنے باپ کے پاس پہنچ گیا۔ ہمایوں نے بنگال کے موسم کو اچھا پا کر کہ برسات کے دن تھے، وہاں ہی اقامت اختیار کر لی۔ روزانہ جشن مناتے، خوب عیش و عشرت کی، ہر طرف سے غافل اور بے پروا ہو گیا۔ فرصت و انبساط کے دروازے کھول دیے اور ممالک کی خبر گیری کے راستے بند ہو گئے۔ حکم صادر کیا کہ کوئی ناخوشگوار خبر نہیں سنائی جائے۔

یہ بات طے ہے کہ جس کے ادبار کا وقت آ جاتا ہے اور خواری پریشانی کا زمانہ قریب ہوتا ہے، سب سے پہلے اس کی عقل فاسد ہو جاتی ہے۔ سمجھ بگڑ جاتی ہے۔ وہ اپنے نقصان کو ہی فائدہ سمجھنے لگتا ہے۔ اچھی باتوں سے دور اور برے کاموں کے قریب ہو جاتا ہے۔ بیت:

بھاگ ابھاگے جس کے ہوں
ناکرنی وہ کرتا ہے

ان حالات میں شیر خاں کو موقع مل گیا۔ اس نے بہت قوت حاصل کر لی۔ بھاری لشکر اکٹھا کر کے اطرافِ ممالک پر قبضہ کر لیا۔ شاہی ملک میں بڑا خلل واقع ہو گیا۔ کچھ لوگ بادشاہ کی لاپرواہی اور غفلت کی وجہ سے اس سے اجازت لیے بغیر ہی وہاں سے روانہ ہو کر آگرہ آ گئے۔ ان لوگوں کے بہکانے سے ہندال مرزا نے بغاوت کر دی۔ اپنے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کر دیا۔ جب ملک کے خلل اور ہندال مرزا کی بغاوت کی خبر لشکر میں پہنچی تو کسی کو یہ مجال نہ تھی کہ ہمایوں کو بتا سکے۔ آخر کچھ خیر اندیشوں نے ضروری سمجھ کر شیر خاں کے تسلط کی حقیقت اور ہندال مرزا کی بغاوت، ملک کے حالات کی گڑبڑ، غلہ نہیں آنے کی تفصیل ہمایوں کو بتائی۔ یہ معلوم ہوتے ہی فوراً اس نے عین برسات میں بنگال سے روانگی کر دی۔ ندیوں میں اُبھان، جگہ جگہ سیلاب، پانی کیچڑ لشکریوں پر عجیب حالت طاری تھی۔ آدمی اور گھوڑے پانی کے جانوروں کی طرح تیرنے لگے۔ اونٹ اور ہاتھی طوفان کی ماری کشتیوں کی طرح سیلاب میں تیر رہے

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

تھے۔ اکثر لوگ ندی میں ڈوب گئے۔ بہت سے چوپائے دلدل میں پھنس کر تلف ہو گئے۔ جب یہ لشکر دریا گنگا کے کنارے بھوجپور ٹھٹھ پہنچا تو شیر خاں بھاری لشکر اور سامانِ جنگ کے ساتھ تیار ہو کر آ گیا۔ اس نے بادشاہ کے لشکر کے قریب ہی پڑاؤ کیا۔ مکّاری اور دھوکے بازی سے اطاعت وفرمانبرداری کا انعام بھیجا کرتا۔ اس طرح کچھ وقت جنگ وجدال میں گزار دیا۔ فرد:

دشمن کی تواضع پر بھروسہ کرنا بے وقوفی ہے
سیلاب دیوار کے قدم چوم کر اسے بنیاد سے گرا دیتا ہے

غلہ اور دیگر اجناس کی رسد نہ آنے کی وجہ سے شاہی لشکر کے سپاہی اور چوپائے بے سروسامان ہو گئے تھے۔ ان میں لڑنے کی استعداد نہ تھی۔ وہ غفلت میں وقت گزار رہے تھے۔ شیر خاں کو شاہی لشکر کے خلل کا پتہ چل گیا۔ اس نے وقت کے آئینے میں اپنی کامیابی کی صورت دیکھ لی۔ اچانک پوری تیاری کے ساتھ حملہ کر دیا۔ شاہی لشکر شعبدہ باز آسمان کی مکّاریوں سے غافل تھا۔ انھیں اتنا موقع بھی نہیں ملا کہ اپنے گھوڑوں پر زین کس لیں۔ جنگ کرنا تو دور کی بات ہے، بہت لوگ تلوار کے گھاٹ اُتر گئے۔ بہت سے ندی میں ڈوب کر غرق ہو گئے۔ باقی جنگلوں میں بھاگ گئے۔

ہمایوں نے لشکریوں کا یہ حال دیکھا۔ ناہنجار آسمان کی گردش کا معائنہ کیا۔ مجبوراً اپنا گھوڑا گنگا ندی میں ڈال دیا۔ ندی اُبھن رہی تھی۔ سخت سیلاب اور چڑھاؤ کی وجہ سے گھوڑے سے الگ ہو گیا۔ اسی وقت ایک سرکاری سقّہ آ گیا۔ اس نے ہمایوں کا ہاتھ تھام لیا۔ ہمایوں نے پوچھا تیرا نام کیا ہے؟ اس نے جواب دیا ''نظام۔ سرکار کا نوکر ہوں۔'' ہمایوں نے کہا ''تو نظام اولیا ہے۔'' الغرض اُس خصر کردار سقّہ کی مدد سے اس موج خیز جان کاہ دریا سے پار ہو کر صحیح سلامت کنارہ پر آ گئے۔ سقّہ سے اقرار کیا کہ جب دارالحکومت آگرہ میں پہنچیں گے تو اسے آدھے دن تک تخت پر بٹھائیں گے۔ اس کے بعد بڑی محنت اور پریشانی سے آگرہ پہنچا۔ اس وقت پاکباز عفت شعار ہمایوں کی خاص بیگم حاجی بیگم شیر خاں کی قید میں تھی۔ چونکہ خدا کی حفاظت جان و مال کی ضامن ہوتی ہے۔ اس حریم عصمت کی حرم کے جسم پر بداندیشوں کے خیالِ فاسد کی آندھی اندیشہ کا غبار تک نہ ڈال سکی۔ اس کی عصمت کے شامیانے پر جان لیوا تیر نہ لگ سکا۔ شیر خاں نے اہلیت اور انسانیت کا ثبوت دیا۔ اس پردہ نشین کو پورے اعزاز و اکرام کے ساتھ ہمایوں کی خدمت میں

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

بھیج دیا۔

یہ پوری ہار ہمایوں کی غفلت اور بے پروائی کی وجہ سے ہوئی۔ تجربہ کار بڑے لوگوں نے کہا ہے کہ فرماں برداری تو ایک عنصری جسم کی طرح ہے۔ اسے بے دانشی اور ناسمجھی کا روگ لگ جائے تو حواسِ خمسہ کی تندرستی سے جو اس کے فرماں پذیر بھی ہوں تو بھی کیا ہو سکتا ہے۔ اسی طرح اگر تجربہ کار بھلا برا سمجھنے والے لوگوں سے صلاح مشورہ نہ ہو تو بہادر امیروں اور عقل مند وزیروں سے کیا بن سکتا ہے۔ ترجمہ نظم:

جس کی عقل ماری جائے عقل ختم ہو جائے/ اس کے تمام معاملات کی بنیاد خراب ہو جاتی ہے/ جب کام سوچ سمجھ کر اچھی تدبیر سے نہ کیا جائے/ تو آخر کار ندامت اُٹھانا ہی پڑتی ہے۔

القصہ ہمایوں نے آگرہ پہنچ کر اپنے لشکر کی پریشانیوں کا انتظام کیا۔ اسی وقت وہ خصر کردار سقّہ آ گیا۔ اسے وعدہ کے مطابق آدھے دن سلطان بنایا۔ شاہی حکم کے مطابق تمام اُمرا حاضر ہوئے۔ تمام رسمیں ادا کیں۔ اس سقّہ نے اپنے جلوس کے وقت جو دل میں آیا احکام جاری کیے۔ کہتے ہیں کہ اس نے اپنی مشک کی کھال کے درہم اور دستار تیار کروائے۔ ان پر سونے چاندی کے پانی سے اپنا نام لکھوایا اور اپنا سکہ جاری کیا۔ یہ بات اب تک لوگوں کی زبان پر ہے۔ ہندال مرزا بھی بہانہ سے ہمایوں کی خدمت میں آ گیا۔ ہمایوں کا چھوٹا بھائی کامران مرزا بھی یہ واقعات سن کر لاہور سے چلا آیا۔ بادشاہ کی خدمت میں سعادت اندوز ہوا، مگر اس سقّہ کے اجلاس سے اس کے ماتھے پر بل آ گئے۔ جب صلاح مشورہ ہونے لگا تو اس نے فطرح حسد اور جبلّی عداوت سے اس بات پر اعتراض کیا۔ پھر لاہور روانہ ہو گیا۔ اپنے بیس ہزار سواروں سے اس نے تین ہزار سوار ہمایوں کے پاس چھوڑے۔ ایسے وقت میں جبکہ مخالف غالب تھا جو نیک اندیشی اور بھائی کا تقاضہ پورا کرنے کا وقت تھا، اسے ساتھ دینے کی توثیق نہیں ہوئی۔ ابیات:

جب بادشاہ کے ساتھی ہی یک دل نہ ہوں/ تو بادشاہ اور رعایا کا کام خراب کیوں نہ ہو/ ارکانِ دولت کو اختلاف زیب نہیں دیتا/ اس سے مخالف کی ہمت بڑھ جاتی ہے لڑنے کو چلے آتے ہیں

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

غرض ہمایوں سن نو سو سینتالیس میں ایک لاکھ سوار ساتھ لے کر آگرہ سے شیر خاں کے فتنوں اور شرارت کو دفع کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ شیر خاں بھی پچاس ہزار سوار لے کر بڑی شان و شوکت سے توپ خانہ اور دوسرا اسباب جنگ لے کر دوسری طرف سے آ گیا۔ قنوج کے پاس دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا۔ مسلسل ایک سخت جنگ ہوئی۔ کار آزما جوانوں تجربہ کار پہلوانوں نے جو کہ میدانِ جنگ کے شیر تھے، بہادری و مردانگی کی داد دی۔ لڑنے والوں نے دونوں طرف سے بڑے کارنامے دِکھائے۔ رستم اور افراسیات نے بھی ان پر آفریں کی۔ ترجمہ نظم:

ان کے قہر و غضب سے جنگ کی آگ بھڑک اُٹھی/ قضا نے سوئے ہوئے فتنے سے کہا جاگ جا/ زمین تلوار کے پانی سے آشنا ہوگئی/ اس میں سینکڑوں لوگوں کی کھیتی کاٹی گئی/ تلواروں سے خون کی اتنی برسات ہوئی کہ/ بادلوں سے بھی اتنا پانی نہیں برستا ہوگا/ اس جنگ کو دیکھ کر ایسا لگ رہا تھا/ جیسے تیروں کی برسات ہو رہی ہے/ ندی کے پانی میں (بارات سے) آگ دہک رہی تھی/ ایسا منظر تھا جیسے قیامت آنے والی ہے۔

وہ بادشاہ حقیقی تمام امور کی باگ ڈور جس کے ہاتھ میں ہے فتح و شکست جس کی مشیت سے وابستہ ہے، اس کے ارادہ سے بادشاہ کے لشکر کو پھر شکست ہوگئی۔ اس کا لشکر اس طرح پراگندہ ہوگیا جیسے بادل ہوا سے بکھر جاتے ہیں۔ شیر خاں غالب آ گیا، مظفر و منصور ہوگیا۔ ہمایوں نے خدا کی تقدیر کو نظر میں رکھتے ہوئے اپنے بکھرے ہوئے لشکر کا معائنہ کیا۔ میدانِ جنگ میں انھیں مناسب نہیں سمجھا۔ سواری کے ہاتھی کو گنگا ندی میں ڈال کر دوسرے کنارے پر پہنچ گیا۔ کنارہ بہت اُونچا تھا لہٰذا میر شمس الدین محمد غزنوی کی مدد سے جو کامران مرزا کے نوکروں میں سے تھا اور شاہی لشکر کے ساتھ تھا اوپر چڑھ سکا۔ اس خدمت کی وجہ سے میر شمس الدین شہزادہ محمد اکبر کی مہربانیوں سے سرفراز ہوا تھا۔ شہزادہ کے عہد حکومت میں میر مذکور اپنے تمام قبیلے کے ساتھ بڑے مرتبوں اور دولت سے کامیاب ہوا۔ وہ اپنے مقام پر لکھا جائے گا۔

غرض بادشاہ ہمایوں بڑی مصیبت اور پریشانیوں سے آگرہ پہنچ گیا۔ وہاں ٹھہرنا مناسب نہیں سمجھا۔ چنانچہ راستہ طے کر کے لاہور آ گیا۔ بھائیوں سے مشورہ کیا۔ ہر ایک سے صلاح مشورہ کیا۔ ہر بھائی نے ہمایوں کی مرضی کے عکس اپنی بات رکھی۔ ہمایوں نے کہا کہ جنت آرام

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

گاہ بابر بادشاہ نے ہندوستان کو کتنی مشقت سے مسخر کیا تھا۔ اگر آج تمھاری نا اتفاقی کی وجہ سے قبضہ سے نکل گیا تو دُنیا کے بادشاہ تمھیں کیا کہیں گے۔ میں اکیلا ہی دشمن پر چڑھائی کرر ہا ہوں۔ اگر خدا کے کرم سے مجھے فتح ونصرت حاصل ہوگئی تو تم کیا منہ دِکھاؤ گے اور اگر خدانخواستہ معاملہ دوسرا ہو گیا تو تمھارا بھی ہندوستان میں سلامت رہنا مشکل ہے۔

چونکہ کامران مرزا کو شیر خاں نے جھوٹ موٹ امیدوار بنا دیا تھا کہ ولایت لاہور اسی کے سپرد رہے گی۔ اس نے اپنے آپ کو بادشاہ کی مدد سے دُور رکھا، اور کامران مرزا ہمایوں کی جنگ مناسب نہیں سمجھ کر مرزا عسکری کے ساتھ کابل روانہ ہو گیا۔ کابل پہنچ کر کرویز اور بدخشاں کو اپنے تصرف میں لے کر اپنے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کر دیا۔ کامرانی کی بزمیں آراستہ کیں۔ بادشاہ جنت آرام گاہ (بابر) کا خامہ زاد بھائی مرزا وحید کاشغری کاشغر سے آگرہ آ کر بادشاہ کا ملازم ہو گیا تھا۔ وہ بھی ہمایوں کی اجازت لیے بغیر ہی کشمیر چلا گیا۔ اس نے کشمیر کو اپنی طاقت کے بل پر فتح کر لیا۔ اس نے کشمیریوں کے مشورہ سے کشمیر کے حاکم تارک شاہ کے نام ہی وہاں کا سکہ اور خطبہ جاری رکھا۔ کئی سال بعد جب ہمایوں عراق سے واپس لوٹا تب کشمیر کی پرورش کی بنا پر ہمایوں کا سکہ رائج ہوا۔ غرض ہمایوں نے دیکھا کہ بھائیوں نے بھائی چارگی چھوڑ دی ہے اور نوکر بے وفائی کی راہ پر چل پڑے ہیں۔ آسمان کی گردش اس کی مراد کے مطابق اس کے حق میں نہیں ہے، مخالف غالب تھے لہٰذا مجبوراً لاہور میں ٹھہرنا مناسب نہیں سمجھا۔ چناب ندی کے کنارے پہنچا۔ وہاں سے ہندال مرزا اور یادگار ناصر مرزا کے ساتھ جو اس کے چچیرے تھے آگے روانہ ہو گیا۔ ملتان کے راستے بھکر پہنچا۔ شیر خاں کا علام خواص خاص بھاری لشکر کے ساتھ ملتان اور اوچ تک ہمایوں کا پیچھا کر کے واپس آ گیا۔ ہمایوں کے بھکر میں پڑاؤ کرنے کے بعد ہندال مرزا بھی اس کی اجازت کے بغیر قندھار چلا گیا۔ ہمایوں کچھ عرصہ بھکر کے علاقہ میں رہا۔ یہاں اس نے اس علاقہ کا زمیندار سلطان محمود کو لکھا کہ ہماری خدمت میں آ جاؤ۔ مگر اس کو بھی توفیق نہیں ہوئی۔ حیلے بہانوں میں ہی وقت نکال دیا۔ ہمایوں کچھ دن بعد ٹھٹھ کی طرف چلا گیا۔ ٹھٹھ کے قریب پہنچ کر وہاں کے والی بادشاہ حسین مرزا ارغون سے جنگ ہوئی۔ ارغونیوں نے شاہی لشکر میں غلہ آنے کا راستہ بند کر دیا۔ باشاہی لوگوں پر ایسی تنگدستی آئی کہ اکثر لوگ صرف جانوروں کے گوشت پر گزارا کرنے لگے۔ اس کے ساتھ ساتھ ٹھٹھ کے والی نے یادگار

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

ناصر مرزا کو دھوکہ سے لکھا کہ میں تو بوڑھا اور کمزور ہوگیا ہوں سوائے ایک بیٹی کے میرا کوئی اور وارث نہیں ہے۔ کتنا اچھا ہو کہ میری بیٹی کا تم سے نکاح ہو جائے اور تم اس وقت میرے بڑھاپے کا سہارا بنو۔ سادہ لوح مرزا میں معاملہ شناسی کی عقل نہیں تھی۔ اس بات سے اپنے سر پر اور ذلت کی خاک ڈال لی۔ ہمایوں سے الگ ہوگیا۔

ان وجوہات کی بنا پر اس علاقہ میں ہمایوں کا کوئی کام نہیں بنا۔ مجبوراً ٹھٹھ سے رائے مال دیو کے ملک کی طرف روانہ ہوا۔ یہ راجا اپنی کثرتِ جمعیت اور لمبے چوڑے ملک کی وجہ سے دوسروں سے ممتاز تھا۔ اب یہ ادچ عمل داری ملتان سے بیکانیر کے راستے جودھپور کی طرف روانہ ہوا جو کہ رائے مال دیو کا دارالحکومت تھا۔ جب جودھپور سے دس کوس کی دوری پر پہنچ گئے تو پتہ چلا کہ رائے مذکور اپنی زمینداری کے اندیشہ اور شیر خاں کے ڈر سے اپنے دماغ میں فاسد ارادہ بسائے ہوئے ہے۔ لہٰذا اب اور آگے بڑھنا احتیاط سے دُور سمجھا۔ اپنے معتبر لوگوں کو اس بات کی تحقیق کے لیے پوشیدہ طور پر وہاں بھیجا۔ جاسوس خبر لائے کہ حقیقت میں اس کی مرضی کچھ اور ہی ہے۔ مجبوراً وہاں سے بھی واپس ہولیا۔ چونکہ ریگستان طے کرنا تھا اس لیے اونٹ کے کے ذریعہ وہاں سے روانہ ہوگیا۔ فرد:

جی ہاں اونٹوں کے بھی اُڑنے کے لیے/ پر نکل آئے شترمرغوں کے سے/ راستے میں دن رات پانی نہیں ملا/ اناج پانی نہیں ہونے کی وجہ سے بہت سے لوگ تلف ہوگئے۔ ابیات:

بہ وقت تشنگی پانی کی ایک بوند — سوائے اپنی آنکھوں کے نہیں تھی
زمامِ آبرو ہاتھوں سے چھوتی — کہ بے آبی سے بیتابی ہوئی تھی

بڑی محنت اور مشقت سے ابرکوٹ کے قلعہ کے پاس پڑاؤ کیا۔ وہاں کے حاکم رانا ہر پرشاد نے ہمایوں کے آنے کو برکت سمجھا۔ خدمت کی شرائط بجالایا۔ اس سعادت آثار قلعہ میں پانچ رجب سن نوسوانچاس کو دولت کا ستارہ سعادت کے برج سے طلوع ہوا۔ یعنی شہزادہ اکبر کی ولادت باسعادت ہوئی۔ اکبر عفیفۂ زماں عصائم دوراں حمیدہ بانو بیگم کے شکم سے ہوا تھا۔ اس عفت سرشت کا نسب زبدۃ الاولیا حضرت ژندہ خیل احمد جام تک پہنچتا ہے، جو ہمایوں کا ٹھٹھ کے نواح میں پہنچنے کے بعد اس کے نکاح میں آئی تھی اور مراد کے چمن میں آرزوؤں کا جو پودا تھا وہ

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

تمنا کے پھل سے آراستہ ہوگیا۔ ریاض زماں کی نسیم مرام مہک اُٹھی۔ شبستانِ اقبال میں وہ شمع جو کاشانۂ اُمید کو روشن کردے منور ہوگئی۔ دولت کا نخل اس پھل سے جو ذائقۂ تمنا کو لذت بخش دے پھول گیا۔ آسمان اس کی ولادت کی شان دیکھ کر زمین سے حسد کرنے لگا۔ زمین اس گرامی قدر کے آنے سے آسمان پر فخر کرنے لگی۔ ٹوٹے ہوئے دلوں کو واپس بندھ جانے کا ذریعہ مل گیا۔ شکستہ دلی کو جوڑنے کے لیے مومیانی کا وسیلہ حاصل ہوگیا۔ تفرقہ کے غم خوشیوں سے بدل گئے۔ بے جمعیت کے رنج کو جمعیت کی وادی مل گئی۔ خوشیوں کے شادیانے بجے۔ مبارکبادی کا شور آسمانوں کے کان کے پردے پھاڑنے لگا۔ فرصت و مسرت کی محفلیں سجیں۔ طرب و نشاط کی بزمیں گرم ہوئیں۔ ترجمہ نظم:

عیش و عشرت کے باغ کا اور ہی موسم ہوگیا/ مسرتوں کے سر پر نئے سرے سے ہما کے پردوں کا سایہ پڑگیا/ اس مبارک ستارہ کے طلوع ہونے سے خوشیاں ہی خوشیاں آگئیں/ افسردہ جان کے لیے آبِ حیات مل گیا/ اس کوکبِ مقصود سے قسمت کی آنکھیں روشن ہوگئیں/ یہ دعائے مستجاب آسمان سے حاجت روا بن کر ظاہر ہوئی/ کامیابی کے باغ میں پھولوں کے دامن میں خوشیاں بھرگئیں/ خوش دلی کے پودے کے لیے نشوونما کا موسم آگیا۔

عالی فطرت منجموں اور بلند نظر ستارہ شناسوں نے اس کے زائچہ اقبال کا مطالعہ کر کے اس سلسلہ کی سلطنت کے دوامِ قدر و منزلت کے بڑھنے اور بقائے عمر وغیرہ کی خوشخبریاں دیں۔ ہمایوں نے خدائے راہب العطایات کی بارگاہ میں حمد و شکر کی رسمیں ادا کیں۔ کچھ وقت اس سرزمین میں بسر کر کے آخر اس سے جدائی کے لیے دل پر پتھر رکھا۔ یہ طے کیا کہ قندھار چلے جائیں۔ اپنی مستورات کو یہیں (راجا کے پاس) چھوڑ کر تنہائی اور اکیلے پن کی شاہ راہ پر گامزن ہوجائیں۔ پھر وہاں سے ملکہ معظمہ جائیں۔ چنانچہ اس ارادے سے ٹھٹھ کے حاکم کے مشورے سے روانہ ہوگیا۔

قندھار کے قریب پہنچا تو مرزا عسکری کامران مرزا کی طرف وہاں موجود تھا۔ وہ احتیاط کے طور پر قلعہ داری کا بندوبست کر کے جنگ کے لیے تیار ہوگیا۔ دیکھا کہ بادشاہ کا لشکر تھوڑا سا ہے چنانچہ فاسد خیالات دماغ میں بسا کر یہ چاہا کہ ہمایوں کو قید کر لے۔ ہمایوں نے مصلحتِ

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

وقت کی بنا پر جنگ کرنا مناسب نہیں سمجھا اور قندھار کو فتح کرنے سے ہاتھ کھینچ لیا بلکہ آگے بڑھ گیا۔ قندھار سے ایک منزل آگے جانے کے بعد مرزا عسکری نے آکر جنگ کرنا چاہی۔ ہمایوں یہ خبر سن کر بہت تیز رفتاری سے ہمراہی حرموں کے ساتھ آگے نکل گیا۔ مرزا عسکری نے خیمہ گاہ پر پہنچ کر ہمایوں کی چھاؤنی کو لوٹ لیا۔ شہزادہ اکبر بھی مرزا کے ہاتھ لگ گیا۔ اسے قندھار لے آیا۔ پھر کچھ عرصہ بعد کامران مرزا کے پاس کابل بھیج دیا۔

القصہ خدا کے چھپے ہوئے بھیدوں اور ازلی مصلحت کے نکتوں میں ہر نامرادی کے ساتھ بہت سی مرادوں کی انجام دہی پوشیدہ ہوتی ہے۔ ابھی تک ہمایوں کا کوئی مقصد پورا نہیں ہوا۔ لشکر کی بے اخلاصی، بھائیوں کی نامردی، رشتے داروں، عزیزوں کی ناسمجھی، زمانے کی بے وفائی یہ سب دیکھ لیے۔ چاہا کہ اب تو ترکِ دُنیا کر کے سنیاس لے کر جنگلوں میں چلا جائے اور اس طرح کعبہ مراد کا حلقہ اور مرادوں کا دامن ہاتھ سے تھام لے، یا گوشہ نشینی اختیار کر لے، اور زمانہ کے احوال سے کنارہ کش ہو جائے۔ مگر ساتھیوں کی عاجزی وانکساری اور ان امیروں کا دل رکھنے کے لیے جو اس خطرناک سفر میں اس کے ساتھ وفاداری نبھا رہے تھے یہ ارادہ چھوڑ دیا، اور خراسان و عراق کی طرف روانہ ہو گیا۔

ذی قعدہ کی پہلی تاریخ سن نوسو پچاس میں ہرات پہنچا۔ ہرات کے حاکم محمد خاں نے ایران کے والی شاہ طہماسپ کے فرمان کے مطابق مہمان داری اور خدمت گزاری کی رسمیں ادا کیں۔ اس کے حکم کے مطابق شہزادہ سلطان مرزا ہمایوں کے استقبال کے لیے ہرات سے باہر آکر گھوڑے سے اُترا اور پورا پورا احترام کیا۔ بادشاہ ہمایوں سے ملاقات کی۔ تمام سلطنت کا اسباب اور سفر کا سامان مہیا کیا تاکہ شاہ والا جاہ سے ملاقات کے وقت کسی چیز کی ضرورت نہ ہو۔ کچھ وقت ہرات میں قیام کرنے کے بعد سیر گاہوں اور خواجہ عبداللہ نضاری کے روضہ کی زیارت اور دوسرے اولیاء کے مزارات کے لیے روانہ ہوا۔ جام کے راستے سے حضرت زندہ خیل کے مزار کی جس کا نام احمد جام ہے زیارت کی۔ وہاں سے مشہد طوس پہنچ کر امام علی رضا رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ کے دیدار سے کامیاب ہوا۔ وہاں کے حاکم شاہ قلی التجلو نے اپنے مقدور کے مطابق خدمت گزاری کی۔ اسی طرح شاہی حکم کے مطابق تمام شہروں قصبوں کے حاکموں سے جو راستے میں تھے حتی المقدور خدمت کی۔ نیشاپور میں فیروزہ کی کانوں کی سیر کی۔ دامغان میں

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

ایک ایسا چشمہ ہے کہ اگر اس میں کوئی ناپاک چیز گر جائے تو ہوائی طوفان آ جاتا ہے۔ ہوا اور دھول سے ماحول اندھیرا ہو جاتا ہے، اس کا بھی اپنی عشرت بین آنکھوں سے نظارہ کیا۔ قادرِ کلیم صنائع بدائع کے کارخانہ میں چیزوں کے اس قدر خواص اور تاثیر ہیں کہ انسان کا ادراک اور وہم ان کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ ان تمام جگہوں کی سیر کر کے آگے روانہ ہوا۔

جب قریب پہنچا تو شاہ عالی جاہ نے خود شہر سے نکل کر شہر سلطانیہ کے پاس بڑے لوگوں کے دستور کے مطابق ملاقات کی۔ اس نے ذاتی مروّت اور انسانیت سے تعظیم و تکریم میں کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا۔ بڑی دعوت کا انتظام کیا۔ ایسی ضیافت و مہمان داری کی کہ دونوں کے شایانِ شان تھی۔ روزنئی مجلس آراستہ ہوتی، روزانہ محبت اور بھائی چارگی بڑھتی جاتی۔ زربفت اور مخمل کے کامدار شامیانے لگائے گئے۔ منقش خیمے اور مزین راوٹیاں کھڑی کی گئیں۔ ریشمی چادریں، قیمتی قالین، لمبے چوڑے ایوانوں میں بچھائے گئے۔ خوب عیش و نشاط کی داد دی۔ طرح طرح کے تحفے، ہدیے، عراقی گھوڑے، بروعی اونٹ، سجے سنورے خچر، نر مادہ ان کے ساتھ خوبصورت لکھی ہوئی تلواریں، جڑاؤ پیٹیاں، تصویریں، عمدہ عمدہ کپڑے لباس، جلفادہ سنجاب پہننے کے کپڑے، چیزیں، زربفت اطلس مشجر فرنگی، ہردی کاشی، بہت سے تھال، لوٹے، شمع دان سب سونے چاندی کے جن پر یاقوت اور موتی جڑے ہوئے، سونے چاندی کے تھال، سجے ہوئے خیمے، بہت بڑے بڑے عمدہ فرش، نادر و نایاب غرض تمام شاہی اسباب نظر سے گزارا۔ ہمایوں کے ارکانِ حکومت کو بھی ہر ایک کو الگ الگ اس کے مرتبہ کے مطابق نقد و جنس عطا کیے۔

بادشاہ ہمایوں نے بھی اس جشن میں ایک گراں بہا ہیرا جس کی قیمت کئی ملکوں کے خراج کے برابر ہو، ڈھائی سو لعل بدخشاں بطور تحفہ کے شاہ عالی جاہ کو نذر کیے۔ بے شک ملک بہرام سے لے کر اب تک کے بادشاہوں اور سرکاروں کی رسموں سے بھی کئی گنا زیادہ شاہ عالی جاہ کو خوش کرنے کے لیے اس کے تحفوں کے عوض دیا۔ کئی دن تک ایک ساتھ مجلسیں منعقد ہوئیں۔

ترجمہ نظم:

دو صاحب قران ایک محفل میں/ چاند سورج کی طرح آپس میں مل کر بیٹھے/ دو بادشاہ ایک برج میں ایک جگہ تھے/ جیسے دو قیمتی موتی ایک ڈبیا میں ہوں/ یہ دو

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

ستارے تھے ان سے آسمان کو سجاوٹ تھی/ اور ایک جگہ ساتھ ساتھ تھے جیسے
فرقدین ستارے ہوں/ یا جیسے دُنیا کو دیکھنے والی دونوں آنکھیں ایک ساتھ ہوتی
ہیں/ یا جس طرح تواضع کی دو ابروئیں ملی ہوئی ہوتی ہیں/ اسی طرح یہ دونوں چشم
اقبال کے نورِ نظر تھے/ یہ دونوں عید کے دو مہینے تھے ایک سال میں۔

ان میں آپس میں ہر طرح کی اللہ رسول کی باتیں اور اخلاص و محبت کی گفتگو ہوتی۔ باتوں باتوں میں شاہ عالی جاہ نے پوچھا کہ آپ کی شکست اور ہندوستان سے نکلنے کی وجہ کیا ہوئی۔ ہمایوں نے بتایا کہ ساتھیوں کی بے وفائی اور بھائیوں کی نابرادری سے ہندوستان کی سلطنت ہاتھ سے نکل گئی۔ ان باتوں سے بادشاہ کا بھائی بہرام مرزا نے رنجیدہ ہو کر کینہ پروری کی۔ شاہ عالی جاہ کو اس بات پر آمادہ کرنا چاہا کہ ہمایوں کو ختم کر دے۔ مگر سلطان بیگم اور قاضی جہاں نے جو وزیر الممالک تھا اور کچھ دوسرے مصاحبوں نے ہمایوں کا بھلا چاہتے ہوئے شاہ سے عاقبت اندیشی کی باتیں کیں اور شاہ کے دل سے کھٹک نکال دی۔ پھر کئی بار بادشاہوں کے شایانِ شان نشاط و طرب کی محفلیں سجیں۔ کئی دفعہ ہرنوں کی رکھت میں ساتھ ساتھ شکار کھیلنے سے اور اختلاط بڑھ گیا۔ ہمایوں نے قریب تین سال اس سرزمین میں عیش و عشرت سے گزارے۔

پھر شاہ عالی جاہ نے خلوص و محبت کی رسمیں ادا کرتے ہوئے کہا کہ مجھے آپ اپنا چھوٹا بھائی سمجھیں، اپنا معاون و مددگار جانیں جو بھی مدد اور اعانت چاہتے ہوں بے تکلف آپ کی مرضی کے مطابق میں کروں گا۔ جتنی کمک درکار ہو انجام دوں گا۔ اور اگر خود مجھے چلنا ہو تو میں بھی بطور کمک ساتھ ساتھ چلوں گا۔ آخر کار شاہ عالی جاہ نے تمام اسبابِ سلطنت مہیا کیے۔ اپنے بیٹے شہزادہ سلطان مراد مرزا کو بارہ ہزار سواروں کے ساتھ ہمایوں کی کمک کے لیے مقرر کیا۔ مشائعت کے طور پر ایک منزل تک خود ہمایوں کے ساتھ آیا۔ پھر دونوں ایک دوسرے سے وداع ہو گئے۔

ہمایوں نے وہاں سے روانہ ہو کر سرائے اردبیل کی سیر کی۔ وہاں کے بزرگوں کی زیارت کی۔ پھر شاہی لشکر نے مرحلہ اور منزلیں طے کر کے قندھار کے پاس پڑاؤ ڈالا۔ مرزا عسکری قلعہ میں تھا، اس نے قلعہ بند ہو کر حفاظت کی کوشش کی۔ جب محاصرہ لمبا ہو گیا تو تین مہینے بعد عاجز آکر بابر کی بہن خانزادہ بیگم کے وسیلے سے جس کو کامران مرزا نے سفارش کے

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

لیے کابل سے قندھار بھیجا تھا ہمایوں کی خدمت میں آ گیا، کنجیاں پیش کردیں اور ہمایوں قلعہ پر قابض ہوگیا۔ عسکری کو قندھار میں رکھا۔ چونکہ شاہ طہماسپ سے یہ بات قرار پائی تھی کہ فتح و نصرت کے بعد قلعہ قندطار شاہ عالی جاہ کے آدمیوں کے حوالے کردیں گے۔ لہٰذا قرارداد کے مطابق اس قلعے کو بداغ خاں جو کمک کے بڑے امیروں میں سے تھا کو سپرد کردیا۔ یہاں قریب ہی شاہ طہماسپ کا بیٹا سلطان مراد مرزا اللہ کو پیارا ہوگیا۔ بداغ خاں نے ظلم سے لوگوں کو ستانا شروع کردیا۔ ہمایوں نے اس کا ظلم دیکھ کر قلعہ قندھار اپنی طاقت سے واپس چھین لیا اور شاہی آدمیوں کے حوالے کر کے معذرت چاہتے ہوئے شاہ عالی جاہ کو اس بارے میں لکھ دیا۔ قندھار کی مہمات کا انتظام کر کے کابل کی طرف متوجہ ہوا۔ کامران مرزا کو کابل کے قلعہ سے نکال دیا۔ تھوڑی سی جنگ کے بعد ہی وہ ہار کر غزنین چلا گیا۔ وہاں سے ٹھٹھ کے حاکم شاہ حسین مرزا کے پاس پہنچا۔ ہمایوں فتح و فیروزی کے ساتھ کابل کے قلعہ میں داخل ہوگیا۔

یہاں سعادت اطوار شہزادہ محمد اکبر کے دیدار سے کامیاب ہوا۔ شہزادہ کامران مرزا کے پاس قلعہ کابل میں تھا۔ وہ جنگ میں جانے کی وجہ سے ہمایوں کے اس نور چشم کو یہاں چھوڑ گیا تھا۔ ہمایوں بہت خوش ہوا۔ مسرتوں کے جشن منائے۔ سلطنت کے اس نور چشم کی سمجھ بوجھ پرکھنے کے لیے اس کی والدہ کو دوسری عورتوں کے بیچ میں کھڑا کردیا اور اس سے کہا کہ اپنی والدہ کو پہچانو۔ باوجود اس کے کہ اس کی عمر ابھی چار سال ہی تھی اور وہ پیدائش کے بعد سے ہی اپنی ماں سے الگ ہوگیا تھا، بلا تامل بے جھجک ان عورتوں میں اپنی ماں کے پاس آ گیا۔ یہ بات دیکھ کر عورتیں شور مچانے لگیں۔ ہمایوں بھی حیران رہ گیا۔ سمجھا کہ اس چمن اجلال کے پودے پر خدا کی خاص مہربانی ہے۔

کچھ دن کابل میں عیش و عشرت کی داد دی۔ پھر شاہزادہ کو کابل میں چھوڑ کر بدخشاں چلا گیا۔ قلعہ بدخشاں کا گھیراؤ کر کے وہاں کے حاکم مرزا سلیمان سے جنگ کر کے کامیاب ہوا۔ اس علاقہ میں ہمایوں کی طبیعت ناساز ہوگئی۔ کمزوری کا عارضہ ہوگیا۔ کئی دن تک بیہوشی چھائی رہی۔ لوگوں میں عجیب عجیب افواہیں پھیل گئیں۔ کچھ دن بعد ہی طبیعت ٹھیک ہوگئی۔ چہرہ پر صحت کا نور چمکنے لگا۔ تجوری اور بیچاری شفائے کلّی میں تبدیل ہوگئی۔ سلطنت کے بگڑے ہوئے امور کا انتظام ہوگیا۔

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

کامران مرزا اس خبر (بیماری کی خبر) سے خوش ہو کر ٹھٹھ کے حاکم سے کمک لے کر بہت تیزی سے چل پڑا۔ اچانک کابل پہنچ کر اس کے قلعے کو مسخر کر لیا۔ لوگوں پر طرح طرح کا ظلم و ستم کرنے لگا۔ اکثر لوگوں کو ناحق مار ڈالا۔ ہمایوں کو جب یہ بات پتہ چلی تو بدخشاں سے کابل چلا آیا۔ قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ قلعے میں بند لوگوں کا معاملہ تنگ ہو گیا۔ کامران مرزا نے اُن شاہی امرا پر ظلم و ستم شروع کر دیا جو قلعہ کے کنگرہ سے لٹکا دیا۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کے سر کاٹ کر شاہی مورچہ میں پھینکے تاکہ یہ حال دیکھ کر وہ ہمایوں کا ساتھ چھوڑ دیں۔ چونکہ یہ امیر مخلص اور وفادار تھے، اپنی عورتوں کی بے پردگی ہونے کے باوجود بچوں کے مارے جانے کے باوجود قلعہ کے محاصرہ میں ڈٹے رہے۔ مردانگی کی داد دیتے رہے۔

جب کامران مرزا نے دیکھا کہ اس صورت میں بھی کوئی بات نہیں بن رہی ہے تو اس نے سنگ دلی اور بے رحمی سے شاہزادہ محمد اکبر کو جو کابل میں تھا اور مرزا کے ہاتھ لگ گیا تھا شاہی توپ خانے کے سامنے قلعہ کے کنگرہ پر لٹکا دیا۔ مگر خدا تعالیٰ کی حفظ و حمایت اس کے شامل حال تھی لہٰذا اسے ذرا بھی گزند نہیں پہنچی۔ جی ہاں اللہ کی مہربانی اس دولت کی کفیل تھی۔ بداندیشوں کی واہیات آرزو کیسے پوری ہوتی۔ جس شخص کے لیے قضا و قدر کے کارفرماؤں نے ازل سے سلطنت مقرر کر دی ہو بدخواہوں کی بدی اسے کیا نقصان پہنچا سکتی ہے۔ جب الٰہی تائید کا آفتاب کسی مقبول پر چمکے تو وہ مخالفوں کی بدخواہی کے کہر (بجلی) سے چھپتا نہیں۔ اگر کسی دولت مند کے اقبال کے چمن پر لا متناہی رحمت کی بہار کی ہوا چلے تو حاسدوں کی خواہش کی خزاں سے اسے کیا نقصان پہنچ سکتا ہے۔ ترجمہ نظم:

خدا جس کا محافظ ہو/ اور آسمان سے پتھر برسیں/ تو کیا مجال کہ اسے کوئی گزند پہنچ جائے/ اور وہ کسی ناپسند بات سے آشفتہ ہو۔

کامران مرزا ان تمام قابلِ نفرت کاموں کے باوجود کامیاب نہ ہوسکا۔ آخر کار بے چارگی کے ساتھ قلعہ سے باہر نکل کر بھاگا۔ ہمایوں فتح و نصرت کے ساتھ قلعے میں داخل ہو گیا۔ شاہزادہ محمد اکبر کو آغوش میں لیا۔ خوشیوں کی محفل سجائی، عیش و عشرت کی داد دی۔ کامران مرزا شکست کھا کر بلخ چلا گیا۔ وہاں کے حاکم پیر محمد خاں سے مدد اور اعانت کی درخواست کی۔ پیر محمد خاں نے مرزا کے آنے کو غنیمت سمجھا۔ خوب مہمان داری کی۔ کمک کے طور پر مرزا کے ساتھ

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

بدخشاں آ گیا۔ جنگ کر کے مرزا سلیمان نے بدخشاں کو واپس لے لیا۔ کامران مرزا کو وہاں مقرر کر کے اپنے مقام پر واپس چلا گیا۔ کچھ نفاق پرست موقع کے طلب گار کامران مرزا کے بدخشاں پر متصرف ہونے کی خبر سن کر ہمایوں سے الگ ہو گئے۔ تین ہزار کے قریب لوگ کابل سے فرار ہو کر بدخشاں پہنچ گئے۔ ان بد مایہ لوگوں کے چلے جانے کے بعد ہمایوں نے کامران مرزا اور اس کا فرکیش جماعت کی شورش رفع کرنے کے لیے کابل سے روانگی کی۔ ادھر جاتے وقت یادگار ناصر مرزا کو جوان فتنہ پردازوں کا سردار تھا اور کابل کے قلعہ میں بند تھا ملک عدم پہنچا دیا۔ فرد:

وہ آگ جو کہ جلا ڈالے عام لوگوں کو
سوائے اس کے بجانے کے کچھ علاج نہیں

غرض مرحلہ طے کر کے طالعان کے قریب پہنچ گیا۔ یہاں کامران مرزا سے جنگ کر کے مظفر و منصور ہوا۔ مرزا کامران جنگ کی تاب نہ لا کر قلعہ طالعان میں قلعہ بند ہو گیا۔ ہمایوں نے قلعہ کا محاصرہ کر کے اس کا قافیہ تنگ کر دیا۔ آخر مرزا نے عاجز آ کر اطاعت قبول کر لی اور مکہ معظّمہ چلے جانے کی درخواست کی۔ قلعہ سے نکل کر مکہ معظّمہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ جو امیر کابل سے فرار ہو گئے تھے انھیں گرفتار کر کے ان کی گردنوں میں تلواریں اور ترکش لٹکا کر بارگاہ میں لایا گیا۔ ہمایوں نے مہربانی کر کے ان سب مجرموں کے قصور معاف کر دیے۔ ہر ایک کو خاص عنایت سے سرفراز کیا۔ کامران مرزا جو خانۂ کعبہ کے لیے روانہ ہوا تھا۔ پانچ دن بعد راستے سے ہی واپس لوٹ آیا۔ ہمایوں کے دربار میں حاضر ہوا۔ اس پر بھی بہت مہربانیاں اور عنایتیں کیں۔ ہمایوں نے اس سے پہلے تو مرزا کے بیٹے کے طور پر برتاؤ کیا۔ پھر بھائی کے طور پر ملاقات کی۔ آغوش میں لیا اور بہت کرم کیا۔ یہ جب سے لاہور کے نواح سے جدا ہوئے تھے تب سے الگ ہی رہے تھے۔ اب نو سال بعد ملاقات ہوئی تھی۔ عیش و عشرت کی محفل گرم کی۔ سرور اور مسرّت کی داد دی۔ جب مجلس ختم ہو گئی تو مرزا کامران کو کولاب اور بدخشاں کے کچھ اور محال مرحمت کیے۔ عسکری مرزا کو قندھار میں قید کر رکھا تھا۔ وہ ابھی تک قید میں ہی تھا۔ اس کو بھی رہا کر کے مرزا کے حوالے کر دیا اور اسی علاقے میں جاگیر دے کر فتح و فیروزی کے ساتھ واپس کابل آ گیا۔ کابل کی مہمات کا انتظام کر کے سن نو سو چھپن میں بلخ کو مسخر کرنے کے لیے یورش

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

کی۔ مناسب جمعیت کے ساتھ ادھر متوجہ ہوا۔ کامران مرزا اور اس علاقے کے دوسرے مرزاؤں کو طلب کا فرمان جاری کیا۔ مرزاؤں اور امیروں نے بھاری لشکروں کے ساتھ خدمت میں حاضری دی۔ کامران مرزا نے مصلحت سے اپنے آپ کو بچالیا۔ یہاں سے ہمایوں کوچ کرتا ہوا روانہ ہوا۔ در بنگ پہنچ کر مختصر سی جنگ کر کے وہاں کے قلعہ کو فتح کرلیا۔ اس کے بعد بلخ کے نواح میں پڑاؤ کیا۔ پیر محمد خاں فشاں میدانِ جنگ میں اُتر آیا۔ مردانہ وار لڑا، مگر اس مخالف کو شکست ہوگئی۔ آخر پیر محمد خاں یہ صورتِ حال دیکھ کر معرکہ سے نکل کر فرار ہوگیا۔ ہمایوں نے بلخ کی تسخیر اور مخالف کے تعاقب کا پختہ ارادہ کر رکھا تھا، لیکن امیروں کی نا اتفاقی سے یہ ارادہ پورا نہ ہوسکا، اور یہ تمام ہوتا ہوا کام ادھورا ہی رہ گیا۔

اس دوران کامران مرزا کی مخالفت اور اس کے کابل کی طرف روانگی کی شہرت ہوگئی۔ مصلحتاً بلخ کو مسخر کرنا موقوف رکھا، چھوڑ کر کابل روانہ ہوگیا۔ بہت ہی مبارک گھڑی میں کابل کے قلعہ میں داخل ہوا۔ یہاں عیش وعشرت میں مشغول رہا۔ کامران مرزا نے کولاب سے بدخشاں اور اس کے نواح پر لشکر کشی کی۔ اس نے مرزا سلیمان اور مرزا ہندال سے جنگ کی۔ وہاں کوئی کام نہیں بنا تو کابل کا رُخ کیا۔ یہ خبر سن کر ہمایوں اس کے دفاع کے لیے تیار ہوا۔ غور بند کے پاس قبچاق جنگ کی آگ بھڑکی۔ کار آزمودہ جوانوں نے جوز لالِ جاں ستانی کے پیاسے تھے بہادری کے قدم دار و گیر کے میدان میں جمائے۔ بے پروا لوگوں کے دماغ سے بھیجا نکال دیا۔ تجربہ کار پہلوانوں نے رستمی کے گھوڑے میدانِ جنگ میں دوڑائے۔ دشمنوں کا خون بہا کر اپنی جان لیوا تلواروں کو آب داری دی۔ ترجمہ نظم:

ایسی سخت جنگ ہوئی/ کہ بڑے سے بڑے گردن کشوں نے بھی ایسی جنگ نہیں دیکھی ہوگی/ جیسے کپڑوں کو خون کے حوض میں ڈال دیا ہو/ یہاں اس طرح خون میں لت پت تھا/ بیاباں ایسا ہو رہا تھا جیسے طوفان کا سمندر ہو/ کوئی بے سر پڑا ہوا تھا کوئی اوندھے منہ پڑا تھا۔

ہمایوں نے ایک ٹیلے پر کھڑا ہوا اپنی نظروں سے موافق اور منافق نوکروں کی کارگزاری کا اندازہ لگالیا تھا۔ اس نے دیکھا کہ اکثر امیر ادبار کی خاک اپنے سر پر ڈال کر کامران مرزا کی طرف چلے گئے، اور کچھ جانے کی تیاری کر رہے ہیں۔ معاملہ دگرگوں ہوگیا ہے۔ یہ حال دیکھ کر

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

ہمایوں غصّے سے جان لیوا بھالا ہاتھ میں لے کر فوج پر چڑھ گیا۔ اچانک ایک تیر خاصہ کے گھوڑے کے لگا۔ غنیم کا لشکر غالب آ گیا اور ہمایوں کے فوجی مغلوب ہو کر بھاگ گئے۔ ترجمہ ابیات:

جب تو یہ دیکھے کہ پورے لشکر نے پیٹھ دِکھائی
تو تو اکیلا اپنی قیمتی جان برباد مت کر
جب یہ دیکھے کہ تیرے دوست....
تو میدان سے بھاگ جانے کو غنیمت سمجھ۔

مجبوراً ہمایوں نے بھی لگام پھیر لی اور ضحاک کی طرف چلا گیا۔ بہت کمزوری بڑھ جانے اور کافی دوڑ دھوپ کرنے کی وجہ سے ہمایوں نے اپنا جُبّہ اُتار کر ایک خدمت گار کو تھما دیا۔ اس نے سادہ لوحی سے اس جبّہ کو راستے میں کہیں ڈال کر روانہ ہو گیا۔ کمرو کے قریب پہنچ کر ہمایوں نے پڑاؤ ڈالا۔ کسی نے ندی پار سے آواز دے کر کہا: اے لوگو! تم میں بادشاہ کی بھی کچھ خبر ہے کہ نہیں۔ وہ زخمی حالت میں معرکے سے نکلا تھا۔ اس کے بعد کسی نے اسے دیکھا نہیں ہے۔ ہمایوں نے اسے اپنا چہرہ دِکھایا۔

وہ جُبّہ کامران مرزا کے آدمیوں کے ہاتھ لگ گیا۔ وہ اسے مرزا کے پاس لے گئے۔ مرزا نے سمجھا کہ ہمایوں اس دُنیا سے گزر گیا ہے۔ بہت خوش ہو کر کہا۔ فرد:

ایسے دشمن کی موت کے بعد تھوڑی دیر کی زندگی
سینکڑوں سال کی زندگی سے بہتر ہے

پھر کابل آ کر اسے مسخر کر کے شہزادہ اکبر کو قید کر دیا۔ تین مہینے بعد ہمایوں لشکر کے ساز و سامان تیار کر کے کابل کی طرف روانہ ہوا۔ یہ خبر سن کر کامران مرزا اپنے آدمیوں کو قلعہ میں چھوڑ کر شہزادہ اکبر کو قید میں اپنے ساتھ لے کر جنگ کے ارادہ سے روانہ ہو گیا۔ ہمایوں نے مہربانی اور نونوش سے اس کو بہت اچھی نصیحتیں کیں۔ ایسی نصیحتیں جو عقل و ہوش کا گوشوارہ ہو سکیں۔ مرزا نے جواب میں لکھا کہ قندھار کی حکومت آپ کی ہو تو کابل کی حکومت میری ہو۔ اس شرط پر میں صلح کر سکتا ہوں۔ ہمایوں نے لکھا کہ اگر تمھاری بات میں سچائی اور درستی ہو تو اپنی بیٹی رضیہ کو شہزادہ اکبر کے نکاح میں دے دو تا کہ کابل تمھیں دے دیں۔ پھر ہم تم مل کر ہندوستان کو مسخر کرنے کی تیاری کریں۔ مرزا اس بات کو ماننا چاہتا تھا، مگر منافق امیروں نے

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

مرزا کو عقل و آشتی کے اس ارادے سے باز رکھا، بلکہ جنگ پر آمادہ کر دیا۔ خانکاران کے قریب سخت جنگ ہوئی۔ مرزا تاب نہ لا کر فرار ہو گیا۔ اپنی جان بچانے کو سنان افغانوں میں چلا گیا۔ مرزا عسکری گرفتار ہو گیا۔ ہمایوں کو فتح حاصل ہو گئی۔ بیت:

شاہ لشکر شکن کی ہوئی جیت جو
تو لشکر کے تن میں نئی جان پڑی

شہزادہ اکبر جو کامران مرزا کی قید میں تھا۔ ہمایوں کی خدمت میں آ کر مشرف ہوا۔ اس سے بہت خوشی ہوئی۔ طے کیا کہ اب آئندہ شہزادہ ہماری رکاب سے جدا نہ ہو۔

ہمایوں یہاں سے کابل روانہ ہو گیا۔ مرزا عسکری کو پھر مرزا سلجان کے پاس بدخشاں بھیج دیا تا کہ بلخ کے راستے سے مکہ معظّمہ کو روانہ کر دے۔ مرزا عسکری ندامت کے ساتھ خانۂ کعبہ کو روانہ ہو گیا۔ اس نے سن نو سو پینسٹھ میں ہی مکہ اور شام کے راستے کے درمیان زندگی کی راہ پوری کر لی۔ کامران مرزا نے شکست کھا کر قلندروں کی طرح سر، داڑھی، مونچھ بھنویں منڈوا دیں۔ پھر وہ سر سے جوئی سیاہ کی طرف جو اَب جلال آباد نام سے مشہور ہے روانہ ہو گیا۔ فہمد اور خلیل افغانوں تک جا کر دو تین جگہ لشکر اُٹھا کر کے شاہی فوج سے جو اس کے لیے متعین تھی جنگ کی مگر شکست ہی اُٹھائی۔ ہمایوں نے اس کی شورش دفع کرنے کے لیے کابل سے روانگی کی۔ جب کدمک کے پاس پہنچا تو مرزا نے اختشام افغانوں کی مدد سے شب خون مارا۔ مگر کوئی کامیابی نہ ہوئی اور وہاں سے نکل گیا۔ اس رات مرزا ہندال ایک افغان کے ہاتھوں اَن جانے میں شہید ہو گیا۔ ہمایوں کو اس سے بہت صدمہ ہوا۔ والد بزرگوار کے پاس ہی کابل کے راستے میں اس کو دفن کر دیا۔ غرض ہمایوں موضع مہود تابع جنگ بہار میں جاڑے کا موسم پورا ہونے تک ٹھہرا رہا۔ جب سردیاں ختم ہوئیں اور جاڑے کی شدّت میں کمی آئی تو ان افغانوں پر جن کی پناہ میں کامران مرزا تھا یورش کی۔ بلاغ باشی میں دن ڈھلے جنگ ہوئی۔ بہت سے افغان گھبراہٹ میں مارے گئے۔ کامران مرزا وہاں سے نکل کر بھاگ گیا۔ ہمایوں اس طرف سے خاطر جمع ہو کر واپس کابل آ گیا۔

کامران مرزا تنگ آ کر ہندوستان چلا آیا۔ یہاں سلیم شاہ ولد شیر خاں کی خدمت میں قصبہ تن میں پہنچا۔ سلیم شاہ اپنے باپ کے فوت ہونے کے بعد ہندوستان کے تخت پر بیٹھ گیا اور

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

اس وقت پنجاب میں جموں کی مہم کے لیے قصبہ تن میں تھا۔ سلیم شاہ نے اپنے بیٹے دلدار خاں، موہنا عبداللہ سلطان پوری اور دوسرے امیروں کو اس کے استقبال کے لیے بھیجا۔ انھوں نے آپس میں ملاقات کی۔ سلیم شاہ جموں کی مہم سے فارغ ہوکر مرزا کو ساتھ لے کر دہلی کے لیے روانہ ہوگیا۔ وہ اسے گرفتار کرنا چاہتا تھا۔ مرزا کو اس بات کا پتہ چل گیا۔ اس کو ماچھی واڑہ کی منزل پر موقع مل گیا۔ یوسف آقا بخشی کو اپنے کپڑوں میں سوتا چھوڑ کر خود فرار ہوگیا۔ راجا کھبات کے پاس جا کر جو کہ سرہند سے بیس کوس کی دوری پر ہے پناہ لی۔ مگر یہاں زیادہ دن رہنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ یہاں سے راجا کیلود کے پاس کوہستان میں چلا گیا۔ یہ اپنی کثرتِ جمعیت اور لمبے چوڑے ملک کی وجہ سے دوسرے راجاؤں سے ممتاز تھا۔ اس نے پناہ نہیں دی۔ وہ یہاں سے دولی افتادہ نگرکوٹ پہنچ گیا۔ وہاں سے جموں چلا آیا، مگر یہاں بھی ٹھہر نہیں سکا۔ بڑی مشکل سے سلطان بھکر کے پاس جو کہ اس وقت بادشاہ کی تابعداری میں نہیں تھا اور خود مختاری سے حکومت کیا کرتا تھا پہنچ گیا۔ سلطان نے مرزا کے آدمیوں کو اپنے پاس رکھ لیا اور ہمایوں کو یہاں چلے آنے کا ایک مکتوب بھیجا۔ ہمایوں بنگشوں کے راستے سے شہزادہ اکبر کو ساتھ لے کر روانہ ہوگیا۔ سندھ ندی پار کی۔ سلطان نے دولت خواہی کی رسمیں ادا کیں پھر کامران مرزا کو ساتھ لے کر مقام ہریانہ میں ہمایوں کی خدمت میں حاضر ہوا۔ چونکہ مرزا نے بہت زیادہ قصور کیے تھے، ہمایوں اس کی بے اعتدالی سے تنگ آ گیا تھا اور لشکری جان سے عاجز تھے اور جنت آرام گاہ محمد بابر نے مرتے وقت وصیت کی تھی کہ یہ بھائی آپس میں ایک دوسرے کو جان سے ہلاک نہ کریں۔ اس وصیت کے پیشِ نظر نیک اندیش دولت خواہوں سے مشورہ کر کے حالات کے تقاضہ کی وجہ سے اس کی آنکھوں میں سلائی پھروادی جو اس کی جان و دل کی محافظ تھیں۔ اس طرح اس کی بینائی ختم کر کے آنکھوں سے روشنی چھین لی۔ پھر مکہ معظّمہ جانے کی اجازت دے دی۔ مرزا نے خانۂ کعبہ جا کر تین حج کیے پھر سنہ نو سو چونسٹھ میں اسی مقام پر زندگی کی امانت سپرد کر دی۔

القصہ مرزا کو رخصت کر کے ہمایوں کابل آیا۔ عیش و عشرت کی داد دی۔ دامنِ دولت کو جو حوادثات کے غبار سے آلودہ ہوگیا تھا فضلِ الٰہی کے سرچشمے سے دھولیا۔ تمام شورش کرنے

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

والے اپنے اعمال کی خبر کو پہنچ گئے۔ ان کی حکومت و عمر کا خرمن قہرِ الٰہی کی بجلی سے جل گیا۔ ان

کے وجود کا نشان تک صفحۂ روزگار سے مٹ گیا۔ چنانچہ عشر کی متابعت اور... کا تذکرہ اپنی اپنی جگہ زیب کے مطابق کرنا ضروری ہوا تا کہ بادشاہوں کی تاریخ کے طالبوں کے لیے ایک عمدہ تحفہ تیار ہو سکے۔

شیر شاہ عرف فرید خاں افغان سوز

جس زمانے میں سلطان بہلول لودی ہندوستان کا فرماں روا تھا تب فرید خاں کا دادا ابراہیم خاں گھوڑوں کی سوداگری کیا کرتا تھا۔ اس نے ولایت بڑودہ سے آ کر امیروں کی نوکری کر لی، اور موضع نملہ تابع نارنول میں رہنے لگا۔ سلطان سکندر ولد سلطان بہلول کے عہد حکومت میں جونپور کے حاکم جمال خاں کے یہاں نوکر ہو گیا۔ اس کے فوت ہونے کے بعد اس کا بیٹا حسن خاں جو شیر خاں کا باپ تھا جمال خاں کے یہاں ہی رہا۔ اس نے اپنی سمجھ بوجھ اور کارروائی کا سکہ بٹھا دیا اور روز بروز ترقی کرتا گیا، اور ترقی کیوں نہیں کرتا اس کی تو ولادت کی گھڑی ہی باسعادت تھی۔ قوی طالع تھا۔ عالم علوی کے ناظموں نے اس کی مبارک آمد کے ساتھ فرخندگی کی بشارت سنا دی تھی۔ اس قول کے مطابق کہ جس زمانے میں فرید خاں کی والدہ کو اس مبارک بیٹے کا حمل تھا اس وقت اس نے خواب میں دیکھا کہ ایک روشن چاند آسمان سے اُتر کر اس عفیفہ کی آغوش میں آ گیا ہے۔ مصرع:

اس خواب نے ہر طرح سے راحت بخشی

اس بخت بیدار نے یہ خواب اپنے شوہر سے کیا۔ شوہر نے بغیر سوچے سمجھے اس عفیفہ کی پٹائی کر دی۔ اس خاتون سے تعجب سے پوچھا کہ میں نے تو تمھیں یہ خواب بیان کیا۔ بے قصور مجھے کوڑے مارنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس نے کہا کہ یہ خواب ایک بانصیب بچہ کے پیدا ہونے کی خوش خبری ہے۔ تجربہ کار بڑے لوگوں نے کہا ہے کہ اگر کوئی نیک خواب دیکھے تو بیدار ہونے کے بعد اس رات سونا نہیں چاہیے تا کہ اس خواب کا نتیجہ زائل نہ ہو جائے۔ اس لیے میں نے یہ کوڑے لگائے نہیں کہ اس کی تکلیف سے تجھے باقی رات نیند نہ آئے۔

القصہ اس مبارک گھڑی میں وہ مسعود طالع پیدا ہوا۔ جب وہ چار سال کا تھا تو ایک دن روتے ہوئے بچپن کی ضد میں اپنے باپ سے ایک روپیہ مانگ رہا تھا۔ اس صاحبِ حال

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

درویش نے جو ہونی اَن ہونی کے بھیدوں سے واقف تھا فرید خاں کو اس طرح دیکھ کر ہنس کر زور سے کہا۔ سبحان اللہ ہندوستان کا بادشاہ ایک روپیہ کے لیے رو رہا ہے۔ حسن خاں اس خدااندیش درویش کی بات سن کر بہت خوش ہوا۔ اس نے یہ بات اپنی بیوی کے خواب کی تصدیق سمجھی۔ اسے یقین ہو گیا کہ یہ بڑے مرتبہ سے کامیاب ہوگا۔ جب اس بلند ستارہ نے ہوش سنبھالا تو ریاست اور فراست کی علامتیں اس سے ظاہر تھیں۔ حکومت اور شجاعت کے آثار نمایاں، جہاں داری کے اطوار نمودار۔ بادشاہی کے نشان اس سے پھوٹ رہے تھے۔ غرض جونپور کے حاکم جمال خاں نے حسن خاں کو ترقی دی۔ پرگنہ بہرام اور ٹانڈہ جو روہتاس کے تابع تھا اس کی جاگیر میں دے دیا۔ اس کے ساتھ پانچ سو سوار مقرر کر دیے۔ پھر فرید خاں اپنے باپ کی جاگیر کا داروغہ بن گیا۔ اس نے اپنی اچھی تدبیر، صحیح فکر، خداداد عقل و دانش سے معاملات کا بہترین نظم ونسق کیا۔ مہمات کا واقعی بندوبست کیا۔ گردن کشوں کی تادیب کی سرپھروں کو کھدیڑ دیا۔ رعایا کی خوشحالی، امن وامان، زراعت کی ترقی، پیداوار کی بڑھوتری، دیہات کی آبادی کی بھرپور کوشش کی۔ چنانچہ جاگیر آباد ہوگئی، محصول بڑھ گیا، سرکش ڈر کر اطاعت اور مال گذاری کرنے لگے۔

اس طرح فرید خاں نے علم بھی خوب حاصل کیا۔ کافیہ تک عربی پڑھی۔ فارسی میں گلستاں بوستاں، سکندر نامہ اور دوسری مشہور کتابوں کا مطالعہ کیا۔ اس کے بعد حسن خاں کا انتقال ہو گیا۔ فرید خاں اور اس کے بھائیوں میں عرصہ تک جاگیر کے لیے جھگڑا ہوتا رہا۔ فرید خاں اپنے تمام بھائیوں میں سب سے زیادہ پڑھا لکھا سمجھ دار بہادر اور دلیر تھا۔ ضرورت کے وقت اس نے بڑی خدمتیں کی تھیں اس سلسلے میں اس کی تحسین اور آفریں بھی ہوتی، اس پر عنایتیں بھی ہوتیں۔ اس جھگڑے میں سب نے ہی اس کی رعایت کی۔ اس کے بعد سلطان ابراہیم لودی مارا گیا اور ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ ہندوستان کے تخت حکومت پر بیٹھا۔ فرید خاں بہار خاں ولد دریا خاں کے پاس جا کر نوکر ہو گیا۔ یہ پٹنہ کی ولایت پر قابض تھا اور سلطان محمد خطاب اختیار کر کے خود کو سلطان کہا کرتا تھا۔ یہاں بھی اچھی خدمات انجام دیں۔ ایک دفعہ سلطان محمد کی موجودگی میں شکارگاہ میں اپنی بہادری سے شیر کو تلوار سے مار ڈالا۔ فرید خاں نے اس کو شیر خاں کا خطاب دے دیا۔ اس کی ترقی دی اور روز بروز مرتبہ بلند کیا۔ کچھ عرصہ بعد اپنے بیٹے کا وکیل بنا کر اس کی

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

جاگیر پر بھیج دیا۔ شیر خاں کو اس کی صحبت راست نہیں آئی، لہٰذا سلطان جنید برلاس کے یہاں جو بابر کے بڑے امیروں میں سے تھا اور بابر کی بہن اس کے نکاح میں تھی مانک پور جا کر نوکر ہو گیا۔ اتفاقاً مانک پور سے سلطان جنید کے حکم سے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شیر خاں جنید کے ساتھ تھا۔ شیر خاں نے بادشاہ کی وضع اور اطوار دیکھ کر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ مغلوں کو ہندوستان سے نکالنا بہت آسان ہے۔ مغل خود تو کچھ کرتے نہیں بس شکار اور عیش وعشرت میں مشغول رہتے ہیں۔ روزمرّہ کے معاملات چلتے رہتے ہیں۔ افغانوں کی یہی خرابی ہے کہ آپس میں اتفاق نہیں ہے۔ اگر میرا بس چلے تو آپس میں اتفاق کر کے مغلوں کو نکال ڈالوں۔ اس کے ساتھی ان باتوں کو یوں ہی معمولی بات سمجھتے تھے۔ ایک دفعہ سلطان جنید برلاس شاہی فرمان کے مطابق دستر خوان پر حاضر ہوا۔ شیر خاں بھی اس مجلس میں حاضر تھا۔ ہانچہ کا طباق شیر خاں کے سامنے رکھا گیا۔ شیر خاں نے خود کو اس کے کھانے سے عاجز سمجھ کر خنجر نکالا اور ہانچہ کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے عاشق سے کھانے لگا۔ بادشاہ نے یہ دیکھ کر اس بات کو پسند کیا اور میر خلیفہ وزیر سے کہا کہ اس افغان نے عجیب کام کیا ہے۔ اسی دن سے بادشاہ کی نظر میں اس کا مقام ہو گیا۔ ایک دفعہ سلطان جنید نے شیر خاں کو دوسرے دو افغانوں کے ساتھ سرافرازی کے لیے بادشاہ کے سامنے پیش کیا۔ چونکہ بادشاہوں کی رائے سب سے قوی ہوتی ہے جو بھی خبر سرانجام ہونے کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے وہ ان کے صاف شفاف ذہن میں پہلے ہی جلوہ گر ہو جاتی ہے۔ وہ عاقبت بینی اور انتہائی آگہی سے واقع ہونے والی صورت کو اس کے پیش کرنے سے پہلے ہی اپنی روشن عقل کی میزان میں تول لیتے ہیں۔ بادشاہ نے ان دونوں افغانوں کی تو نوازش کی اور شیر خاں کے بارے میں یہ حکم دیا کہ اس افغان کی نظر میں شوخ بے باک لگ رہی ہیں اس کو گرفتار کر لیا جائے۔ وہ موقع کو غنیمت سمجھ کر وہاں سے فرار ہو گیا۔ اور پھر دوبارہ پٹنہ سلطان محمد کی خدمت میں پہنچ گیا اور وہاں صاحبِ اعتبار ہو گیا۔

چونکہ سلطان محمد کا لڑکا فوت ہو گیا تھا اور اس کا کوئی ایسا وارث نہیں تھا جو سلطنت کے قابل ہو۔ شیر خاں اس کا مدار المہام تھا۔ سلطان کے فوت ہونے کے بعد اسے استقلال سے ولایت بہار مل گئی۔ اطراف کی ولایتیں اس نے اپنی تلوار کے بل اور قوتِ اقبال سے ضبط کر کے اپنے قبضے میں کر لیں۔ کافی شوکت اور حشمت حاصل ہو گئی۔

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

اب اسے بنگال مسخر کرنے کا خیال ہوا۔ اس علاقے میں ایک نجومی تھا، بڑا عالی فطرت، سمجھدار دقیقہ شناس، ستاروں کے طلوع غروب، اُتار چڑھاؤ، ستاروں کا ایک دوسرے سے میلان، ان کے احکام، نتائج کے استعمال سے آسمانی رازوں کے ظاہر کرنے میں، زمین کے بھیدوں کھولنے میں، جادو دِکھاتا تھا۔ فرد:

دقیقہ سنج سمجھدار وہ ستارہ شناس
اشارہ فہم بلند اختر و مبارک فال

شیر خاں نے بنگال کو مسخر کرنے کی گھڑی کے بارے میں اس ارسطو صفت نجومی سے درخواست کی۔ اس نے وہ مبارک گھڑی جو فتح و فیروزی کے لیے بختیار ہو لکھ کر دے دی۔ خدائی تائید سے شیر خاں نے اسی گھڑی بنگال پر چڑھائی کی اور اسے فتح کر لیا۔

اس طرح چنار گڑھ کے حاکم تاج خاں افغان کو اس کے بیٹوں نے کسی وجہ سے مار ڈالا تھا۔ شیر خاں نے تاج خاں کی بیوی لاڈو کو بہلا پھسلا کر اپنے نکاح میں لے لیا اور یوں مذکورہ قلعہ پر بھی قابض ہو گیا۔ تمام مشرقی علاقے پر اس کا غلبہ ہو گیا۔ انھیں دِنوں ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ کا انتقال ہو گیا اور نصیر الدین محمد ہمایوں بادشاہ سلطنت کے تخت پر بیٹھ گیا۔ پھر سلطان محمود ولد سکندر لودی پٹنہ میں آ کر حکومت کی مسند پر بیٹھ گیا۔ شیر خاں اس کے تابع ہو گیا۔ دونوں ساتھ ساتھ جونپور گئے اور اس علاقے کو شاہی امیروں سے واپس چھڑا لیا۔ کچھ دن بعد شاہی لشکر نے اس سے جون پور واپس چھین لیا۔ سلطان محمود سن نو سو پینتالیس میں اڑیسہ میں طبعی موت سے فوت ہو گیا۔ اب بلا شرکت غیرے شیر خاں کا تمام ولایت پٹنہ اور بنگال پر قبضہ ہو گیا۔ اس نے خوب قوت حاصل کر لی اور شاہی علاقہ پر بھی تاخت کرنے لگا۔ بادشاہ کے اس کی طرف متوجہ ہونے پر اس نے صلح کر لی۔ اپنے بیٹے قطب خاں عرف عبدالرشید کو فوج کے ساتھ بادشاہ کی ملازمت میں دے دیا کہ خدمت میں حاضر رہے۔ چنانچہ قطب خاں گجرات کی مہم میں بادشاہ کے ساتھ تھا۔ وہاں سے بھاگ کر اپنے باپ کے پاس آ گیا۔ گجرات کی مہم میں بادشاہ کو بہت وقت لگ گیا۔ شیر خاں نے موقع پا کر اکثر علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ ممالک گجرات فتح ہونے کے بعد شاہی فوجیں شیر خاں کے لیے متعین ہوئیں۔ بادشاہ خود روانہ ہوا۔ چنار گڑھ فتح کر کے بنگال کی طرف آگے بڑھے۔ اس وقت شیر خاں بنگال میں تھا۔ شاہی توجہ کی خبر سنی۔

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

اپنے آپ میں مقابلہ کی تاب نہ دیکھ کر چنار گڑھ کی طرف چلا گیا۔ راجا چترامن برہمن سے جو کہ روہتاس کے قلعے کا حاکم تھا کہا کہ مغل میرے تعاقب میں آرہے ہیں۔ مروّتاً مجھے میرے اہل و عیال کے لیے اپنے قلعہ میں جگہ دے دو۔ تمھارا احسان ہوگا جو ہمیشہ ہماری گردن پر رہے گا۔ ہمارے پریشانی کے دن میں ایسے وقت میں پڑوسیوں پر مہربانی کرنا ضروری ہے۔ اس طرح کی باتیں بتا کر چاپلوسی سے اس سادہ لوح راجا کو کہ اس کے برے دِن آگئے تھے اپنا فریفتہ کرلیا۔ اس نے یہ بات مان لی کہ اس کے اہل و عیال قلعے میں آجائیں۔ شیر خاں نے ایک ہزار ڈولیاں بنوائیں اور ہر ڈولی میں دو جوان مرد انتخاب کر کے بٹھائے۔ آگے کی چند ڈولیوں میں عورتوں کو دیکھا گیا۔ شیر خاں نے راجا سے کہا کہ عورتوں کو بتا نہیں سکتے بے پردگی کی شرم قبول نہیں کی جاسکتی۔ راجا کی حکومت کا ستارہ غروب ہونے والا تھا۔ اس نے سادہ لوحی سے منع کر دیا کہ ان سے کوئی مزاحمت نہ کریں۔ جب تمام ڈولیاں قلعے کے اندر آگئیں تو جنگجو افغان جنگی ساز و سامان کے ساتھ ڈولیوں سے نکل آئے اور راجا کے محل کی طرف متوجہ ہو گئے۔ کچھ لوگ دروازے پر پہنچ گئے اور راجا کے بہت سے آدمیوں کو قتل کر ڈالا۔ اس نے بڑی آسانی سے قلعہ حاصل کرلیا۔ یہ قلعہ بہت ہی اُونچا تھا۔ اس کے بننے سے ہی کسی بھی فرماں روا کا کوئی شخص اس پر غلبہ نہیں پا سکا تھا۔ ہندوستان میں ایسے قلعے بہت کم ہوں گے۔ یہ بھی مسخر ہو گیا۔ گویا شیر خاں کے ہاتھ میں مرادوں کی کنجی آگئی۔ وہ اپنے اہل و عیال کو اس محفوظ جگہ پر چھوڑ کر بے فکری سے اپنے کام پر چلا گیا۔

بادشاہ ہمایوں بنگال جا کر عیش و عشرت میں پڑ گیا۔ بیچ میں برسات کا موسم آگیا۔ شیر خاں نے بنگال کا راستہ بند کر دیا۔ ملک کی خیر خبر اور لشکر کے لیے غلہ کی رسد پہنچنے نہیں دی۔ پھر جب بادشاہ بنگال سے واپس ہوا تو ولایت ٹھٹھ بھوجپور میں گنگا ندی کے کنارے پڑاؤ کا اتفاق ہوا۔ شیر خاں نے بھی بھاری لشکر کے ساتھ آ کر خیمے لگا دیے۔ اوپری باتوں سے بظاہر صلح کر لی۔ کئی دن گزار دیے۔ خیالی میدان میں ٹھنڈی جنگ کرتا رہا۔ آخر کچھ خستہ حال پیادوں کو سامانِ جنگ دے کر بادشاہ کے لشکر کے سامنے چھوڑ دیا اور خود دو منزل پیچھے جا کر بیٹھ گیا۔ چونکہ پردۂ غیب سے تو کچھ اور ہی ہونے والا تھا۔ حالات یہ ہوئے کہ شاہی لشکر غفلت میں پڑا رہا۔ شیر خاں اپنے لشکر سمیت راتوں رات کوہ سے نکل آیا اور اچانک علی الصباح بادشاہ کے خیمے پر پہنچ گیا۔

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

لشکر کشی اور خوں ریزی کے لیے اپنی محبت کی نیام سے بے جھجک تلوار نکال لی۔ شاہی لشکر کو گھوڑوں پر زین کسنے تک کا موقع نہیں ملا جنگ کرنا تو دور کی بات ہے۔ وہ بے پروائی کے بستر میں سونے والے، غفلت کے خیموں میں رہنے والے اکثر لوگ فنا کی خواب گاہ میں جا سوئے اور بہت سے شکست کا کے بیاباں میں فرار ہو گئے۔ ترجمہ نظم:

جس شخص کے دماغ میں حسیناؤں کے خیال تھے/ اسے جاں فشانی سے واسطہ پڑ گیا/ جو شخص تن آسانیوں میں پڑا تھا/ اس کے جسم کو کفن نشیں ہونا پڑا/ جو عشرت کی شراب سے مست تھا/ وہ اب موت کی زد میں دُھت تھا/ جو ستار اور نغمہ سن رہا تھا/ اسے دشمنوں کے سامنے آنا پڑا/ جس کی آرزو تھی کہ کھیل میں وہ بازی مار لے/ اب لکڑی کے تختے اس کے تابوت بن گئے/ اب کوئی پناہ چاہ رہا تھا کوئی بھاگ رہا تھا/ لوگ ہر کدھر بھاگ گئے سامان گرا دیا/ کسی نے ترکش پھینک دیا کسی نے کنٹوپ گرا دیا/ بھاگنے والوں نے غلط راستہ پکڑ لیا........ بادشاہ اور سپاہی سب نے ہی پیٹھ دِکھائی/ کسی نے مقابلہ نہیں کیا/ نہ تاج باقی رہا نہ تخت نہ دولت نہ جاہ/ نہ گھوڑے اور نہ جنگجو مرد/ سامانِ جنگ اور چوپائے لوٹنے سے/ سپاہیوں کے لیے میدان میں جگہ تنگ ہو گئی۔

حقیقی بادشاہ کے حکم سے فتح و نصرت شیر خاں کو حاصل ہو گئی۔ ہمایوں بادشاہ فاش شکست کھا کر بڑی مشکل سے آگرہ پہنچا۔ ایک سال بعد فوج اکٹھی کر کے قنوّج آ کر جنگ کی۔ اس بار بھی الٰہی تائید خدائی مرد سے شیر خاں مظفر و منصور ہو گیا۔ بیت:

اپنی طاقت سے شجاعت سے اور اپنی عقل سے
آسمانوں سے بھی اُونچا تخت اپنا کر لیا

بادشاہ منہزم ہو کر دہلی اور آگرہ میں رہ نہ سکا۔ لاہور چلا گیا۔ یہاں کچھ دن ٹھہر کر ملتان کی طرف پہنچا۔ شیر خاں نے ایسی فتح کے بعد لاہور تک پیچھا کیا۔ وہاں سے اپنے غلامِ خواص خاص کو جو اس کی قوتِ بازو و مقدمہ الجیش تھا، شجاعت اور مردانگی میں طاقِ سخاوت و نیک نامی میں شہرہ آفاق ہندوستان میں اب تک جس کے کارناموں کے گن گائے جاتے ہیں۔ اسے بھاری لشکر کے ساتھ تعاقب میں بھیج دیا۔ اس نے ملتان اور اوچ تک تعاقب کیا پھر واپس

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

آ گیا۔ شیر خاں ٹیبہ تعلقہ کھکران تک جا کر واپس آ گیا۔ بالناتھ پہاڑ کے پاس ایک قلعہ کی بنیاد رکھی۔ اس کا نام روہتاس رکھا۔ یہاں کھکروں کے لشکر کو روکنے کے لیے انھیں سزا دینے کے لیے دس ہزار جرار سوار چھوڑ دیے۔ اس قلعے کو اس کے بیٹے اسلام شاہ نے مکمل کیا تھا۔

القصہ اس نے شیر شاہ کا خطاب اختیار کرلیا اور یہ شعر سجع میں نقش کروایا، بیت:

شد اللہ باقی ترا ہار دائم

بمان شیر شہ بن حسن سور قائم

راجا پورن مل حاکم رائے سین نے سرکشی اور غلبہ کا پرچم بلند کر کے اکثر آس پاس کے پرگنوں پر قبضہ کرلیا۔ اس نے اپنی نفس پرستی سے دو ہزار ہندو مسلمان عورتیں اپنی حرم میں پاتر اور رقاصہ کے عنوان سے داخل کرلیں۔ شیر خاں نے یہ سن کر جمعیت اسلامی اور شاہی دستور سے اس خودسر ہواپرست کو سزا دینے کے لیے قلعہ رائے سین کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ روانگی کا پرچم بلند کیا۔ قلعہ کے پاس پہنچ کر اس کا گھیراؤ کرلیا۔ لمبے عرصے تک محاصرہ اور جنگوں کی وجہ سے راجا پورن مل عاجز آ گیا۔ اس نے صلح کرلی۔ وہ بادشاہ شیر شاہ سے وعدہ لے کر اس کی خدمت میں آ گیا۔ علمائے دین نے فتویٰ دیا کہ ایسے کافر کو جو مسلمان عورتوں کو گھر میں ڈال لے اس سے قول کرنے کے باوجود اسے قتل کردینا شرعی اعتبار سے ضروری ہے۔ شیر شاہ نے ثواب حاصل کرنے کے ارادے سے فوج آراستہ کی اور جنگ کی بنیاد ڈال دی۔ راجپوتوں نے بھی مزے کی ٹھان لی۔ انھوں نے ایسے جوہر دِکھائے کہ رستم اور دستان کے کارنامے بھی کھیل لگ رہے تھے۔ راجپوت پروانہ وار بے تحاشا اپنے آپ کو تلوار کی دھار اور ہاتھیوں کے دانتوں سے ٹکرا رہے تھے۔ اپنے بچوں، عورتوں، بیویوں کو جوہر کر رہے تھے۔ انھوں نے شیر شاہ کے بہت سے لشکریوں کو مار ڈالا۔ ترجمہ نظم:

دونوں لشکروں کی طرف سے مارو پکڑو کی آواز آنے لگی/ گویا سورج اور چاند ٹکرا گئے ہوں/ دونوں طرف سے چقاچق ہونے لگی/ خوں ریزی سے پورا میدانِ جنگ خون کی ندی بن گیا تھا۔

آخر راجا پورن مل نے بڑے جوش کا کارنامہ دِکھایا۔ اپنے بہت سے آدمیوں کے ساتھ میدانِ جنگ میں ہی مارا گیا۔ اس کی بہادری اور مردانگی کی داستانیں اب تک ہندی کے گیتوں

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

میں دُنیا میں مشہور ہیں۔

شیر شاہ قلعہ رائے سین کی فتح اور راجا پورن مل کے قتل کے بعد آگرہ جا کر بیمار ہو گیا۔ مرض بہت بڑھ گیا۔ جب صحت اور شفا ہو گئی تو اجمیر، جودھپور، میرٹھ کے راجا مال دیو پر پچاس ہزار سواروں کے ساتھ چڑھائی کی۔ کئی بار جنگ ہوئی مگر کوئی بات نہیں بنی۔ اب شیر شاہ نے ایک چال چلی۔ اس نے آس پاس کے راجاؤں کے نام سے ایسے خط جن میں بادشاہ کی اطاعت اور رائے مال دیو سے انحراف کا مضمون تھا رائے مذکور کے ارکانِ دولت کو اپنی طرف مائل کرنے رِجانے کے مضمون بھیجے۔ رائے مسطور کو بھڑکانے کے لیے اس نے یہ لکھے ہوئے خط جان بوجھ کر اپنے آدمیوں سے رائے مال دیو کو دلوا دیے۔ اس بات سے رائے موصوف کا دل خود اپنے ارکانِ دولت سے پھر گیا۔ اس طرح لشکر میں خلل واقع کر دیا۔ پھر سلطان سے لگاتار جنگ کر کے فتح پالی۔ اجمیر کو مسخر کر کے دہلی آ گیا۔

ہمایوں کی خاص بیگم حاجی بیگم بھوجپور ٹھٹھ کی جنگ میں شیر شاہ کی قید میں آ گئی تھی۔ شیر شاہ نے نیک ذاتی سے اس عفیفہ محفوظ و مامون رکھا۔ بعد میں خبر آئی کہ بادشاہ عراق و خراسان سے واپس آ کر کابل پہنچ گیا ہے تو اس عفت مآب کو پورے احترام کے ساتھ بادشاہ کے پاس بھیج دیا۔ اس طرح دُنیا والوں پر اپنی نیک ذاتی اور نیک نامی ظاہر کر دی۔

القصہ شیر شاہ بہت نیک ذات فرخندہ صفات عقل و دانش اور تدبیر ملک گیری جہاں داری میں بے مثال تھا۔ رعایا کی خوشحالی اور مخلوق کی آسودگی کی بہت کوشش کرتا تھا۔ اس نے عدل و انصاف کا طریقہ زندہ کیا۔ بذل و سخاوت کے لوازم عام کیے۔ نوشیروانِ عادل سے بھی سبقت لے گیا تھا۔ اس کے محکمہ عدالت میں اپنے بیگانے سب برابر تھے۔ سب لوگوں کو ایک نظر سے دیکھتا تھا۔ کہتے ہیں کہ ایک دن شہزادہ عادل خاں جو سب سے بڑا تھا، ہاتھی پر سوار ہو کر آگرہ کی کسی گلی سے گزر رہا تھا۔ ایک بنیے کی عورت اپنے گھر میں جس کی دیواریں چھوٹی تھیں برہنہ غسل کر رہی تھی۔ شہزادہ کی نظر اس نوجوان حسینہ پر جو اپنے حسن و جمال، ناک نقشہ اور خوبصورتی میں ایسی تھی کہ حوریں بھی اسے دیکھ کر رشک سے ماتھے پر بل ڈال لیں ٹھہری تو اس نے پان کا بیڑا اس کی طرف پھینک کے عاشقانہ نظروں سے دیکھتا ہوا اس گلی سے چلا گیا۔ چونکہ وہ عورت عفت و عصمت میں ثابت قدم تھی اور ایک اجنبی مرد نے اسے برہنہ دیکھ لیا تھا اس نے چاہا کہ

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

خود کو ہلاک کر دے۔ اس دوران اس کے شوہر کو پتہ چل گیا۔ اس نے عورت کو سمجھا بجھا کر مارنے سے روک دیا۔ وہ پان کا وہی بیڑا لے کر فریادیوں کے جرگہ میں داخل ہوگیا۔ شیر شاہ سے حقیقتِ احوال عرض کی۔ اس عدالت پناہ بادشاہ نے بنیے کا حال سن کر بہت افسوس کیا۔ انصاف کے پیشِ نظر حکم دیا کہ اس بنیے کو ہاتھی پر سوار کرو اور عادل خاں کی بیوی کو برہنہ کر کے اس کے سامنے لایا جائے تا کہ مستغیث پان کے اس بیڑے کو جو اس کے ہاتھ میں ہے اس کی طرف پھینک سکے۔ امیروں، وزیروں نے اس حکم کے موقوف کرنے کی بہت درخواست کی لیکن منظور نہیں ہوئی۔ کہا کہ انصاف کے معاملے میں میرے نزدیک میرا بیٹا اور رعایا سب برابر ہیں۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میرے ہی بیٹے میری رعایا کے ساتھ ایسا ناہنجار سلوک کریں۔ آخر بنیے نے راضی ہوکر خود درخواست کی کہ میں نے معاف کر دیا اور مجھے انصاف مل گیا اور فریاد ختم کر دی۔ ترجمہ نظم:

انصاف کی تاثیر سے ملک میں آرام سکون ہوتا ہے/ عدل سے ملک کی مرادیں حاصل ہوتی ہیں/ اس سے بہتر تجھے اور کیا چیز مل سکتی ہے کہ/ تیرا نام شہنشاہ عادل ہے/ نوشیرواں نے انصاف اختیار کیا تھا/ اسی لیے اب تک اس کا نام یادگار ہے۔

اس نے اپنی حکومت کے زمانے میں بہت سے نئے نئے دستور ایجاد کیے۔ گھوڑوں کو داغ کرنے کا قانون جو کہ سلطان علاء الدین نے بنایا تھا، جیسا تاریخ فیروز شاہی میں درج ہے اور اس سے پہلے سلطان علاء الدین نے مقرر کیا مگر رائج نہیں ہوسکا تھا، شیر شاہ نے رواج دیا۔ بنگال سے روہتاس پنجاب تک دو ہزار پانچ سو کوس کی سڑک بنوائی۔ اس پر ہر دو کوس کے فاصلے پر سرائیں تعمیر کرائیں۔ ہر سرائے میں دو گھوڑے، ڈاک چوکی کے لیے مقرر کیے۔ دو تین دن میں بنگال کی خبر روہتاس پہنچ جاتی تھی۔ یہ مقرر ہوا کہ جب دولت خانے میں بادشاہ کے لیے دسترخوان لگے تو نقارہ بجایا جائے۔ چونکہ سرائیں پاس پاس تھیں ذرا سی دیر میں بنگال سے روہتاس پنجاب تک اور ملک کی دوسری شاہ راہوں پر لوگ خبردار ہوکر نقارہ بجاتے اور ہر سرائے میں اسی وقت بادشاہی سرکار سے مسلمان مسافروں کو پکا ہوا کھانا، ہندوؤں کو آٹا گھی اور دوسرے سامان دیے دیے جاتے۔ دُنیا بھر میں اس دریا نوال بادشاہ کے فضل و کرم کے دسترخوان سے مسافر اپنی خواہش کا پیٹ بھر لیتے تھے۔ خالی ہاتھ راہ گیروں کو عاجزی نہیں ہوا

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

کرتی تھی۔ بیت:

اس کی فیاضی کا شربت تنگ دستی کی دوا
خستہ و افلاس کو اس کی عطائیں غمگسار

شاہ راہ پر دونوں طرف پھل دار درخت لگائے گئے تھے تا کہ راستہ چلنے والے ان کے سایہ میں آرام کر لیں اور بغیر کسی روک ٹوک کے ان کے پھلوں سے بہرہ یاب ہوں۔ اس نے یہ بھی طے کیا تھا کہ نیلاب سے دہلی تک افغانوں کے دو طرفہ گاؤں بسائے جائیں تا کہ کابل کی طرف سے مغلوں کا راستہ روکا جا سکے۔ اس کے عہد سلطنت میں اس قدر امن و امان تھا کہ جس بڑھیا کے پاس سونے کی ٹوکری بھری ہو وہ بھی آرام سے سو سکتی تھی۔ پاسبان کی ضرورت نہیں تھی۔ ترجمہ نظم:

اگر کوئی روشن سورج کی طرح
مشرق سے مغرب تک سونے کا تھال لے جائے
تو بھی کوئی شخص پرہیز گاری سے
اس کے سونے کے تھال میں تیز نظر سے دیکھتا تک نہیں تھا۔

کہتے ہیں کہ وہ جب آئینہ دیکھتا تو اس کو افسوس ہوتا تھا۔ کہتا کہ میں شام کے وقت منزل پر پہنچا ہوں۔ یعنی بڑھاپے کے وقت حکومت ملی ہے۔ مشہور ہے کہ شیر شاہ جب دہلی میں داخل ہوا تو ایک مالن نے کہا ''دہلی کو شوہر تو مل گیا مگر بوڑھا۔'' شیر شاہ نے جب یہ بات سنی تو گھوڑے کو تیز دوڑایا۔ اس عیار عورت نے پھر کہا مگر طریقہ بدل دیا۔

القصہ آخر وقت ہی شیر شاہ نے قلعہ کالنجر فتح کرنے کے لیے اس کا محاصرہ کیا۔ برج اور دمدمہ بنائے۔ نلیوں میں بارود بھر کر آگ لگا کر قلعہ کے اندر پھینکنا شروع کیں۔ اتفاق سے ایک نلی دیوار سے ٹکرا کر واپس لوٹ آئی اور دوسری نلیں میں گر گئی، جس سے ان میں آگ لگ گئی۔ اس سے بادشاہ کے بہت سے فوجی ضائع ہو گئے۔ شیر شاہ بھی قریب تھا، وہ بھی جل گیا، لیکن جب تک زندگی کی رمق باقی رہی، وہ جنگ کا انتظام سنبھالے رہا۔ آخر اسی دن وہ قلعہ فتح ہو گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ شیر شاہ کی روح بھی جسم کے حصار سے نکل گئی۔ اس کے چاہنے والوں کو بہت افسوس اور غم ہوا۔ ابیات:

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

جب کہ دُنیا سے دارِ بقا کو گیا
نکلی تاریخ کہ آگ سے مر گیا

اس کی حکومت کی مدّت بیس سال اور کچھ ماہ ہوئی۔ ان میں سے پندرہ سال امارت کے اور پانچ سال ہندوستان کی سلطنت کے۔

اسلام شاہ مشہور بہ سلیم شاہ عرف جلال خاں ولد شیر شاہ

شیر شاہ کا یہ ناگزیر واقعہ پیش آ گیا تو ارکانِ دولت نے مشورہ کیا کہ شہزادہ عادل خاں بڑا بیٹا تو بہت دُور رنتھمبور میں ہے، اور رعایا و لشکر کی پاسبانی کے لیے بادشاہ کا ہونا ضروری ہے۔ ورنہ جلدی ہی فتنے اُٹھ کھڑے ہوں گے اور ممالک کے معاملات میں خلل پڑ جائے گا۔ مجبوراً چھوٹے بیٹے شہزادہ جلال خاں کو بلایا۔ وہ فوراً قلعہ کالنجر پہنچا اور سنہ نو سو باون میں تختِ حکومت پر بیٹھ گیا۔ اپنے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کیا۔ اسلام شاہ کا خطاب اختیار کر کے بڑے بھائی کو لکھا کہ فتنہ فساد کو دبانے اور سپاہ رعایا کی حفاظت کے لیے میں نے ایسا کیا ہے۔ ویسے مجھے تمھاری اطاعت سے چارہ نہیں ہے۔ عادل خاں نے لکھا کہ اگر تم اپنی بات میں سچّے ہو تو خواص خاں وغیرہ چار امیروں کو بھیج دو تا کہ مجھے تسکین کرا دیں۔ اسلام شاہ نے اُن امیروں کو بھیجا کہ شہزادے کی تسلی کرا آئیں۔ بعد میں جب بادشاہ کالنجر سے آگرہ آیا تو شہزادہ عادل خاں بھی رنتھمبور سے آ گیا۔ دونوں کی ملاقات ہونا طے ہوئی۔ اسی وقت اسلام شاہ کے دل میں یہ بات آئی کہ سلطنت کوئی ایسی چیز نہیں جو یوں کھو دی جائے۔ دولت و جاہ کوئی ایسی چیز نہیں جسے حوالہ کر دیں۔ لہٰذا غداری کا سوچ کر یہ طے کیا کہ شہزادہ کے ساتھ دو سے زیادہ آدمی قلعے میں نہیں آئیں۔ چونکہ یہ بات تقدیر میں نہ تھی کہ ایسا ہو شہزادہ کے آنے کے وقت قلعہ میں بہت ساری بھیڑ بھی چلی گئی۔ اسلام شاہ نے مجبوراً مکّاری غدّاری کرنے کے بجائے خلوص اور بھائی چارہ کا اظہار کیا۔ کہا کہ اب تک تو میں نے افغانوں کو بس میں رکھا اب تمھارے حوالے کرتا ہوں۔ پھر شہزادے کا ہاتھ پکڑ کر تخت پر بٹھا دیا۔ اس کی خوب چاپلوسی کی۔

چونکہ یہ شہزادہ سادہ لوحی اور بدبختی سے عیش و عشرت کی طرف زیادہ مائل تھا۔ اس نے سلطنت قبول نہیں کی۔ اسلام شاہ کو تخت پر بٹھا دیا اور سب سے پہلے خود اس نے سلام کر کے مبارکباد

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

دی۔ اس کے بعد دوسرے لوگوں نے سلام کیا۔ پھر شہزادہ اسی وقت روانہ ہوکر بیانہ چلا گیا۔

بڑے بھائی ۔ کے اس سلوک کے باوجود بھی اسلام شاہ اس سے خاطر جمع نہیں تھا۔ کچھ امیروں کی نا اتفاقی کی وجہ سے بھی وہ خوف زدہ رہتا تھا۔ لہٰذا اس نے غازی محلی کے ہاتھ سونے کی... بھیجا کہ شہزادہ کو قید کرلائے۔ اس اطلاع کے ملنے پر شہزادہ خواص خاں کے پاس میوات چلا گیا، اور اسلام شاہ کی اس بدعہدی سے اسے مطلع کیا۔ خواص خاں نے غصہ ہوکر غازی محلی کو بلایا اور اس کے پیر میں سونے کی زنجیر ڈال کر مخالفت کا پرچم بلند کردیا۔ اپنے موافق امیروں کو ملاکر بھاری لشکر کے ساتھ آگرہ کو روانہ ہوگیا۔ قطب خاں اور دوسرے امیر جو عہد میں رفیق تھے وہ بھی اسلام شاہ سے رنجیدہ ہوگئے اور عادل خاں کو سلطنت کی ترغیب دی۔ اسلام شاہ اس شورش کی تدبیر میں لگا۔ قطب خاں وغیرہ کو سمجھا کر اپنے ساتھ ملالیا۔ شہزادہ عادل خاں نے خواص خاں اور دوسرے امیروں کے ساتھ آگرہ کے نواح میں آکر جنگ کے لیے صف بندی کرلی۔ دونوں طرف سے لگا تار جنگ ہوئی، الٰہی مشیت سے شہزادہ کو شکست ہوگئی۔ وہ پٹنہ کی طرف چلا گیا۔ اس کے بعد شہزادہ کے احوال کسی کو معلوم نہیں ہوئے۔ خواص خاص اور عیسیٰ خاں ہزیمت کھاکر کمایوں پہاڑ کی طرف چلے گئے۔ اکثر اوقات پہاڑ سے اُتر کر اس کے دامنی علاقے پر جو بادشاہ کے تعلقہ میں تھا لوٹ مار کیا کرتے تھے۔ کچھ عرصے بعد قطب خاں کو بھاری لشکروں کے ساتھ ان کے لیے متعین کیا گیا۔ قطب خاں تو خود بھی شہزادے کو آنے کی ترغیب دینے میں دوسروں کا ساتھی تھا اس لیے اسلام شاہ سے وہ بھی دل میں ڈرتا تھا۔ لہٰذا وہاں سے بھاگ کر اعظم ہمایوں کے پاس لاہور چلا گیا۔ اس نے قطب خاں کو بادشاہ کے حکم کے مطابق قید کرکے بھیج دیا۔ اسلام شاہ نے اس کو چار دوسرے آدمیوں کے ساتھ قلعہ گوالیار میں قید کردیا۔

اسلام شاہ عدل وانصاف، خداترسی اور رعایا پروری میں تو بے نظیر شخص تھا مگر سپاہیوں کو بہت تنگ اور آزردہ رکھتا تھا۔ اس کا طریقۂ کار یہ تھا کہ نوکروں میں سے ہر کسی کو کچھ بھی اعتراض کرکے برطرف کردیتا تھا، اور اس کی جاگیر کسی اور کو مقرر کردیتا تھا تاکہ وہ اپنی جمعیت کے ساتھ بدستور سابق خدمت کرتا رہے۔ خدمت کی ادائیگی میں ذرا بھی کوتاہی یا سستی ہوئی بس موردِ عتاب ہوجاتا تھا بلکہ اولاد کے ساتھ سزا بھگتا تھا۔ ترجمہ ابیات:

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

سپاہیوں کو خوشحال کر کے راضی رکھو/ تا کہ سختی کے وقت وہ تمھارے کام آئیں/ جس
سپاہی کی حالت اچھی نہ ہو/ وہ جنگ کے دن موت کے لیے کب تیار ہوگا/ سپاہی
تو اپنے سر کی قیمت کھاتے ہیں/ اس لیے ان کا تنگ دستی جھیلنا انصاف نہیں ہے/
اگر خزانہ سے پیسہ دینے میں سپاہی سے دریغ کیا جائے/ تو اس کو بھی تلوار پر ہاتھ
لے جانے میں دریغ ہوتا ہے/ وہ بہادری کیا دِکھا سکتا ہے میدانِ جنگ میں/
جب اس کے ہاتھ خالی ہوں مالی حالت خراب ہو/ یہی بہتر ہے کہ ان کی پرورش
جان سے کی جائے/ کیونکہ بادشاہ لشکر کے بل بوتے پر ہی بادشاہت کرتا ہے۔

اس طرح کے واقعات سے کچھ امیر اس سے منحرف ہو گئے۔ اعظم ہمایوں عرف ہیبت خاں نے بھی لاہور میں مخالفت کا پرچم بلند کر لیا۔ اس نے لاہور کی طرف سے اور خواص خاں و عیسیٰ خاں نے کمایوں کی طرف سے انبالہ میں سرہند کے پاس مشورہ کیا کہ عادل خاں کو سلطنت کے لیے بلانا چاہیے۔ مگر اعظم ہمایوں نے یہ بات نہیں مانی۔ اس کا خود بادشاہ بننے کا ارادہ تھا۔ خواص خاں جنگ کے بغیر ہی ناراض ہو کر چلا گیا۔ عیسیٰ خاں اسلام شاہ کے پاس پہنچ گیا۔ دوسرے تاتاریوں نے جنگ کے لیے صف بندی کر لی اور لڑائی کے لیے تیار ہو گئے۔ تھوڑی سی جنگ کے بعد ہی ہار کر نمک حرامی کا نتیجہ بھگتا۔ وہ لوگ اِدھر اُدھر بکھر گئے۔ اعظم ہمایوں کا بھائی سعید خاں یہ چاہتا تھا کہ جو لوگ فتح کی مبارکباد دے رہے ہیں ان میں شامل ہو کر اسلام شاہ کے پاس پہنچ جائے، کام تمام کر دے، مگر ایک ہاتھی بان کو اس بات کا پتہ چل گیا۔ ان لوگوں میں اس کے آتے ہی اس کے نیزہ مار کر نکال دیا۔ ابیات:

جس کا ہو اللہ بیلی — کوئی اس کو کیا ستائے
قسمت اس کا کام کرتی — جلنے والے جان سے مر جائے

القصہ اعظم ہمایوں اور تاتاری بھاگ کر دھن کوٹ ولایت اوچ میں رہنے لگے۔ اسلام شاہ نے روہتاس تک ان کا تعاقب کیا۔ پھر لوٹ آیا اور گوالیار پہنچ گیا۔

ایک دن شجاعت خاں کو کسی نے اچانک زخمی کر دیا۔ اس نے اس واقعہ کو بادشاہ اسلام شاہ کے اشارے پر سمجھا۔ وہ اس سے متوہم ہو گیا۔ اس کے پاس سے بھاگ کر مالوہ چلا گیا۔ عیسیٰ خاں کو بیس ہزار سواروں کے ساتھ اس کے تعاقب کے لیے متعین کیا۔ اس نے جا کر کچھ

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

مرتبہ جنگ کر کے شجاعت خاں کو عاجز کر دیا۔ شجاعت خاں مجبوراً اطاعت قبول کر کے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد عنایتوں سے سرفراز ہوا۔ مالوہ کی حکومت پالی۔ جب یہ پتہ چلا کہ اعظم ہمایوں دھن کوٹ میں رہ رہا ہے، اور اس علاقے میں فتنہ وفساد کا باعث بنا ہوا ہے، ملکی معاملات میں خلل واقع ہو گیا ہے۔ اس شورش کو رفع کرنے کے لیے خواجہ ویس کو جو کہ ایک بڑا امیر تھا بیس ہزار سواروں کے ساتھ متعین کیا۔ چونکہ اُس کے پاس جمعیت زیادہ تھی اور جنگی سامان بھی زیادہ تھا۔ خواجہ ویس جنگ کے شروع میں ہی ہار کر فرار ہو گیا۔ اعظم ہمایوں نے فتح کے بعد سرہند تک خواجہ ویس کا پیچھا کیا۔ اس کے لشکریوں نے پنجاب کے قصبوں اور دیہات میں لوٹ مار شروع کر دی۔ انھوں نے ہندموسیٰ اور تال اور ان کے باشندوں کو لوٹ لیا۔ پنجاب میں عجیب شورش برپا ہو گئی۔ وہاں کے باشندوں کی بری حالت تھی۔ چونکہ گردن کشی عصیاں سرشتوں کو سزا دینا جو تکبر سے بانکی ٹوپی اوڑھتے ہیں اور دماغ میں شوریدگی رکھتے ہیں اور فتنہ اندوز جرائم پیشہ لوگوں کی جڑ بنیاد ختم کرنا جن سے امورِ ملک میں خلل واقع ہوتا ہے، والا قدر بادشاہوں کا ذمہ لازم ہے تا کہ ملک سے آشوب اور مخلوق کے دل سے فتنے کے غم نکل جائیں۔ زمانے میں امن وامان ہو۔ یہ سوچ کر اسلام شاہ بھاری لشکر اور توپ خانہ کے ساتھ تاتاریوں کے دفاع کے لیے دہلی سے روانہ ہوا۔ اعظم ہمایوں جو سرکشوں کا سردار تھا تاب نہ لا سکا۔ بھاگ کر دھن کوٹ چلا گیا، وہاں وہ قلعہ بند ہو گیا۔ بادشاہی لشکر نے قلعہ کو گھیر لیا۔ قلعہ گیری کے اسباب مہیّا کیے۔ توپ اور بندوق کی لگاتار جنگ ہوئی۔ مخالف کو ہارنا پڑا۔

اعظم ہمایوں بھاگ کر کھکر کے پہاڑوں میں چلا گیا۔ اس نے سلطام آدم کھکر سے پناہ لے لی۔ اس کی ماں اور اہل وعیال شاہی آدمیوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے۔ اس کے بعد اسلام شاہ نے کھکروں پر چڑھائی کی۔ سلطان آدم جنگ کے لیے تیاّر ہو گیا۔ کئی بار جنگ ہوئی۔ آخر کار سلطان آدم سے عاجز ہو کر معذرت چاہ لی اور اعظم ہمایوں کو وہاں سے نکال دیا۔ اعظم وہاں سے فرار ہو گیا، کشمیر کی طرف چلا گیا۔ اسلام شاہ تھوڑا سا تعاقب کر کے واپس آ گیا۔ اس وقت ایک جگہ تنگ راستے میں کسی شخص نے اسلام شاہ کے تلوار ماردی، مگر کارگر نہیں ہوئی۔ وہ بہت پھرتی اور تیزی سے اس پر غالب آ گیا۔ خود اپنے ہاتھ سے اسے قتل کر دیا۔

الغرض اس علاقے سے فتنہ وفساد ختم ہو گیا۔ ہر طرف امن وامان ہو گیا تو اسلام شاہ بے

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

فکر ہوکر پہاڑی دامن کے راستے سے دہلی کے لیے روانہ ہوا۔ جب جموں کے قریب قصبہ پن میں پہنچا تو خبر آئی کہ ہمایوں کا چھوٹا بھائی کامران مرزا بڑے بھائی سے شکست کھا کر کابل سے اس سے کمک مانگنے آیا ہے۔ بادشاہ کے خیمہ گاہ کے پاس آ گیا تو اسلام شاہ نے فیروز خاں کو مولانا عبداللہ سلطانپوری کے ساتھ اس کے استقبال کے لیے بھیجا۔ وہ جاکر مرزا کو لے آئے۔ مرزا اس کے سامنے پہنچ کر کھڑا ہوگیا، مگر اسلام شاہ تکبر اور رعونت سے اس کی طرف متوجہ نہیں ہوا، بلکہ جان بوجھ کر تغافل برتا۔ اس کے حکم کے مطابق میر توزک نے بلند آواز میں کہا: ''قبلہ عالم مقدم زادہ مجرا کرتے ہیں۔'' یہ اس سے تین بار کہا جس سے مرزا کی اور بے عزتی ہوئی۔ آخر اسلام شاہ نے نیم قیام تعظیم کے ساتھ مرزا سے ملاقات کی۔ اس سے مرزا کی خفت ہوئی۔ خفت ہوتی بھی کیوں نہیں، اپنے قبلہ و کعبہ سے روگرداں ہوکر جانی دشمن سے التجا کر رہا تھا۔ جب وہاں سے کوچ کیا تو بطور نظر بند کے مرزا کو اپنے ساتھ لے گیا۔ مرزا موقع پاکر راستے میں سے بھاگ گیا۔ شوالک کے پہاڑوں کے راستے سے ناقابلِ برداشت پریشانیاں اُٹھا کر سلطان آدم کے پاس کھکر پہنچا۔ سلطان نے اسے گرفتار کرکے محمد ہمایوں بادشاہ کے پاس بھیج دیا۔ جیسا کہ پہلے لکھا جاچکا ہے۔

القصہ جب سلطان دہلی پہنچا تو یہ شہرت ہوگئی کہ ہمایوں بادشاہ کامران مرزا کو گرفتار کرکے کے لیے سندھ ندی پار کرآیا ہے۔ اس خبر سے اسلام شاہ لاہور کی طرف متوجہ ہوا۔ اس وقت توپ خانہ کے لیے بیل موجود نہیں تھے۔ فیرے کے لیے دور دراز کے علاقے میں گئے ہوئے تھے۔ جلدی کی وجہ سے توپ گاڑیوں کو کھینچنے کے لیے آدمیوں کو مقرر کردیا۔ ہر توپ کو ایک دو ہزار آدمی کھینچ رہے تھے۔ لاہور پہنچ کر خبر ملی کہ بادشاہ ہمایوں تو کامران مرزا کو گرفتار کرکے سندھ ندی کے کنارے سے واپس کابل چلا گیا۔ اسلام شاہ یہ جان کر بے فکری سے اس علاقے کا انتظام کرکے واپس آ گیا۔

اس کے ذہن میں یہ بات تھی کہ لاہور ایک بڑا شہر ہے۔ یہاں تھوڑے سے وقت میں شاہی لشکر کے لیے تمام شان و شوکت کا سامان ہتھیار وغیرہ سب حاصل ہوجاتے ہیں اور یہی کابل سے مغلوں کے آنے کا راستہ ہے اس لیے اس شہر کو ویران کرکے سیالکوٹ کو جہاں شوالک کے راستے میں [illegible] قلعہ ہے دارالحکومت بنالیا جائے۔ سیالوکٹ وہ قلعہ

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

ہے جس میں چار قلعے ہیں۔ یہ بہت مضبوط قلعے ہیں جو ایک اُونچے پہاڑ پر بنے ہیں۔ سب ایک دوسرے کے پاس اُونچے ایسے جیسے آسمان۔ دیکھنے میں بس ایک ہی قلعہ نظر آتے ہیں۔ لشکروں کا اُن تک پہنچنا مشکل ہے۔ اگر کسی طرح ان تک پہنچ بھی جائیں تو قلعہ والوں پر قابو پانا اور زیادہ شوار۔ ان میں صاف ستھرا پانی بھی بہت ہے۔ کھانے کا سامان بھی اتنا جتنا ہونا چاہیے۔ ترجمہ ابیات:

وہ قلعہ آسمان جتنا اُونچا ہے/ اس کے برجوں سے آسمان کی بلندی بہرہ مند ہوتی ہے/ اس قلعے کی اُونچائی کا سرا آسمان کے نیچے نہیں آتا/ بلکہ اس کے برج دوپیر سے آسمان کو کوٹتے ہیں۔

مگر اس کا یہ خیال پورا نہیں ہوسکا۔ اس کی مقعد پر ایک گانٹھ ہوگئی تھی۔ اسی کی تکلیف میں گوالیار میں رحمتِ حق کی آغوش میں چلا گیا۔

یہ بادشاہ بہت نیک ذات، نیک صفات تھا۔ اپنے باپ کے دستور کے مطابق عدل و انصاف اور سلطنت کے قانون کی رعایت کیا کرتا تھا۔ اس کے زمانے میں کوئی طاقتور کسی کمزور کو آزار نہیں پہنچا سکتا تھا۔ پنجاب سے بنگال تک ان سراؤں کے بیچ میں جو اس کے باپ نے بنوائی تھیں اس نے ایک ایک سرائے اور بنوائی۔ اسی طرح اپنے باپ کے دستور کے مطابق ان سراؤ میں مسلمانوں کو پکا ہوا کھانا اور ہندوؤں کو آٹا گھی اور دوسرے لوازم اس کی سرکار سے مقرر تھے تاکہ مسافر اور مسکین تھک ہار کر فوت نہ ہوجائیں۔ کاغذ کے محفوظ رکھنے کے لیے باریک ریشمی کاغذ، رعایا کے حال کا بیان، آبادی کی تدبیر، فصلوں کی بڑھوتری کے بارے میں مشورہ کرتا، پیداوار کی ضبطی پر اچھی بری صورتِ حال کی وضاحت، یہ سب اس کی ایجاد ہیں۔ ملک گیری، جہاں داری، عدل و انصاف، مہمات کا انتظام جیسا ان باپ بیٹوں نے کیا گذشتہ بادشاہوں میں کم لوگوں نے ہی کیا ہوگا۔ بہر حال سب ہی آخر کار دُنیا سے چلے گئے اور اپنی نیک نامی چھوڑ گئے۔ بیت:

نیک اور بد سب کو ہی مرنا پڑتا ہے
مبارک ہے وہ شخص جو نیک نامی لے جائے

اس کی سلطنت آٹھ سال، دو مہینے آٹھ دن ہوئی۔

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

فیروز شاہ عرف شاہزادہ فیروز خاں ولد اسلام شاہ ولد شیر شاہ

اسلام شاہ کی رحلت کے بعد ارکانِ حکومت نے فیروز خان کو جو دس سال کا تھا تختِ حکومت پر بٹھا دیا۔ پہلے اسلام شاہ نے اپنی بیوی بی بی بانی سے کہا تھا کہ اس کے بیٹے کی موت تیرے بھائی مبارز خاں کے ہاتھوں ہوگی۔ اگر تو اپنے بھائی کو چاہتی ہے تو اپنے بیٹے سے ہاتھ دھولے۔ بہتر تو یہی ہے کہ اس کانٹے کو نکال دے۔ بی بی بانی جواب دیتی کہ میرا بھائی مبارز خاں تو عیش و عشرت میں زندگی گزارتا ہے، اسے بادشاہت سے کوئی کام نہیں۔ چونکہ بادشاہوں کی بات بات ہوا کرتی ہے، جو کچھ اسلام شاہ نے کہا تھا مبارز خاں سے ویسا ہی ظاہر ہوا۔ یعنی فیروز خاں کے تخت پر بیٹھنے کے بعد مبارز خاں نے سلطنت کے لالچ میں اپنے بھانجے کو مار ڈالا۔ اس کی بہن بی بی بانی ہر چند گڑگڑائی، رو رو کر کہا کہ اس بچے کو میں کہیں لے جاتی ہوں تو بادشاہت کرتے رہنا، میرے بیٹے کو مت مار۔ مگر اس بے رحم سنگ دل نے قبول نہ کیا اور فیروز شاہ کو بہت بری طرح سے قتل کر ڈالا۔ ہمیشہ ہمیش کی بدنامی اپنے سر لے لی۔

فیروز شاہ کی مدتِ سلطنت صرف تین دن ہوئی۔

سلطان محمد عادل عرف مبارز خاں عدلی ولد نظام خاں (شیر شاہ کا بھتیجا)

یہ سن نو سو ساٹھ میں تخت پر بیٹھا۔ اپنے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کیا اور سلطان محمد عادل خطاب اختیار کیا۔ اس نے خزانوں کے دروازے کھول دیے۔ سلطان تغلق شاہ کی طرح خوب ہاتھ کھول کر فیاضی کی۔ سخاوت کا طریقہ اپنایا۔ اس نے خواص خاں کے چھوٹے بھائی شمشیر خاں کو جو شیر شاہ کا غلام زادہ تھا، وزیر اعظم اور ممالک کا مدار علیہ بنا دیا۔ ریواڑی کے رہنے والے ہیموں بقال کو اس کی سرکار میں بہت اعتبار حاصل ہوا۔ یہ ہیموں ابتدائی زمانہ میں گلیوں میں نمک بیچا کرتا تھا۔ اس کے بعد اسلام شاہ کے لشکر میں دُکانداری کرنے لگا۔ کچھ عرصہ بعد اپنی ترکیب سے اسلام شاہ کی سرکار میں مودی بن گیا۔ قسمت نے ساتھ دیا اور اس کا معتمد ہو گیا۔ اکثر ملکی اور مالی معاملات میں دخل دینے لگا۔ رفتہ رفتہ تمام ملکی و مالی معاملات اس سے متعلق ہو گئے۔ کچھ عرصہ ... کے بعد... بکرماجیت کا

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

خطاب ملا اور تمام کاروبارِ سلطنت اس کے حوالے ہوگیا۔ اگر سلطنت سلطان کے نام سے تھی مگر جہاں بانی کا تمام کام ہیموں سے ہی متعلق تھا۔ امورِ مملکت کا انتظام معزولی، تقرری، لین دین، ولایتوں اور جاگیروں کے احکام، رعایا کا بندوبست، لشکر کی تدبیر، شیر شاہ کا خزانہ، ہاتھی خانہ، غرض سب کچھ اسی کے قبضے میں تھا۔ کہتے ہیں کہ بہت بدشکل بدصورت تھا۔ کوتاہ قد مگر دراز اندیشہ تھا۔ گھوڑے کی سواری نہیں جانتا تھا۔ کمر سے تلوار نہیں باندھتا تھا۔ ہاتھی کی سواری کرتا تھا، مگر ایسا دلیر اور بہادر تھا کہ سلطان عادل کی طرف سے .... سے بائیس جنگیں کیں، اور اپنی قوت و طاقت سے مظفر و منصور ہوا۔ ایسا عقل مند اور سمجھ دار تھا کہ فرماں روائی، کشور کشائی، جہاں بانی کے دستور اور ملک کا انتظام جیسا اس نے کیا ویسا کسی نے نہیں کیا ہوگا۔ تمام افغان اس کے مطیع اور فرماں بردار تھے۔ اس کی فرماں برداری سے ذرا نہیں ٹلتے تھے۔ بیت:

شمعِ قسمت جس کی روشن ہو جناب
عقل کے اسباب ہوجاتے ہیں جمع

القصہ کچھ مدّت کے بعد افغان سلطان محمد عادل سے برگشتہ ہوگئے۔ ہر ایک نے ہر کہیں بغاوت کردی۔ ہر طرف فتنہ فساد شروع ہوگیا۔ شاہ محمد دہلوی اور اس کے بیٹے سکندر خاں نے سلطان کے سامنے نامناسب حرکتیں کیں۔ بہت سے لوگوں کو مار ڈالا اور خود بھی مارے گئے۔ سلیمان .... کا بھائی تاج خاں سلطان محمد عادل کے دیوان خانہ میں .... بھاگ کر گوالیار کے راستے سے دریائے گنگنا کے کنارے چلا گیا۔ وہاں جمعیت اکٹھی کر کے مخالفت کا پرچم بلند کردیا۔ ہیموں بقال نے بڑے لشکر اور بے شمار ہاتھیوں کے ساتھ جا کر اس کو شکست دی۔ ابراہیم خاں سور جس کی بہن سلطان محمد عادل کے نکاح میں تھی اور جو شیر شاہ کے چچیروں میں سے تھا، مخالفت کرنے لگا۔ دہلی کے آس پاس کے اکثر پرگنوں پر قابض ہوگیا۔ سندھ ندی سے گنگا ندی تک کا علاقہ اس کے قبضہ میں آ گیا۔ اس نے بہت سے امیروں کو اپنے ساتھ ملالیا۔ سلطان محمد عادل اس کے مقابلے کی تاب نہ لا سکا لہٰذا چناہ پہاڑ کی طرف چلا گیا۔ شیر شاہ کے بھتیجے اور داماد احمد خاں سور نے جس کے گھر میں سلطان عادل خاں کی بہن تھی سلطان سکندر کا لقب اختیار کر کے ابراہیم خاں پر چڑھائی کردی۔ ابراہیم خاں کے لشکر میں ستر ہزار سوار تھے اور سلطان سکندر کے پاس دس ہزار سوار۔ دونوں میں جنگ ہوئی۔ خدا کی تائید سے سلطان سکندر

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

غالب آ گیا۔ آگرہ، دہلی اور لاہور پر اس کا قبضہ ہو گیا۔ دریائے سندھ سے دریائے گنگا تک کے علاقے اس کے قبضے میں آ گئے۔ اس کا ارادہ تھا کہ مشرق کی طرف جا کر تمام حکومت کے دعویداروں کو ختم کر کے خود دعویٰ کرے مگر ہمایوں بادشاہ کے کابل سے ہندوستان آنے کی شہرت سے آگرہ میں ہی ٹھہرا رہا۔ ہجوں بقال نے سلطان محمد عادل کی طرف سے بھاری لشکر، پانچ سو مشہور ہاتھی اور توپ خانے لا کر ابراہیم خاں سے جنگ کی اور کامیاب ہوا۔ ادھر سے مطمئن ہو کر بنگال کے حاکم محمد خاں سور سے جو الگ ہو کر جونپور، کالپی اور آگرہ کی طرف چلا گیا تھا، وہاں سلطان محمد عادل کا ساتھی بن گیا تھا۔ موضع جھرکہ میں جو کاشی سے بارہ کوس کی دوری پر ہے جنگ کی۔ اتفاق سے محمد خاں کو شکست ہوئی۔ وہ میدانِ جنگ میں مارا گیا۔ اور ہجوں بقال کے معاملات ترقی کر گئے۔ چونکہ آگرہ میں سلطان سکندر کا غلبہ تھا اس لیے ہجوں نے سلطان سکندر سے مقابلہ کرنا اپنی طاقت سے باہر سمجھ کر اس کا ارادہ چھوڑ دیا، اور بہار بنگال کی طرف روانہ ہو گیا۔

سلطان محمد عادل کے حالات کا بیان یہیں چھوڑ کر اس کے اور ہجوں کے قتل ہونے کا تذکرہ محمد اکبر بادشاہ کی سلطنت کے ذکر میں آئے گا۔

اب ہمایوں بادشاہ کے ہندوستان کو مسخر کرنے کے لیے آنے اور سلطان سکندر سے جنگ میں کامیاب ہونے اور افغانوں کا سلسلۂ حکومت ختم ہونے کا بیان تحریر میں لانا ضروری ہے۔

سلطان محمد عادل کی مدتِ حکومت تقریباً دو سال ہوئی۔ شیر شاہ سے لے کر سلطان محمد عادل تک چار شخصوں نے سولہ سال حکومت کی۔

ہمایوں بادشاہ کا ہندوستان فتح کرنے کے لیے دوبارہ آنا افغانوں پر نصرت پانا اور اس دُنیائے فانی سے رحلت کرنا

ہمایوں نے جب یہ سنا کہ ہندوستان میں ہر طرف افغانوں نے حکومت کے جھنڈے بلند کر رکھے ہیں اور ہر کوئی خود مختاری کا دَم بھر رہا ہے۔ وہاں طوائف الملوکی ہے تو ان حالات میں سن نو سو باسٹھ میں ایسے مبارک وقت میں جب آسمان کی حرکت اسے مفتخر کرنے والی تھی

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

ستاروں کی گردش اس کا سر اُونچا اُٹھانے والی تھی۔ اس نے روانگی کی۔ ترجمہ نظم:

ایسے وقت میں جو مبارک وقت تھا/ قسمت کے ستارے اچھے تھے/ وہ فتح واقبال
کے ساتھ روانہ ہوا/ اس کے راستے میں کامیابی کی سعادت تھی/ آسمان کی برکت
اس کی نفرت کی ضامن تھی/ فرشتوں کے لشکران کی جان کے محافظ تھے۔

اس نے منعم خاں کو کابل کی حکومت پر متعین کیا۔ ہرچوں کی کابل سے روانگی کے دن لسان الغیب کو رکھ کر فال نکالی۔ اس شعر نے نصرت کی خوش خبری سنائی۔ فرد:

دولت تلاشیے گا ہمایوں کے سایہ سے
چیلوں میں کوؤں میں نہیں ہمت کے شاہ پر

القصہ ہمایوں بادشاہ شہزادہ محمد اکبر کے ساتھ کھرنہ کے راستے سے روانہ ہوا۔ کوچ در کوچ مسافت طے کی، لاہور پہنچا۔ افغان اس کی روانگی کے طنطنہ سے پراگندہ ہوگئے۔ لاہور تو بغیر لڑے ہی اس کے آدمیوں کے ہاتھ میں آ گیا۔ بیت:

لشکر چاہے کم ہو مگر قسمت ساتھ دے
یہ اس سے بہتر ہے کہ لشکر بے شمار ہوں اور معاملہ سخت ہو

لاہور پہنچ کر شاہی فوجیں بیرم خاں، خان خاناں کی سرکردگی میں جالندر اور ہریانہ کی طرف متعین کی گئیں۔ اس علاقے میں دو مرتبہ جنگ ہوئی۔ اس کے بعد ستلج ندی پار کر کے ماچھی واڑہ کے قریب افغانوں سے رات کے وقت جنگ ہوئی اور شاہی لشکر کے نصیب میں فتح ونصرت آئی۔ ہاتھی، گھوڑے اور بہت سا دوسرا سامان فتح مند بہادروں کے ہاتھ لگا۔ خانِ خاناں نے اس فتح کے بعد سرہند پہنچ کر ڈیرے ڈالے۔ اس وقت سلطان سکندر نے شاہی لشکر کے غلبہ اور اپنے نوکروں کی ہار کی خبر سن کر اسّی ہزار ہاتھی اور توپ خانہ کے ساتھ سرہند کے پاس آ کر چھاؤنی کے چاروں طرف صندوں کھود کر جنگ کی تیاری کی۔ خان خاناں نے سرہند میں اپنا اچھا بندوبست کر کے جہاں تک ہو سکا جدوجہد کی، اور درگاہ والا میں ہمایوں کو بلانے کے لیے چٹھیاں بھیجیں۔ ہمایوں قولنج کے عارضہ کے باوجود لاہور سے روانہ ہوگیا۔ مرحلہ طے کر کے سرہند جا کر منزل کی۔ صف بندی ہوگئی، شاہی لشکر کے سامنے کئی گنا لشکر تھا، پھر بھی مقابلہ پر آ گیا۔ روزانہ توپ اور بندوق کی جنگ ہوتی رہی۔ چار دن بعد بہت سخت جنگ

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

ہوئی۔ چونکہ قضا و قدر کے کارفرمانے ابدی سلطنت کا منشور تقدیر کے دیوان خانے میں اس خاندان کے نام لکھ دیا تھا۔ قادرِ مطلق کے حکم سے بادشاہ کے آدمیوں کو فتح حاصل ہوئی۔ افغان ہار گئے۔ سلطان سکندر معرکہ سے نکل کر بھاگ گیا۔ شوالک کے پہاڑوں میں آ کر سیالکوٹ میں رہنے لگا۔ ہمایوں نے شاہ ابوالمعالی کو بھاری لشکر کے ساتھ سرہند سے لاہور کے لیے متعین کیا کہ اگر سلطان سکندر پہاڑ سے نکلے تو اس کا دفاع کریں، اور پنجاب کی مہمات بھی سنبھالیں۔ پھر ہمایوں نے کامیابی کے بعد سرہند سے روانہ ہوکر پایۂ تخت دہلی میں آ کر پڑاؤ کیا۔ پھر دوبارہ ہندوستان کی اکثر ولایتیں اس کے قبضہ میں آگئیں اور امن و امان ہوگیا۔ جن امیروں نے اس مہم میں اپنی کارکردگی دِکھائی تھی وہ مناسب جاگیروں سے سرفراز ہوئے۔ نئے سرے سے ہمایوں کے نام کا سکہ اور خطبہ جاری ہوگیا۔ پھر سے آرزوئیں جوان ہوگئیں۔ سوئی ہوئی مرادیں جاگ اُٹھیں۔ بند دروازے کھل گئے۔ خستہ دل دواپذیر ہوگئے۔ خرابی کے بوستاں میں بہاروں کے پھول کھل گئے۔ اماوس کی رات کی سحر ہوگئی۔ ہمایوں نے بقیہ سال عیش و عشرت کے ساتھ دارالمملکت دہلی میں گزارے۔ حکومت کے گلشن کو فیاضی اور بخشش کی نہر سے نئی آب دے دی۔ اسی دوران اطلاع ملی کہ سلطان سکندر نے کوہستان سے نکل کر پنجاب کے پرگنوں پر قبضہ کرلیا ہے۔ پرگنہ جماری اور پٹیالہ تک تحصیل کی وصولی کرلی ہے، اور چونکہ ابوالمعالی سپاہیوں سے نامناسب سلوک کرتا ہے اس لیے غنیم کا دفاع نہیں ہورہا، اور روز روز طاقتور ہوتا جارہا ہے۔

ہمایوں نے ارکانِ حکومت کے مشورہ سے شہزادہ فرخندہ اختر محمد اکبر کو بہرم خاں خانِ خاناں کے ساتھ اس شورش کو دفاع کرنے کے لیے روانہ کیا۔ رخصت کے وقت شہزادہ پر باپ کی حیثیت سے طرح طرح کی مہربانیاں کیں۔ یہ قطعہ اپنی مبارک زبان سے پڑھا۔ قطعہ:

جب میرے خاندان میں تجھ جیسا چراغ ہے تو/ میرے دل و جاں روشن کیوں نہ ہوں/ خدا تیرا مددگار ہو/ اور تو ملک اور عمر سے بہرہ یاب ہو۔

اس جواں بخت شہزادے نے ہمایوں کے پاس سے رخصت ہوکر مرحلے طے کرکے قصبہ کلانور کے پاس ڈیرا ڈالا۔ سلطان سکندر نے اس منظور لشکر کی روانگی کی خبر سن کر جن پرگنوں پر قبضہ کرلیا تھا ان سے ہاتھ کھینچ لیا، اور پھر سیالکوٹ کے قلعہ میں جاکر محفوظ ہوگیا۔

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

بقا تو صرف خالق کے لیے ہے، بقیہ مخلوق تو فانی ہے۔ جس نے بھی زندگی کا لباس پہنا اسے مجبوراً موت کے ہاتھوں عریاں ہونا ہی پڑے گا۔ یعنی جب بادشاہ کی رحلت کا وقت آیا تو ایک دن زہرہ کے طلوع ہونے کا گمان تھا۔ بادشاہ اس نورانی ستارے کو دیکھنے کے ارادے سے کتاب خانہ کی چھت پر چڑھا۔ تھوڑی دیر کھڑے رہنے کے بعد اُترنے کا ارادہ کیا۔ اسی وقت مؤذّن نماز کے لیے بانگ دینے لگا۔ اس کی تعظیم میں ہمایوں نے دوسرے زینے پر بیٹھنا چاہا۔ زینہ بہت صاف شفاف چکنے پتھر کا تھا۔ بیٹھتے بیٹھتے پیر پھسل گیا اور وہ سر کے بل آ گرا۔ زینہ سے گر کر زمین پر ٹکرایا۔ سیدھی کنپٹی پر سخت چوٹ آئی۔ بیہوشی طاری ہوگئی۔ حکیموں طبیبوں نے بہت علاج کیا مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ بالآخر داعیٔ حق کو لبیک کہتا ہوا روضہ رضوان کو سدھار گیا۔ اس کی نعش کھوکھری (کیلوکھڑی) معزالدین کیقباد میں دفن کی گئی۔ اس پر مقبرہ اور کچھ عمارتیں بھی تعمیر کی گئیں۔ کسی نے اس مقبرہ کی تعریف میں کہا ہے۔ بیت:

جس کی خواہش ہو کہ دیکھے شکل فردوسِ بریں
کہہ دو آ جا دیکھ لے باغِ ہمایوں دیکھ لے

بڑے بڑے شاعروں اور بلند فکر فاضلوں نے بہت رنگین اور نادر شعر کہے ہیں۔ سخنوری کی داد دی ہے مگر یہ شعر بہت نادر اور صحیح موقع کا نکل آیا ہے۔ ابیات:

ہمایوں بادشاہ وہ منصف بادشاہ/ جس کا فیض ہر خاص و عام پر تھا/ اس کی حکومت کی بنیاد جب بلند ہوگی/ تو اس کی عمر کی نیو کا انجام آ گیا/ جس طرح سورج بلندی سے نیچے آتا ہے/ اس طرح وہ شام کی نماز کے وقت گر پڑا/ لوگوں کی نظر میں دُنیا تاریک ہوگئی/ ہر خاص و عام کے معاملات میں خلل پڑ گیا/ قضا نے اس کی تاریخ کے لیے لکھ دیا/ کہ ہمایوں بادشاہ چھت پر سے گر پڑا۔

اس کی مدتِ سلطنت پہلی بار تو دس سال ہوئی اور دوسری بار دو مہینے۔

ابوالفتح جلال الدین محمد اکبر بادشاہ ولد ہمایوں

اگرچہ خواجہ عطا بیگ مروکی نے 'تاریخ اکبری' میں اور خواجہ نظام الدین احمد نے 'طبقاتِ اکبری' میں شیخ اللہ دار فیضی منشی سرکار نے اور شیخ فرید مخاطب مرتضیٰ خاں نے 'تاریخِ اکبر شاہی'

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

میں اور محمد شریف نے 'اقبال نامہ جہانگیری' میں اس قوی اقبال بادشاہ کے مبارک احوال بڑی شرح اور تفصیل سے لکھ کر سخنوری نکتہ پردازی کی داد دی ہے مگر صوری کمالات کے مجموعہ معنوی خوبیوں کے مظہر انسانی شرافتوں کے جامع معنی کے رمز کھولنے والے، فصاحت و بلاغت کے بہارستان کے چمن پیرا، افادت اور رخاضت کے نگارستان کے زینت بڑھانے والے، عالموں کے مقتدا، فاضلوں کے پیشوا، جز وکل کے مصدر، ابدی و ازلی سعادتوں سے کامیاب، علامی فہامی شیخ ابوالفضل نے اس عظیم الشان بادشاہ کے روزنامچہ کے واقعات مع اس کے بزرگوں کے مختصر احوال لکھے۔ بزرگوں میں اس دُنیا سے دارِ بقا کو جانے والے اکاون شخصوں کے احوال آدم علیہ السلام تک کے ہیں۔ اس روزنامچہ کا نام 'اکبر نامہ' رکھا جو تین دفتروں پر مشتمل ہے۔

پہلے دفتر میں سب سے پہلے تو بزرگوں کے احوال ہیں جو حضرت آدم سے نصیر الدین محمد ہمایوں تک مختصراً درج کیے ہیں۔ اس کے آخر میں اس بادشاہ کے تختِ حکومت پر اور سترہ سال کے واقعات جن میں اس کی سرکار کے ملازموں کو باغیوں سے جو جنگیں کرنا پڑیں سرکشوں کا انحراف ان کی تادیب وتخریب وغیرہ بھی شامل ہیں۔

دوسرے دفتر میں ولایت مالوہ، گجرات، ٹھٹھہ، بنگال، اڑیسہ، کشمیر، بھکر، قندھار، برہانپور، خاندیس اور دکن کی تمام ولایتوں کی تسخیر، مفسدوں کا استیصال ان ولایتوں کے حاکموں کی فرماں پذیری وغیرہ کی تفصیل سن سینتالیس جلوس تک کے واقعات ہیں۔

تیسرے دفتر میں اس صاحبِ اقتدار بادشاہ کی خصوصیات، رہن سہن، صوبوں کی حقیقت، ان کی حدود، دستور کارخانہ جات، ممالکِ محروسہ کے پرگنوں کا ضابطہ، آراضیات کی وضاحت، جنس کی تفصیل، کامل ناقص پاؤ بھاؤ، محصول، قوم برادری، زمیندار، سواروں کی تعداد، ہر علاقہ کے محال اور قلعہ قانون منصب، منصب داروں کی شرح، سرکاری ملازموں کے نام بڑے بڑے امیر وزیر ہوشیار، ندیم، بلاغت شعار فاضل، نام دار عالم، حکیم، نجومی، ستارہ ستائش، پرہیزگار درویش، نیکوکار، تپسّوی ہر ہر شہر کے مقبرے، مزارات، مندر، معمار، طرح طرح کے ہنر اور علم جاننے والے، ہندوستان بہشت نشان کی تعریف، ہندوستانیوں کے مذہبی طور طریقے، دانشمندی کی کتابوں کے دقائق وحقائق، ولایت والوں کے نام یہ سب کچھ شامل ہیں۔

دانشوروں کے اس دفتر کے یہ تین دفتر الفاظ ومضامین کے ایسے رنگین گلدستے ہیں کہ

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

کسی تاریخ نویس نے اس انداز میں کوئی کتاب نہیں لکھی ہوگی۔ ایسا کارنامہ کسی نے نہیں کیا ہوگا۔ اس نے اسی کو سلطنت اور جہاں بانی کے امور کا دستور العمل اور حکم رانی کے معاملات کا کارنامہ بنا دیا۔ واقعی یہ نسخہ وہ نسخہ ہے کہ جس نے دُنیا بھر کے نسخوں کو منسوخ کر دیا۔ یہ وہ تاریخ ہے جو ہر ولایت کی اعلیٰ ترین تاریخ ہے۔ اس دیباچہ دانش کے رنگین معنی اور نو آئین مضامین کی توصیف کرنا ارسطو سے دور ہے۔ افلاطون کی عقل اور سمجھ بھی اس کی وضاحت سے عاجز اور قاصر ہے۔ صاحبِ دانش و بینش تاریخ خواہش اس کے مطالعہ سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ بشری امکان اور انسانی حوصلہ کے مطابق اس کی خوبیوں کی داد دیتے ہیں۔ اس رحمتِ حق میں سما جانے والے کی پاک روح پر ہزاروں تحسین اور آفرین کرتے ہیں۔ اس کے ہوتے ہوئے اب یہ ضرورت نہیں تھی کہ اس عظیم الشان بادشاہ کے احوال لکھ کر کوئی اضافی بات کی جائے۔ مگر کلام کی سیرابی کی غرض سے اس کتاب میں بھی جو ہندوستان کا حکمرانوں کی ایک فہرست ہے، اس کے بڑے بڑے واقعات کے بارے میں چند سطریں لکھ دی جائیں۔ اور واقعات کے طالبوں کے لیے ایک قابلِ قدر تحفہ بنا دیا جائے۔

القصہ ہمایوں بادشاہ اپنے گھوڑے کو اس اندھیری دُنیا کی زندگی سے نورانی مہران کے وسیع میدانِ بقا میں لے گیا۔ اس وقت شہزادہ محمد اکبر سلطان سکندر کے دفاع کے لیے جو سیالکوٹ کے قلعہ سے نکل کر لاہور کی طرف فتنہ پردازی کر رہا تھا بھاری لشکر کے ساتھ متوجہ تھا۔ قصبہ کلانور میں پڑاؤ کے وقت اس ناگزیر واقعہ کی خبر پہنچی۔ تعزیت کے مراسم ادا کر کے اسی دلکشا علاقہ میں نصف النہار کے وقت جمعہ کے دن بتاریخ تین ربیع الثانی سن نو سو تریسٹھ ہجری میں اس گھڑی کو جس کے انتظار میں برسوں سے آسمان منتظر تھا اور صدیوں سے ستارے جس کی راہ دیکھ رہے تھے تختِ خلافت پر سرافراز ہوا۔ تختِ حکومت کو اپنی پابوسی کا شرف عنایت کیا۔ خوشیوں کے نقارے بجے، مسرتوں کے شادیانے گونجے۔ چھوٹے بڑوں کی زبان سے مبارکبادی کا شور بلند ہو گیا۔ ترجمہ ابیات:

جو خوشیاں زمانہ کے دلوں سے فوت ہو گئی تھیں/ زمانہ نے ایک ہی مہربانی سے ان سب کو پورا کر دیا/ ملک ایسے ہی زیور کا محتاج تھا/ آخر ملک کی اس مراد کو وقت نے پورا کر دیا۔

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

اس وقت اکبر کی عمر تیرہ سال آٹھ مہینے اٹھائیس دن تھی۔ بیرم خاں خانخاناں اس کا وکیلِ سلطنت اور مدارِ ملک بنا۔ سلطنت کے تمام امورِ معاملات مہمات سب اس کے اقتدار و اختیار میں آ گئے۔

جلوس کے جشن اور خوشیوں، شادمانیوں کے بعد سلطان سکندر کے قلع قمع کے لیے کلانور سے روانہ ہوا۔ کوچ در کوچ کرتے ہوئے قلعہ سیالکوٹ کے نیچے پہنچے۔ برسات کا موسم تھا اس لیے جدوجہد میں کامیابی نہیں ہو رہی تھی۔ لہٰذا سپاہیوں کی حالت دیکھتے ہوئے کچھ دن کے لیے اس مہم کو ملتوی کر دیا۔ وہاں سے واپس ہو کر جالندھر میں پڑاؤ کیا۔ ہجوں بقال خاقان محمد عادل ابراہیم خاں سور جو سلطنت کا مدعی تھی نیز سلطان محمد جو بنگال کا حاکم تھا اور دوسرے افغان جو سب سلطنت کے دعویدار تھے ان سب سے کئی بار لڑ کر بائیس جنگوں میں رستمانہ کارنامہ انجام دے کر سب پر غالب آ گیا تھا۔ اس نے فتح و نصرت کا جھنڈا بلند کر رکھا تھا۔ ہجوں نے بادشاہ فردوس آرام گاہ کی رحلت کی خبر سن کر دماغ میں فاسد خیالات بسا لیے۔ اس نے سلطان محمد عادل کو پٹنہ کی طرف چھوڑ کر آگرہ کا رُخ کیا۔ ہمت سے آگے بڑھ کر سکندر خاں قباد خاں گنگ اور دوسرے شاہی امیروں کو شکست دے کر آگرہ پر قبضہ کر لیا۔ وہاں سے بڑی دلیری کے ساتھ دہلی پہنچا۔ بردی بیگ خاں اور دوسرے امیر جو دہلی میں تھے اس کے مقابلے کی تاب نہ لا سکے۔ تھوڑی سی جنگ کے بعد ہی فرار ہو گئے۔ ہجوں بقال نے پچاس ہزار سواروں، پانچ سو ہاتھی، اکاون بڑی توپوں، پانچ سو حرب زن اور دوسرے توپ خانہ کے ساتھ دہلی میں مضبوطی سے قدم جما لیے۔ بادشاہ کو جالندھر میں اس بات کی اطلاع ملی۔ اس بادشاہ میں بچپن میں ہی بوڑھوں جیسی عقل آ گئی تھی۔ یہ خبر سن کر سلطان سکندر کی مہم کو تو ملتوی کیا اور جالندھر کے باہر سے ہی بقال کے استقبال کے ارادہ سے روانہ ہو گیا۔ اطراف و جوانب کے امیر بھی بادشاہ کی طلب کے مطابق حاضرِ خدمت ہو گئے۔ بردی بیگ خاں جس نے ہجوں سے شکست کھا کر دہلی چھوڑ دی تھی سرہند میں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بیرم خاں اس کو اپنے ہم پلّہ سمجھتا تھا۔ اب قسمت سے اسے شکست ہو گئی تھی۔ چنانچہ بیرم خاں نے مکر اور فریب سے اسے اپنے گھر لا کر قتل کر ڈالا۔ بادشاہ سے کہا کہ ہمارے امیروں کی شکست اور ہجوں کی فتح محض بردی بیگ خاں کی غفلت سے ہوئی تھی۔ اس لیے اس کا قتل دوسرے بے ہمت امیروں کے لیے عبرت ہوگا۔

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

خاقانِ زماں اکبر بادشاہ نے اسے نظر انداز کر دیا۔ اپنے چہرہ سے کوئی بات ظاہر نہیں کی۔ وہاں سے آگے روانہ ہو گیا۔ سکندر خاں اردنگ کی سرکردگی میں شاہی لشکر کو ہراول بنایا گیا۔ ہیموں شاہی امیروں کی شکست اور آگرہ و دہلی کی تسخیر سے پھولا نہیں سما رہا تھا۔ بہت اِترا رہا تھا۔ دلیر ہو گیا تھا۔ وہ بھی شاہی لشکر کی روانگی کی خبر سن کر دہلی سے چل پڑا۔ توپ خانہ کو جو اس کی بڑی طاقت تھا خود سے پہلے پانی پت بھیج دیا کہ وہاں نصب کر دیا جائے اور جنگ کے لیے تیار ہو جائیں۔

جو شاہی آدمی ہراول کے طور پر متعین ہوئے تھے انھوں نے ہمت اور بہادری دِکھائی اور اس توپ خانہ کو اپنے قبضے میں لے لیا۔ اس بات سے ہیموں بقال کا دل ٹوٹ گیا اور شاہی لشکر کے جنگجوؤں کی ہمت بندھ گئی۔ اس دوران ہیموں بقال بڑی دلیری کے ساتھ پانی پت پہنچ گیا۔ جنگ کا اتفاق ہوا۔ دونوں طرف سے ہمت والے بہادروں نے زنجیر تڑاتے ہوئے شیروں کی طرح مردانگی کی داد دی۔ جانفشانی کا ہنگامہ گرم ہوا۔ تلوار کی بجلی نے بہت سے لوگوں کے خرمنِ ہستی کو جلا ڈالا۔ جگر دوز تیروں نے بے شمار لوگوں کے وجود پر بخیہ لگا دیے۔ ہیموں غالب آ گیا، شاہی لشکر کو شکست دے دی اور مالِ غنیمت فراہم کرنے لگا۔

چونکہ ازلی مشیت کے منشی نے ابدی سلطنت کا منشور اس فلک بارگاہ بادشاہ کے نام سے لکھا تھا۔ لم یزلی قدرت نے سرمدی حکومت کا طغریٰ اکبر کے اسم گرامی سے ثبت کیا تھا۔ اتفاق سے الٰہی غضب کا ایک تیر قدرت کے چلہ سے چھوٹ کر ہیموں کی آنکھوں میں لگ گیا۔ اس کے کاسئہ سر سے پار ہو گیا۔ اکڑ اور گھمنڈ کی ہوا اس روزن سے نکل گئی۔ وہ انتہائی درد اور تکلیف سے ہاتھی کے ہودج میں چھپ گیا۔ اس کے ساتھیوں نے جب اپنے سردار کو نہ پایا تو ان کی ہمت ٹوٹ گئی۔ وہ بے دلی سے متفرق ہو گئے اور فتح و نصرت کے بعد اس کا لشکر بری طرح ہار گیا۔ شاہی لشکر نے جو مغلوب ہو کر گھبرایا ہوا تھا جب یہ غیبی عطا کی حالت دیکھی تو شکست کے بعد ہمت کی لگام پھیر کے غنیم کے ہاتھی گھوڑے اور جنگی سامان لوٹنا شروع کر دیا۔ شاہ قلی خاں محرم اس ہاتھی کے پاس پہنچ گیا جس پر ہیموں نیم جان پڑا ہوا تھا۔ اس نے ہاتھی بان کو مار کر اس کا مکلّف ساز چھیننا چاہا۔ ہاتھی بان نے اپنی جان کے خوف سے اس کو قریب بلا کر اس کو بتایا کہ ہاتھی کے ہودج میں ہیموں پڑا ہوا ہے۔ شاہ قلی خاں نے اس خبر سے خوش ہو کر ہاتھی بان پر بڑی

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

مہربانی کی۔ اس ہاتھی کو دوسرے ہاتھیوں کے ساتھ لے کر روانہ ہو گیا۔ شاہی پرچم سرائے کھروندا سے کوچ کر کے ہراول کے لشکر سے مل گئے تھے۔ اس وقت فتح و نصرت کی خوش خبری ملی۔ تھوڑی دیر بعد شاہ قلی خاں ہجوں کے ہاتھ اس کی گردن سے باندھ کر بادشاہ کی خدمت میں لایا۔ بادشاہ کو اس سے بڑی خوشی ہوئی۔

ہجوں خاں افغانوں سے جنگ میں کامیابیاں پا کر بہت دلیر ہو گیا تھا۔ تکبر سے کہا کرتا تھا کہ میں نے افغانوں پر فتح حاصل کر لی جن کے پاس بے شمار لشکر تھے۔ یہ کم عمر بادشاہ جس کے پاس فوج بھی اتنی کم ہے کہ ہمارے لشکر کے مقابلے کی تاب کب لا سکتا ہے۔ مگر یہی تکبر اس کے وبال کا باعث بن گیا۔ شاہی اقبال نے غالب آ کر اس گھمنڈی کو گرفتار کر لیا۔ ترجمہ نظم:

اُلو کے پنجے چاہے جتنے بھی لمبے ہوں/ مگر باز اور شاہین کو لقمہ کب بنا سکتا ہے/ مانا کہ کتّے ہرنوں پر دلیر ہوتے ہیں/ لیکن وہ شیر پر پنجہ نہیں مار سکتے۔

بادشاہ کی خدمت میں لانے کے بعد ہر چند اس سے کچھ باتیں پوچھیں لیکن اس نے یا تو شرم اور ندامت سے، یا ضعف سے یا اس بات سے کہ اب اس پر کسی طرح رحم نہیں ہوگا یا شاہی صلابت کے غلبہ سے کوئی جواب نہیں دیا۔ فرد:

خوف سے جس کا دل ہی اپنی جگہ نہ رہا ہو
اس میں جواب دینے کی طاقت کب ہو سکتی ہے

کسی امیر نے بادشاہ سے کہا کہ غزوہ کے ارادہ سے ثواب حاصل کرنے کے لیے خود اپنے ہاتھ سے اس مقہور پر تلوار چلائیں۔ اکبر نے کہا کہ کسی گرفتار شخص کے خون سے تلوار کو آلودہ کرنا مردانگی کی بات نہیں ہے۔ ترجمہ بیت:

اپنی تلوار کو اس معلون کے خون سے کیوں آلودہ کروں
میں تو رستم پیشہ ہوں، بہتر یہ ہے کہ دشمن پر حملہ کروں

بیرم خاں نے بادشاہ کی مرضی بھانپ کر کہا۔ فرد:

کیا ضرورت ہے کہ شاہی تلوار کو ہر کسی کے خون سے آلودہ کیا جائے
آپ بیٹھیے، بس اپنی آنکھ یا ابرو سے اشارہ کر دیجیے

یہ کہہ کر بہت تیز دستی کھائی اور اپنی خون آشام تلوار سے اس کے جسم کو ناپاک کر کے بوجھ سے

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

سبکدوش کر دیا۔ اس طرح ہندوستان کو اس کے نافرمان وجود کے خس و خاشاک سے پاک کر دیا۔ سر کو کابل اور دھڑ کو دہلی بھیج کر دار پر چڑھوا دیا۔ بیت:

ہاتھ میں پتھر ہو اور سانپ کا پھن بھی کسی پتھر پر ہو تو
منتر جپنا اور دیر لگانا عقل کی بات نہیں ہوتی

اکبر نے ہجوں بقال کے قتل کے بعد فوراً روانہ ہو کر دارالملک دہلی میں پڑاؤ ڈالا۔ یہاں خوشیوں کا جشن منایا اور جہاں بانی کے تخت پر بیٹھ کر سلطنت کے معاملات کی پراگندگیاں دور کرنے میں مشغول ہو گیا۔ ہندوستان کے سوادِ اعظم نے نئے سرے سے عدل کے نور اور انصاف کی روشنی، تازہ رونق اور انتظام پالیا۔ جن امیروں نے سخت جدو جہد کی تھی، عمدہ جنگ کی تھی وہ لائقِ خطاب اور مناسب جاگیروں سے سرفراز ہوئے۔ اطرافِ ممالک کے انتظام کے لیے دستور جاری ہوئے۔ ناصر الملک عرف پیر محمد خاں ولایت میوات کی ضبطی کے لیے متعین ہوئے۔ ہجوں کے باپ کو اسّی سال کا بوڑھا تھا قصبہ ریواڑی سے اس کے مقام سے گرفتار کر کے ناصر الملک کے پاس لایا گیا۔ ناصر الملک نے اسے مسلمان ہو جانے کے لیے کہا۔ اس نے جواب دیا کہ میری عمر کے قیمتی اسّی سال اپنے ہی مذہب میں بیت گئے۔ میں نے اپنے مذہب کے مطابق پروردگار کی پرستش کی۔ اب کچھ سانسوں سے زیادہ باقی نہیں رہیں کس طرح اپنے دین کو چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کر لوں۔ ناصر الملک نے اس کے جواب پر اس کو بھی تلوار کی دھار کے حوالہ کر کے ختم کر ڈالا۔

قلعہ سیالکوٹ کی فتح، سلطان سکندر کا اخراج اور افغانوں کے سلسلہ کا ختم ہو جانا

جب اکبر کو اطلاع ملی کہ سلطان سکندر نے کوہستان سے نکل کر ولایت پنجاب میں مال کی وصولی شروع کر دی ہے اور اس علاقہ میں فتنہ و آشوب برپا ہو گیا ہے تو اکبر نے اس کا قلع قمع ضروری سمجھا۔ دارالملک دہلی سے پنجاب کی طرف روانہ ہوا۔ کئی منزلیں طے کرنے کے بعد قصبہ دیہری میں جو اَب نور پور کے نام سے مشہور ہے، پڑاؤ کا اتفاق ہوا۔ یہاں نگر کوٹ کا حاکم راجا رام چندر اور کوہستان کے دوسرے راجا اور رایان ... حاضر ہوئے۔ خدمت

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

کے لیے تیار ہو گئے۔ پھر اکبر نے لسان الغیب سے شگون لیا تو اس شعر نے فتح ونصرت کی خوش خبری سنائی۔ فرد بیت:

سکندر کو بھی آبِ حیات نہیں دیا گیا
طاقت اور دولت کے بل پر یہ کام نہیں ہوتا

اس بشارت سے خوش ہو کر اکبر نے آگے روانگی کی۔ سیالکوٹ کے قلعہ کے نیچے پہنچ گیا۔ سکندر قلعہ میں محفوظ ہو گیا تھا۔ اس کا محاصرہ کرلیا۔ توپ اور بندوق کی جنگ ہوئی۔ ہجوں بقال کے قتل اور شاہی لشکر کی فتح کی خبر سے سلطان کا دل ٹوٹ گیا تھا۔ اب یہ خبر بھی آئی کہ سلطان محمد عادل جو چنار گڑھ کے قریب تھا، خصر خاں ولد سلطان خاں سور نے اپنے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کر کے سلطان بہادر کا خطاب اختیار کرلیا ہے۔ اور اپنے باپ کے خون کا بدلہ لینے کے لیے جو ہجوں کی جنگ میں مارا گیا تھا، سلطان محمد عادل سے لڑ کر اس پر غالب آ گیا ہے، اور سلطان محمد عادل میدانِ جنگ میں مارا گیا۔

ان حالات میں افغانوں کا ہنگامہ اچانک ٹھنڈا پڑ گیا۔ اور ان خبروں سے سلطان سکندر بالکل بے بس ہو گیا۔ اس کی ہمت جاتی رہی، دلیری اور مردانگی دل سے نکل گئی۔ اب وہ بادشاہ کی خدمت میں عاجزی، انکساری کرنے لگا۔ اس نے درخواست کی کہ دربار کا کوئی شخص آ کر میرا ہاتھ تھام کر مجھے بادشاہ کی خدمت میں حاضر کر دے۔ اس کی استدعا پر میر شمس الدین ایکد خاں کو اور مولانا ناصر الملک کو تسکین دلانے کے لیے رخصت دی۔

اس نے بادشاہ کے بھیجے ہوئے لوگوں سے بڑی عزت سے ملاقات کی اور ان سے کہا کہ میں نے بہت قصور کیے ہیں۔ مجھ میں اتنی ہمت نہیں کہ بادشاہ کے حضور جا کر معذرت کرسکوں۔ بالفعل میں اپنے بیٹے کو اس فلک مرتبہ آستانہ پر بھیج رہا ہوں۔ کچھ دن بعد بذاتِ خود خدمت میں حاضر ہو کر خدمت کے لیے پیشانی رگڑوں گا۔ یہ بات بادشاہ سے عرض کر دی گئی۔ اس کی درخواست قبول ہو گئی، اور یہ حکم ہوا کہ سلطان سکندر پٹنہ کی طرف جا کر اس ولایت سے افغانوں کو نکال کر اس پر قبضہ کرلے۔ اس کے بیٹے نے بادشاہ کی خدمت میں پہنچ کر خدمت ادا کی۔ سلطان سکندر نے اپنے بیٹے کو بارگاہ میں بھیج دیا اور خود پٹنہ کی طرف چلا گیا۔ دو سال بعد اسی علاقہ میں ملکِ عدم کا سفر کیا۔

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

اکبر کے پہلے سنہ جلوس میں قلعہ سیالکوٹ فتح ہوا۔ سکندر وہاں سے نکلا اور ولایت پنجاب میں امن وامان ہو گیا۔ اب اس علاقہ کے انتظام سے بادشاہ کو اطمینان ہو گیا۔

بیرم خاں کی بے اعتدالی اور ممالکِ محروسہ سے اخراج

چونکہ اکبر بادشاہ بچپن کی وجہ سے جہاں بانی کے امور میں کم مصروف ہوتا تھا۔ تمام ملکی و مالی مہمات بہرام خاں کے لیے چھوڑ رکھی تھیں۔ تمام کارخانۂ حیات اور تمام معاملات پر اس کا مضبوط تصرف تھا۔ خانِ خاناں کا مرتبہ بہت بلند ہو گیا تھا۔ اس نے اس مرتبہ کی قدر نہیں سمجھی اور کچھ نامناسب بے ڈھنگے کام کر دیے۔ اس نے زیادتی کرتے ہوئے بہت سے منصبوں اور جاگیروں میں اپنے شریک مقرر کر دیے۔ شاہی ملازموں سے ناپسندیدہ سلوک کرنے لگا۔ وہ اکبر کو بچہ سمجھ کر مخالفوں پر فتحِ جہاں بانی کے امور کا انتظام سب کچھ اپنی کوششوں کا نتیجہ سمجھتا تھا۔ اس کی بڑی گستاخیوں میں ایک یہ تھی کہ اس نے بردی بیگ خاں کو جو ایک بڑا امیر تھا بغیر شاہی حکم کے قتل کر دیا تھا، اور مصاحب بیگ کو بھی جو سرکاری ملازم تھا اکبر کی اطلاع کے بغیر ہی مروا دیا۔ مولانا ناصر الملک کو جو اکبر سے وابستہ لوگوں میں سے تھا اور اپنی خدمات کے پیشِ نظر بادشاہ کو بہت پسند تھا اس پر بادشاہ کی بہت مہربانیاں تھیں، جس کو بہت چاہتا تھا، منصب سے معزول کر کے کعبہ بھیج دیا۔ اسی طرح اکثر شاہی ملازموں سے سختی سے پیش آنے لگا۔ سرکاری ہاتھی خانہ کو لے کر اپنے ملازموں کے سپرد کر دیا۔ کچھ اور دوسرے کارخانوں پر بھی قبضہ کر لیا۔ ایک دن ایک سرکاری ہاتھی مست ہو کر بے اختیار بیرم خاں کے ہاتھی پر جھپٹا اور اس ہاتھی کو مار ڈالا۔ خاں نے آداب ملحوظ نہیں رکھے اور شاہی ہاتھی بان کو بے قصور ہی مروا دیا۔ اسی طرح ایک دن بیرم خاں کشتی میں بیٹھا ہوا جمنا ندی کی سیر کر رہا تھا۔ ایک سرکاری ہاتھی مستی میں شور مچاتا ہوا ندی پر آ کر سرکشی کرنے لگا۔ کشتی قریب پہنچی تو وہ کشتی کی طرف لپکا۔ اگرچہ ہاتھی بان نے اس ہاتھی کو اپنی طاقت سے روکے رکھا مگر بیرم خاں کو اس بات سے بادشاہ کی طرف سے وہم ہو گیا۔ بادشاہ نے یہ سن کر ہاتھی بان کا سر بندھوا کر بیرم خاں کے پاس بھیج دیا۔ اس پر بہت عنایتیں کیں۔ مگر چونکہ اس کے ادبار کا زمانہ قریب آ گیا تھا، ادب آداب کا سررشتہ چھوڑ کر اس بے گناہ ہاتھی بان کو ناحق مروا دیا۔ بادشاہ کو اس سے بے ادبی کا خیال ہو گیا۔ بیت:

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

بھاگ ابھاگے جس کے ہوں

ناکرنی وہ کرتا ہے

اس قسم کے نامناسب کاموں سے بادشاہ کا مزاج آشفتہ ہوگیا۔ اس نے بیرم خاں کی مدارات چھوڑ دی اور اس کو الگ کرنے کی تدبیر کرنے لگا۔ کچھ دن بعد چند امیروں کے ساتھ شکار کے بہانے سے آگرہ سے نکل کر دہلی پہنچا۔ وہاں دہلی کے صوبہ دار شہاب الدین احمد خاں سے یہ راز کہا۔ پھر ان امیروں کے نام جو اطرافِ ممالک میں متعین تھے یہ فرمان صادر کیا کہ بادشاہ بیرم خاں کی طرف سے بددل ہوگیا ہے اور سلطنت کے تمام امور اپنے ذمہ لے لیے ہیں۔ سب دربار میں حاضر ہوں۔

میر شمس الدین محمد ایکد خاں کو سنبھرہ سے طلب کر کے بیرم خاں کا منصب، عَلم اور نقارہ اس کو مرحمت کر دیا۔ اطراف سے اکثر امیر حاضر ہوگئے۔ جو امیر بیرم خاں کے ساتھ تھے وہ بھی اس سے الگ ہوکر بادشاہ کی خدمت میں آگئے۔ یہ خبریں بیرم خاں کو پہنچیں تو اس نے بہت عاجزی وانکساری سے درخواستیں لکھیں۔ بادشاہ نے پیغام بھیجا کہ اس کا اب یہاں آنا مناسب نہیں ہے، بہتر یہی ہے کہ مکہ معظّمہ کو روانہ ہوجائے۔ جب وہاں سے خیریت سے واپس آوے گا تب مہربانیاں کی جائیں گی۔ بیرم خاں مجبوراً بظاہر حجاز کے سفر کے لیے روانہ ہوگیا۔ آگرہ سے نکل کر میوات پہنچنے کے بعد سلطان سکندر کے بیٹے افغان اور غازی خاں سور کو جو اس کے ساتھ تھے ممالکِ محروسہ میں خلل اندازی کی رخصت دے دی، اور خود نے پنجاب کا ارادہ کیا۔ یہ خبر سن کر بادشاہ نے نصیحت آمیز فرمان صادر کیا۔ بیرم خاں نے بادشاہ کی نصیحت نہیں سنی اور بیکانیر جاکر کچھ دن وہاں کے حاکم رائے کلیان مل کے پاس رہا۔ پھر وہاں سے پنجاب کا رُخ کیا۔ جہاں تک ہوسکا اپنے آدمی مقرر کر ڈالے۔ کھل کر بغاوت کرنے لگا اور بھٹنڈہ کے راستہ سے پنجاب پہنچ گیا۔ اکبر نے میر شمس الدین ایکد خاں کو دوسرے امیروں کے ساتھ اس کے دفاع کے لیے متعین کیا۔ اس کے پیچھے دہلی سے بھی فوج روانہ کی۔ ایکد خاں تیزی سے روانہ ہوا۔ ستلج اور ویاس ندی کے درمیان موضع کوساچور تابع پرگنہ دادرک دونوں لشکروں کی ملاقات ہوئی۔ سخت جنگ واقع ہوئی۔ بیرم خاں غالب آگیا۔ اس نے شاہی لشکر پر حملہ کر دیا۔ شیالو کی فصل تھی، کیچڑ مٹی بہت تھی۔ بیرم خاں کے لشکر والے پھسلنے لگے۔ ایکد خاں نے یہ دیکھ کر مخالف

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

کو تیروں سے سی دیا۔ بہت سے تلوار کے گھاٹ اُتر گئے۔ کچھ گرفتار کر لیے گئے۔ بیرم خاں اس سانحہ کی تاب نہ لا سکا۔ شکست کھا کر بھاگا۔ شوالک کے پہاڑوں میں پلواڑہ میں جا کر داناپور کے حاکم راجا کشی کی پناہ میں رہنے لگا۔ شاہی لوگوں کے نصیب میں فتح و دولت آئی۔ سرہند میں بادشاہ کو یہ خوش خبری ملی۔ فرد:

مطلعِ امن و اماں سے صبح فیروز ہوئی
گلشنِ نفرت کی خوشبو سے مہک اُٹھا ہے ملک

فتح و نصرت کی نوید پانے کے بعد اکبر سیدھا لاہور گیا۔ کچھ روز بعد وہاں سے روانہ ہو کر بنسواڑہ میں ڈیرے ڈالے۔ پہاڑی لوگ ہجوم کرنے لگے۔ بہت جنگ کے بعد انھیں ہزیمت اُٹھانا پڑی۔ بیرم خاں نے وقت کے آئینہ میں اپنے ادبار کی صورت دیکھ لی تھی لہٰذا بڑی خجالت اور ندامت کے ساتھ بارگاہِ والا میں عرضی بھیجی کہ حضور کا کوئی معتمد آ کر میرا ہاتھ پکڑ کر اس قدسی آستانہ میں حاضر کر دے۔ بادشاہ نے پہلے تو مولانا عبداللہ سلطان پوری مشہور بہ مخدوم الملک کو اور پھر بعد میں منعم خاں کو اس کے لیے متعین کر کے بھیجا۔ وہ بیرم خاں کو دلاسا تسلی دلا کر رومال گردن میں ڈال کر لے آئے۔ بیرم خاں نے حضور والا میں بہت گریہ وزاری کی۔ بادشاہ نے شفقت سے اس کی گردن سے رومال کھول کر الگ کر دیا اور بدستور سابق خدمات سے سبکدوش ہو کر آرام فر،انے کا حکم دیا۔ مجلس کے اختتام پر خوش ہو کر حجاز کے سفر کی رخصت دے دی۔

اس مہم کے انجام پانے کے بعد شاہی پرچم دہلی کی طرف چل دیے اور بیرم خاں مکہ معظّمہ کو روانہ ہو گیا۔ یہ واقعہ سن چھ جلوس میں پیش آیا۔

القصہ بیرم خاں مسافت طے کر کے شہر پٹن مضاف احمد آباد صوبہ گجرات پہنچا۔ وہاں تھکان دور کرنے کے لیے کچھ دن قیام کیا۔ یہاں مبارک خاں سوحانی افغان، جس کا باپ ماجھی درہ کی جنگ میں جو بیرم خاں اور افغانوں کے درمیان ہوئی تھی مارا گیا تھا۔ یہ افغان وہاں کے حاکم موسیٰ خاں کے پاس رہ رہا تھا اس نے اپنے باپ کے خون کا بدلہ لینے کے لیے بیرم خاں کا ارادہ کیا۔ اتفاق سے اس دن بیرم خاں ایک بڑے تالاب میں جو اس محل کے درمیان تھا کشتی پر بیٹھ کر گیا تھا۔ واپسی کے وقت جب محل کے کنارہ پر پہنچ کر کشتی سے اُترا تو مبارک خاں مذکور چالیس افغانوں کے ساتھ نمودار ہو گیا اور یوں ظاہر کیا جیسے ملاقات کے لیے

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

جا رہا ہے۔ جوں ہی قریب پہنچا اس نے بیرم خاں کی کمر پر ایسا ہتھوڑا مارا کہ دل سینہ سے نکل آیا۔ دوسرے افغان نے تلوار مار کر اس کا کام تمام کر دیا۔ کچھ فقیروں نے اس کے خون میں لتھڑے ہوئے جسم کو جو شہید ہو گیا تھا نظام الدین اولیاؒ کے خلیفہ شیخ جام کے مقبرہ میں سپردِ خاک کر دیا۔ اس کے بعد اس کی ہڈیاں مشہد مقدس لے جائی گئیں۔ اس کی تاریخِ شہادت یہ ہے۔ نظم:

بیرم خاں نے کعبہ کے طواف کے لیے احرام باندھا
ابھی کعبہ تک بھی نہیں پہنچا تھا کہ اس کا کام تمام ہو گیا
میں نے عقل سے اس کی تاریخِ وفات پوچھی
تو اس نے بتایا کہ محمد بہرام شہید ہو گیا

مرزا عبدالرحیم ولد بہرام خاں

مرزا عبدالرحیم ولد بہرام خاں سپہ سالار تھا۔ یہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس پر بہت کرم کیا گیا۔ بادشاہ نے اس کے سر پر اپنی مہربانیوں کا ہاتھ رکھ دیا۔ اسے مرزا خاں کے خطاب سے سرفراز کیا اور اس کی پرورش کرنے لگا۔ رفتہ رفتہ فرزند برخوردار خانِ خاناں سپہ سالار کا خطاب ملا۔ پنج ہزاری منصب عطا کیا۔ اس زمانہ میں اس منصب سے اونچا کوئی اور مرتبہ نہیں تھا۔ اس منصب سے بھی اسے سرفراز کر دیا۔ اس نے بھی نمایاں کارنامہ اور شایانِ شان خدمات انجام دیں۔ چنانچہ گجرات ٹھٹھ اور دکن کی ولایتوں کو اس نے فتح کیا۔ راجا ٹوڈرمل کے فوت ہونے کے بعد وزارت کے امور اسی سے متعلق ہو گئے۔ خانِ خاناں نزاکت طبع، لطیف شعار، بلند ہمتی، سخاوت اور فیاضی و بہادری کے لیے ہندوستان میں مشہور رہے۔

القصہ بہرام خاں تو ختم ہو گیا اور بادشاہ بذاتِ خود جہاں داری اور حکومت کی مہمیں انجام دینے لگا۔ اب مخالفوں دشمنوں کے قلع قمع کی طرف متوجہ ہوا۔

مالوہ کی تسخیر

باز بہادر ولد شیر خاں افغان شیر شاہی اُمرا میں سے تھا اور ولایت مالوہ میں استقلال سے سلطان بنا ہوا تھا۔ جوانی کی مستی اور نفسانی لذتوں سے عورتوں کی صحبت میں رہتا تھا۔ انھیں کی مجالس میں زندگی بسر کر رہا تھا۔ اس نے بہت سی حسینائیں، شوخ دلبر نازنینیں، محبوبائیں اکٹھی کر

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

رکھی تھیں۔نفسانی شہوت سے بہمنی کا خطاب اختیار کرلیا۔اس کی نازنینوں میں روپ متی نام کی ایک معشوقہ تھی۔اس کے حسن اور آواز کا دُنیا بھر میں شہرہ تھا۔اس کی خوبیوں اور حسن کا شور دُنیا بھر میں پھیلا ہوا تھا۔ترجمہ ابیات:

وہ ہنستی تو ایسا لگتا جیسے ثریا تارہ سے نور برس رہا ہے۔پاپستہ سے نمک جھڑ رہا ہے/ اس کے چہرہ پر خشک جیسا ایک داغ (تل) تھا/ وہ تل ایسا لگتا جیسے کوّے نے باغ میں آشیانہ بنالیا ہو/ وہ جب مسکراتی تو اس کے لعل جیسے ہونٹوں سے شکر جھڑتی تھی/ اور بات کرتی تو منہ سے مٹھاس ٹپکتی تھی/ نازو انداز کا سرمہ لگی ہوئی اس کی نرگسی آنکھیں/ اپنی پلکوں کے تیروں سے لوگوں کا کلیجہ چھیدتی تھیں/ دُنیا میں کوئی ایسا پیدا نہیں ہوا ہے/ جو اسے دیکھ کر اس پر شیدانہ ہوجائے۔

باز بہادر نے اپنی جان و دل کی پونجی اس کی محبت کی راہ میں لٹادی تھی اور اس کے عشق کے دام میں گرفتار ہوگیا تھا۔اس بارے میں اس نے ہندی زبان میں بڑی بے نظیر تصنیفیں کیں۔روپ متی کی مجالست میں بے بدل شعر اشعار کہا کرتا تھا۔دن رات اس سے نغمہ وسرود سنتا۔اپنا قیمتی وقت جس کا نہ کوئی بدل ہے نہ عوض، یوں ہی اس کے ساتھ ضائع کرتا۔

نغمہ وسرود پاکباز زاہدوں میں مردود اور عاشقوں تاجروں میں مقبول ہے۔یہ نفس پرستی اور ہوس کی قوتِ بازو ہے۔نفس امّارہ کو شکار کرنے کے لیے شہوت و ہوس کے ہنگامہ گرم کرتا ہے۔زیاں کار خواہشوں کا دست کار ہے، بدمستی اور شیدائی کے جھنڈے گاڑتا ہے۔سودائی اور ہوا پرستی کے پرچم لہراتا ہے۔سرود، شہوت اور بدکرداری کی آگ میں تیل چھڑکتا ہے۔عفت و پرہیزگاری کے تانے بانے توڑ ڈالتا ہے۔بوالہوسوں کے دل میں سرود ہی بدمستی کے ہنگامے برپا کرتا ہے۔سیاہ دل لوگوں کے باطن میں ہوا پرستی کے پھریرے بلند کرتا ہے۔

وہ نفسانی لذتوں میں غرق ہر وقت سرود ونغمہ میں ہی مصروف رہتا تھا۔مسلسل شراب پیا کرتا۔رات بھر پیتا دن بھر سوتا۔غفلت اور مے پروری میں نہ اسے رات کی خبر تھی نہ دن کی۔بیت:

آسمان اس کی حکومت کو مٹا دیتا ہے دیکھ
رات کو جو مے پیئے اور صبح کو سوتا رہے

بادشاہ اکبر کو جب اس کی مستی اور حکومت کی پراگندگی کا پتہ چلا تو اس نے ادھم خاں کی

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

سرکردگی میں اپنے لشکر کو اس بد مآل کو ختم کرنے اور ولایت کو فتح کرنے کے لیے متعین کیے۔ ادھم خاں مرحلہ طے کر کے اس کے دارالحکومت سارنگ پور کے قریب پہنچ گیا۔ باز بہادر تو بس غفلت اور بدمستی میں زندگی گذارا کرتا تھا۔ اس کو اس وقت پتہ چلا جب شاہی لشکر نے اس شہر کو گھیر لیا۔ مجبوراً وہ بھی صف۔ بندی کر کے لڑنے کے لیے تیار ہو گیا۔ مختصر سی جنگ کے بعد ہی اسے فرار ہونا پڑا۔ اس کی ہزیمت کے بعد ادھم خاں شہر میں آیا۔ اس کے خزانے دفینے فراہم کیے۔ خاص طور پر اس کی عشوہ ساز دلبروں، کرشمہ ساز نازنینوں، سندر پاتروں کو حاصل کیا۔ نقد و جنس کی ضبطی اور حرم خانہ لینے کے بعد باز بہادر کی معشوقہ روپ متی کی جستجو میں اپنے آدمی بھیجے۔

فرار ہوتے وقت باز بہادر نے جواہر اور حرم خانہ کی عورتوں کے قتل کے لیے اپنے آدمی چھوڑ دیے تھے۔ (ہندوستان میں رسم ہے کہ ایسے حادثوں کے وقت عورتوں کو تلوار سے قتل کر دیتے ہیں یا آگ کے الاؤ میں جلا ڈالتے ہیں) ان سنگین دل دیوزادوں نے ان پری پیکر نازنینوں کو تلوار کے گھاٹ اُتار دیا۔ ان بے گناہوں کے وجود کی تحریر کو زمانہ کے ورق پر سے اپنے ظلم کے کرمک سے مٹا دیا۔ ایک ظالم روپ متی کو قتل کرنے پہنچا۔ تلوار سونت کر اس کے کچھ زخم لگائے۔ ابھی اس کا کام تمام نہیں ہوا تھا کہ شاہی لشکر آ گیا۔ اس ظالم کو اتنا موقع نہیں ملا کہ روپ متی کا کام تمام کر دے۔ چنانچہ اس نیم بسمل طاؤس کو ادھم خاں کے سامنے حاضر کیا گیا۔ اس پختہ کار نازنین نے درخواست کی کہ میرے کاری زخم لگے ہیں۔ ابھی تو مجھے کسی کے گھر رکھ دیں۔ زخم بھر جانے پر میں خدمت میں حاضر ہو جاؤں گی۔

ادھم خاں نے اس کے زخموں کو دیکھ کر شیخ عمر درویش کے گھر میں جو تقویٰ اور خدا ترسی کے لیے اس علاقہ میں مشہور تھا چھوڑ دیا۔ روپ متی اس درویش کے گھر کی عورتوں میں رہنے لگی۔ علاج ہوتا رہا اور زخم بھر گئے۔ مگر باز بہادر کی جدائی سے اس کے دل پر جو زخم لگا تھا ناسور بن گیا۔ جی ہاں تیر، تلوار، بندوق، گرز کا زخم تو بھر جاتا ہے، مگر عشق و محبت، ہجر و مفارقت کا زخم افلاطونی مرہموں اور لقمانی دواؤں سے بھی مندمل نہیں ہوتا۔ مصرعہ:

برہ کا جو گھاؤ لگے ویدوں کی چکتسا سے نہ بھرے

ادھم خاں انتہائے شوق میں لگاتار اس کی معلومات رکھ رہا تھا۔ اس کو صبحِ وصال کا انتظار تھا۔ روپ متی تندرست ہو کر نہالی اور کسی جگہ زخم کا کوئی نشان نہ رہا تو اس نے مشک، عنبر اور

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

دوسری خوشبوؤں کی درخواست کی تا کہ بناؤ سنگھار کر کے جائے۔ ادھم خاں اس خبر سے بہت خوش ہوا۔ اس نے مشک عنبر کافور وغیرہ بھیج دیے۔ اس نے باز بہادر کی محبت میں ہتھیلی بھر کافور کھالیا اور سر پر دوپٹہ ڈال کر ایسی سوئی کہ پھر بیدار نہیں ہوئی۔ ترجمہ نظم:

محبت کی آگ میں عورت اس طرح جلتی ہے کہ/ گھانس پھونس اس طرح آگ سے نہیں جلتے/ کتنا مبارک ہے وہ شخص جو محبت میں جان دے دے/ محبت میں ہی آن بان سے جان دی جا سکتی ہے۔

تاریخ کے طالبوں پر یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ مالوہ لمبی چوڑی ولایت ہے۔ یہاں ہمیشہ سے شاہی حاکم رہے ہیں۔ بڑے بڑے راجا اور بے مثال رانے جیسے راجا کرماجیت جس کی سلطنت پر ہندوستان والوں کی تاریخ کا دارومدار ہے اور راجا بھوج وغیرہ جس کی عجیب و غریب حکایتیں اور حمدیہ اوصاف اب تک لوگوں کی زبان پر جاری ہیں، اسی ولایت میں ہوئے ہیں۔ سلطان محمود غزنوی کے زمانے سے اس ولایت میں اسلام کا ظہور ہوا، اور دہلی کے سلطان غیاث الدین کا جب اس پر غلبہ ہوا تب سے یہ ولایت دہلی کے سلطانوں کے تصرف میں رہی۔ جب سلطان محمد شاہ ولد فیروز شاہ کے دربار کا زمانہ آیا اور جن لوگوں نے اس کا ساتھ دیا اس نے ان کی رعایت کی۔ جہاں بانی کے تخت پر بیٹھ کر اس نے ان کی رعایت کرتے ہوئے چار شخصوں کو حکومت دی۔ اعظم ہمایوں ظفر خاں کو گجرات کا، خضر خاں کو ملتان اور دیبال پور کا، خواجہ سرور خواجہ جہاں جس نے سلطان اشرف کا خطاب پایا تھا جون پور کا اور دلاور خاں کو مالوہ کا حاکم بنایا۔ چنانچہ اس پہلے لکھ دیا گیا۔ سن سات سو چھیانوے سے دلاور خاں مالوہ کی حکومت کر رہا تھا۔ جب سلطان محمد شاہ کی رحلت ہوگئی اور ہندوستان میں گڑ گڑ ہوئی تو ہر ایک نے ہر کہیں اپنی حکومت کا جھنڈا بلند کر دیا۔

دلاور خاں بھی دہلی کے والی سے منحرف ہوگیا۔ اس نے بھی سلطانوں کی طرح تحصیل شروع کر دی۔ اس کی حکومت کی مدّت پچیس سال ہوئی۔

ہوشنگ شاہ

اس نے ایک سال اور کچھ مہینے حکومت کی۔ سلطان محمود خلجی سلطان ہوشنگ شاہ کا

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

امیر الامرا تھا۔ اس کی بہن سلطان محمود کے نکاح میں تھی۔ وہ سلطان کو اس کے ساقی کے ذریعے زہر آلود کر کے حکومت کے تخت پر متمکن ہو گیا۔ تمام ولایت بوندی اور مارواڑ بھی اس نے اپنی تلوار کے بل پر چھین لی تھی۔

اس کی مدّتِ حکومت بتیس سال ہوئی۔

سلطان غیاث الدین ولد سلطان محمد خلجی

اس نے تیس سال حکومت کی۔

سلطان ناصر الدین

چودہ سال چار مہینے چار دن تین پہر سلطان رہا۔

سلطان محمود ولد سلطان ناصر الدین

اس نے بڑے عدل وانصاف اور بہادری سے بیس سال دو مہینے حکومت کی۔

سلطان بہادر شاہ والیِ گجرات

یہ سلطان محمود کو میدانِ جنگ میں مار کر ولایت مالوہ پر قابض ہوا تھا۔ اس کی حکومت کا زمانہ چھ سال ہوا۔

بلّو قادر شاہ

یہ اس ولایت کے بڑے امیروں میں سے تھا۔ سلطان بہادر شاہ کے فوت ہونے کے بعد جب ولایت مالوہ میں کوئی امیر نہ رہا تو اس نے غالب آ کر اپنے نام کا سکّہ اور خطبہ جاری کر دیا۔ جس زمانے میں نصیر الدین محمد ہمایوں مالوہ کی طرف روانہ ہوا تو وہ زمانہ شیر شاہ کے عروج کا زمانہ تھا۔ اس نے قادر شاہ کو لکھا کہ آگرہ کی طرف آ کر خلل اندازی کرے۔ اس خط پر اس نے اپنی مہر لگائی۔ قادر شاہ نے بھی اس کو جواب لکھ دیا اور تحریر پر اپنی مہر لگا دی۔ اس بات

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

سے شیر شاہ غصہ ہو گیا۔ شیر شاہ غلبہ پا کر اُدھر گیا۔ قادر شاہ مقابلہ کی تاب نہ لا سکا۔ اس نے آ کر شیر شاہ سے ملاقات کی اور مالوہ کے بدلہ ولایت لکھنوتی اس کے لیے مقرر ہوئی۔ ایک دن وہ اپنے گھر سے سوار ہو کر شیر شاہ سے ملنے جا رہا تھا۔ کچھ مغل لوگ جو شیر شاہ کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے تھے وہ گوالیار کی تعمیر میں بیل داری کر رہے تھے۔ پاڑھ رہے تھے۔ قادر شاہ نے اپنے دل میں سوچا کہیں ایسا نہ ہو کہ میں ان لوگوں کو شیر شاہ لگوں اور اور یہ کوئی نامناسب سلوک کر بیٹھیں۔ اس خوف سے وہ ڈر کر بھاگ گیا۔

اس کی حکومت کا زمانہ چھ سال پانچ مہینہ ہوا۔

شجاعت خاں عرف سخاوت خاں، نائب شیر شاہ

اس نے بارہ سال ایک مہینہ حکومت کی۔

باز بہادر عرف بایزید خاں ولد شجاعت خاں

اس نے دس سال دو مہینے ۲۳ دن حکومت کی۔

سن سات سو چھیانوے سے سن نو سو تریسٹھ تک یعنی ایک سو اکہتر سال ولایت مالوہ دہلی کے سلطان کے تصرف سے باہر رہی۔ اس مدت میں کچھ لوگوں نے اصالتاً اور کچھ نے وکالتاً یہاں فرماں روائی کی۔

القصہ اُدھم خاں فتح و نصرت سے کامیاب ہوا۔ بہت سے خزینہ دفینہ اور ایسی لمبی چوڑی ولایت ہاتھ لگی تو وہ مغرور ہو گیا۔ شاہی اطاعت سے سرتابی کرنے لگا۔ باز بہادر کی جو بھی نقدی، جنس، ہاتھی خانہ، توپ خانہ، برتن وغیرہ ہاتھ لگے سب اپنے پاس رکھ لیے۔ بادشاہ کو اس میں سے کچھ بھی نہیں بھیجا، بلکہ بدمستی کا رویہ اختیار کر لیا۔ اس نے نعمت پروری اور دولت و حکومت کا حق حقوق سب کچھ بھلا دیے۔ منحرف ہو کر بغاوت اختیار کر لی۔ اب بادشاہ مجبوراً بذاتِ خود مالوہ کی طرف متوجہ ہوا۔ قلعہ گاگرون کے قریب پہنچ کر تھوڑی دیر میں اسے فتح کر لیا۔ یہ اب تک فتح نہیں ہو سکا تھا۔ پھر آگے بڑھا۔ ادھم خاں کو شاہی لشکر کی روانگی کی کوئی خبر نہ تھی۔ وہ بھی مذکورہ قلعہ کو فتح کرنے کے لیے سارنگ پور سے نکلا تھا۔ اس کو اچانک شاہی

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

پرچم نظر آئے۔ وہ فوراً گھوڑے سے اُتر کر بے اختیار بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ سارنگ پور کا جو بھی اسباب اس نے رکھ لیا تھا سب بادشاہ کو پیش کر دیا۔ اب اکبر نے سارنگ پور میں ڈیرا ڈالا۔ رات ادھم خاں کے گھر میں بسر کی۔ اس نے پیشکش اور نذر ادا کی۔ کچھ دن وہاں رہ کر اس ولایت کے انتظام سے بے فکر ہو کر یہ ولایت ادھم خاں کو ہی بدستور بحال کر دی۔ پھر وہاں سے واپس آگرہ چلا گیا۔

کچھ دن بعد عبداللہ خاں اوڈ یگ کو اس ولایت کے لیے متعین کیا گیا اور ادھم خاں بادشاہ کے حضور چلا گیا۔ چونکہ یہ جوانی کی شراب سے مدہوش تھا اور نادانی کے نشہ سے متوالا، ایک دن سب ہی شاہی نوکروں کے سامنے اس نے ایکد خاں سے تیز کلامی کر کے اس کو قتل کر دیا۔ پھر بادشاہ کے ارادہ سے حرم سرا کی طرف روانہ ہوا۔ اکبر اس وقت بستر میں تھا۔ شور غل سے بیدار ہو کر باہر آ گیا۔ اُدھم خاں کے سامنے پہنچا تو پوری کیفیت معلوم ہو گئی۔ اکبر نے اس کے سر پر ایسا مُکّا مارا کہ دماغ سے بھیجا نکل گیا جیسے گرز کی ضرب لگی ہو۔ بارگاہ میں موجود لوگوں نے بادشاہ کے حکم سے اس ظالم کو باندھ کر قلعہ کے کنگرہ سے نیچے پھینک دیا، اور اُدھم خاں جاں بحق تسلیم ہو گیا۔ ترجمہ نظم:

ایسی گھانس پھونس کو آگ میں جلا دینا چاہیے/ جس سے کسی کے دل میں کانٹے چبھیں
بادشاہ اگر سزا نہ دے تو/ ہر کوئی حاکم ہونے کی ڈینگ مارنے لگ جاتا ہے۔

ولایت کھکر کی فتح

یہ ولایت نہشپ اور سندھ ندی کے درمیان واقع ہے۔ یہاں کا حاکم خود ہی حکومت کرتا تھا۔ اس نے کبھی بھی فرماں روائے دہلی کی اطاعت نہیں کی تھی۔ بعض تاریخوں میں لکھا ہے کہ یہ ولایت قدیم زمانہ میں کشمیر میں داخل تھی۔ سلطان محمود غزنوی نے اسے فتح کر کے اپنے ایک گیان زادہ امیر کو جس کا نام کھکر تھا عطا کر دی۔ اسی زمانے سے کھکر کی نسل اس پر قابض رہی، اور استقلال سے حکومت کرتی رہی۔ شری شاہ اور اسلام شاہ نے بہت عرصہ تک اس ولایت کو مسخر کرنے کی کوشش کی۔ اس کی سرحد پر قلعہ رہتاس بنایا تا کہ کھکر لوگ عاجز ہو کر مطیع ہو جائیں، مگر ذرا بھی کامیابی نہ ہوئی۔ آخر کار جلال الدین اکبر کی آمد کی شہرت پا کر وہاں کے حاکم سے صلح

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

ہوگئی۔ ملاقات کے وقت اسلام شاہ نے اُسے گرفتار کرلیا اور گرفتاری کے بعد قلعہ گوالیار میں بھیج دیا۔ اب سلطان سارنگ کا بھائی سلطان آدم مسندِ حکومت پر بیٹھ گیا۔ اس نے بھی متواتر جنگ کی۔ اس نے اپنی قوت اور شجاعت سے اس ولایت کو محفوظ رکھا اور اسلام شاہ بغیر مقصد حاصل کیے وہاں سے واپس ہوگیا۔ ایک بار اسلام شاہ نے حکم دیا کہ گوالیار کے جیل خانے میں سرنگیں لگا کر بارود بھر کر اُڑا دیا جائے۔ فرمان پذیروں نے حکم کی تعمیل کی۔ سلطان سارنگ تمام قیدیوں کے ساتھ ہوا میں اُڑ گیا۔ اس طرح نیستی کی دُنیا میں پہنچ گیا۔ خدائی قدرت سے جیل خانہ کے ایک گوشے میں سلطان سارنگ کا بیٹا کمال خاں سلامت رہ گیا۔ ترجمہ بیت:

اللہ جس کی حفاظت کرے، خدا جس کا نگہبان ہو
زمانہ کی گردش سے بھلا اس کو کیا نقصان ہوگا

افغان حکومت کا سلسلہ ختم ہونے کے بعد کمال خاں کو گوالیار کے قلعہ کی جیل سے رہائی مل گئی۔ اب وہ شاہی ملازموں میں آ گیا۔ اس نے ہجوں کی اور دوسری جنگ میں بہت دوڑ دُھوپ کی۔ لہٰذا اس پر بادشاہ کی مہربانیاں بھی بہت ہوئیں۔ اس نے اپنی موروثی ولایت کی درخواست کی۔ چنانچہ سلطان آدم کے نام فرمان جاری ہوا کہ کامران مرزا کو گرفتار کرنے کے لیے اس نے بادشاہ فردوس آرام گاہ کی خدمت میں اس نے بہت اچھی خدمات انجام دی تھیں اور اس خاندان کی خوب اطاعت کی تھی اس لیے ہماری مہربانی سے آدھی ولایت اسے دی جاتی ہے۔ چنانچہ آدھی ولایت کمال خاں کے ذمّہ جو کہ اس ملک کا وارث ہے اور جس نے اچھی خدمات ادا کی ہیں واگذار کردی جائے۔

چونکہ سلطان آدم کی قسمت خراب ہوگئی تھی اس لیے اس نے حکم والا سے سرتابی کی۔ اس کے فرمانِ عالی کی تعمیل نہیں کی۔ لہٰذا ایکد خاں کا بڑا بھائی امیر محمد خاں اور پنجاب کے دوسرے امیر سلطان آدم کے استیصال اور کمال خاں کی اطاعت کے لیے مقرر کیے گئے۔ سلطان آدم نے اپنی جرأت کے اندازہ سے بھی باہر قدم رکھ دیا۔ نہشب ندی کے اس پار قصبہ بلان تک چلا آیا۔ شاہی لشکر سے جنگ کی اور شکست کھانا پڑی۔ میر محمد خاں نے اس کا تعاقب کیا اور تمام ولایت کو ضبط کر کے ممالکِ محروسہ میں داخل کر دیا۔ خاقانِ زماں اکبر بادشاہ نے اپنی بھرپائی سے یہ پورا ملک کمال خاں کو مرحمت کردیا اور سلطان آدم یہاں سے بالکل خارج ہوگیا۔

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

اکبر بادشاہ کے ایک زخم لگنا

اکبر بادشاہ ایک دن شیخ نظام الدین اولیاء کے روضہ منورہ کی زیارت کرنے گیا۔ واپسی کے وقت جب شہر کے چوراہے پر پہنچا تو ایک سر پھرے نے جو گھات میں تھا اکبر کے ایک تیر مار دیا۔ یہ تیر بازو سے ایک بالشت نیچے لگا۔ ساتھیوں نے شور مچا دیا۔ اس ظالم کو گرفتار کر کے حاضر کیا گیا۔ اس کی تفتیش کرنا چاہی تو حکم صادر ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو یہ تفتیش میں کسی بے گناہ کو مصیبت میں ڈال دے۔ بس دُنیا کو اس کے وجود کے داغ سے صاف کر دو۔ فرمان پذیروں نے اسے قتل کر دیا۔ اکبر ایسے سخت زخم کے باوجود اسی تمکین اور سختی کے ساتھ گھوڑے پر سوار دولت خانہ چلا گیا۔ حکیموں نے علاج کیا اور سات دن میں وہ زخم بھر گیا۔ بعد میں پتہ چلا کہ وہ بے سعادت قاتل شرف الدین حسن مرزا کا غلام تھا۔ مرزا نے اسے اپنی بد طینتی سے اکبر کے ارادہ سے بھیجا تھا۔ وہ اپنے کردار کی سزا کو پہنچ گیا۔ ترجمہ ابیات:

جس کا خدا حافظ ہو/ کسی طرف سے اس پر کوئی آسیب نہیں آتا
قسمت اس کے سارے کام بناتی ہے/ اور دشمن حسد سے جل جل کر جان گنواتے ہیں

ابوالمعالی کے مارے جانے کا واقعہ

یہ بادشاہ فردوس آرام خاں کے زمانہ سے اپنے ظاہری حسن و جمال کی وجہ سے بارگاہ کے مقرب لوگوں میں سے تھا۔ یہ اپنے آپ کو بادشاہ کے فرزندوں میں سے بتاتا تھا۔ اس کی صورت تو بہت اچھی تھی مگر افعال بہت بد تھے۔ ترجمہ بیت:

خوبصورت ہو مگر سیرت ہو بد افسوس ہے
جس میں خوشبو ہی نہ ہو اس پھول کی رنگ کا کیا

جب خطہ لاہور میں بادشاہ نے حکومت کے تخت کو زینت بخشی تو اس جشن میں تمام امیر حاضر ہوئے۔ اس نے کچھ دور از کار باتیں کہہ دیں۔ بزم میں حاضر ہونے سے معذرت کی۔ بہرم خاں خانِ خاناں نے بہر طور اسے تسلی دے کر بلا لیا اور محفل میں شاہی حکم کے مطابق گرفتار کر کے لاہور بھیج دیا۔ یہاں کوتوال کی لاپرواہی کی وجہ سے یہ لاہور سے بھاگ گیا۔ ایک عرصہ بعد پھر

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

گرفتار ہوکر قلعہ بیانہ میں قید ہوا۔ جب بیرم خاں منحرف ہوکر اس علاقہ میں پہنچا تو اس نے اسے خلاصی دے دی۔ یہ اس وقت مکہ معظمہ چلا گیا۔ کچھ سال بعد واپس ہندوستان آ کر شورش کرنے لگا۔ کوئی بات نہ بن سکی تو پھر کابل چلا گیا۔ یہاں حکیم محمد مرزا کی والدہ ماہ فوجک بیگم کو میٹھی میٹھی باتوں سے فریفتہ کر کے مرزا کی بہن سے نکاح کرلیا اور کابل میں مدار علیہ بن گیا۔ اس سے لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ موقع مل گیا تو بیگم کو قتل کر کے خود مختاری کا دم بھرنے لگا۔ وقت کے ساتھ ساتھ اس نے اکثر امیروں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ بدخشاں کے حاکم مرزا سلیمان کو جب اس کی خبر ہوئی تو اس نے حکیم مرزا کی درخواست پر کابل پر لشکرکشی کی۔ ادھر سے ابوالمعالی بھی فوج آراستہ کر کے جنگ کے لیے روانہ ہوا۔ رودِ ہند کے کنارے دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے آئے۔ محمد حکیم مرزا اس سے بہت تنگ آ گیا تھا۔ عین جنگ میں وہ بہت تیزی سے مرزا سلیمان کے پاس پہنچا۔ شاہ ابوالمعالی یہ دیکھ کر گھبرا گیا۔ وہاں سے فرار ہو گیا۔ بدخشیوں نے اس کا پیچھا کر کے موضع چارم کاران میں اس کو گرفتار کرلیا۔ مرزا سلیمان اس فتح کے بعد کابل پہنچا اور کابل کا کچھ علاقہ اپنے امیروں کو جاگیر میں دے دیا اور اپنی بیٹی رضیہ محمد حکیم مرزا سے بیاہ کر واپس بدخشاں چلا گیا۔ شاہ ابوالمعالی کو زنجیروں میں جکڑ کر مرزا کے پاس بھیج دیا گیا۔ چونکہ اس نے اپنے آقا کا ہی حقِ نعمت فراموش کر دیا تھا۔ ناشائستہ کام کیے تھے، مرزا نے اسے اپنی والدہ کے خون کے قصاص میں مروا دیا۔ بیت:

کسی نے بھی ایسا سنا ہی نہیں
کہ بد کرنے والے کو نیکی ملی ہو

ولایت کرمہ مشہور بہ کونڈ والہ کی فتح

کسی مسلمان بادشاہ کا اس پر تصرف نہیں ہوا تھا۔ مسلمان بادشاہوں کے لشکروں کے گھوڑوں کے کھر اس علاقہ تک نہیں پہنچے تھے۔ یہاں کا حاکم راجا دلیپ جب فوت ہو گیا تو اس کا پانچ سال کا بیٹا ویر نرائن قائم مقام ہوا۔ اس کی ماں رانی دُرگاوتی بیٹے کے کم عمر ہونے کی وجہ سے حکومت کا کاروبار سنبھالتی تھی۔ وہ عورت عقل مندی اور بہادری میں یکتا تھی۔ جنگ کے وقت مردانہ وار کارنامے انجام دیتی تھی۔ شکارگاہ میں شیر کو پچھاڑ دیتی تھی۔ عام دربار لگا کر بہت

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

اچھے طریقہ سے حکومت کرتی تھی۔ ملک رانی کے لوازم اور سرداری کی رسمیں بہت صحیح تدبیروں سے انجام دیتی تھی۔ بیت:

وہ ایک عورت نہ تھی بلکہ سو مردوں کے برابر تھی
بہادری اور عقل مندی میں یکتا تھی

اس ولایت کے احوال جب بادشاہ کو معلوم ہوئے تو اس نے آصف خاں عبدالمجید اور اس کے بھائی وزیر خاں کو جو شیخ زین الدین کی اولاد میں سے تھے جن سے امیر تیمور کو بہت عقیدت تھی اس ولایت کی تسخیر کے لیے متعین کیا۔ ان بھائیوں نے اس علاقہ میں جا کر جنگ کے لیے صف بندی کی۔ رانی دُرگاوتی ہتھیار بند ہو کر ہاتھی پر سوار میدانِ جنگ میں آئی، مردانہ وار جنگ کی۔ اپنے ہاتھ سے تیر چلائے، بندوقیں داغیں۔ بہت سے لوگوں کو مار ڈالا۔ اس نے بہت سے نمایاں کارنامے انجام دیئے، مگر آخر کار آصف خاں غالب ہو کر کامیاب ہو گیا۔ رانی کے اکثر لشکری مارے گئے یا زخمی ہوئے، باقی جو بچے فرار ہو گئے۔ اپنے لشکر کا یہ خال دیکھ کر رانی ہاتھی بان کی جگہ خود بیٹھ گئی اور کہا کہ آب دار خنجر سے ہمارا کام تمام کر دو۔ ہاتھی بان نے کہا کہ میں اپنی مخدومہ کے لیے ایسی جرأت نہیں کر سکتا۔ اس عورت میں مردوں جیسی ہمّت تھی، بولی کہ نیک نامی سے مر جانا بے غیرتی کی زندگی سے بہتر ہے۔ یہ کہہ کر خود اپنے ہاتھ سے خنجر گھونپ کر اپنا کام تمام کر لیا۔

اس طرح پوری ولایت آصف خاں اور وزیر خاں کی تلوار کے بل پر فتح ہو گئی۔ یہاں سے اس قدر نقد و جنس ہاتھ لگے کہ شمار اور حساب میں نہیں آ سکتے تھے۔ کہتے ہیں کہ جوراگڑھ کا قلعہ خزانوں، نفیس جواہرات اور لطیف جنسوں سے بھرا ہوا تھا۔ کتنے راجا اور رانی ہوئے کسی نے اس میں سے کچھ خرچ نہیں کیا تھا۔ بلکہ ہر ایک نے اپنی حکومت کے زمانہ میں اس میں کچھ رقم بڑھائی ہی تھی۔ ایک سو ایک صندوقیں تو سونے کی اشرفیوں کی تھیں۔ چاندی، روپیہ، سونے چاندی کے برتن، آلات، اسباب سونے کی مورتیاں اور طرح طرح کی جنسیں اندازہ سے باہر ہاتھ لگیں۔ ایک ہزار ہاتھی ضبط ہوئے۔

آصف خاں نے یہ سب چیزیں اپنے قبضے میں کر لیں۔ بادشاہ کو کچھ بھی نہیں بھیجا۔ وہ ایسے لمبے چوڑے ملک کی فتح اور اس قدر دولت ہاتھ لگنے سے مغرور ہو گیا۔ بغاوت کر بیٹھا۔

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

آخر کار بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر چتوڑ اور دوسری مہموں میں بہت اچھی خدمات انجام دیں۔ یہ ولایت پورے طور پر شاہی ملازموں کے قبضہ میں آ گئی۔

قلعہ اکبر آباد کی تعمیر

سن دس جلوس مطابق سن نو سو بہتر میں اس قلعہ کی بنیاد رکھی گئی۔ روزانہ چار ہزار ماہر استاد کاریگر، سنگ تراش، معمار، لوہار، مزدور کام کرتے تھے۔ تیس گز چوڑی (بنیاد) ڈالی گئی۔ یہ بنیاد پانی سے نیچے کھودی گئی۔ اس کی اُونچائی ساٹھ گز، کنگرہ تک تراشے ہوئے پتھروں کا بنایا ہے۔ اس طرح ماہر کاریگروں، معماروں، لوہاروں اور بڑھیوں نے اس میں خوبصورت فرحت افزا عمارتیں تعمیر کیں، دولت خانہ بنایا۔ باریک بین نقاشوں، صنعت پرداز مصوروں نے جو اپنے ہنر میں استاد تھے صورت نگاری سے نگار خانۂ چمن اور گل پوشوں سے گلشنِ بہاری بنا دیا۔ آٹھ سال کے عرصہ میں یہ مضبوط قلعہ اور عظیم شہر ایسا شہر کہ جسے روئے زمین کا خوبصورت شہروں کے رخسار کا تل کہا جائے، مکمل ہوئے۔ اس کا نام اکبر آباد رکھا گیا۔ یہ شہر ممالکِ محروسہ کے بیچ میں واقع ہے۔ اس کی دل کشا فضا باغِ ارم کا مقابلہ کرتی ہے، اور یہاں کی معتدل آب و ہوا فرورِدین کی ہوا سے سبقت لے گئی۔

علی قلی خاں اور بہادر خاں کا قتل

جس وقت بادشاہ فردوس آرام گاہ (ہمایوں) عراق سے واپس آیا تھا تو شاہ طہماسپ کے لشکر میں جو ہمایوں کی کمک اور مدد کے لیے مقرر ہوا تھا اس میں حیدر سلطان بھی تھا جو قندھار کی فتح کے بعد ہمایوں کے کابل کی طرف روانگی کے وقت راستہ ہی میں جوارِ رحمتِ حق میں چلا گیا تھا، اس کے بیٹے علی قلی خاں اور بہادر خاں بھی ہمایوں کے ساتھ تھے۔ انھوں نے اچھی خدمات انجام دی تھیں اور خان کا خطاب پایا تھا۔ بادشاہ فردوس آرام گاہ کی رحلت کے بعد جب تختِ حکومت کو اکبر کے جلوسِ مبارک سے رونق حاصل ہوئی اور ہجون بقال اور دوسرے مخالفوں کا خاتمہ ہو گیا تو علی قلی خاں کو خانِ زمان کا خطاب اور سنبھل کی جاگیر مرحمت ہوئی۔ اس نے اپنی عقل اور ذاتی بہادری، شجاعت و مردانگی سے گنگا ندی کے پار اودھ تک کا علاقہ قبضہ میں

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

کرلیا۔ اس کے بھائی بہادر خاں نے بھی اچھی خدمات انجام دی تھیں لہٰذا وہ سلطنت کا وکیل بن گیا۔ مدار المملک ہوگیا۔ چونکہ خانِ زمان میں ذرا بھی سعادت نہیں تھی اس لیے بری صحبت کی وجہ سے جو حکومت کی بنیاد کو خراب کر دیتی ہے، منزلت کی نیوڈھا دیتی ہے، اس نے بادشاہ کی اطاعت سے سر پھیر لیا۔ اس سے بغاوت اور نافرمانی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ جو بات بادشاہ کی مرضی کے خلاف ہوتی وہی کرتا۔ اس ذیل میں ایک ساربان بچہ ماہم بیگ کا واقعہ ہے۔ ماہم بیگ اپنے ظاہری حسن و جمال کی وجہ سے بادشاہ فردوس آرام گاہ کے خدمت گزاروں میں شامل تھا۔ خانِ زمان نے اس کی خاطر مدارات کر کے اپنی طرف کھینچ لیا۔ اس پر بہت زیادہ شیفتہ ہوگیا۔ معاملہ یہاں تک پہنچ گیا کہ اس کے سامنے کورنش کرتا اور اس کو 'بادشاہ' تک کہہ دیتا تھا۔ یہ بات جب اکبر کو معلوم ہوئی تو اس نے خانِ زمان کو نصیحت کیں کہ اس ساربان بچہ کو دربار میں بھیج دے۔ مگر وہ عشق کا مارا متنبہ نہیں ہوا بلکہ اور زیادہ مستی کرنے لگا۔ ان حالات میں اکبر اس سے بدظن ہوگیا۔ بہت زیادہ تاکید اور اصرار کے بعد اس ساربان بچہ کو اس نے دور کیا۔

خانِ زمان کی حرم میں آرام جان نام کی ایک طوائف تھی۔ ماہم بیگ کے کہنے پر اس نے اس نکاحی طوائف کو بھی اسے بخش دیا تھا۔ وہ طوائف عرصہ دراز تک اس کی ران کے نیچے رہی۔ پھر کچھ مدت بعد اس نے بھی اس طوائف کو اپنے ایک مخلص عبدالرحمٰن کو بخش دیا۔ یہ عبدالرحمٰن اس طوائف کے ساتھ پرگنہ سرہرپور میں، جو اس کی جاگیر میں تھا، رہتا رہا۔ ایک دن خانِ زمان نے نشہ میں عبدالرحمٰن سے اس طوائف کو طلب کیا۔ عبدالرحمٰن نے عذر کیا۔ بس اسی بات پر اس پر خوب سختی زیادتی کی۔ عبدالرحمٰن کو قید کر دیا اور اس طوائف کو گھر سے نکال کر لے گیا۔ اب عبدالرحمٰن کے بھائیوں نے حملہ کر دیا۔ برادرانہ حمیت کی وجہ سے لڑ کر ماہم بیگ کو قتل کر دیا۔ یہ بات خانِ زمان کو معلوم ہوئی تو اس نے سمجھا کہ ماہم بیگ کا قتل بادشاہ کے اشارہ پر ہوا ہے۔ اس نے کھلم کھلا بادشاہ کی اطاعت سے منہ پھیر لیا۔ چونکہ اپنی قوت و شجاعت کی وجہ سے افغانوں پر غالب آ گیا تھا اور اودھ تک کی ولایت اس کے قبضہ میں تھی، اور جس دن سے اس نے سلطان محمد عادل کے بیٹے مبارز خاں کو، جس کی افغانوں نے شیر شاہ کا خطاب دیا تھا، شکست دے کر کامیاب ہوا تھا، اُس دن سے تو زیادہ ہی مغرور ہو گیا تھا۔ علانیہ بغاوت کر دی۔

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

اس کا بھائی بہادر خاں بھی جا کر اس سے مل گیا۔ اب یہ دونوں بھائی شورش فساد کرنے لگے اور ممالکِ محروسہ میں خلل واقع ہونے لگا۔

اکبر بادشاہ نے بذاتِ خود کئی مرتبہ ان پر چڑھائی کی۔ جنگ بھی ہوئی لیکن بڑے امیروں کے بیچ میں پڑ جانے سے ان کے قصور معاف ہوتے رہے۔ مگر جب انھوں نے نعمت پروردگی کے حقوق ہی نہ جانے، کرم اور مہربانیوں کے باوجود بھی وہ ناشائستہ حرکتیں کرتے رہے، ممالکِ محروسہ میں خلل ڈالتے رہے تو اکبر نے مجبوراً ان بدمآل مخالفوں کے ختم کرنے کا پختہ ارادہ کرلیا۔ اکبر آباد سے روانگی کی۔ ان دونوں بھائیوں نے مرنے کی ٹھان لی تھی۔ رستمانہ جنگ کی۔ اکبر کے پاس کل پانچ سو سوار اور کچھ ہاتھی تھے، مگر تائید الٰہی کا بڑا لشکر ساتھ تھا۔ اتفاق سے اس جنگ میں بہادر خاں کا گھوڑا اچمک گیا اور وہ زین پر سے زمین پر گر پڑا۔ اکبر کے بہادر سپاہیوں نے جا کر اسے گرفتار کرلیا۔ اس کے ہاتھ، گردن سے باندھ کر حضور میں پیش کیا۔ اکبر نے کہا: ''اے میرے بہادر خاں، میں نے تمھارے حق میں کیا برائی کی تھی کہ تم نے یہ فتنہ و فساد کیے۔'' اس نے کچھ جواب نہیں دیا۔ بہت اصرار کے بعد اس کی زبان پر بس یہ آیا۔ ''الحمدللہ کل حال۔'' اسی وقت شہباز خاں نے اکبر کے حکم سے اس کا سر جسم سے الگ کر دیا۔

ترجمہ نظم:

اسی وقت اس کا سر جسم سے الگ کر دیا
اس بدخصلت کے جسم سے اس کے کینۂ جو سر کو خنجر سے کاٹ کر خوش ہو گیا

تھوڑی دیر بعد ایک نوکر خانِ زماں کو پکڑ کر لایا۔ خانِ زماں نے یہ ظاہر کر دیا تھا کہ بادشاہ کے ہاتھی نے اسے روند کر مار ڈالا ہے، اور وہ میدانِ جنگ میں پڑا ہے۔

پھر حکم صادر ہوا کہ جو کوئی کسی نمک حرام مغل کا سر کاٹ کر لائے گا اسے ایک اشرفی انعام میں ملے گی، اور جو کوئی کسی ہندوستانی کا سر لائے گا اسے ایک روپیہ انعام ملے گا۔ پھر تو لوگ مخالف لشکریوں کے سر کاٹ کاٹ کر لانے لگے۔ اشرفیاں اور روپے انعام پانے لگے۔ یہاں تک کہ خانِ زماں کا سر بھی لے آئے۔

اب اکبر نے گھوڑے کی زین پر سے اُتر کر بے نیاز رب کو شکر کے سجدہ ادا کرنے کے لیے زمین پر سر رکھ دیا، اور ہر ایک نمک حرام کا سر آگرہ بھیج دیا۔ اطرافِ ممالک کو فتح نامے بھیجے۔ سن نو

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

جلوس والا سے سن گیارہ جلوس تک اس علاقہ میں ان دونوں بھائیوں کا خلل رہا۔ سن بارہ جلوس میں ممالک محروسہ ان کے فتنہ وفساد سے پاک ہوئے اور دُنیا والوں کو اُن کے شر سے خلاصی ملی۔ ترجمہ نظم:

کسی کے نمک کا حق ہو اور اس کا حق مار لینا / اپنے ہی سر اور گردن کو توڑنے کے برابر ہے /
اپنے ولی نعمت سے سرتابی کرنا / ایسا ہے جیسے آسمان سے اوندھے منہ گر پڑنا۔

مرزائیوں کی شورش، ان کی تادیب اور ولایت گجرات کی فتح

براہیم حسین، مرزا مسعود حسین اور عادل حسین یہ لوگ سلطان مرزا کے بیٹے تھے اور اس کا سلسلہ صاحب قرآن امیر تیمور گورکان تک پہنچتا ہے۔ یہ اپنی بدطینتی و بدخوئی سے فتنہ وفساد کیا کرتے تھے۔ انھوں نے خانِ زماں اور بہادر خاں سے بات کر کے ممالکِ محروسہ میں خلل ڈالنا شروع کر دیا۔ ان کا باپ محمد سلطان مرزا بڑھاپے کی وجہ سے اپنی جاگیر پرگنہ اعظم پور سرکار سنبھل میں رہا کرتا تھا۔ جبکہ خانِ زماں اور بہادر خاں اپنے کرتوتوں کی سزا کو پہنچ گئے تو ان مرزاؤں سے فتنہ وفساد کرنا اپنے ذمّے لے لیا اور ممالکِ محروسہ میں خلل ڈالنے لگے۔

جب شاہی پرچم پنجاب کی طرف روانہ ہو گئے تو یہ موقع پا کر سنبھل سے لوٹ مار کرنے لگے۔ انھوں نے کچھ جاگیرداروں کو مار ڈالا۔ ان کے مال ومتاع اور جاگیر پر قبضہ کر لیا۔ پھر دہلی پہنچ کر قلعہ کا گھراؤ کر لیا۔ اس بات سے لوگوں کو بہت تکلیف اور نقصان پہنچا۔ ملک میں ہنگامہ برپا ہو گیا۔ اکبر نے اس واقعہ کو خبر سن کر پنجاب سے دہلی کی طرف روانگی کی۔ مرزا شاہی لشکر کی روانگی کی خبر سن کر دہلی کے قلعہ کا محاصرہ چھوڑ کر مالوہ چلے گئے۔ اس ولایت کو محمد قلی برارش سے چھین کو جو کہ شاہی امیر تھا ہندتک کا علاقہ اپنے قبضہ میں کر لیا۔ شاہی لشکر کے دہلی میں پڑاؤ کے بعد اکبر نے اپنی منصور فوج ان بدمآل مرزاؤں کو ختم کرنے کے لیے متعین کیا۔ اُن دنوں گجرات کا حاکم سلطان محمود فوت ہو گیا تھا اور سلطان محمود کے غلام چنگیز خاں نے اس ولایت میں اپنی حکومت کا جھنڈا بلند کر دیا تھا۔

یہ مرزا شاہی لشکر کے مقابلہ کی تاب نہ لا سکے اور اس ولایت میں رہنا بھی انھوں نے اپنے امکان کی بات نہ سمجھی چنانچہ گجرات جا کر چنگیز خاں سے پناہ لے لی۔ چونکہ اعتماد خاں

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

گجراتی جو کہ سلطان محمود کے بڑے امیروں میں سے تھا اور چنگیز خاں سے لڑ رہا تھا، لہٰذا چنگیز خاں نے ان مرزاؤں کی آمد کو غنیمت سمجھا اور بھڑ ونچ ان کی جاگیر میں مقرر کر دیا۔ ان کی تو فطرت میں ہی شرارت تھی۔ ان کا یہاں رہنا بھی ٹھیک نہیں ہوا۔ یہ چنگیز خاں سے لڑ کر خاندیس چلے گئے۔ وہاں سے پھر واپس مالوہ آ گئے۔ اور جب جہاز خاں حبشی نے چنگیز خاں کو مار ڈالا تو ولایت گجرات میں بڑا انتشار پھیل گیا۔ چنانچہ یہ مرزا اب پھر مالوہ سے گجرات آ گئے۔ یہاں قلعہ چانپانیر اور سورت کو تو بغیر لڑے ہی لے لیا اور اس کے بعد بھونچ کے قلعہ پر بھی قابض ہو گیا۔ خوب قوت حاصل کر لی۔ یہ بات اکبر کے علم میں آئی تو اس نے ولایت گجرات کو مسخر کرنے اور بدفطرت مرزاؤں کی جڑ بنیاد ختم کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ خود اس طرف متوجہ ہوا۔ گجرات کے قریب پہنچا تو وہاں کے والی سلطان مظفر عرف نتھو کو جو سلطان بہادر کی اولاد میں سے تھا اور کمسن ہونے کی وجہ سے اپنے امیروں کی نافرمانی اور مرزاؤں کے غلبہ سے سراسیمہ تھا، گرفتار کر کے لے آئے۔ اکبر نے اپنی مہربانی سے اس کی جان بخش دی، قید کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد وہ موقع پا کر بھاگ گیا۔ پھر اس ولایت کا مدار علیہ اعتماد خاں خواجہ سرا اور دوسرے امیر اکبر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس طرح یہ ولایت بغیر جنگ کے ہی مسخر ہو گئی۔ احمد آباد کو جو یہاں کا بڑا شہر ہے اکبر کی بابرکت آمد سے نئی رونق مل گئی۔

مرزا عزیز کوجکتاس ولد خانِ اعظم شمس الدین محمد اتکہ کو خانِ اعظم کے خطاب سے سرفراز کیا۔ یہ اس کا موروثی خطاب تھا۔ پھر اس کو گجرات کی صوبیداری کے لیے مقرر کر دیا۔ گجرات اور اس کے پرگنوں کا انتظام کر کے احمد آباد سے تیس کوس پر سمندر کی سیر کرنے گیا۔ وہاں سے واپس آ کر مرزاؤں کو ختم کرنے پر دھیان دیا۔ قصبہ بیر پال میں اکبر نے خود مرزاؤں سے جنگ کی۔ یہ بدنصیب شاہی جلال کی تاب نہ لا سکے۔ شکست کھا کر ہر کدھر چل دیے۔ اکبر فتح و نصرت کے ساتھ سورت چلا گیا۔

اب خاندیس کے حاکم محمد خاں کا بھائی راجی علی خاں اکبر کے پاس حاضر ہوا اور خوب خدمات انجام دیں۔ سورت کے قریب ایک دن راجپوتوں کی بہادری کی بات چلی کہ ان لوگوں کو اپنی جان کی کچھ پروا نہیں ہوتی۔ چنانچہ بعض راجپوت ایسی برچھی جس کے دونوں طرف بھالے ہوں ایک کے ہاتھ میں مضبوط پکڑوا کر کھڑا کر دیتے ہیں، پھر اس کا حریف مردانگی سے

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

اس برچھی کی طرف جو دونوں کے سینوں کے مقابلہ ہوتی ہے دوڑ کر آتا ہے۔ وہ برچھی ان دونوں کے سینوں میں سے پار ہو کر پیٹھ کی طرف سے نکل آتی ہے۔ اس کے بعد وہ دونوں بہادری سے ایک دوسرے سے لڑتے ہیں۔

یہ بات سن کر اکبر نے فوراً تلوار کا قبضہ دیوار سے لگا دیا اور اس کی نوک پیٹ پر رکھ کر کہا کہ میرا تو کوئی برابر کا ہے نہیں جو ہم راجپوتوں کی طرح کریں۔ بہتر یہ ہے کہ اسی طرح تلوار گھونپ لوں۔ یہ ہوتا دیکھ کر جو لوگ وہاں موجود تھے ان کی عجیب حالت ہوگئی۔ راجا مان سنگھ نے خلوص سے پھرتی دِکھائی اور خاصہ کی تلوار پر ایسا ہاتھ مارا کہ اکبر کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر پڑی۔ کلمہ کی انگلی سے تھوڑا نیچے کٹ گیا۔ اکبر نے غصہ سے راجا مان سنگھ کو زمین پر گرا دیا۔ مظفر سلطان نے بے باکی سے اکبر کا زخمی ہاتھ موڑ کر راجا کو چھڑایا۔ اس اٹھا پٹک میں انگلی کا زخم بڑھ گیا۔ پھر علاج سے کچھ دن میں ہی یہ زخم بھر گیا۔ اس طرح اکبر کی بہادری و شجاعت دُنیا والوں پر ظاہر ہوگئی۔ ترجمہ ابیات:

جس کو موت کی پروا نہیں ہوتی / وہ شجاعت میں بڑا آدمی ہوتا ہے

اور جو اپنی جان کو عزیز سمجھے / اسے جہاں داری سے کیا کام

قلعہ سورت کو ختم کرنے کے بعد اس علاقہ کے انتظام سے فارغ ہو کر احمد آباد میں قیام کیا۔ اس شہر کی آب و ہوا اکبر کے مزاج کو موافق نہیں آئی۔ اکبر نے کہا، یہ کیسی بے فیض سرزمین ہے۔ شہر کی ہر چیز ہی خراب ہے۔ کیا فائدہ کہ اس خاک دان میں عمر گزاری جائے۔ یہاں کی ہوا سب کی طبیعت کے مخالف ہے اور پانی ہر مزاج کو ناگوار۔ زمین میں پانی کم، ریت ہی ریت، گرد و غبار اتنا کہ تیز آندھی میں ہاتھ بھر سے دور سجھائی نہ دے۔ شہر کے پاس جو تالاب ہے وہ برسات کے علاوہ ہر وقت سوکھا رہتا ہے۔ اکثر کنویں کھارے، آس پاس جو تالاب ہیں وہ دھوبیوں کے گھاٹ سے گندے رہتے ہیں۔ جو لوگ مالدار ہیں انھوں نے اپنے تہہ خانوں میں حوض بنا رکھے ہیں۔ ان میں ہر طرف چونہ اور گچ کا پلاسٹر کر لیتے ہیں تا کہ پوری عمارت کا بارش کا پانی صاف ستھرا اس میں بھر جائے۔ پورے سال اسی حوض کا پانی پیتے ہیں۔ اس پانی سے عمارت کو کچھ نقصان بھی نہیں پہنچتا کیونکہ وہ جذب ہی نہیں ہوتا۔ ان حوضوں میں بھاپ نکلنے تک کی جگہ نہیں ہوتی۔ ظاہر ہے کہ شہر کے باہر سبزہ اور ہریالہ کے بجائے جنگل میں ہر طرف تھوہر ہی

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

تھوڑا اگتے ہیں، اور تھوروں پر سے جو ہوا چلے اس کا فیض تو معلوم ہی ہوگا۔

الغرض پورا علاقہ خوار ہے۔ یہاں کی آب و ہوا میں بیماریاں ہی بیماریاں ہیں۔ گویاں یہ دوزخ کا کوئی مقام ہے خدا نے جسے زمین پر ظاہر کردیا ہے۔ مگر اس علاقہ میں حسن غضب کا ہے۔ چاند جیسے مکھڑے، شیریں لب، پھولوں جیسے رخسار، گوری گوری ٹھوڑیاں مانو خلد کی حسینائیں ہوں۔ بہت ہی خوبصورت جنت کی حوروں جیسی۔ غرض یہاں حسن و جمال اور رعنائی بہت ہی ہے۔ اس علاقے کے لوگ پاکیز روزگار ہیں۔ نیک نظر، فرخندہ اطوار، ریاضت کیش، درویشوں کی طرح خداجوئی اور حق پرستی کی راہ پر گامزن۔ جنت کے باشندوں کی طرح تنگ دستی اور افلاس کے خطرہ سے آزاد۔ مجھے حیرت ہے کہ اس دوزخ کے ٹکڑے پر جنت کی یہ خوریں کیسے آ گئیں۔ اور مال دار لوگ اس بلاخیز ولایت میں کیونکر محفوظ ہیں۔ کیسے زندگی گزارتے ہیں۔

ترجمہ نظم:

اس سرزمین کی آب وہوا سے ایسا لگتا ہے/ جیسے زمین پر دوزخ نمودار ہوگئی ہو
مگر یہاں کے رہنے والے سب سمجھ دار ہیں/ سب ہی خوش معاش اور خوش پوش ہیں
سب دولت مند سب ہی خوبصورت/ سب عقل مند سب نیک خصلت/
حیرت سے میرے دل میں یہ کسک تھی/ کہ جنت والے اس دوزخ میں کیسے آ گئے

القصہ جس وقت اکبر احمد آباد میں مقیم تھا اس وقت ابراہیم حسین مرزا اور مسعود حسین مرزا موقع پا کر اکبر آباد کی طرف آ گئے۔ وہاں سے دہلی پہنچے اور پھر سنبھل چلے گئے۔ اکبر یہ خبر سن کر احمد آباد سے آگرہ کی طرف روانہ ہوگیا۔ ابراہیم حسین مرزا اور مسعود حسین مرزا شاہی لشکر کی روانگی کی خبر سن کر سنبھل سے روانہ ہو گئے، اور دیپال پور کے راستے سے پنجاب کی طرف آ گے بڑھ گئے۔

پنجاب کے حاکم خان جہاں نے جس کو نگر کوٹ کی مہم درپیش تھی اور معاملہ نمٹنے والا ہی تھا کہ وہاں کے راجا سے صلح کر کے مرزاؤں کو ختم کرنے کے لیے پہنچ گیا۔ ٹھٹھ کے پاس ملتان کے تابع میں جا کر جنگ کی مختصر سی جنگ کے بعد ہی مسعود حسین مرزا گرفتار ہوگیا اور ابراہیم حسین مرزا ملتان کے پار ایک بلوچی کے گھر میں چھپ گیا۔ بلوچیوں نے اسے پکڑ کر ملتان کے حاکم سعید خاں کے سپرد کر دیا۔ اس کی اس زخم سے موت ہوگئی جو ملتان کی جنگ میں لگا تھا۔ مسعود

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

حسین مرزا کو خانِ جہاں نے اکبر کے پاس بھیج دیا۔ اکبر نے اس کی جان بخش کر قید کر دیا۔ کچھ دن بعد وہ قید میں ہی ملک عدم کو چل دیا۔

محمد حسین مرزا جو کہ قصبہ بیر پال میں شکست کھا کر دولت آباد دکن چلا گیا تھا وہاں سے واپس گجرات آ گیا اور پھر شورش کرنے لگا۔ اس نے اختیار ملک گجراتی کو ساتھ لے کر احمد آباد کا محاصرہ کر لیا۔ خان اعظم کوکلتاش اس کے مقابلہ کی تاب نہ لا سکا اور قلعہ میں بند ہو گیا۔ یہ بات بادشاہ کو عرض کی گئی تو اس نے ارکان کے مشورے سے وہاں یلغار کرنا ضروری سمجھا۔ تیز رفتار سانڈنی پر سوار ہو کر کچھ قریبی لوگوں کو ساتھ لیے فتح پور کے راستے یلغار کے لیے روانہ ہو گیا۔
ترجمہ نظم:

ہوا کی پیٹھ پر سوار پہاڑ کی طرح روانہ ہوا/ تعجب کی بات یہ دیکھو کہ پہاڑ ہوا میں ٹھہر گیا/ پہلوان اُونٹ پر سوار تھے اور ان کی کمر میں ترکش لگے ہوئے تھے/ (ترکشوں کے پروں سے) ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ اونٹ شتر مرغ ہوں جو پیروں کے اندر ڈھلے ہوئے ہیں۔

یہ پوری دوری اس نے نو دن میں پوری کر لی۔ بغیر کسی سابقہ اطلاع کے اچانک احمد آباد کے قریب پہنچ گیا۔ شاہی لشکر کی آمد سے کوئی آگاہ ہی نہیں ہوا۔ ایک دم شاہی نقاروں کا شور بجلی کی کڑک کی طرح گونج گیا۔ ان کی گرج سے حاسدوں کے پتے پٹ گئے۔ مخالفوں کے سینے چاک ہو گئے۔ بیت:

نقاروں کے شور نے کانوں کے پردے پھاڑ دیے
دشمنوں کے دماغ سے ہوش اُڑ گئے

محمد حسین مرزا شاہی لشکر کے اتنی جلدی اور تیزی سے آنے سے بغیر کسی سابقہ خبر کے یہاں پہنچ جانے سے بڑا متعجب ہوا۔ احمد آباد کا محاصرہ چھوڑ کر جنگ کے لیے تیار ہو گیا۔ دونوں لشکروں میں جنگ ہوئی۔ کارزار کی آگ بھڑک اُٹھی۔ ترجمہ نظم:

اس نے خسرو بادشاہ کی طرح دائیں بازو کی صفیں باندھیں/ ایسا لگ رہا تھا جیسے تلواریں اژدہے ہوں اور انھوں نے منہ کھول رکھے ہیں/ بائیں طرف کی بھی اچھی صف بندی کی۔ گویا فولاد کا پہاڑ کھڑا کر دیا۔ اس میدان میں ہراول دستہ

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

اس طرح متعین ہوا کہ چاند سورج کو حیرت ہونے لگی/ لشکر کا قلب فولادی پہاڑ
جیسا تھا/ اس میں پناہ لینے والے کے لیے وہ کوئی قلعہ تھا/ ایسے جنگ کے میدان
میں اس نے اپنے آپ کو داخل کر دیا/ ایسا انداز تھا جیسے شیر نے شکار میں گورخر کو
پچھاڑ رکھا ہے۔ ایسی جنگ کی کہ چاند سورج نے/ کبھی ایسی جنگ نہیں دیکھی ہوگی۔

القصہ اکبر نے اپنی ذاتی بہادری، شجاعت، دلیری سے لوگوں کو حیرت میں ڈالنے والے سرکشوں کو عبرت دلانے والے ایسے کارنامے دِکھائے کہ بڑے بڑے بادشاہوں سے بعید تھے۔ ایک بدگوہر نے قریب جاکر خاصہ کے گھوڑے پر تلوار ماردی۔ گھوڑا اچمک گیا مگر اکبر نے اپنی ہم:ت سے اسے روکے رکھا، اور اس دشمن کے ایسا بھالا مارا کہ اس کی زرہ سے پار ہو گیا۔ ایک دوسرے مقہور نے آکر اکبر پر تیر مار دیا مگر موجود لوگوں نے اس کا کام تمام کر دیا۔ مخالف کی فوج میں بیس ہزار سوار تھے اور شاہی لشکر میں آٹھ ہزار، اس لیے اس کی ہمت بڑھ گئی تھی۔ مخالف لشکر کی طرف سے ایک آگ لگا بان شاہی لشکر کی طرف آرہا تھا۔ اتفاق سے وہ ایک تھور کے پیڑ سے ٹکرا کر واپس لوٹ گیا اور اس نے مرزا کے بہت سے سپاہیوں کا خاتمہ کر دیا۔ اس بات سے مخالف کے لشکر میں گڑبڑ ہوگئی۔ اسی کے ساتھ ساتھ غنیم کا وہ ہاتھی جو سب ہاتھیوں کے آگے تھا اور شاہی لشکر پر غالب آرہا تھا اُس بان سے ڈر کر واپس پلٹ گیا۔ اس نے اپنے ہی لشکر کے انتظام کو بگاڑ دیا۔ خدائی تائید سے یہ بات فتح و نصرت کا باعث بن گئی۔ اور اکبر کی خواہش کے مطابق اس کی جیت ہوگئی۔

جس مہم میں وہ بذاتِ خود شریک ہو فتح و کامیابی بھلا کس طرح پوشیدہ رہ سکتی ہے۔ ترجمہ نظم:

آسمان کی آنکھوں نے بھی کبھی/ ایسی فتحیں نہیں دیکھی ہوں گی جو اس بادشاہ کو
میسر ہوئیں/ جس فتح کے لیے آسمان نے یہ سمجھا کہ یہ آخری معاملہ ہوگا/ دیکھو تو
وہ دوسری فتح کا پیش خیمہ تھا۔

بہرحال محمد حسین مرزا زخمی ہوکر جنگ کے میدان سے نکل کر بھاگ گیا۔ مگر منصور لشکر کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا۔ اس کے ہاتھ گردن سے باندھ کر بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ زخموں کی کثرت، بہت زیادہ دوڑ دُھوپ، گرفتار ہوکر آنے کی شرم اور شاہی ہیبت کی وجہ سے اس کی زبان سے کوئی بات نہیں نکل سکی۔ پیاس کے غلبہ سے وہ مرنے ہی والا تھا کہ اکبر نے اس

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

پر رحم کر کے اپنے خاصہ کا پانی اسے دے دیا۔ اکبر اسے قید کرنا چاہتا تھا مگر راجا بھگونت داس کے کہنے پر اس کا معاملہ چوکتا کر دیا۔

اختیار الملک بھی جو فتنہ وفساد کا سرچشمہ بنا ہوا تھا فرار ہونے کے بعد اچانک گھوڑے سے گر کر گرفتار ہو گیا۔ اس کا سر کاٹ کر لے آیا گیا۔ عاقل حسین مرزا اور مخالف کے دوسرے لشکری پراگندہ ہو گئے۔ اکبر فتح و فیروزی کے ساتھ احمد آباد میں داخل ہوا۔ اس ولایت کے انتشار کا نئے سرے سے انتظام کیا۔ پھر گیارہ دن بعد وہاں سے واپس لوٹ گیا۔ اس مہم میں چالیس دن کے اندر جانا، فتح کرنا اور وہاں کا انتظام کر کے واپس دارالحکومت فتح پور آ جانے کا وقت لگا۔

کچھ سال بعد کامران مرزا کی بیٹی گل رُخ بیگم جو ابراہیم حسین مرزا کے نکاح میں تھی اور مرزاؤں کے تفرقہ کے بعد دکن چلی گئی تھی ان کی شورش کے ختم ہونے کے بعد اپنے بیٹے کے ساتھ دکن سے واپس گجرات آ کر فساد کرنے لگی۔ اس وقت راجا ٹوڈرمل صوبہ گجرات کی جمع بندی تجویز کرنے کے لیے گجرات گیا ہوا تھا۔ راجا اس سے نمایاں جنگ کر کے کامیاب ہو گیا۔ مخالف شکست کھا کر کھمبات کے راستے سے نکل گیا۔ غنیم کے اکثر لوگ اور وہ عورتیں جو مردوں کا لباس پہن کر جنگ کر رہی تھیں گرفتار ہو گئیں۔ مظفر حسین مرزا دکن کی طرف پہنچا تو راجی علی خاں نے اسے گرفتار کر کے دربار میں بھیج دیا۔ وہ کافی عرصہ قید میں رہا۔ تین سال بعد قید سے نکال کر بادشاہ کی بیٹی اس سے بیاہ دی گئی۔ سن گیارہ جلوس والا سے سن ۲۳ جلوس تک مرزاؤں سے جنگ ہوتی رہی۔ مظفر حسین مرزا کی گرفتاری کے بعد یہ فتنہ وفساد بالکل ختم ہو گیا، اور یہ ملک فتنہ وآشوب کے خس وخاشاک سے پاک ہو گیا۔

کچھ سال بعد اعظم خاں کو بدل کر اعتماد خاں گجراتی کو اس ملک کی حکومت سے سرفراز کیا تو سلطان مظفر عرف نتھو جو سلطان بہادر کی اولاد میں سے تھا اور اکبر کی قید میں سے بھاگ گیا تھا پھر شورش کرنے لگا۔ اس نے جمعیت فراہم کر لی۔ دوسرے فتنہ ساز سرکشوں کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ اعتقاد خاں سے جنگ کر کے اس پر غالب آ گیا، شہر احمد آباد کو لوٹ لیا۔ اس پر غلبہ پا کر سلطان مظفر کے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کر دیا۔ یہ بات جب اکبر کو پتہ چلی تو اس نے مرزا جان ولد بیرم خانِ خاناں کو اس ولایت کے لیے متعین کر دیا۔ مرزا جان کے اس ملک میں پہنچنے سے سلطان مظفر نے غلبہ پا کر پوری ولایت پر تصرف کر لیا۔ اس نے قطب الدین محمد خاں اور

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

اس کے بھانجے جلال الدین مسعود کو مار ڈالا۔ ان کے مال میں سے بہت زیادہ خزانہ اور شاہی اسباب اس کے ہاتھ لگا۔ اس خبر سے غصہ ہو کر مرزا جان بہت تیزی سے احمد آباد کے علاقہ میں پہنچ گیا۔ میدا آراستہ کر کے جنگ کی اور شاہی اقبال سے اسے فتح حاصل ہوگئی۔ سلطان مظفر شکست کھا کر فرار ہو کر کھمبات پہنچا۔ وہاں پھر لشکر فراہم کرلیا۔ مرزا جان نے اس پر چڑھائی کی۔ کھمبات میں جنگ ہوئی اور مرزا کو نصرت حاصل ہوگئی۔ سلطان مظفر پھر بھاگ کر نربدا ندی پار کر کے دکن چلا گیا۔

اس فتح کے صلہ میں مرزا جان کو جانِ جاناں کا خطاب ملا جو کہ اس کا موروثی خطاب تھا۔ اسی کے ساتھ پنج ہزاری منصب بھی ملا۔ اس زمانہ میں اس سے بڑا کوئی منصب نہیں ہوتا تھا۔ آٹھ سال بعد سلطان مظفر اس علاقہ کے زمیندار جام کی مدد سے اور دوسرے زمیندار سورو ہر اور راجا کھیکار کی مدد سے تیس تیس ہزار سپاہی فراہم کر کے احمد آباد آکر پھر شورش کرنے لگا۔ اس وقت خان اعظم کوکلتاش خانِ خاناں کے تبادلہ کے بعد دوبارہ احمد آباد کی صوبہ داری سے سرفراز ہوگیا تھا۔ وہ اس فتنہ وفساد کو دفع کرنے کے لیے کمربستہ ہوگیا۔ سخت جنگ ہوئی۔ خانِ اعظم کے ایک ہزار دوسو ساتھی اس معرکہ میں مارے گئے۔ خاص لوگوں میں سے پانچ سو شخص زخمی ہوئے۔ ایک ہزار سات سو شخص اس معرکہ میں بے جان اور زخمی پڑے ہوئے تھے۔ غنیم کی طرف کے بھی بے شمار لوگ کام میں آئے۔ آخر کار سلطان مظفر مقابلہ کی تاب نہ لا سکا اور جام کے ساتھ فرار ہوگیا۔

دوسرے سال قلعہ جوناں گڑھ، سومناتھ، دوارکا، بہادر خانِ اعظم کی تلوار کے بل پر فتح ہوگئے۔ اس کے بعد سلطان مظفر کی جستجو شروع کردی۔ سلطان مظفر کچھ کے زمیندار بھارا کی پناہ میں چلا گیا تھا۔ اعظم خاں کچھ کی طرف متوجہ ہوا تو بھارا نے عاجزی انکساری کر کے بادشاہ کی اطاعت قبول کرلی۔ جس جگہ سلطان مظفر چھپا ہوا تھا وہ جگہ اعظم خاں کے آدمیوں کو بتادی۔ چنانچہ سلطان مظفر کو وہاں سے گرفتار کرلیا گیا۔ خانِ اعظم اس کو بادشاہ کے حضور میں بھیجنا چاہتا تھا۔ اس دن صبح کے وقت سلطان مظفر نے وضو کے بہانے سے ایک پیڑ کے نیچے جا کر اُسترا نکال کر جو اس نے اپنی تلوار میں چھپا رکھا تھا، اسی سے اپنا گلا کاٹ کر جان دے دی۔ ترجمہ ابیات:

اس بدنہاد نے محض خام خیالی میں/ اپنی جان، مال، تاج، شان و شوکت سب

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

گنوا دیے/ شاید اس کا دماغ بھاما کی طرح خالی تھا/ اسی لیے اس نے خود اپنے
ہاتھ سے اپنا گلا کاٹ لیا/ کوئی بدکردار شخص اس کے علاوہ اور کر بھی کیا سکتا ہے/ کہ
اپنے ہاتھوں سے خود کو ہی آگ لگا لے۔

پھر پانچ سال بعد سلطان مظفر کے بڑے لڑکے نے اس علاقہ میں آ کر شورش کے لیے سر اُٹھایا۔ مگر کچھ مدت میں ہی گمنامی کے گوشہ میں چلا گیا۔ بیت:

ہو جائے سورج جب آشکارا
سُہی چھپ نہ جائے تو پھر کیا کرے

یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ سلطان فیروز شاہ اپنے چچا سلطان تغلق شاہ غیاث الدین کی حکومت کے زمانے میں ایک دفعہ دہلی سے شکار کے لیے نکلا تھا۔ شکار کھیلتے کھیلتے اتفاقاً اپنے لشکر سے جدا ہو گیا۔ اکیلا گھوڑے پر سوار تھانیسر کے پاس گیرنہ تھور کے ایک گاؤں میں پہنچ گیا۔ چونکہ اس کی پیشانی سے سروری اور سرداری کے آثار ظاہر تھے وہاں کے مقدم نندا نے خدمت گزاری اور مہمان داری کی رسم ادا کی۔ فیروز شاہ نے وہاں آرام سے رات گزاری اور نندا سے بہت خوش ہوا۔ جب وہ سلطان بنا تو اس نے نندا کو مسلمان کر کے وجیہ الملک کا خطاب دیا۔ اس کے عہد میں وجیہ الملک رفتہ رفتہ بڑا امیر بن گیا۔ اس لیے سلطان فیروز شاہ کے بعد جب اس کا بیٹا سلطان محمود تخت نشین ہوا تو ظفر خاں ولد وجیہ الملک کو اعظم ہمایوں کا خطاب دے کر گجرات کی حکومت سے سرفراز کیا، اور ایک خاص سرخ خیمہ جو بادشاہوں کے لیے ہوتا ہے عطا کیا۔ ظفر خاں اس ولایت میں پہنچا۔ اس نے وہاں کے حاکم نظام مفرح مخاطب بہ راستی خاں سے جس کے ظلم زیادتی سے مظلوم لوگ دادخواہ تھے جنگ کی اور کامیاب ہوا۔ نظام مفرح میدانِ جنگ میں مارا گیا۔ ظفر خاں نے فتح کے بعد ولایت گجرات کے تمام علاقہ کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔ نظام مفرح کے ظلموں کے کلہاڑے سے جو دل زخمی ہو گئے تھے ان پر اپنی مہربانیوں، عنایتوں کا مرہم رکھا۔ وہاں کے عام باشندوں کو خوش کر لیا۔ سن سات سو ننانوے میں جب سلطان محمد شاہ فوت ہو گیا تو سلطنت کے امور میں خلل پڑ گیا۔ تاتار خاں ولد ظفر خاں سلطان ناصر الدین محمود شاہ ولد سلطان محمد شاہ کا وزیر مقرر تھا۔ وہ اقبال خاں کے غلبہ کی وجہ سے دہلی سے فرار ہو کر باپ کے پاس گجرات چلا گیا۔ اب ظفر خاں اور تاتار خاں یہاں اقبال خاں سے انتقام لینے کے

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

لیے لشکر فراہم کرنے لگے۔ان دنوں خبر آئی کہ صاحب قران امیر تیمور گورکان دہلی کے علاقہ میں پڑاؤ ڈالے ہوئے ہے اور بڑا فتور برپا ہے۔اس حادثہ سے بہت سے لوگ بھاگ کر گجرات پہنچے۔اسی وقت سلطان ناصرالدین محمود شاہ بھی دہلی سے فرار ہوکر گجرات آ گیا، مگر ظفر خاں نے تابع داری اور مہمان داری کی رسم ادا نہیں کی۔سلطان اس سے مایوس ہوکر مالوہ چلا گیا۔پھر وہاں سے قنوج آیا۔جب صاحب قران تیمور ہندوستان فتح کر کے سمرقند کی طرف روانہ ہوگیا اور اقبال خاں پھر دہلی پر قابض ہوگیا تو تاتار خاں نے اپنے باپ سے کہا کہ خدا کے فضل سے ہمارے پاس لشکر بہت ہے اور پوری تیاری بھی ہے۔بہتر ہے کہ اقبال خاں سے بدلہ لے لیں۔اس سے دہلی کو چھڑائیں کیونکہ سلطنت کسی کی موروثی چیز تو ہوتی نہیں ہے۔لیکن ظفر خاں نے یہ بات نہ مانی اور اپنے آپ کو سلطنت سے دُور رکھا۔گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ خدمتگار، سپاہی، اسبابِ حکومت سب کچھ اپنے بیٹے کے سپرد کر دیا۔

☆سلطان محمد عرف تاتار خاں اعظم ہمایوں ظفر خاں کا بڑا لڑکا:

یہ سن آٹھ سو اٹھارہ میں اپنے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کر کے حکومت کے تخت پر بیٹھ گیا۔ اس نے اعظم ہمایوں کے بڑے بھائی شمس الدین دندانی کو وزارت کا عہدہ دے دیا۔اس نے سلطان کو زہر دے کر مار ڈالا۔اس کی سلطنت کی مدت دو مہینہ اور کچھ دن ہوئی۔

سلطان مظفر عرف اعظم ہمایوں نے اپنے بیٹے کو زہر دیے جانے کے بعد سکہ اور خطبہ پھر اپنے نام سے جاری کر لیا۔اس کی حکومت کی مدت تین سال آٹھ مہینہ آٹھ دن ہوئی۔

سلطان احمد شاہ ولد سلطان تاتار خاں ولد سلطان مظفر:

احمد آباد اسی کا بسایا ہوا ہے۔اس نے بتیس سال چھ مہینے بیس دن حکومت کی۔

سلطان محمد شاہ ولد سلطان احمد شاہ:

یہ سات سال چھ مہینہ تیرہ دن حاکم رہا۔

سلطان محمود ولد سلطان محمد شاہ:

یہ پچپن سال گیارہ دن سلطان رہا۔

سلطان مظفر شاہ ولد سلطان محمد شاہ:

یہ چودہ سال نو مہینے حاکم رہا۔

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

سلطان سکندر شاہ ولد سلطان مظفر:

اس کی حکومت کی مدت دو مہینہ سولہ دن ہوئی۔

سلطان محمود شاہ ولد سلطان مظفر شاہ:

اس نے چار مہینے حکومت کیے۔

سلطان بہادر ولد سلطان مظفر شاہ

یہ نصیر الدین ہمایوں بادشاہ سے شکست کھا کر سمندر کے جزیروں میں فرنگیوں کے پاس چلا گیا تھا۔ فرنگی اسے گرفتار کرنا چاہتے تھے۔ اسے خبر ہوگئی اور وہ وہاں سے بھاگ کر گاڑی پر بیٹھ کر جہاز میں سوار ہونا چاہتا تھا۔ چونکہ موت آ گئی تھی لہٰذا سمندر میں گر کر ڈوب گیا۔ اس کی مدّتِ سلطنت گیارہ سال گیارہ مہینے گیارہ دن ہوئی۔

سلطان محمد مہران شاہ

یہ سلطان بہادر شاہ کا بھانجا تھا۔ سلطان کی طرف سے اٹیر اور برہانپور کا حاکم تھا۔ چونکہ سلطان بہادر شاہ کی اولاد میں کوئی نہیں رہا تھا اس لیے یہ غالب آ کر حکومت کی مسند پر بیٹھ گیا۔ اس نے ایک مہینہ گیارہ دن حکومت کی۔

سلطان احمد شاہ عرف وصی الملک

یہ احمد آباد کے بانی احمد شاہ کی اولاد میں سے تھا۔ امیروں نے متفق ہو کر اس کو حکومت کی مسند پر بٹھا دیا تھا۔ اس نے اپنے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کیا۔ اس کی مدّتِ حکومت تین سال اور کچھ مہینے، اور ایک قول کے مطابق آٹھ سال ہوئی۔

سلطان مظفر شاہ ولد محمود شاہ ولد لطیف خاں ولد مظفر شاہ

جب ان مذکورہ سلطانوں کی کوئی ایسی اولاد نہ رہی جس میں سلطان بننے کی قابلیت ہو تو اعتماد خاں خواجہ سرا جو سلطنت کا مدار علیہ تھا نتھو نام کے ایک چھوٹے سے بچہ کو مجلس میں لے کر آیا اور قسم کھائی کہ یہ سلطان محمد شاہ کا بیٹا ہے۔ اس کی ماں لونڈی تھی جو اس سے حاملہ ہوگئی تھی۔ اس نے حمل گرانے کے لیے وہ لونڈی میرے حوالہ کر دی تھی مگر چونکہ حمل پانچ مہینہ کا ہو گیا تھا

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

اس لیے گر نہیں سکا۔ یہ بچہ پیدا ہو گیا اور میں نے اس کی پوشیدہ طور پر پرورش کی۔ چھپائے رکھا۔ اب اس کے سوا کوئی اور وارث نہیں ہے لہٰذا اس کی تابع داری کرنا ضروری ہے۔

سب نے اس کی بات مان لی اور اس کو سلطان بنا دیا۔ اس کو سلطان مظفر خطاب دیا گیا۔ آخر کار کوکلتاش کے ہاتھوں گرفتار ہو کر اس نے اپنے آپ کو مار ڈالا۔ چنانچہ لکھا گیا۔ اس کی مدّتِ حکومت سولہ سال اور کچھ مہینے ہوئی۔

سن آٹھ سو نو سے سن نو سو تراسی تک ولایت گجرات ایک سو چوہتر سال دہلی کے سلطانوں کے تصرف سے باہر رہی، اور اب ممالکِ محروسہ میں داخل ہو کر شاہی کارندوں کے تصرف میں آ گئی۔

اعظم خاں کا مکہ معظّمہ کو روانہ ہونا

اعظم خاں اپنی خدمت گزاری اور بادشاہ کی طرف سے عنایتوں، مہربانیوں کے باوجود بلاوجہ بادشاہ سے آزردہ خاطر رہتا تھا۔ مذہبی تعصب کی وجہ سے شیخ ابوالفضل سے بھی بہت دشمنی رکھتا تھا۔ جب بھی اس کی مرضی کے خلاف بادشاہ کے دربار میں کوئی بات ہو جاتی تو وہ اسے شیخ کی چغل خوری اور اس کی بدگوئی سمجھتا تھا۔ اس بنا پر اپنی ناراضگی کا اظہار کرتا۔ اب پھر کوئی نامعلوم بات ہو گئی تو وہ بلاوجہ پھر آزردہ ہو گیا اور ناراضگی میں بیت المقدس جانے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ گجرات سے روانہ ہو کر جام اور بھارا سے جو اس علاقے کے بڑے زمیندار تھے یہ ظاہر کیا کہ اس کا ارادہ یہ ہے کہ سندھ کے راستے سے اس درگاہ والا میں جائے۔ جب سومناتھ پہنچا تو اس صوبہ کے سرکاری بخشی اور دیوان کو قید کر کے سمندر کے کنارے آ گیا، اور اپنے اہل و عیال اور نقد و جنس کے ساتھ جہاز پر سوار ہو گیا۔ اس کی اطلاع جب بادشاہ کو ملی تو اس کو اس سے آزردگی ہوئی۔ اس نے مہربانی کے ساتھ فرمان جاری کیا۔ اس کے محالات اور جاگیر اسی کو بحال رکھی۔ خان اعظم پر کعبہ کا شوق بہت غالب تھا اس لیے اس نے نصیحت نہیں مانی اور روانہ ہو گیا۔ کعبہ کی زیارت کی سعادت حاصل کر کے جو اس کی انتہائی دلی تمنا تھی دوسرے سال واپس لوٹ کر گجرات پہنچا، اور شاہی حکم کے مطابق درگاہ والا میں پہنچ کر ملازمت کے شرف کی سعادت حاصل کی۔ اکبر نے اپنی عنایت و مہربانی سے اس کو گلے سے لگا لیا۔ پھر کچھ عرصہ میں

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

اس کو وکالت کے بلند منصب سے سرفراز کیا۔ اپنی مہر اس کے حوالہ کر دی۔ آخر وقت میں اس کو ہفت ہزاری منصب سے سرفراز کر دیا گیا۔ پہلے امیروں کا منصب پنج ہزاری سے زیادہ ہونے کا دستور نہیں تھا۔ وہ پہلا شخص جس نے پنج ہزاری ☆☆☆ منصب سے سرفرازی پائی اعظم خاں تھا۔

اس کے حق میں یہ تمام عنایتیں اس وجہ سے تھیں کہ عالم... اس کی والدہ خاقانِ زماں اکبر کی دایہ تھی۔ اکبر اس پردہ کرنے والی خاتون کی بہت عزت کیا کرتا تھا۔ خانِ اعظم بھی فراخ دلی، دانشمندی، بہادری اور شجاعت میں اپنی مثال آپ تھا۔ بیت:

دانش میں وہ بزرگ تھا ہمّت میں بلند
بازو قوی تھے اور دل تھا اس کا ہوشمند

چتوڑگڑھ قلعہ کی فتح

جس وقت مرزا مالوہ میں فساد برپا کر رہے تھے اور اکبر اُن کے دبانے کی جانب متوجہ تھا اُس وقت دھولپور جو اکبر آباد کے ماتحت تھا، میں اکبر نے کہا کہ ہندوستان کے تمام زمیندار ہماری خدمت میں حاضر ہو گئے ہیں لیکن رانا اودے سنگھ ابھی تک نہیں آیا ہے۔ میرا ارادہ یہ ہے کہ پہلے رانا کو شکست دوں پھر مالوہ کی طرف روانہ ہو جاؤں۔ اس وقت رانا کا بیٹا سکیت سنگھ بادشاہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ اس نے خیال کیا کہ اگر شاہی پرچم رانا کی ولایت کی طرف روانہ ہوئے تو میرا باپ اس کو میری جدوجہد سمجھے گا۔ اس اندیشہ سے وہ شاہی لشکر سے بھاگ گیا۔ بادشاہ کو جب خبر ملی تو اس کا تدارک اپنے لیے پہلے ضروری سمجھا۔ چنانچہ دھولپور سے رانا کے دیش کی طرف روانہ ہو گیا اور چتوڑگڑھ کے قریب پہنچ گیا۔ یہ قلعہ اپنی مضبوطی کے لیے ساری دُنیا میں مشہور ہے۔ اس کا محاصرہ کر لیا۔ کئی ماہ تک مسلسل توپ و بندوق کی جنگ ہوتی رہی۔

ایک دن اکبر مورچہ کا معائنہ کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ خبر ملی کہ قلعہ پر سے لوگوں نے کچھ بار بندوقیں داغی ہیں اور مورچہ میں کچھ خرابی آ گئی ہے۔ اکبر نے اپنے خاصّہ کی بندوق لے کر قلعہ کے روش دانوں کی طرف داغی۔ اللہ کی طرف سے تیر کارگر ثابت ہوا۔ اکبر کی زبان سے نکلا کہ میرا ہاتھ ایسا لگ رہا ہے جیسے داغ کارگر ہو گئے ہوں۔ بعد میں خبر ملی کہ جے مل کا

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

بھتیجا جو قلعہ کا سردار تھا وہ اس وار سے مارا گیا۔ اکبر کے ہاتھ کی بندوق کی گولی نشانہ پر لگی ہے۔
ترجمہ نظم:

یہ بندوق جو مارک میں سنتا رہی ہے
دشمنوں کو گرانے والی گرم مزاج آتشِ نفس ہے، اژدہے کی طرح
پھنکارنے والی گرم مزاج اور آتش نفس ہے
دشمنوں کو مارنے کے لیے اشارہ کافی ہے
بس دشمن کی طرف کر کے آنکھ کا اشارہ کر دو بہت ہے

جب محاصرہ لمبا ہو گیا اور کوئی کامیابی نہیں ملی تو اکبر کے حکم سے قلعہ میں دو سرنگیں، دونوں میں بارود بھر کر ایک کو داغ دیا۔ دوسری کو نہیں داغا۔ چونکہ قلعہ کی جڑ میں دونوں کے چھید ملے ہوئے تھے اس لیے اتفاق سے دونوں سرنگوں سے آگ لگ گئی۔ شاہی لشکر دوسری سرنگ کے قریب غافل کھڑا تھا اس لیے بہت سے لوگ مر گئے۔

شاہی اقبال بلند تھا، قلعہ فتح ہو گیا۔ سنگین جنگ کی وجہ سے جے مل کے بہت سے آدمی مارے گئے۔ رانا کے جو بڑے بڑھے امیر تھے ان کا قتل ہو گیا۔ اکبر نے قلعہ فتح کر کے وہاں پہرے دار مقرر کیے اور کامیابی و خوشی کے ساتھ وہاں سے واپس لوٹ گیا۔ دل لبھانے والے شہر اجمیر میں پڑاؤ کیا۔ اس سے قبل علاؤالدین خلجی نے کثیر لشکر کے ساتھ اس قلعہ کا محاصرہ کیا تھا اور اپنے بہت سے سپاہی مروا دیے تھے۔ پھر بھی کوئی کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ دھوکے، مکاری سے یہاں کے حکمراں رائے رتن سین کو بندی بنا کے دلّی لے آیا تھا، لیکن اب اکبر کے اقبال سے تھوڑے وقت میں ہی یہ آسمان جیسا اُونچا قلعہ فتح ہو گیا۔ سن اسّی کے شہر سویز مہینے کے شروع سے اسفندیار کے درمیان تک کل چھ مہینے کی مدت میں یہ مہم پوری ہو گئی۔

جزیہ معاف کرنا اور صلحِ کل کا طریقہ اختیار کرنا

ہندوستان جیسے لمبے چوڑے ملک میں اس کی اس قدر رقم ہوتی تھی کہ زمانہ بھر کے محاسب اس کا حساب لگانے سے عاجز تھے۔ حق شناسی کے بموجب اکبر کی زبان پر یہ بات آئی کہ جزیہ مقرر کرنے کی وجہ یہ رہی ہوگی کہ سرکاری خزانہ میں ہر وقت اچھی خاصی رقم موجود رہے، جس

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

سے اسلامی لشکر کو قوت حاصل ہو اور مخالفوں کی ہمّت ٹوٹ جائے۔ اور جبکہ اس روز افزوں اقبال سے ہمارے پاس بہت خزانہ ہے اس لیے ہندوستان کے راجاؤں اور رایوں کو اب کس لیے آزار پہنچایا جائے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب راجا مان سنگھ پنجاب کے کوہستانی علاقہ اور وہاں کے راجاؤں کو مطیع کرنے کے لیے مقرر کیا گیا تھا۔ ان حالات کے حسبِ حال دیکھئے یہ کیسا قطعہ ہے، ترجمہ قطعہ:

"بادشاہ اکبر نے راجا مان سنگھ کو یہ فرمان دیا کہ/ کوہستانی راجاؤں کو جا کر رام کرے/ اکبر تیرے انصاف سے دین کو وہ رونق مل گئی ہے/ کہ ہندو اسلام کے لیے تلوار چلا رہے ہیں۔

پہلے والے بادشاہ تو دینی تعصب اور مذہبی مخالفت کی وجہ سے کافروں کو نقصان اور تکلیف پہنچانے کی کوشش کرتے تھے۔ ان سے جزیہ لے کر ذلیل اور خوار کرتے تھے۔ لوگوں کی دل آزاری کرتے تھے اور اس کو ثواب تصور کرتے تھے۔ عبادت شمار کرتے تھے۔ اکبر تو خدا داد توثیق اور عقل و دانش صلح کل کی مسند پر متمکن تھا۔ ہر طبقہ کے لوگوں، سب ہی مسلکوں، مذہبوں کے لوگوں کے لیے اس کے فیض کا دروازہ کھلا ہوا تھا، جس طرح حق تعالیٰ کا لطف و کرم اس کی سب مخلوق کو شامل حال ہوتا ہے اسی طرح بادشاہوں پر بھی کہ وہ ظلِ الٰہی ہوتے ہیں لازم اور واجب ہے کہ دین و مذہب کا تنازع اور مخالفت کو ملحوظ نہ رکھیں۔ خدا کے بندوں پر ایک طرح ہی اپنی خاص عنایتیں کریں۔ آفتاب کے پرتو کی طرح جو نیک و بد سب پر یکساں چمکتا ہے، سب کے ساتھ برابری برتیں۔

لہٰذا حکم صادر ہوا کہ آج کی تاریخ سے ممالک کے دستور میں جو جزیہ کا حکم ہے گذشتہ بادشاہوں کے دستور کے مطابق جس کی ضبطی ہوتی رہی اب اس کے بارے میں زیردستوں سے مزاحمت نہ کی جائے۔ مسلمان، ہندو، گبر و ترسا اور دوسرے مذہب والے صلحِ کل کے طرز پر رہیں۔ ہر ایک اپنے دین و آئین کے مطابق خدا کی پرستش کرتا رہے۔ بیت:

اچرج ہے کہ دین دھرم میں آخر ہے مت بھید یہ کیوں
ایک ہی دیپک سے پر جولت مندر مسجد دونوں ہیں

صلحِ کل کی بنا پر جو اکبر کی فطرت و خصلت تھی ہر جمعہ کی رات کو جس کے چہرہ پر سعادت کا

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

غازہ ہوتا ہے سب ہی مذہب کے دانشور تمام ہی ملتوں کے فاضل مسلمان، شیعہ، یہود، نصاریٰ، گبر ترسا، فرنگی، ارمستی، رندمہ اور ایران توران روم ولایتوں کے دوسرے مذہب والے جو مذاہب ان کے علاقوں میں رائج ہیں برہمن، چتربرن، بودھ، چارواک، ہوکا مالک اور دوسرے مذہب والے جو ہندوستان میں رائج ہیں چار ایوان میں جو اسی مقصد کے لیے تعمیر کروایا گیا تھا، اکٹھے ہوتے تھے۔ اس مجمع میں اکبر ہر مذہب کے خاص عقلی و نقلی مقدمات خندہ روئی سے سنا کرتا تھا اور اس طرح حقیقت و معرفت کی دولت کو تمیز کی کسوٹی پر کستا تھا۔ ان مذہبوں کا فاضلوں سے بحث مباحثہ کرواتا اور خود امر حق کا منصب بنتا تھا۔ فرد:

یہ بہت بہتر جو ہیں مسلک ان کی جنگ کو معاف کر
پائی سچائی نہیں تو چل دیے افسون کی راہ

اس نے حقیقت جاننے کے لیے ہندوؤں کے دستور کی کتاب مہابھارت جس میں ہندوؤں کے اکثر اعتقادات کی اصول و فروع ہیں جو دُنیا اور دُنیا والوں کی وابستگی کا سرچشمہ ہے، ہندوستان میں جس سے زیادہ معتبر کتاب کوئی نہیں اور نہیں ہے، غیاث الدین اور علی نصیب خاں اور ملاّ سلطان عبدالقادر کے اہتمام میں فارسی میں ترجمہ کروا کر 'رزم نامہ' نام رکھا۔ یہ کتاب اکبر کو پیش کی گئی۔ شیخ ابوالفضل نے اس کا قضیہ بڑی متین عبارت میں تحریر کیا ہے۔ اس طرح ہندی کی کچھ اور کتابیں بھی بادشاہ کے حکم سے ترجمہ کی گئیں۔

اکبر کی زبان پر کئی بار بات آتی کہ "تقلید کی تیز آندھی سے تمیز و تحقیق کا چراغ گل ہو گیا ہے۔" سب لوگوں نے بغیر اصل بات پر غور کیے مذہب کی تحقیق کیے بغیر جو کچھ اپنے باپ دادا، استادوں، پڑوسیوں، رشتہ داروں سے سنا انھیں جو کرتے دیکھا اسی کو عین مذہب سمجھ کر اسی کو خدا پرستی کا دستور سمجھ لیا۔ اس کی مخالفت کو کفر سمجھتے ہیں۔ اگر ذرا بھی عقل سمجھ سے کام لیں تو تقلید و تعصب کے مرحلہ سے نکل جائیں۔ فرد:

خواب تو ہوتا ہے ایک اور اس کی تعبیریں ہزار
کفر و دیں کے راستہ آخر میں ہو جاتے ہیں ایک

اکبر نے یہ مقرر کیا تھا کہ ہر سال دو مرتبہ ایک تو پانچ رجب کو جو کہ اکبر کی پیدائش کا دن تھا اور دوسری بار دو مرداد ماہ الٰہی کو اکبر کو سونے چاندی پارہ اور دوسری طرح طرح کی چیزوں سے

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

تول کر وہ چیزیں ضرورت مندوں کو خیرات کر دیں۔ ان دونوں دِنوں میں وہ فیاض بادشاہ دُنیا کو جگمگانے والے سورج کی طرح برج فیران کو اپنے عنصری جسم کی کرنوں سے منور کر دیتا تھا۔ ترازو کے پلڑے کو عجیب و غریب جواہرات اور دوسری نادر چیزوں سے بھرا جاتا تھا۔ فقر، مسکین، تہی دست اور محتاج لوگ اس دریادِل بادشاہ کی انتہائی سخاوت سے نیاز و احتیاج سے مستغنی اور بے پرواہ ہو جاتے تھے۔ ترجمہ نظم:

ترازو کو سال بھر اس بات کا انتظار رہتا تھا کہ/ وہ خورشاد اقبال اس کے پہلو میں آ جائے/ اس بادشاہ کو سعادت کا دستور پسند تھا/ اور ترازو اس کی فیاضی دیکھتی تھی/ ترازو سونے سے اس قدر بھر جاتی تھی کہ/ اس کو آفتاب کا پنجہ ہی اُٹھایا تاتھا۔

یہ بھی حکم دیا کہ شمسی تقویم کے اعتبار سے ان تاریخوں کو کسی جانور کا گوشت نہ کھایا جائے۔ تُلنے کے بعد اُتنے دن تک جتنے سال ہوئے ہوتے تھے کوئی گوشت نہیں کھائے، اور تمام ممالکِ محروسہ میں کسی جان دار کو آزار نہیں پہنچایا جائے۔ اس سلسلے میں ذبیحہ گائے جو ہندوؤں کے نزدیک ایک بڑا گناہ اور بری چیز ہے تمام ممالکِ محروسہ میں روک دیا گیا۔ اکثر کہا کرتا تھا کہ میرا دل تو چاہتا ہے کہ گوشت ہی چھوڑ دوں مگر لوگوں کے طعنہ کی وجہ سے اس سے احتراز نہیں کر سکتا۔ گوشت پیڑوں کی شاخوں سے پیدا نہیں ہوتا ہے۔ جس طرح نباتات زمین سے اُگتے ہیں۔ یہ تو صرف جانوروں کے جسم سے ہی ملتا ہے۔ ان طرح طرح کی غذاؤں اور قسم قسم کی نعمتوں کے باوجود جو واہبِ حقیقی نے انسان کو عطا کی ہیں ایک ذرا سے نفس کے مزے کی خاطر باوجود اس کے کہ گوشت نقصان دِہ بھی ہے صرف لذت دیتا ہے، جان دار کو مارنا کتنی سخت دلی کی بات ہے۔ اپنے سینہ کو جو اسرارِ ایزدی کا مخزن ہے جانوروں کا قبرستان بنانا کتنی بے مروّتی ہے، اور اس سے بڑھ کر یہ کہ دو مرتبہ پیشاب کے راستے سے نکلتا ہے پیشاب سے ہی پیدا ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں تو گوشت چھوڑ دینا ہی بہتر ہے۔ بیت:

کاش ترکِ لذت کی لذت جان لیتے
خواہشِ نفس اور لذت کا فرق سمجھ لیتے

یہ بھی کہا کرتا تھا کہ شکار کا شغل صرف خونخواری، جفاکاری اور ظلم ہے۔ سنگین دل ناخدا ترس لوگ اپنی ہوا پرستی کی وجہ سے نفس دوستی کی بنا پر اس کو تماشا کہتے ہیں، جاندار کو ہلاک کرتے

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri.

ہیں۔ کتنے ہی جانداروں کو خوابستانِ عدم میں بھیج دیتے ہیں۔ وہ یہ نہیں جانتے کہ یہ عجیب و غریب صورتیں صانعِ حقیقی کی کاریگری سے سجائی سنواری گئی ہیں۔ انھیں ختم کر کے اپنی طبیعت کو خوش کرنا کیسی بیوقوفی کی بات ہے۔ تمام سانس لینے والے حیوانوں میں جان ہوتی ہے، انھیں صرف ایک تماشے کے لیے جو پل بھر سے زیادہ کا نہیں ہوتا، مار ڈالنا کس قدر بے رحمی اور گناہ ہے۔ بیت:

چیونٹی کو بھی مت ستا بے چاری دانہ چنتی ہے
اس میں بھی جان ہوتی ہے اور جان سب کو پیاری ہوتی ہے

اس قسم کی باتوں سے کچھ مسلمان جو تعصب سے خالی نہ تھے خاقانِ زماں اکبر پر دین سے پھر جانے کی تہمت دھرتے تھے۔ طرح طرح کی باتیں بناتے۔ خاص طور پر مولانا سلطان پوری جنھیں اسلام شاہ افغان کی طرف سے شیخ الاسلام کا خطاب ملا تھا، اور خاقانِ زماں اکبر نے مخدوم الملک سے مخاطب کیا تھا اور شیخ عبدالنبی صدر کل اکبر کے متعلق بہت ہی دور از کار باتیں کہا کرتے تھے۔

یہ دونوں رات کو نکل کر مکہ معظمہ چلے گئے۔ جب ہندوستان واپس آئے تو حکم ہوا کہ دونوں کو قید کر لیا جائے۔ مخدوم الملک نے تو خوف سے جان ہی دے دی اور شیخ عبدالنبی کو شیخ ابوالفضل کے حوالہ کر دیا جو قید میں فوت ہو گیا۔ چونکہ ان کی آپس میں دشمنی تھی، لوگوں کی زبان پر یہ شہرت ہوگئی کہ ابوالفضل نے اس کا گلا گھونٹ کر مار ڈالا۔

القصہ اسلام کی شرائط جیسی اس نے ادا کیں اور مساوات نظام کا جو اس نے ادب آداب ملحوظ رکھا بہت کم بادشاہوں نے ایسا کیا ہوگا۔ ترجمہ نظم:

دانش سے وہ بزرگ تو ہمّت سے تھا بلند
بازو قوی تھے اس کے اور دل تھا ہوش مند
تدبیر غیر کی نہ تھی محتاج اس کی بات
خیرِ محض سے رائے تھی بس اس کی اوج مند

خاقانِ زماں اکبر بادشاہ کا ہندوستان کے راجاؤں سے رشتہ اور نسبت

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

جس زمانے میں بادشاہ فردوس آرام گاہ ہمایوں ایران چلا گیا تھا اس وقت شاہ طہماسپ

نے ہندوستان کے تفرقہ کے بارے میں استفسار کرتے ہوئے کہا تھا کہ اگر ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ نے جس نے افغانوں کے تصرف سے ہندوستان کو نکالا تھا اس بیگانہ ملک میں اگر وہاں کے بڑے حاکموں سے رشتہ کی نسبت کرلی ہوتی تو اس انتشار کے وقت وہ معاون و مددگار بنتے اور سلطنت میں اس طرح خلل نہیں پڑتا۔ لہٰذا شاہ مغفور ہمایوں جب دوسری بار حکومت کے تخت پر بیٹھا تو یہ بات اس کے دل میں تھی، مگر زندگی نے وفا نہ کی اور وہ تمنا حاصل نہ ہوسکی۔ اس کے بعد حکومت کا تخت جب اکبر کے جلوس سے رونق پذیر ہوا تو اس آرزو سے کامیاب ہونا چاہا۔ حسن خاں میواتی کے بھائی کی بیٹی کو جو یہاں کا ایک بڑا زمیندار تھا اپنی بیگم بنا کر سرفراز کیا۔ اس کے بعد راجا بھگونت داس ولد بہاری مل کچھواہہ کو جو بڑا راجا تھا ایسا ہی حکم دیا۔ مگر اس نے الگ مذہب ہونے کی وجہ سے یہ بات نہیں مانی۔ مگر آخر میں اس بات کو اپنی سرفرازی سمجھتے ہوئے اپنی بیٹی اکبر سے بیاہ دی۔ ابیات:

اس زمانہ میں قسمت بلند تھی/ اس لیے اس کی نظر رشتہ کے لائق تھی

اس بادشاہ نے اپنے بزرگوں کی طرح/ اس پری چہرہ کو اپنا ہم سر بنالیا

شہزادہ سلیم یعنی جہانگیر بادشاہ کی پیدائش اور اکبر کا نذر پوری کرنے کے لیے پیدل اجمیر جانا

اکبر کو اپنے بیٹا ہونے کی بڑی آرزو تھی، مگر تمنا کی یہ گتھی سلجھتی ہی نہیں تھی۔ امیدوں کے درخت میں شگوفہ تو نکلتے تھے مگر مرادوں کے پھل پکتے نہیں تھے۔ تمناؤں کی سیپ میں ابر کی قطرہ ریزی تو ہوتی تھی لیکن خواہشوں کے موتی نہیں ملتے تھے۔ ابیات:

وہ درخت تمناؤں کی ہواؤں میں پھولتا تو تھا/ مگر پھلتا نہیں تھا

ابر کی قطرہ ریزی سے سیپ برتی تو تھی/ مگر پیٹ میں موتی نہیں بنتے تھے

اس آرزو کو حاصل کرنے کے لیے اکبر شیخ سلیم کی خدمت میں قصبہ سیکری میں رہا کرتا تھا۔ یہ بڑے اللہ والے مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ ان بزرگ سے درخواست کی اور اس اللہ والے کے اشارہ پر اس قصبہ کے پاس شاہانہ عمارتیں بنوائیں۔ اس کا نام فتح پور رکھ کر دارالحکومت بنایا خدا کے فضل اور اس درویش کی دعا سے سن چودہ جلوس مطابق سن نوسو ستتر میں

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

عفت سرشت خلاصہ عفائف راجا بہاری مل کی بیٹی کے پیٹ سے بلند قسمت والا گوہر لڑکا پیدا ہوا۔ بیت:

باغِ دولت میں کھلا ایک ایسا غنچہ بے مثال
اس کے جیسے پھول دُنیا نے کبھی دیکھا نہیں

اس مبارک بچہ کا نام اس درویش کے نام کی مناسبت سے سلطان سلیم رکھا جو اکبر کی رحلت کے بعد حکومت کے تخت پر بیٹھا اور جہانگیر شاہ کے نام سے مشہور ہوا۔ اس کی تفصیل اپنے مقام پر لکھی جائے گی۔

اکبر کو خواجہ معین الدین چشتی کو درگاہ سے بڑی عقیدت تھی۔ معین الدین چشتی ایک اللہ والے شخص ہیں اور سن چھ سو اڑسٹھ میں اس دُنیا سے رحلت کر کے خطۂ اجمیر میں آسودہ خواب ہو گئے۔ اکبر کو جو بھی مہم پیش آتی اس درگاہ کی زیارت کو جا کر ان سے مدد کی درخواست کرتا اور مراد پوری ہونے کی دعا کرتا۔ خدا کے فضل اور اس اعتقاد کی برکت سے وہ مہم پوری ہو جاتی تھی۔ بیت:

اس درویش سے جو بھی مدد مانگی پوری ہوئی
اس کی دعا سے اگر فریدون پر بھی حملہ کرتا تو کامیاب ہوتا

بیٹا پیدا ہونے کے لیے اکبر نے ایک نذر مان رکھی تھی کہ پیدل راستہ چل کر درگاہ کی زیارت کریں گے۔ اب خدا کے فضل سے سعادت مند بیٹا پیدا ہو گیا تھا لہٰذا نذر پوری کرنے کے لیے فتح پور سیکری سے اجمیر تک بارہ کوس کی سات منزلیں پیدل طے کر کے زیارت کی رسم ادا کی اور پھر واپس آیا۔ اصل میں اکبر بہت قوی دل اور طاقتور تھا۔ جو جرأت اور جسارت اس شیر دل نے کی دوسرے بادشاہوں نے کم ہی کی ہوگی۔ شیخ ابوالفضل 'اکبر نامہ' میں لکھتا ہے کہ ایک دن زور آزمائی کے ارادہ سے متھرا سے پیدل روانہ ہو گیا اور شام ہوتے ہوتے اکبر آباد پہنچ گیا۔ تھوڑے سے قریبی لوگوں کے علاوہ کوئی اور اس کے ساتھ نہ چل سکا۔ اکبر ہاتھی کی سواری میں بھی ایسا ماہر تھا کہ تجربہ کار ہاتھی بان بھی اتنے ماہر نہیں تھے۔ جب کبھی کوئی آدم کُش مست ہاتھی اپنے ہی مہاوت کو مار کر شہر میں وحشت پھیلا دیتا تھا تو اکبر بے دھڑک اس ہاتھی کے سامنے جا کر اپنی عظمت کے قدم اس کے دانتوں پر رکھ کر سوار ہو جاتا تھا اور اس کو اپنے برابر

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

کے ہاتھی سے لڑا دیتا تھا۔ کئی بار مست ہاتھیوں کو لڑاتے ہوئے اپنی جرأت آزمائی کے طور پر ایک ہاتھی پر سے چھلانگ لگا کر دوسرے ہاتھی پر سوار ہو جاتا تھا۔ یہ عجیب تماشا ہوتا تھا۔

شہزادہ سلیم کی موٹہ راجا کی بیٹی سے شادی
اور سلطان خرم یعنی شاہجہاں بادشاہ کی پیدائش

خاقانِ زماں اکبر نے ہندوستان کے راجاؤں سے رشتہ داری کے رابطہ کر لیے تو انھوں نے اختلافِ مذہب کے باوجود ان رشتوں کو سرفرازی سمجھا۔ دونوں طرف یہی بات تھی۔ اگر چہ پہلے سے راجا بہاری مل کی بیٹی اس نونہال سلطنت کے گھر میں تھی مگر اب موٹہ راجا ولد مال دیو حاکم جودھپور جو اپنے لمبے چوڑے ملک اور لشکر کی وجہ سے بڑے بڑے راجاؤں کا سردار تھا، کی بیٹی بیاہے جانے سے آسمانِ سعادت ونجابت کو خورشیدِ فلک جیسی بلندی اور فروغ کا قران مل گیا۔ اُسوۂ برج عصمت کی زہرہ کا مشتری ساتھی بن گیا۔ راجا نے ایک بڑی مجلس کا انتظام کیا اور بادشاہ سے آنے کی درخواست کی۔ اکبر نے رشتہ داری کی رعایت کرتے ہوئے اس کی دعوت مال لی۔ اس کے گھر گیا۔ اس کی آمد سے راجا کا سرفلک افتخار سے بلند ہو گیا۔ اس نے نذر و پیشکش کی رسم ادا کی۔ شاہ گرد پیشہ میں ایک ایک شخص کا نام لکھا۔ فہرست مرتب کی اور ہر ایک کو خلعت عطا کی۔ بڑے امیروں کی دعوتیں کیں۔ انھیں تحفے دے کر خوش کیا۔ پہاڑ جیسے ڈیل ڈول والے ہاتھی، تیز رفتار گھوڑے، خوبصورت کنیزیں، غلمانوں جیسے خدمت گار، قیمتی کپڑے جیسے اکسون قصب، دیبا نفیس شالیں اور دوسرے طرح طرح کے نادر و نایاب لباس دُنیا بھر کی قسم قسم کی جنسیں، عود، عنبر، مشک، یاقوت، موتی، جڑاؤ، زیور، جواہر بطور جہیز کے دیے۔

ترجمہ نظم:

''یاقوت مشک اور عنبر کا ڈھیر تھا/ دیبا زربفت اور ریشمی کپڑوں کی کثرت تھی/ بے شمار چینیاں تھیں خطا کے پرند تھے/ کتنے تھے اور کیسے کیسے تھے اس کی کوئی حد نہ تھی/ بہت سارے قیمتی کپڑے، خدمت گار اور ہر قسم کی چیزیں، زیور قیمتی موتی/ انگوٹھیاں، بندے اور بالے/ بہت سی پیٹیاں اور صندوق ایسے تھے کہ ان پر سونے کے تالے لگے ہوئے تھے۔ ان میں لعل، یاقوت اور موتی بھرے تھے/

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

اوڑھنے بچھانے کی بے شمار چیزیں۔ ہر ہر چیز جولائی جاسکتی تھی/ راجاوٹیاں، خیمے، منڈل (غرض ہر قسم کی اس قدر چیزیں جیسے سینکڑوں قافلہ ہوں۔

اس سے پہلے راجا بھگونت داس کی بیٹی سے شہزادہ سلیم پیدا ہو گیا تھا، اب اس عفت سرشت کے پیٹ سے سلطان خرم جو بعد میں شاہجہاں کے نام سے تختِ حکومت پر بیٹھ کر مشہور ہوا پیدا ہوا۔ عیش و عشرت اور نشاط و مسرت کی محفل سجائی گئی۔ فیاضی و سخاوت کے ہاتھ کھلے اور دان دہش کی داد دی۔ ترجمہ نظم:

اس گلستاں میں ایسا روح پرور پھول کھلا ہے/ کہ اس کی خوشبو سینکڑوں گلستانوں کو داغ کرتی ہے/ اس شمشاد کا جب یہ سرو پیدا ہوا تو سات ستاروں سے مبارک باد کا شور اُٹھا/ ہر طرف خوشیاں پھیل گئیں/ اور پورا زمانہ اس آواز سے گونج اُٹھا۔

اکبر کے زمانے کے عجیب و غریب واقعات

بکسر موضع میں روایت ٹیکا نام کا ایک مقدم تھا۔ کسی شخص کو اس سے دلی دشمنی تھی۔ اس کو موقع مل گیا۔ اس نے اس کی پیٹھ اور کان کے نیچے کچھ زخم لگا دیے۔ انھیں زخموں سے وہ فوت ہو گیا۔ کچھ دن بعد اس کے ایک رشتہ دار رام داس کے یہاں ایک بچہ پیدا ہوا۔ اس کی پیٹھ اور کان کے نیچے بھی بالکل ویسے ہی زخم تھے۔ لہٰذا یہ مشہور ہو گیا کہ مقدم راوت ٹیکا جو مر گیا تھا اس نے پھر سے جنم لے لیا ہے، وہ پھر دُنیا میں آ گیا ہے۔ وہ لڑکا بھی بڑا ہو کر یہی کہا کرتا تھا کہ میں راوت ٹیکا ہوں۔ اور ایسی صحیح باتیں بتاتا تھا کہ ان کی تصدیق کر لی جائے۔ جب یہ عجیب واقعہ بادشاہ سے عرض کیا گیا تو اس نے اُس لڑکے کو اپنے پاس بلا لیا۔ تحقیق کی گئی تو پتہ چلا کہ اس کی باتیں سچی تھیں۔

دوسرے یہ کہ ایک اندھا شخص دارالحکومت میں لایا گیا۔ لوگ جو کچھ بھی کہتے وہ اپنا ہاتھ بغل میں دبا کر بغل سے سب کچھ بتا دیتا تھا اور بہترین شعر کہتا تھا۔ لوگوں نے اسے جادو سمجھا۔ کسی نے کہا کہ شعبدہ نظر بندی ہے۔ مگر اس نے ریاض کی کثرت سے یہ کامیابی حاصل کر لی تھی۔

ایک اور آدمی لایا گیا جس کے اس کی بیوی سے اکیس لڑکے تھے اور سب زندہ تھے۔ بادشاہ نے کہا ایسی باتیں خدا کی قدرت سے بعید کب ہیں۔

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

ایک اور شخص لایا گیا جس کے نہ تو کان تھے نہ کان کے سوراخ مگر پھر بھی لوگ جو کچھ کہتے وہ ٹھیک ٹھیک سن لیتا تھا۔

ایک واقعہ یہ کہ انھیں دِنوں ایک دُم دار ستارہ طلوع ہوا تھا۔ اس کی نخوت سے عراق اور خراسان میں بہت فتور برپا ہوئے۔

دیگر بات یہ کہ ایک دن اکبر نے کہا کہ لوگ جو زبان سمجھتے ہیں یہ ان کی کثرتِ صحبت کا نتیجہ ہے، اور یہ بات صحبت کی محتاج نہیں۔ اکبر نے اس کو آزمانے کے لیے ایک گھر بنوایا اور کچھ نوزاد بچے اس میں چھوڑ دیے۔ دودھ پلانے کے لیے گونگی دایہ عورتیں جاتیں۔ جب وہ بچے چار سال کے ہو گئے تو اکبر خود انھیں دیکھنے گیا۔ وہ بے زبانی کی وادی میں پلے بڑھے بچے گونگوں کی طرح نامشخص اور بے ربط آوازیں نکال رہے تھے۔ اکبر نے کہا کہ زبان دانی تو صحبت سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ نئے پیدا ہونے والے بچے جس بھی علاقے میں وہ پیدا ہوئے ہوں اس علاقے کی زبان سیکھ لیتے ہیں۔ قطع نظر آدمیوں کے کہ بولنا ان کی فطری صلاحیت ہے۔ طوطے، مینا جن کی فطرت بولنا نہیں ہے آدمیوں کی صحبت سے بولنے لگتے ہیں۔ فرد:

دُنیا میں جو کچھ بھی ہے وہ صحبت کا نتیجہ ہے
اگر ایسا نہ ہوتا تو لکڑی کو مصری کی قیمت کب ملتی

ایک اور عجیب واقعہ جو پیش آیا یہ ہے کہ ایک سرکاری فوج اکبر آباد کے آس پاس کے سرکشوں کو سزا دینے کے لیے مقرر کی گئی تھی۔ ان سرکشوں سے جنگ ہوئی۔ کھتری قوم کے دو بھائیوں نے رستمانہ جدو جہد کی۔ اتفاق سے ان دونوں بھائیوں میں سے ایک اس میدان میں مارا گیا۔ اس کی لاش اس کے گھر اکبر آباد لے آئے اور دوسرا بھائی جنگ میں یوں ہی لڑتا رہا۔ چونکہ وہ دونوں بھائی جڑواں تھے، قدرت کے نقاش نے ان دونوں کی صورت بالکل ایک جیسی بنائی تھی، مصورِ حکمت الٰہی نے ان دونوں کی شبیہ اپنی کاریگری کے برش سے ایک جیسی کھینچی تھی۔ بیت:

ان میں ذرا سا بھی فرق نہیں تھا/ دونوں بالکل ایک دوسرے جیسے تھے

چنانچہ وہ لاش گھر پہنچی تو اس کی تحقیق نہ ہو سکی کہ ان میں سے کون مرا۔ دونوں کی شکل صورت بالکل ایک تھی۔ دونوں بھائیوں کی بیویاں شبہ میں پڑ گئیں اور ستی ہونے کو تیار ہو گئیں۔ ایک عورت نے کہا میرا شوہر مرا ہے میں لاش کے ساتھ جلوں گی۔ دوسری منع کرتے ہوئے

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

جھگڑنے لگی کہ میرا شوہر ہے۔ رفتہ رفتہ یہ بات شہر کوتوال سے رجوع ہوئی۔ اس عجیب واقعہ کو بادشاہ اکبر سے عرض کیا گیا۔ اکبر نے ان دونوں عورتوں کو طلب کر لیا۔ چھان بین کی گئی۔ بڑے بھائی کی بیوی نے جو اُن جڑواں میں کچھ دیر پہلے پیدا ہوا تھا کہا کہ بیشک میرا شوہر ہے۔ میرا یہ ماننا ہے کہ ایک سال ہوا ہے جب میرا دس سال کا بچہ فوت ہو گیا تھا اور اس کو اپنا بہت عزیز تھا۔ اس کا پیٹ چاک کر کے دیکھو اگر اس کے جگر پر داغ ہو تو میرا شوہر ہے۔ چنانچہ بادشاہ کے حکم سے تجربہ کار جراحوں نے اس بادہ فنا کے مست کا شکم چیرا تو اس کے جگر پر ایک تیر کے زخم جیسا سوراخ ملا۔ بادشاہ کو یہ معلوم ہوا تو بہت تعجب ہوا۔

بیشک بیٹے کے مرنے کا غم جگر دوز تیر ہوتا ہے۔ جاں سوز آگ ہوتی ہے۔ جگر تراشی میں آب دار خنجر ہوتا ہے۔ دل خراشی میں خونخوار بھالا ہوتا ہے۔

اسی وقت دوسرا بھائی بھی فوج کے ساتھ صحیح سلامت شہر میں آ گیا اور ثابت ہو گیا کہ حقیقت میں وہ اسی عورت کے شوہر کی لاش ہے۔ اکبر نے اس عورت کی عقل کو آفریں کی اور اس کے ستی ہونے کا حکم صادر کر دیا۔ وہ عورت بڑی ہمّت کے ساتھ اپنے شوہر کے بے جان جسم کے ساتھ ساتھ چلی اور عشق و محبت کی آگ میں جل کر راکھ ہو گئی۔ بیت:

ہندو عورت سے نہ ہونا تو وفاداری میں کم
جیتے جی مردہ پتی کے واسطے جلتی ہے وہ

ولایت ڈھاکہ اور بنگال کی فتح

اس زمانہ میں سلیمان کرزائی جو کہ شیر شاہ اور اسلام شاہ کے بڑے امیروں میں سے تھا اس ولایت کا حاکم تھا اور اکبر کے زمانہ تک اس ولایت پر غالب تھا۔ جب منعم خاں خانِ خاناں مشرقی علاقہ کا حاکم مقرر ہوا تو اس نے سلیمان سے کئی بار جنگ کی۔ سلیمان نے مجبور ہو کر شاہی اطاعت قبول کر لی اور خانِ خاناں سے ملاقات کی۔ اس نے زندگی بھر اطاعت سے سر نہیں پھیرا۔ جب وہ فوت ہو گیا تو اس کا بڑا بیٹا بایزید مسندِ حکومت پر بیٹھا، اور کچھ دن بعد یہ بھی رحلت کر گیا۔ اس کے بعد سلیمان کا دوسرا بیٹا داؤد اس ولایت کا حاکم بنا۔ یہ خودمختاری کا دم بھرنے لگا اور شاہی اطاعت سے منہ موڑ لیا۔ منعم خاں نے جنگ کی تیاری کر کے قلعہ پٹنہ کا

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

محاصرہ کرلیا اور بادشاہ کو درخواست بھیجی کہ وہ خود تشریف لے آئے۔ بھری برسات میں جب پانی کیچڑ کی وجہ سے راستہ بند تھے، شاہی پرچم روانہ ہوگئے اور لشکر نے پٹنہ جا کر پڑاؤ کیا۔ قلعہ کے محاصرہ کا حکم ہوگیا۔ داؤد نے اپنے آپ میں مقابلہ کی تاب نہ دیکھ کر اطاعت کا اظہار کیا۔ اپنے ایلچی بارگاہ میں بھیجے۔ ایلچیوں نے اس فلک مرتبہ چوکھٹ کو چومنے کا شرف حاصل کرلیا تو حکم ہوا کہ داؤد ان باتوں میں سے کسی ایک کو قبول کرلے۔ پہلی بات تو یہ کہ اکیلا میدان میں آجائے۔ میں اس سے لڑوں، جو بھی جیت جائے ملک اس کا ہو۔ اگر اتنی ہمّت نہ ہو تو اپنے کسی بہادر شخص کو بھیج دے۔ ہم بھی اپنے ایک بہادر کو اس کے مقابلہ پر بھیج دیتے ہیں۔ دونوں بہادروں میں سے جو کوئی کامیاب ہو جائے فتح اس کی طرف مانی جائے۔ اگر یہ بھی منظور نہ ہو تو اپنے ایک ہاتھی کو جو ڈیل ڈول، ہمّت اور تندخوئی میں ممتاز ہو معرکہ میں بھیج دے۔ ہم بھی انتخاب کر کے لڑنے کے لیے ایک ہاتھی بھیج دیتے ہیں۔ جو ہاتھی بھی غالب آجائے کامیابی اسی کی طرف مانی جائے۔

ایلچی یہ احکام سن کر بارگاہ سے روانہ ہو کر داؤد کے پاس گئے اور یہ تمام شقیں اس کے سامنے رکھ دیں۔ اس نے ان میں سے کوئی بھی ایک نہ مانی۔ اس دوران حاجی پور جو پٹنہ کے سامنے کٹک ندی کے پاس واقع ہے نصرت مند بہادروں کی کوشش سے فتح ہوگیا۔ پھر پٹنہ کا محاصرہ بھی اور تنگ ہوگیا۔ افغانوں نے وقت کے آئینہ میں اپنے ادبار کا نقش دیکھ لیا۔ داؤد سرکشی کی شراب کے نشہ میں مست تھا۔ طوعاً و کرہاً اسے کشتی میں ڈال کر بنگال روانہ ہوگئے۔ اب قلعہ میں سخت شورش اور وحشت برپا ہوگئی۔ کچھ افغان تو گھبراہٹ اور اندھیرے میں ندی کو ہی کشتی سمجھ کر فنا کے دریا میں غرق ہوگئے اور جو لوگ کشتی میں سوار ہوگئے وہ بھیڑ کی زیادتی کی وجہ سے مع کشتی کے ڈوب گئے۔ بہت سے ازدحام کی وجہ سے باہر نکلنے کا راستہ ڈھونڈنے میں پامال ہوگئے۔ اور جو لوگ باہر نکلنے کا راستہ نہ پاسکے وہ برجوں اور قلعہ کی دیوار سے نیستی کی خندق میں گر گئے۔

اکبر کو صبح کے وقت حقیقت کا پتہ چلا۔ قلعہ اپنے ملازموں کے حوالہ کر کے خود گھوڑے پر سوار ہو کر اس کے تعاقب میں پُن پُن ندی پار کر کے تیس کوس تک گیا۔ اس دوڑ دھوپ کے دوران سلطان محمد عادل کا بیٹا جسیں خاں گرفتار ہو کر قتل ہو گیا۔ دوسرے مخالف بھی اس سلسلے

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

میں گرفتار ہوکر عدم آباد چلے گئے۔ بہت سوں نے بھاگ کر جان سلامت بچائی۔ ترجمہ نظم:

مخالف تو بھاگا جا رہا تھا
اور سپاہی اس کے تعاقب میں تلواریں سونتے ہوئے تھے
وہ سارے بہادر بھاگ گئے
ایسے بھاگے جیسے شیر کی دہاڑ سے ہرنوں کا گلہ بھاگتا ہے
وہ بد سگال شکست کھا کر بھاگ گئے
اور شاہی لشکر مالِ غنیمت سے بے نیاز ہوگیا
جنگل کے جو راستے بند تھے
وہ زخمیوں اور لاشوں سے بند تھے۔

اکبر نے وہاں سے منعم خاں خانِ خاناں کو داؤد کے ختم کرنے اور بنگال مسخر کرنے کے لیے متعین کر کے خود واپس آ گیا۔ راجا۔ ٹوڈرمل نے اس مہم میں بہت اچھی خدمات انجام دیں۔ لہٰذا علم اور نقارہ سے سرفرازی کے ساتھ منعم خاں کی رفاقت مقرر کر دیا گیا۔ اکبر نے اس علاقہ کا انتظام کر کے واپس لوٹتے ہوئے راستے میں اجمیر میں خواجہ صاحب کی درگاہ کی زیارت کی پھر دارالسلطنت فتح پور میں قیام کیا۔ حکم صادر ہوا کہ اجمیر سے فتح پور تک ہر کوس پر پکا کنواں اور علامت کے لیے ایک اونچا مینار بنایا جائے۔ میناروں پر اوپر سے نیچے تک ہرن کے سینگ... تاکہ راستہ چلنے والوں کو ان سے راستہ پتہ چل سکے۔ چنانچہ تھوڑے دن میں حکم کے مطابق کنوے اور مینار تیار کر دیئے گئے۔

القصہ منعم خاں نے بنگال پہنچ کر داؤد سے نمایاں جنگ کی۔ اس جنگ میں وہ زخمی ہوگیا اور اکثر امیروں نے اپنی جان نچھاور کر دی۔ آخر شاہی اقبال سے داؤد نے مغلوب ہوکر بندگی قبول کر لی۔ اپنے بیٹے کے ساتھ پیشکش اور اچھے ہاتھ دربار میں بھیجے۔ راجا ٹوڈرمل بنگال کی مہم سے خاطر جمع ہوکر بارگاہ میں حاضر ہوگیا۔ اس نے اشرف دیوان کے منصب سے سرفرازی پائی۔

کچھ عرصہ بعد منعم خاں طبعی موت مر گیا۔ اب داؤد خاں کو موقع مل گیا۔ اس نے عہد سے پھر کر شورش شروع کر دی۔ اس کا پتہ چلنے پر خانِ جہاں اور راجا ٹوڈرمل کو اس پر متعین کیا۔ انھوں نے بنگال جاکر اس سے کئی بار جنگ کی اور مظفر منصور ہوئے۔ داؤد خاں گرفتاری کے

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

بعد قتل کردیا گیا۔ اس کا سر بادشاہ کے دربار میں بھیج دیا۔ اس کے حملہ میں ان پر بہت عنایتیں ہوئیں۔

اب بنگال سے فتنہ وفساد رفع ہو گئے۔ امن وامان ہو گیا۔ مصرع:

کردیا روشن چراغِ فتح کو تلوار سے

یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ ولایت بنگال میں اسلام کا ظہور ملک محمد بختیار کے زمانہ سے ہوا۔ یہ سلطان کے بڑے سرداروں میں سے تھا۔ اس زمانے میں یہ ولایت دہلی کے سلطان کے تصرف میں آ گئی تھی۔ سن سات سو سینتالیس میں قدر خاں سلطان محمد شاہ فخر الدین جونا ولد سلطان غیاث الدین تغلق شاہ کی طرف سے (یہاں کا حاکم تھا) فخر الدین موقع پا کر مسندِ حکومت پر بیٹھ گیا اور سلطان فخر الدین لقب اختیار کرلیا۔ اس کی مدتِ حکومت بارہ سال ہوئی۔

سلطان علاء الدین عرف ملک علی

یہ قدر خاں کے لشکر کا عارض تھا۔ سلطان فخر الدین سے جنگ کر کے اس پر غالب آ گیا۔ اس کو قتل کر کے اس نے حکومت کا پرچم بلند کیا۔ اس کی حکومت کی مدت چار سال اور چند مہینے ہوئی۔

سلطان شمس الدین عرف حاجی الناس

یہ سلطان علاء الدین کا نوکر تھا۔ رفتہ رفتہ لشکر کا سردار بن گیا۔ پھر لکھنوتی جا کر تمام امیروں اور سپاہیوں کو اپنے حسن سلوک اور تدبیر سے اپنے ساتھ ملا لیا۔ پھر اطاعت چھوڑ کر علاء الدین پر چڑھائی کردی۔ جنگ کر کے اس پر غالب آ گیا اور اپنے آقا کو ملک عدم کا مسافر بن کر مسندِ حکومت پر بیٹھ گیا۔ اس وقت سلطان فیروز شاہ دہلی کے تخت پر بیٹھا تھا۔ اس نے کئی بار بنگال کے لیے بھاری لشکر متعین کیا۔ مگر کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ اس کی سلطنت کا زمانہ اکیس سال ہوا۔

سلطان سکندر ولد سلطان شمس الدین:

اس نے بارہ سال حکومت کی۔

سلطان غیاث الدین ولد سلطان سکندر:

پندرہ سال اور کچھ مہینے حکومت کی۔

سلطان السلاطین ولد سلطان غیاث الدین:

فرماں روائی کی مدت پندرہ سال

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

سلطان شمس الدین ولد سلطان السلاطین:

جہاں داری صرف پانچ سال۔

راجا کانس:

یہ اس ولایت کے بڑے حاکموں میں سے تھا۔ سلطان شمس الدین کی رحلت کے وقت اس کا کوئی وارث نہیں تھا۔ یہ مسلط ہوکر مسندِ حکومت پر بیٹھ گیا۔ اس کی مدت حکومت پانچ سال اور چند مہینے ہوئی۔

سلطان جلال الدین ولد راجا کانس:

اس نے حاکم بننے کے لیے اسلام مذہب قبول کرلیا تھا۔ اپنے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کیا۔ اس کی حکومت کا زمانہ اُنیس سال چند مہینے۔

سلطان احمد شاہ ولد سلطان جلال الدین:

اس نے سترہ سال حکومت کی۔

سلطان ناصر الدین ولد سلطان احمد شاہ:

بس سات دن سلطنت کی۔

سلطان ناصر شاہ:

یہ سلطان شمس الدین کے نواسوں میں میں تھا۔ دو سال حکومت کی۔

سلطان باربک شاہ عرف ناصر غلام:

یہ موقع پا کر سلطان ناصر شاہ کو مار کر مسندِ حکومت پر متمکن ہوگیا تھا۔ بعد میں امیروں نے قتل کراُسے مار ڈالا۔ اس کی مدتِ حکومت اُنیس سال۔

یوسف باربک شاہ کا بھتیجا:

یہ آٹھ سال حاکم رہا۔

سلطان سکندر:

کچھ دن بعد امیروں نے مل کر اسے معزول کر دیا۔

فتح شاہ:

اس نے پانچ سال اور کچھ مہینے حکومت کی۔

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

تارک شاہ خواجہ سرا:

یہ فتح شاہ کو مار کر حاکم بن گیا۔ جہاں کہیں بھی خواجہ سرا تھے اس نے انھیں بلا لیا۔ اس نے دو مہینے پندرہ دن فرماں برداری کی۔

فیروز شاہ:

یہ تین سال چند مہینے سلطان رہا۔

محمود شاہ ولد فیروز شاہ:

ایک سال چند مسند نشیں رہا۔

مظفر شاہ حبشی خواجہ سرا (حبش یا خنشیٰ):

محمود شاہ کو مار کر مسجدِ حکمت پر قابض ہو گیا۔ ایک سال پانچ مہینے حکومت کی۔

سلطان علاء الدین:

یہ شاہ مظفر کے نوکروں میں سے تھا۔ موقع پا کر اس نے اپنے آقا کو مار ڈالا اور خود حکومت پر متصرف ہو گیا۔ اس نے بیس سال حکومت کی۔

نصیب شاہ ولد سلطان علاء الدین

اس نے باپ کے بعد حکومت کی مسند پائی۔ جب ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ نے ہندوستان فتح کیا تھا تب سلطان ابراہیم لودی کے بھائی سلطان محمود نے نصیب شاہ سے پناہ لی تھی، اور سلطان ابراہیم کی بیٹی کا نصیب شاہ سے نکاح کروا دیا تھا۔ ایک مدت بعد شیر شاہ نے غالب آ کر بنگال کو نصیب شاہ کے تصرف سے نکال لیا۔ نصیب شاہ نے معرکہ میں شکست کھا کر زخمی ہو کر بھاگ کر نصیر الدین محمد ہمایوں کے پاس جا کر استغاثہ کیا۔ نصیب شاہ کی مدتِ حکومت چار سال رہی۔

جہانگیر قلی خاں

یہ ہمایوں کے بڑے امیروں میں سے تھا۔ اس نے داؤد خاں مخاطب بہ بہادر خاں جو کہ شیر شاہ امیروں میں سے تھا، کے تصرف سے اس ولایت کو نکال لیا تھا۔ بعد میں جب شیر شاہ ہمایوں بادشاہ پر فتح یاب ہو گیا تو اس نے جہانگیر قلی خاں کو عدم خانہ میں بھیج دیا، اور داؤد محمد خاں

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

کواس ولایت کا حاکم بنا دیا۔

سلطان کرزانی:

یہ اسلام شاہ کے مشہور امیروں میں سے تھا۔ اس نے استقلال کے ساتھ حکومت پائی۔ اگر چہ اپنے نام کا سکہ اور خطبہ جاری نہ کیا مگر 'حضرت اعلیٰ' کا خطاب اختیار کر لیا تھا۔

بایزید ولد سلیمان:

یہ باپ کے بعد قائم مقام بنا اور تیرہ دن حکومت کی۔

داؤد سلیمان کا دوسرا بیٹا

اس نے دو سال حکمرانی کی۔

سن نوسو تراسی میں خانِ جہاں اور راجا ٹوڈرمل نے داؤد کو قتل کر کے اس ولایت کو مکمل طور پر ممالکِ محروسہ میں داخل کر لیا۔ سن سات سو چھیالیس سے سن مذکورہ تک جو دو سو سینتیس سال ہوتے ہیں، ولایت بنگال دہلی کے حکمراں کے تصرف سے باہر رہی۔

القصہ راجا ٹوڈرمل بنگال کی مہمات سے مطمئن ہو کر بادشاہ کے پاس آ گیا۔ راجا کے آنے کے تھوڑے دن بعد ہی خانِ جہاں اللہ کو پیارا ہو گیا۔ اب مظفر خاں دیوانِ اعلیٰ دربار سے بنگال کے لیے متعین ہوا۔ یہ مظفر خاں خواجہ مظفر کے نام سے مشہور تھا۔ شروع میں بیرم خاں کا نوکر تھا۔ بیرم خاں کی پراگندگی کے بعد پرگنہ ہرسروتابع پنجاب کا کردری بن گیا۔ جب اس کی کاردانی اور قابلیت بادشاہ کو معلوم ہوئی تو اسے طلب کر کے بیوتات کا دیوان بنا دیا۔ اپنی کارطلبی سے بہت جلد بیانہ کے دیوانِ اعلیٰ کے عہدہ سے سرفراز ہو گیا۔ کافی عرصے سے اس عہدہ سے سرفراز تھا۔ اب بنگال کی صوبہ داری کے لیے رخصت ملی۔ اس ولایت میں آ کر یہاں کے معاملات کا بندوبست کیا۔ کچھ دن بعد معصوم خاں کابلی جاگیردار بہار نے گھوڑوں کے داغ کے معاملے میں جو حال ہی میں مقرر ہوا تھا ظلم عدولی کی اور شورش کرنے لگا۔ سرکار کے بخشی رائے ہرگوتم اور دیوان سے سخت کلامی کر کے سوار ہو کر چلا گیا۔ اور بغاوت شروع کر دی۔ اسی طرح تاتار خاں، فاق سال اور دوسرے کچھ امیر بھی اپنی جاگیر چلے جانے سے صوبہ دار مظفر خاں سے دشمنی رکھنے لگے اور باغی سے آزردہ ہو کر مخالفوں کے ساتھ ہو گئے۔ مرزا اشرف

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

الدین حسین بھی دشمنی کے ساتھ مکہ معظّمہ روانہ ہو گیا تھا۔ فتنہ ہوئی اور موقع پرستی اس کا رویہ تھا۔ اس نے بنگال کی شورش کے بارے میں سنا تو راستہ سے ہی واپس آ گیا اور مخالفوں سے مل گیا۔ ایک عظیم شورش برپا ہو گئی۔ ان بداختروں کی جمعیت بہت تھی اس لیے مظفر خاں مقابلہ کی تاب نہ لا سکا۔ قلعہ میں بند ہو گیا۔ باغیوں نے قلعہ کا محاصرہ تنگ کر دیا۔ مظفر خاں سے کہلایا کہ آ کر ملاقات کر لے یا پھر مکہ معظّمہ روانہ ہو جائے۔ مظفر خاں نے مجبوراً ایک مالی شق قبول کر لی۔ یہ طے ہوا کہ وہ مال کا تیسرا حصہ نکال کر لے جائے اور باقی چھوڑ دے۔ مظفر نے پوشیدہ طور پر معصوم خاں کے پاس بیس ہزار اشرفیاں بھیجیں کہ ہمیں بے عزت کرنے سے باز رہے۔ مخالف نے اس بات سے اور زیادہ دلیر ہو کر محاصرہ اور تنگ کر دیا۔ ٹانڈہ کا قلعہ فتح کر کے مظفر خاں کو پکڑ کر قتل کر دیا۔ اس کا مال اسباب لوٹ لیا۔ تالاب نور گڑھ میں بیس لاکھ روپیہ مرزا شرف الدین حسین کے ہاتھ لگا۔ دوسرے مخالفوں کا بھی بہت مال ہاتھ آیا۔ ان کا پورے علاقہ پر غلبہ ہو گیا۔ ہر کسی نے اپنا خطاب اور منصب مقرر کر لیا۔ انجمن آراستہ کر کے (اکبر کے) چھوٹے بھائی حکیم مرزا کے نام جو اس وقت کابل میں تھا سکہ اور خطبہ جاری کرنا چاہا۔ اس وقت اچانک سخت آندھی چلی۔ ہر طرف سیاہ اندھیرا چھا گیا۔ ہوا ایسی سخت تھی کہ قیامت یاد آ رہی تھی۔ گرد و غبار کا طوفان آخری وقت کا نمونہ تھا۔ اسی کے ساتھ ساتھ بہت تیز برسات بھی ہوئی۔ بادشاہ کے دشمن کو اقبال نے ان لوگوں کی اس خوشی کی بساط کو لپیٹ دیا۔ تفرقہ اور انتشار کے ساتھ وہ انجمن ختم ہو گئی۔ مخالفوں نے جو سوچا تھا وہ پورا نہ ہو سکا۔

اسی طرح بہار میں سعید خاں بدخشی کے بہادر خاں نام کے بیٹے نے بغاوت کا جھنڈا بلند کر کے اپنے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کر دیا۔ بیت:

بہادر الدین ولد سعید شہ سلطاں

باپ سلطان ابی سلطان ولد سلطاں

یہ بات جب راجا ٹوڈرمل کو پتہ چلی جو کہ مظفر خاں کے بعد دیوانِ اعلیٰ مقرر ہوا تھا تو وہ بھاری لشکر لے کر ادھر کی طرف روانہ ہوا۔ بہت تیزی سے اس علاقہ میں پہنچ کر شورش دفعہ کرنے لگا۔ اس نے سرکار کے بہی خواہوں کے مشورہ سے مونگیر کے پاس ایک مٹی کا قلعہ بنایا۔ وہاں دائرہ بنا کر اس علاقہ کے حالات دربارِ شاہی میں روانہ کیے۔ ... ب خانِ اعظم مرزا

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

جو کوکلناش کا بڑا بھائی تھا وہ بھی بھاری فوج کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ اس کے پیچھے پیچھے شہباز خاں کو بھی بھیج دیا گیا۔ اس خبر سے مخالفوں کو جمعیت میں تفرقہ پڑ گیا۔ انھوں نے اس کچے قلعہ کا محاصرہ چھوڑ دیا جو راجا ٹوڈرمل نے بنوایا تھا۔ معصوم خاں دوسرے باغیوں کے ساتھ بہار کی طرف چلا گیا۔ اس کے تعاقب میں شاہی فوجیں بھی بہار پہنچ گئیں اور باغیوں کو ختم کر دینے کے لیے کمر باندھ لی۔ اسی دوران معصوم خاں فرنجودی اور مہابت خاں عرف بہادر نے جون پور کی طرف بغاوت کر دی۔ شہباز خاں نے اودھ سے سلطان پور جا کر سخت جنگ کی۔ خدا کی مشیت سے شہباز خاں کو شکست ہو گئی۔ اس کو بھاگنا پڑا۔ مگر اسی وقت شاہی اقبال نے کام بنا دیا۔ لوگوں میں یہ افواہ پھیل گئی کہ معصوم خاں فرنجودی معرکہ میں مارا گیا۔ اس افواہ سے اس کے سپاہی پراگندہ ہو گئے۔ اس خبر سے شہباز خاں نے پھر اپنی تیاری کی اور یلغار کر دی۔ اودھ کے قریب جا کر معصوم خاں فرنجودی سے پھر جنگ کر کے اس پر غالب آ گیا۔ اس شکست کے بعد پھر یہ فتح حاصل کر کے شورش ختم کی۔ معصوم خاں فرنجودی اور کابلی کچھ لوگوں کے ساتھ وہاں سے نکل گئے۔ پھر کچھ عرصہ بعد شہزادہ کے التماس کی بنا پر معصوم خاں فرنجودی اور دوسرے لوگوں کے قصور معاف کر دیے گئے اور انھیں مناسب جاگیروں سے سرفراز کیا۔

راجا ٹوڈرمل اس علاقہ کے معاملات سے جمع خاطر ہو کر بادشاہ کے دربار میں پہنچا۔ اور اس پر خوب عنایتیں کی گئیں۔ کچھ دن بعد خانِ اعظم بھی بنگال سے بارگاہ میں آ گیا۔ شہباز خاں معصوم خاں کابلی اور دوسرے مخالفوں کے لیے متعین رہا۔ بادشاہ کو خبر ملی کہ بدسرشت مخالفوں نے کئی بار شہباز خاں سے جنگ کی اور وہ غالب آ گئے ہیں۔ اس علاقہ میں شورش ختم نہیں ہوئی بلکہ روز بروز بڑھتی جا رہی ہے تو اُن بدانجام لوگوں کے استیصال کے لیے اکبر خود مشرق کی طرف متوجہ ہوا۔ شکار کھیلتے ہوئے منزلیں طے کیں۔ اس سفر میں راجا ٹوڈرمل نے ایک جشن کا اہتمام کیا۔ بادشاہ نے اس مجلس میں شرکت کر کے اس کا مرتبہ بڑھا دیا۔ راجا کے گھر تشریف لے گیا اور اس طرح اس وزیر اعظم کو سرفرازی بخشی۔ جب اس جگہ پہنچے جہاں جمنا اور گنگا ندیاں آپس میں مل کر ایک ہو جاتی ہیں جو ہندوؤں کے اعتقاد میں ایک مقدس مقام ہے، وہاں دونوں ندیوں کے بیچ میں اللہ تاش نام کے ایک قلعہ اور بڑے شہر کی بنیاد رکھی۔

چونکہ برسات کے زمانے میں گنگا ندی طغیانی پر آ جاتی ہے اس لیے ایک مضبوط پال

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

ایک کوس لمبی، چالیس گز چوڑی اور چار گز اونچی بنوائی۔ وہ قلعہ بہت ہی مضبوط ہے اور پال بھی بہت مستحکم، شہر کافی لمبا چوڑا ہے۔ یہ شہر وغیرہ سن اٹھائیس جلوس میں مکمل ہووے۔ اسی مقام پر خدمت مبارک میں یہ خبر آئی کہ شہباز خاں نے شاہی لشکر کی روانگی کا سن کر مخالفوں سے بڑی بہادرانہ جنگ کر کے مظفر و منصور ہو گیا۔ معصوم خاں کابلی اور دوسرے مخالف مفسد شکست کھا کر شاہی علاقہ سے نکل گئے۔ کہیں گمنامی کے گوشوں میں چلے گئے۔ لہٰذا بادشاہ الله تاش سے ہی واپس ہو گیا اور محمد حکیم مرزا کی شورش رفع کرنے کے لیے پنجاب کی طرف روانہ ہو گیا۔

اکبر کے چھوٹے بھائی محمد حکیم مرزا کی بغاوت

اس نے کابل میں بغاوت کر دی تھی۔ کئی بار سندھ ندی پار کر کے پنجاب کے لوگوں کو تکلیف اور نقصان پہنچایا۔ شاہی لشکر کے مقابلہ سے منہزم ہو کر پھر کابل چلا جاتا تھا۔ ایک دفعہ لاہور تک پہنچ کر بائیس دن تک قلعہ کا محاصرہ کیا۔ لاہور کا صوبہ دار راجا بھگونت واپس ہمّت کے ساتھ ثابت قدم رہا۔ اس نے قلعہ کو محفوظ رکھا۔ اسی راجا کا بیٹا کنور مان سنگھ جو سیالکوٹ کا فوج دار تھا پہاڑی لوگوں کا لشکر فراہم کر کے اچانک آ پہنچا۔ وہ مرزا پر جنگ کر کے غالب آ گیا۔ مرزا نے بے بس ہو کر کامیابی کے بغیر قلعہ کا محاصرہ اُٹھالیا اور وہاں سے چل دیا۔ جلال پور عمل داری حافظ آباد کے راستہ سے چناب ندی پار کر کے بھیرہ پہنچ گیا۔ اس شہر کو لوٹ کر ویران کر دیا۔ پھر یہاں سے کھب کے راستے سندھ ندی کو عبور کر کے کابل چلا گیا۔ کنور مان سنگھ سندھ ندی تک اس کا پیچھا کر کے واپس آ گیا۔

کنور مان سنگھ کی یہ جرأت و جسارت بادشاہ کو معلوم ہوئی تو اس نے کنور پر بہت مہربانیاں کیں۔ ایک دم پنج ہزاری منصب سے سرفراز ہو گیا۔ اب مرزا سے بنگال کے امیروں کی شورش کی خبر سن کر جو اس کے نام سے سکہ اور خطبہ جاری کرنا چاہتے تھے دلیری دِکھائی، اور لشکر آراستہ کر کے کابل سے پنجاب پہنچ گیا۔ یہاں فتنہ و فساد کرنے لگا۔ اس علاقہ کے لوگوں کو بہت نقصان پہنچایا، خوب تکلیفیں دیں۔ اکبر نے الله تاش سے کوچ کر کے پختہ ارادہ کر لیا کہ اس بار کابل جا کر مرزا کی ایسی تادیب کرے گا کہ اس کے فتنہ و فساد کی آگ بالکل بجھ جائے گی۔ ہر اوّل کے طور پر ایک فوج آگے روانہ کر دی۔ مرزا نے شاہی لشکر کی روانگی کی شہرت سن کر اپنا

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

پنجاب میں رہنا ممکن نہیں سمجھا۔ اس لیے کابل روانہ ہو گیا۔ راستہ میں شاہی فوجوں نے جو مرزا کے تعاقب میں جارہی تھیں شادمان خاں سے جنگ کی۔ یہ شادمان خاں مرزا کے بڑے امیروں میں تھا۔ شادماں خاں شکست کھا کر بھاگ گیا۔ اس کا اور اس کے سپاہیوں کا تمام مال اسباب ہرتال سامان شاہی لشکر کے ہاتھ آ گیا۔ یہاں مرزا کے منشی کے لکھے ہوئے کچھ خط شادماں خاں کی ہرتال میں سے فوج کے سرداروں کے ہاتھ لگے۔ یہ جاسوسی کے لیے دربار میں بھیجے تھے۔ ان میں سے ایک خط خواجہ شاہ منصور دیوان کے نام تھا جو اس کے جواب میں لکھا گیا تھا۔ اکبر نے اپنی فراخ حوصلگی اور نیک ذاتی سے اس سلسلے میں کچھ بھی نہیں کیا۔ اس نے سوچا کہ ایسے وقت میں مخالف لوگ شاہی خیر خواہوں کے اعتماد کو ختم کرنے کے لیے ایسے خط لکھ دیا کرتے ہیں۔ پھر اطلاع ملی کہ خواہ شاہ منصور کے آدمی جو اس کی جاگیر پرگنہ فیروز پور میں رہتے ہیں مرزا حکیم سے ملنا چاہتے ہیں۔ خواجہ سے جب یہ بات پوچھی تو اس نے انکار کر دیا۔ اس سے ضمانت مانگی تو اس نے ضمانت دینے سے بھی عذر کر دیا۔ اب غالب گمان یہ ہو گیا کہ فی الواقع خواجہ کا طور کچھ اور ہی ہے۔ پھر حکومت کے خیر خواہوں کے مشورہ سے سرائے کوٹ کچھواہہ کے پاس جو شاہ آباد اور انبالہ کے بیچ ہے خواجہ کا حلق کھینچ لیا۔

خواجہ شاہ منصور شہزاد کے بڑے لوگوں میں سے تھا۔ خوشبو خانہ کی خدمت اس کے ذمہ تھی۔ اکبر اپنی آدم شناسی کی وجہ سے اس کی قابلیت کے پیشِ نظر اس کو بہت چاہتا تھا۔ مظفر خاں دیوان اعلیٰ اس کی کاردانی اور عقل مندی کی وجہ سے اس سے حسد کرتا تھا۔ اس نے مجبوراً شاہی نوکری چھوڑ دی اور منعم خاں خانِ خاناں کے پاس جا کر نوکر ہو گیا۔ ایک مرتبہ خانِ خاناں نے اس کو جاگیر کے کسی کام کے لیے بنگال سے بادشاہ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ اپنا مقصد بیان کرنے کے انداز سے اس کی کاردانی کا نقش بادشاہ کے دل پر اور زیادہ بیٹھ گیا۔ منعم خاں کے فوت ہونے کے بعد اکبر نے اس کو اپنے پاس بلوا کر دیوانِ اعلیٰ اور وزارت کے منصب سے سرفراز کیا۔ مختصر سی مدت میں ہی وہ اپنی صحیح رائے اور تدبیر سے اونچے عہدوں پر پہنچ گیا۔ مگر چونکہ معاملات میں لوگوں کو تنگ کرتا تھا، ان سے بدسلوکی کیا کرتا تھا اس لیے خدمت سے ہٹا کر قید کر دیا گیا۔ پھر کچھ عرصہ بعد اس مرتبہ پر فائز ہو گیا اور اب کچھ بدخواہوں کے منصوبہ سے اس حالت پر پہنچ گیا۔ اگرچہ لوگوں کی زبان پر یہ بات تھی کہ یہ تمام منصوبہ راجا ٹوڈرمل کا تھا مگر یہ غلط

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

ہے۔شاید دوسرے لوگوں نے یہ بات گھڑی ہوگی۔

اس کے قتل کیے جانے کے دو دن بعد اس کے بے گناہ ہونے کی بادشاہ کو خبر ہوئی۔اس کو بہت افسوس ہوا،مگر لوگوں کو اس کی سخت گیری اور تنگی سے نجات مل گئی تھی اس لیے سب خوش تھے۔ابیات:

لوگوں پر سختی مت کر/ کیونکہ ہر سختی کرنے والے پر کوئی دوسرا سختی کرنے والا ہوتا ہے/ لوگوں کو آسانیوں میں رکھ اسی طرح زندگی بسر کر/ جو آسانیاں دیتا ہے وہ آسانی سے ہی زندگی گزارتا ہے۔

القصّہ اکبر نے منزلیں طے کر کے سندھ ندی کے کنارہ پر پڑاؤ ڈالا۔جس جگہ سندھ ندی اور کابل کی ندی نیلاب ملتی ہیں وہاں ایک مضبوط قلعہ بنوانے کا حکم صادر کیا۔ندی پر ایک پہاڑی پر قلعہ کی بنیاد رکھی۔اس کی عمارت سنگ خارا کی بننا قرار پائی۔اب فرہاد شعار فاراتراش پتھر تراشنے لگے۔نادرہ کار دانشمندوں نے قلعہ کا نقشہ بنایا اور معمار برج اور دیگر عمارتیں دیواریں تعمیر کرنے لگے۔بہت فنکاری اور کاری گیر دِکھائی۔سن چھبیس جلوس میں یہ تعمیر شروع ہوئی اور شمس الدین کے اہتمام میں دو سال کے عرصہ میں یہ بلند قلعہ اور شہر پورا بن گیا۔اٹک بنارس اس کا نام رکھا۔بے شک یہ بہت مضبوط قلعہ ہے۔سندھ ندی کی اس کے چاروں طرف خندق ہے۔بہت پختہ حصار ہے۔یہاں کی آب و ہوا معتدل ہے۔ہندوستان اور خراسان کے درمیان واقع ہے۔یہ سرکشوں کو ڈرانے کے لیے سرکوب ہے۔

صاحبِ فکر انجینئر اور عقل مند معمار خاقانِ زماں اکبر نے اس مضبوط قلعہ کے باوجود اس کے نیچے ندی کے لیے ایک عجیب پل بنوانا تجویز کیا۔یہ پل سدِ سکندری کا مقابلہ کرتا تھا تا کہ کوئی قلعہ میں نہ جائے اور وہاں سے ندی پار کرنے کا راستہ بند ہو جائے۔ترجمہ نظم:

پہاڑی پر ایک مضبوط قلعہ بنایا/ اور ندی اس کی خندق بنی/ قلعہ کو اُونچائی آسمان تک پہنچی ہوئی تھی/ اس کے برج آسمان کے برج کے برابر اُونچے تھے۔

القصہ اکبر قلعہ اٹک بنارس کی بنیاد رکھ کر آگے روانہ ہو گیا۔یہاں سے محمد حکیم مرزا کو نصیحتوں پر مشتمل ایک فرمان صادر کیا۔اس کے مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ ہندوستان جیسا لمبا چوڑا ملک جس میں کتنے ہی سکے اور خطبے والے سلطان ہوا کرتے تھے پورا کا پورا ہمارے قبضہ اور تصرف میں آ گیا ہے۔زمانے بھر کے بڑے بڑے حاکم ہماری بارگاہ میں نیاز مندی کے ساتھ حاضر ہوتے ہیں۔اس خاندان کے تمام ہی والا شکوہ سلطانوں کے برابر ہیں اور حکومت

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

کیا کرتے ہیں۔ لہٰذا ہمارا بھائی مرزا ایسی حکومت سے کیوں بے بہرہ رہے۔ اگر چہ بزرگوں نے چھوٹے بھائی کو بیٹا مانا ہے، مگر میں سمجھتا ہوں کہ بیٹا تو ہو بھی اور نہ بھی ہو، مگر بھائی کہاں مل سکتا ہے۔ بھائی سمجھداری کی یہی بات ہے کہ نادانی اور غفلت کی نیند سے بیدار ہو جاؤ اور ہم سے ملاقات کر کے ہمیں خوش کرو۔ اب اور ہم کو اپنے دیدار کی دولت سے اور خود کو حکومت کی دولت سے محروم مت رکھو۔

مگر محمد حکیم مرزا نے گھر کو آگ لگانے والے خوشامدیوں کی صحبت کی وجہ سے بادشاہ کی اس قدر مہربانی کے باوجود اس کا عنایت آمیز فرمان آنے کے باوجود اکبر کا ذرا بھی حکم نہ مانا۔ اس کی کوئی بات نہ سنی۔ اس نے یہ طے کیا کہ درّہ خیبر کو قلعہ کابل تک خوب مضبوط کر کے ضابطہ کر کے جنگ کے لیے تیار ہو جائے یا بنگش کے راستے ہندوستان جا کر شورش کرے۔ مرزا ابھی یہی سوچ رہا تھا، صلاح کاروں سے مشورے چل رہے تھے کہ شہزادہ سلطان مراد بطور ہراول کے کابل کے نواح میں پہنچ کر مرزا سے جنگ کے لیے تیار ہو گیا۔ جنگ ہوئی اور مرزا کو شکست ہوگئی۔ وہ غور بندر کی طرف چلا گیا۔ اس نے یہ ارادہ کیا تھا کہ توران کے حاکم سے پناہ لے اور پھر وہاں سے اس کی مدد اور کمک لے کر آئے۔ اس دوران خاقانِ اکبر نے کابل جا کر منزل کی۔ وہاں کی منزلیں قلعہ شہر سب سجاوٹ سے مسرور ہو گئے۔ محمد حکیم مرزا کے اس قدر قصور کرنے کے باوجود اکبر اپنے لطف اور مہربانی سے کابل اس کو مرحمت کر کے واپس ہندوستان آ گیا۔ مرزا واپس کابل جا کر خدمت کرنے لگا۔

چونکہ مرزا شراب کا عادی تھا۔ شراب نوشی کی کثرت سے ایک مزمن بیماری میں مبتلا ہو گیا تھا۔ مغلوب طبیعت کا شخص ہونے کی وجہ سے خود پر قابو نہ پاسکا اور نتیجہ میں کچھ ہی عرصہ میں اس کی زندگی کا جام لبریز ہو گیا۔ بیت:

ہے سمجھ تجھ میں تو مت ہونا کبھی غرقِ شراب
سلطنت کتنوں کی اس سیلاب نے کر دی خراب

مرزا سلطنت کے بعد اس کے بعد اس کے بیٹوں کا یہ ارادہ تھا کہ والیِ توران عبداللہ خاں کے پاس چلے جائیں۔ اکبر کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے صلہ رحمی سے ان کی دل جوئی کا فرمان صادر کیا۔ راجا مان سنگھ کو مرزا کے پسماندہ لوگوں کی دل داری، تسلی اور دلاسا کے لیے

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

مقرر کیا۔ شاہی پرچم بھی کابل کی طرف روانہ ہوگئے۔ جب راولپنڈی کے علاقہ میں شاہی ڈیرے لگتے تو راجا مان سنگھ جو پہلے سے کابل گیا تھا گیارہ سالہ کیقباد مرزا اور چار سالہ افراسیات مرزا کو جو محمد حکیم مرزا کے بیٹے تھے، اپنے ساتھ لے کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اکبر نے یتیم نوازی کرتے ہوئے ان پر بڑی مہربانیاں کیں۔ ان کی تربیت اور پرورش پر توجہ دی۔ کابل کے اور امیر بھی بساط بوسی کے شرف سے مشرف ہوئے۔ ان پر بھی کرم فرمائی کی گئی۔ راجا مان سنگھ کابل کی صوبہ داری سے سرفراز ہوا۔

راجا بیر بر (بیربل) کا مارا جانا

جب سندھ ندی کے کنارے شاہی ڈیرے ڈلے تو زین خاں کوکہ کو بڑے لشکر کے ساتھ انوش یوسف زئی کے استیصال اور ولایت سواد بجور کو مسخر کرنے کے لیے متعین کیا گیا۔ شیخ فرید رنجارنی بخشی کو میدانی علاقے کے افغانوں پر یورش کرنے کے لیے رخصت کیا۔ شیخ وہاں لوٹ مار کرکے واپس آ گیا۔ زین خاں افغانوں کو قلع قمع کرنے کی تیاری کرکے کوہستان میں داخل ہوگیا۔ بادشاہ کو اطلاع ملی کہ جب تک زین خاں کی مدد کے لیے اور فوج متعین نہیں ہوگی تب تک افغانوں کو ختم کیا جانا ممکن نہیں ہے۔ راجا بیربل اور شیخ ابوالفضل نے اس خدمت کو ادا کرنے کی درخواست کی۔ بادشاہ نے دونوں کے نام قرعہ ڈالا۔ اتفاق سے راجا کے نام قرعہ نکل آیا۔ لہٰذا راجا ندکور اور حکیم ابوالفتح کو زین خاں کی مدد کے لیے رخصت کیا۔ زین خاں نے راجا کو ساتھ لے کر اس کے مشورہ سے پہلے بجور کی ضبطی کا انتظام کیا۔ وہاں کے بڑے مکھیا لوگوں نے خدمت گزاری کا طوق اپنی گردن میں ڈال لیا اور رعایا بننا پسند کرلیا۔ اس کے بعد سواد پر لشکر کشی کی گئی۔ افغانوں نے درّہ کے اوپر چڑھ کر اولوں کی طرح تیر برسائے، بندوقوں کی باڑھ ماری۔ زین خاں نے اپنی تلوار کے بل پر درّوں سے گزر کر قلعہ بنالیا اور ان لوگوں کی بنیاد اُکھاڑنے لگا۔ اس دوران زین خاں اور راجا بیربل میں مخالفت اور نفاق پڑ گیا۔ مخاصمت کی آگ دہکنے لگی۔ جھگڑے اور تکرار کی بات درمیان میں آ گئی۔ بیت:

جب جھگڑے کی آگ دہکنے لگتی ہے تو
اس کی تپش سے آس پاس بھی جو کچھ ہو سب جل جاتا ہے

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

زین خاں کی مرضی یہ تھی کہ کچھ لوگوں کو قلعہ میں چھوڑ کر آگے بڑھا جائے۔ مگر راجا اس بات پر راضی نہیں ہوا اور یہ طے پایا کہ جس راستے سے آئے ہیں اسی سے واپس ہو جائیں۔ چنانچہ اس صلاح مشورہ کے بعد واپس ہوئے۔ راجا آگیا آگے چل دیا اور جہاں طے ہوا تھا وہاں پڑاؤ نہیں کیا بلکہ وہاں سے آگے روانہ ہو گیا۔ جس دن لوگوں نے پہلے سے وہاں جاکر خیمے لگا لیے تھے انھیں مجبوراً وہاں سے اپنے خیمے باندھنا پڑے۔ پیچھے سے زین خاں آیا۔ اس نے یہ صورتِ حال دیکھی تو وہ بھی چل پڑا۔ اب افغانوں نے شاہی لشکر کا یہ خوف و ہراس دیکھ کر ہر طرف سے چڑھائی کر دی۔ عجیب شورش برپا ہو گئی۔ راستہ ایسا تنگ تھا کہ دو سوار بھی پہلو سے پہلو ملا کر نہیں چل سکتے تھے۔ ہاتھی گھوڑے آدمی سب ایک دوسرے پر گر پڑ رہے تھے۔ قیامت جیسا حادثہ پیش آ گیا۔ افغان ہر طرف سے ٹوٹ پڑے اور لشکر پر غالب آ گئے۔ زین خاں نے غیرت اور شجاعت سے جاں نثار کرنا چاہیے۔ مگر اس کے خیر خواہ آڑے آ گئے اور اس آشوب گاہ سے نکال لیے گئے۔ اس تنگ راستہ میں اتنے ہاتھی، اونٹ، گھوڑے، آدمی ایک دوسرے سے اڑے ہوئے تھے کہ سوار ہو کر راستہ پار کرنا دُشوار تھا۔ مجبوراً زین خاں پیدل ہو کر آڑے مال بھاگا۔ بڑی مشکل سے گرتا پڑتا اپنی منزل پر پہنچا۔ افغانوں نے بہت سے لشکریوں کو قتل کر ڈالا۔ بہت سوں کو گرفتار کر لیا۔ ان کے اس قدر لوٹ کا مال ہاتھ لگا کہ اُٹھانے سے عاجز آ گئے۔ اس دن کئی ہزار آدمی مارے گئے۔ زخمیوں کا تو کوئی حساب ہی نہیں۔ اُس دن راجا بیربل اور حسن خاں، بینی، دھرم سنگھ، سنگرام اور بہت سے بادشاہ کے حق شناس آدمی کام میں آ گئے۔

راجا بیربل ہندی شاعری، نزاکت، فہم، جدت طبع، بلند حوصلہ، مزاج دانی، تیز زبانی، سخن سنجی اور نکتہ طرازی میں بے نظیر شخص تھا۔ اس کے عجیب اشعار، نادر باتیں، عجیب و غریب نکتہ، طنز و مزاح کی باتیں ایسے لطیفہ کہ جن سے دل خوش ہو جائے اب تک محفلوں میں زبان زدِ خاص و عام ہیں۔ بڑا بلند ہمّت تھا۔ اس کی کم سے کم سخاوت و فیاضی پانچ سو، ہزار اشرفیاں ہوا کرتی تھیں۔ یہ بادشاہ کا اچھا مصاحب، انیس اور اس کی انجمن کا راز دار تھا۔ سہ ہزاری کے منصب سے سرفراز۔ اس کو بادشاہ سے جو قربت حاصل تھی دوسروں کو نہ تھی۔ ایسے دم ساز ندیم ہمراز مصاحب کے مارے جانے سے جو اپنی سمجھ داری سے اکبر کی طبیعت کی گرہوں کو کھول دیتا تھا جو اکبر کے خیالات کے آئینہ کو صیقل کیا کرتا تھا اس کی محفلوں کا عیش کم ہو گیا۔ اکبر کو یہ جاں سوز

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

سانحہ بہت سخت گزرا۔ بے اختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ بلند آہیں بھرنے لگا۔ دو دن رات ضروری میکافات پر بھی توجہ نہیں دی۔ اپنی زبان سے کہا کہ ابتدائی جلوس سے اب تک کہ تینتیس سال ہو رہے ہیں، ہماری طبیعت پر صدمہ کی ایسی غبار نہیں پڑی ہے۔ تیسرے دن شہزادہ مراد اور راجا ٹوڈرمل کو بہت سارے بہادروں کے ساتھ ان یوسف زئی افغانوں کے قلعہ قمع کے لیے متعین کیا۔ چونکہ یہ خدمت شہزادہ کے شایانِ آن نہ تھی لہٰذا دوسری منزل سے ہی شہزادے کو واپس آ جانے کا حکم دے دیا۔ وہ تو بادشاہ کی خدمت میں آ گیا اور راجا ٹوڈرمل ان لوگوں کی تخریب کے لیے مقرر ہو گیا۔

راجا مان سنگھ افغانوں کا خاتمہ کرنے کے لیے درّہ خیبر میں رنگی تک پہنچ چکا تھا۔ وہ بھی اس کی رفاقت کے لیے متعین ہوا۔ اب زین خاں اور حکیم ابوالفتح بادشاہ کی خدمت میں آ گئے۔ کئی دن تک انھیں کورنش کی بھی اجازت نہیں ملی بلکہ ان پر عتاب ہوا۔ آخر شہزادہ کی سفارش سے انھیں باریابی حاصل ہوئی۔

اکبر کے حکم کی تعمیل میں راجا بیربل کی لاش بہت تلاش کی گئی مگر مل نہ سکی۔ چونکہ اکبر اکبر اس کو بہت چاہتا تھا اس لیے اس کا افسوس اکثر اکبر کی زبان پر آ جاتا تھا۔ اسی دوران عبداللہ خاں کا ایلچی میر قریش اس کے محبت نامہ اور اس علاقہ کی سوغات کیساتھ اکبر کے دربار میں حاضر ہوا۔ اکبر کی طبیعت راجا بیربل کے حادثہ سے مکدرہ تھی۔ مذکورہ ایلچی کو دو تین دن تک باریابی حاصل نہ ہو سکی۔ کئی دن بعد بادشاہ کی خدمت میں حاضری کا شرف ملا۔ کچھ دن بعد حکیم ابوالفتح کے بھائی محمد حکیم ہمام اور خواجہ محمد کو بارخانہ سوغات کا تحویل دار بنا کر اور میر صدر جہاں کو عبداللہ خاں کے نائب اسکندر خاں کے پرسہ کے لیے میر قریش کے ساتھ اس کو خط کا جواب دے کر رخصت کیا۔ وہ جوابی مکتوب جو عبداللہ خاں کو لکھا گیا علامی منہامی شیخ ابوالفضل کا نتیجہ فکر تھا۔ چنانچہ وہ خط بہت مشہور ہے۔

آخر میں اس علاقہ کے سرکشوں کی تادیب و تخریب اور یہاں کے معاملات کا انتظام کر کے اکبر سندھ ندی کے ساحل سے واپس ہندوستان آ گیا۔ راجا ٹوڈرمل کو بارگاہ میں طلب کر کے راجا مان سنگھ کابل میں متعین کر دیا اور یوسف زئی افغانوں کے استیصال کے لیے اسماعیل قلی خاں متعین ہوا۔ اس نے ان سرکشوں کی واقعی تخریب و تادیب کی۔ اکثر سردار اپنی

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

گردن میں رومال ڈال کر حاضر ہوئے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان لوگوں کا قلع قمع جیسا اسماعیل خاں نے کیا کسی اور نے نہیں کیا۔ چنانچہ یہ بات مشہور ہے کہ یوسف زئی لوگ اپنی عورتوں کو روٹی کے بدلہ بیچ بیچ کر چلے گئے۔

والی بدخشاں مرزا سلیمان کا اکبر کی خدمت میں حاضر ہونا اور بدخشاں میں انتشار و پراگندگی ہونا

اس کا سلسلۂ نسب صاحب قران امیر تیمور گورکان تک پہنچتا ہے۔ یہ بدخشاں کا مستقل حاکم تھا۔ اس نے کئی بار بدخشاں سے کابل پر لشکر کشی کی اور شکست کھا کر واپس گیا تھا۔ اس کا بیٹا ابراہیم خاں شجاعت و دلاوری میں طاقت اور فراست فرزانگی میں شہرہ آفاق تھا۔ وہ فوت ہوگیا۔ مرزا سلیمان کو یہ بیٹا بہت ہی عزیز تھا اس لیے اسے اس کا بہت صدمہ ہوا۔ یہ رباعی اس کے حسبِ حال ہے۔ رباعی:

اے لعل بدخشاں تو بدخشاں سے گیا
تو سایۂ خورشید درخشاں سے گیا
دُنیا میں تھا گویا تو سلیماں کی انگوٹھی
افسوس کہ تو دستِ سلیماں سے گیا

ابراہیم مرزا کے فوت ہونے کے بعد سلیمان کی اپنے پوتے شاہ رُخ مرزا سے نہ بن سکی اور وہ دونوں ایک دوسرے سے پرخاش رکھنے لگے۔ کئی بار آپس میں جنگ بھی ہوئی۔ آخرکار سلیمان مرزا ہزیمت کھا کر کابل آ گیا۔ کچھ وقت محمد حکیم مرزا کے پاس جو اس وقت زندہ تھا گزار، پھر اس نے اکبر سے درخواست کی لہٰذا پچاس ہزار روپیہ نقد اور سامانِ سفر بادشاہ کی طرف سے مرحمت ہوا۔ اسی کے ساتھ اپنے پاس آ جانے کا فرمان بھی صادر ہوا۔ مرزا بے فکری کے ساتھ کابل سے بارگاہِ والا کے لیے روانہ ہوگیا۔ جب دار السلطنت فتح پور کے پاس پہنچا تو حکم ہوا کہ عالی مرتبت امیر اس کے استقبال کے لیے جائیں۔ شاہی حکم کے مطابق فتح پور سے تین کوس پر بڑے بڑے مشہور ہاتھی، سونے چاندی کی زنجیروں اور زربفت منڈھی عمارتوں کے ساتھ کھڑے کردیے گئے۔ دو دو ہاتھیوں کے درمیان ایک ایک گاڑی جن پر مخمل اور

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

زربفت کی پوشش، سونے چاندی کی زنجیریں اور جڑاؤ پٹے لگے ہوئے تھے، ہاتھیوں کے پیچھے بہادر جنگ جو دلاوروں کی آمنے سامنے قطاریں تھیں۔ ایسے مہتمم اور منتظم مقرر کیے کہ کوئی اپنی ذمہ داری سے ذرا پیچھے نہ ہٹے۔ شہر کے گلی کوچوں کو جھاڑ و دے کر پانی چھڑک کر صاف ستھرا کر دیا۔ بازار کی آمنے سامنے دُکانوں کو سجایا۔ یہ بات کہنے میں کوئی تکلیف نہیں کہ سجاوٹ سے شہر کی گلیاں باغ کی گزرگاہ بن گئیں۔ دُکانیں زربفت اور قسم قسم کے قیمتی کپڑوں کی پوشش سے باغِ بہاری سے زیادہ خوبصورت ہو گئیں۔ بیت:

پورا شہر اس طرح سج گیا / کہ پوری سرزمین باغ بن گئی

شہر کے آس پاس سے دُنیا بھر کے لوگ گلی بازار اور راستوں، چھتوں، کوٹھیوں پر تماشے کے لیے اکٹھے ہو گئے۔ خاقانِ زماں اکبر اپنے شہزادوں کے ساتھ سج دھج کر بڑی شان سے ملاقات کرنے کے لیے شہر سے نکلا۔ جب قریب پہنچ گیا تو پہلے اسماعیل اور سلیمان مرزا نے پیدل ہو کر تسلیمات ادا کیں۔ اس کے بعد خاقانِ زماں اکبر نے گھوڑے سے اُتر کر مہربانی سے سلیمان کو گلے سے لگا لیا۔ گھر لا کر ضیافت اور مہمان داری کے بعد اپنی کمک اور بدخشاں کی تسخیر کی خوشخبری سنائی۔ کچھ دن بعد بنگال کی صوبہ داری تجویز کی مگر مرزا نے وہ قبول نہیں کی۔ بلکہ مکہ معظمہ کی زیارت کے ارادہ سے روانہ ہو گیا۔ راستہ کے خرچ کے لیے ستر ہزار روپیہ مرحمت ہوئے۔

حج کی سعادت حاصل کر کے مرزا سلیمان نے اسی راستہ سے بدخشاں جا کر شاہ رُخ مرزا سے جنگ کی اور پھر شکست کھا کر توران کے حاکم عبداللہ خاں کے پاس جا کر پناہ لی۔ عبداللہ خاں کو ان کے نفاق کا پتہ چل گیا تو اس نے لشکر مقرر کر کے بدخشاں کو ان کے قبضہ سے چھین کر اپنے آدمیوں کے حوالہ کر دیا۔ اب سلیمان مرزا اور شاہ رُخ مرزا دونوں جلا وطن ہو کر کابل آ گئے۔ بیت:

حکم رانی کا ہے باعث اتفاق
ختم کرتا ہے حکومت کو نفاق

اس وقت محمد حکیم مرزا زندہ تھا لہٰذا انھوں نے کابل میں رہنا پسند نہیں کیا اور درگاہ والا میں آ گئے۔ ان پر بہت کرم فرمائیاں ہوئیں۔ کچھ دن بعد سلیمان مرزا بھی راجا مان سنگھ کے وسیلہ سے شاہی بارگاہ میں حاضر ہو گیا اور تین سال بعد اس ملک آخرت کو راہی ہو گیا۔ سلیمان مرزا نے

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

اگر چہ کابل میں رہنے کے دوران محمد حکیم مرزا کی اعانت سے لشکر فراہم کر کے کئی بار بدخشاں پر چڑھائی کی، مگر کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ سن چونتیس جلوس والا میں محمد زمان نام کے ایک شخص نے اپنے آپ کو شاہ رُخ مرزا کا بیٹا بتا کر بدخشاں میں شورش برپا کر دی۔ اس نے توران کے والی عبداللہ خاں کے بیٹے عبدالمومن سے کئی بار جنگ کی۔ آخری بار فتح حاصل کر کے بدخشاں پر قابض ہو گیا۔ کافی عرصہ تک اس ولایت پر حکومت کی۔ آخر عبداللہ خاں والی توران نے بھاری لشکر متعین کر کے محمد زماں کو بدخشاں سے نکال دیا۔ اس ولایت کو پھر اپنے قبضہ میں کر لیا۔

محمد زمان بدخشاں سے نکل کر کابل پہنچ گیا۔ اس نے ضرورتاً ظاہر کیا کہ اکبر کی بارگاہ میں روانہ ہو رہا ہے اور باطن میں فساد کا ارادہ کیا۔ اس وقت قاسم خاں دربار سے روانہ ہو کر کابل پہنچا تھا۔ اس نے محمد زماں کی بہت خاطر مدارات کی مگر اس کو نظر بند رکھ کر دربار میں بھیجنا چاہتا تھا۔ محمد زماں نے موقع پا کر قاسم خاں کو قتل کر دیا اور محمد ہاشم کے بھی مارنے کا درپے ہو گیا۔ اس نے اپنے باپ کے قتل کی اطلاع پا کر اپنے آدمیوں کو اکٹھا کر لیا اور محمد زماں کو اپنے باپ کے خون کے قصاص میں سخت اذیت پہنچا کر مار ڈالا اور جتنے بدخشی کابل میں تھے سب کو تلوار کے گھاٹ اُتار دیا۔ اس طرح اس علاقے سے محمد زمان خاں کی شورش رفع ہو گئی اور بدخشاں میں عبداللہ خاں کا بیٹا عبدالمعین مستقل حاکم بن گیا۔

چونکہ عبدالمعین جوانی کی شراب میں مست اور نادانی کی مے سے مدہوش تھا اس لیے اس نے گستاخی سے خاقانِ زماں اکبر کی بیٹی کی درخواست کی۔ اپنے ایلچی بھیجے۔ جب وہ ایلچی تھشب ندی پار کر رہے تھے اس وقت اتفاق سے دریا کی سخت موجوں سے ان کی کشتی ڈوب گئی، لیکن گستاخی سے اس نے جو مکتوب اکبر کو لکھا تھا وہ اس کی نظروں سے گزرا۔ اب سب لوگ یہ کہنے لگے کہ مذکورہ ایلچیوں کی کشتی اکبر کے اشارے سے ڈبوئی گئی ہے۔ اگر ایسا ہوا بھی ہو تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ عبداللہ خاں کو اپنے بیٹے کی اس بے روی کا سن کر بہت افسوس ہوا۔ اس نے اپنی طرف سے معذرت اور بیٹے کی نادانی کا ایک خط مولانا حسینی کے ساتھ بارگاہ میں بھیجا۔ اگر چہ مولانا حسینی بارگاہ میں پہنچنے کے بعد کسی ابتلا میں مبتلا ہو کر جاں بحق ہو گیا لیکن اکبر نے حقیقت آگاہ بڑے لوگوں کی طرح عبداللہ خاں کے خط کا جواب لکھ کر روانہ کیا اور اخلاص و محبت کی بنیاد کو مضبوط کیا۔

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

ولایت دل کشا کشمیر جنت نظیر کی فتح

کشمیر کا حاکم یوسف خاں ہمیشہ اطاعت اور فرماں برداری کا اظہار کرتے ہوئے ہر سال مناسب پیشکش بھیجا کرتا تھا۔ اس نے سن تین جلوس میں اپنے بیٹے یعقوب خاں کے ساتھ کافی پیشکش دربار میں بھیجی تھی۔ کچھ دن وہ بادشاہ کی خدمت میں رہا پھر اپنی طبیعت کی گھبراہٹ اور وحشت سے بادشاہ کی اجازت لیے بغیر کشمیر بھاگ گیا۔ جب یہ بات بادشاہ کو معلوم ہوئی تو اس نے یوسف خاں کے نام ایک پیغام بھیجا کہ اس کی خیریت اور اس کی ولایت کی بہتری اسی میں ہے کہ وہ خود یہاں آ کر دربار میں حاضری دے دیا اپنے بیٹے کو اس چوکھٹ پر بھیجے۔ اس نے زمیندارانہ عذر معذرت کی عرضی بھیج دی۔ لہٰذا اکبر کے دل میں اس ولایت کا پختہ ارادہ ہو گیا۔ شاہ رُخ مرزا، راجا بھگوانت داس، شاہ قلی خاں محروم اور دوسرے امیر اس خدمت کے لیے متعین ہوئے۔ بھیر کے راستے سے برف کی کثرت، سخت سردی، دشوار گزار راستے سے پہاڑوں کو پار کرنا شاہی لشکروں کے لیے مشکل تھا لہٰذا رہبروں کے مشورے سے پکلی کے راستے سے روانہ ہوئے۔ بڑی مشکل سے یہ سخت راستہ طے کر کے کشمیر پہنچے۔ یوسف خاں میں مقابلہ کی تاب نہ تھی۔ وہ اکثر شاہی امیروں سے ملاقات کرنا چاہتا تھا اگر کشمیریوں کے ڈر سے نہ آ سکا۔ آخر مقابلہ کی جگہ کا معائنہ کرنے کے بہانے سے آ کر شاہی امیروں سے ملاقات کی۔ اس بات کی اطلاع پر کشمیری حسین جگ کو حاکم بنا کر جنگ کے لیے تیار ہو گئے۔ اس دوران یوسف خاں کا بیٹا یعقوب خاں باپ سے الگ ہو کر کشمیر چلا گیا۔ کشمیری حسین جگ کا ساتھ چھوڑ کر یعقوب خاں کے پاس چلے گئے اور اس کو شاہ اسماعیل کا خطاب دے کر پہاڑوں کی چوٹیوں کو مضبوط کر کے شاہی لشکر سے جنگ کرنے کے لیے صف بندی کر لی۔ اس کی خبر بارگاہ والا جاہ میں پہنچی تو شاہ رُخ مرزا اور راجا بھگونت داس کے نام فرمان جاری ہوا کہ اگرچہ یوسف خاں نے آ کر ملاقات کر لی ہے مگر جب تک کشمیر مسخر نہ ہو جائے جنگ وجدال نہ روکا جائے۔ چنانچہ فیروز اثر لشکر تیار ہو کر کشمیر کی طرف متوجہ ہو گیا۔ قریب پہنچنے پر سخت جنگ ہوئی۔ کشمیریوں نے مغلوب ہو کر ملاقات کی اور خاقانِ زماں اکبر کے نام کا سکّہ اور خطبہ مقرر کر دیا۔ اسی کے ساتھ ریشم وہاں کے شکاری جانور بھی جو اصل محصول ہوتا ہے مقرر رہوا۔ یوسف خاں

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

نے شاہ رُخ مرزا اور راجا بھگونت کے وسیلہ سے بارگاہِ والا میں آ کر ملازمت کی سعادت حاصل کی۔ اس پر خوب عنایتیں ہوئیں۔

شاہ میر

بادشاہوں کی تاریخ کا کے طالبوں میں یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ ساہو نام کا ایک شخص کتنا گتنا کی نسل کا جو خود کو شاہِ دین طاہر ولد نیک روز کہا کرتا تھا راجا سہد یو کا نوکر تھا۔ یہ راجا ارجن پانڈوؤں کی اولاد میں سے تھا۔ اُس شخص نے عرصہ دراز تک اچھی خدمات انجام دیں۔ جب راجا فوت ہو گیا تو اس کا بیٹا وہاں حکومت کرنے بیٹھا۔ اس نے شاہ میر ولد ساہو مذکور کو اپنا وکیل سلطنت اور مدار علیہ بنا دیا۔ اس کے بیٹوں کو جن میں سے ایک کا نام جمشید اور دوسرے کا علی شیر تھا ترقی دی، بہت سے معاملات میں انھیں دخیل بنا دیا۔ شاہ میر کے دو بیٹے اور تھے۔ ایک کا اثر رنگ اور دوسرے کا ہندال نام تھا۔ ان دونوں کو بھی دعویٰ تھا۔ جب شاہ میر اور اس کے بیٹوں کو اعتبار حاصل ہو گیا تو وہ راجا سے الگ ہو گئے اور سپاہ و رعایا کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ بغیر کسی بات کے راجا سے رنجیدہ ہو گئے۔ راجا نے ان کو اپنے محل میں آنے سے منع کر دیا۔ ابشاہ میر اور اس کے بیٹے چھا گئے۔ کشمیر کے تمام پرگنوں کو انھوں نے اپنے تصرف میں لے لیا۔ راجا کے اکثر نوکروں کو اپنے ساتھ ملا کر روز بروز طاقت اور قوت حاصل کرتے گئے۔ راجا زبوں اور مغلوب ہو گیا اور سن سات سو سینتالیس میں طبعی موت مر گیا۔

راجا کے مرنے کے بعد اس کی بیوی کوکنا دیوی نے اس کی جگہ استقلال سے حکومت کرنا چاہی۔ اس نے شاہ میر کو پیغام بھیجا کہ ہمارے بیٹے کو حاکم بنا کر ممالک کا صحیح صحیح بندوبست کر کے مدار علیہ بنایا جائے۔ مگر شاہ میر نے یہ بات قبول نہ کی اور جنگ کے لیے تیار ہو گیا۔ شورش اور فساد کرنے لگا۔ القصہ رانی مذکور اور شاہ میر میں سخت جنگ ہوئی۔

چونکہ الٰہی مشیت یہ تھی کہ اس ولایت سے ہندوؤں کی حکومت ختم ہو جائے اور مذہب اسلام کا رواج ہو۔ اتفاق سے میدانِ جنگ میں رانی کے بہت سے سپاہی مغلوب ہو کر فرار ہو گئے۔ رانی کوکنا دیوی بھی شاہ میر کے آدمیوں کے ہاتھوں میدانِ جنگ میں گرفتار ہوئی اور مجبوراً اسلام قبول کر کے شاہ میر سے نکاح کر لیا۔ شاہ میر مظفر و منصور ہو گیا۔ اس نے ولایت

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

میں اپنے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کر دیا اور سلطان شمس الدین خطاب اختیار کیا۔ سن سات سو سینتالیس سے کشمیر میں اسلام کا رواج ہو گیا۔ اس کی مدّتِ سلطنت تین سال اور کچھ مہینے ہوئی۔

سلطان جمشید ولد سلطان شمس الدین شاہ میر:

باپ کے بعد مسند آرا ہوا۔

علی شیر علاء الدین ولد سلطان شمس الدین:

یہ اپنے بھائی کے بعد مسند آرائے حکومت ہوا۔ اس نے بارہ سال سات مہینے حکومت کی۔

سلطان شہاب الدین عرف سراسالک ولد شمس الدین:

اس کی مدت حکومت آٹھ سال۔

سلطان سکندر بت شکن ولد سلطان قطب الدین

یہ سن سات سو پچاسی میں فرماں روائی کی مسند پر بیٹھا۔ بت توڑنے اور مندر ڈھانے کا اسے بہت شوق تھا۔ اس نے ایک دفعہ کشمیر کے پاس مہادیو کا مندر ڈھا دیا۔ اس میں سے ایک پتھر کی تختی نکلی۔ ہندی خط میں اس پر یہ لکھا ہوا ملا کہ ایک ہزار ایک سو سال کے بعد اس مندر کو سکندر نام کا ایک شخص ڈھائے گا۔ اس بات کی اطلاع ملنے پر سلطان کو بہت افسوس ہوا۔ اس نے کہا کاش وہ تختی دروازہ پر لگی ہوتی تا کہ میں اس مندر کو نہیں ڈھاتا اور نجومیوں کا یہ قول باطل ہو جاتا۔ القصہ یہ حاکم بہت متعصب تھا۔ اس نے مندر ڈھا کر اکثر برہمنوں کو زبردستی مسلمان بنا لیا۔ بہت توڑنے کی وجہ سے اسے بت شکن کہا کرتے تھے۔

جب صاحب قران امیر تیمور گورکان نے ہندوستان میں پڑاؤ ڈالا تو اس کے لیے ایک ہاتھی بھیجا تھا۔ اس نے فخر سمجھتے ہوئے تیمور کی اطاعت و فرماں برداری کر لی اور اس کے لیے پیشکش بھیجی۔ اس کی مدتِ حکومت بائیس سال دو مہینے ہوئی۔

سلطان علی عرف میراں شاہ ولد سلطان سکندر بت شکن

یہ باپ کے بعد مسندِ حکومت پر بیٹھا۔ اپنے بھائی شاہی خاں کو مدار علیہ بنا دیا۔ اس کو وزیر مقرر کیا اور کچھ عرصہ بعد شاہی خاں کو اپنا ولی عہد بنا کر کشمیر میں چھوڑ کے خود راجا جموں پر جو اس کا

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

سسُر بھی تھا چڑھائی کرنے چلا گیا۔ روانہ ہونے کے بعد کچھ لوگوں کے بہکانے پر اپنے بھائی کو ولی عہد بنانے سے اس کو پشیمانی ہوئی اور واپس چلا آیا۔ پھر راجوری کے راجا کی مدد سے کشمیر پہنچ کر واپس قابض ہوا۔ اس کا بھائی شاہی خاں کشمیر سے نکل کر سیالکوٹ چلا گیا۔ اُن دنوں جسرتھ کھوکھر صاحب قراں کی قید سے بھاگ کر پنجاب چلا گیا تھا۔ ایک دفعہ علی شاہ ٹھٹھ فتح کر کے واپس کشمیر جارہا تھا۔ جسرتھ کھوکھر راستے میں حائل ہوگیا۔ جنگ کے بعد اسے گرفتار کر کے اس کا مال اسباب لوٹ لیا۔ شاہی علی خاں سیالکوٹ پہنچ کر جسرتھ کھوکھر سے مل گیا۔ اس کو ساتھ لے کر شیر علی شاہ پر چڑھائی کی۔ علی شاہ بھاری لشکر کے ساتھ نکلا۔ سخت جنگ ہوئی۔ دونوں طرف سے بہت سے لوگ مارے گئے۔

کہتے ہیں کہ اس جنگ میں کچھ جسم بغیر سر کے اُٹھ کر چلنے لگے۔ ہندوؤں کا ماننا ہے کہ جب دس ہزار آدمی مارے جاتے ہیں تو ایک دھڑ بغیر سر کے چلنے لگتا ہے۔ آخر کار سلطان علی شاہ شکست کھا کر بھاگ گیا۔ اس کی حکومت کا زمانہ چھ سال اور کچھ مہینے ہوا۔

سلطان زین العابدین عرف شاہی خاں

یہ مظفر و منصور ہو کر حکومت کی مسند پر بیٹھا۔ اس نے اپنے بھائی محمد خاں کو اپنا وزیر مقرر کیا۔ یہ عدل پرست، انصاف پسند شخص تھا۔ رعایا اس سے خوش ہوگئی۔ جو برہمن سلطان سکندر کے زمانے میں نکل گئے تھے جلاوطن ہوگئے تھے واپس وطن میں آ کر آباد ہوگئے۔ اپنے مندروں اور بستیوں میں چلے گئے۔ سلطان نے برہمنوں کو تاکید کی کہ جو کچھ اس کے دھرم گرنتھوں میں لکھا ہے اسی وِدھی کے انوسار عمل کریں۔ اس کے خلاف کچھ نہ کریں۔ برہمنوں کے دستور کے مطابق تلک لگانے اور عورتوں کو ستی کرنے کی پھر سے شروعات ہوگئی۔ سلطان سکندر نے جس برہمنوں کو زبردستی مسلمان بنالیا تھا انھوں نے اسلام چھوڑ کر واپس ہندو مذہب اختیار کرلیا۔ سلطان سکندر نے سونے چاندی تانبے کی جن مورتیوں کو توڑ کر سکہ بنوا لیے تھے وہ انھیں دے دیے۔

سلطان نے ہندوؤں کو یہ تمام رعایت اس وجہ سے دی تھیں کہ وہ جوگیوں کا بہت احترام کرتا تھا۔ ان سے علم حاصل کرتا تھا۔ کہتے ہیں کہ ایک بار سلطان بہت بیمار پڑ کر ہلاک ہوگیا تھا۔

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

اسی وقت ایک جوگی آیا۔ سلطان کی زندگی سے قطع نظر کہ اس کی روح نکل چکی تھی، جوگی خلع بدن جانتا تھا۔ اس نے اپنی روح نکال کر سلطان کے قالب میں ڈال دی اور وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ سلطان کے قریبی لوگوں نے سلطان کو تو صحیح تندرست پایا اور اس جوگی کو مردہ بے جان سمجھا۔ جوگی بے شئیہ اس کے جسم کو استھل جہاں جوگی رہتا تھا اُٹھا لے گئے اور سلطان کا قالب جس میں جوگی کی رُوح تھی سلطنت کرتا تھا۔ اس لیے وہ ہندوؤں کے مذہب کی رعایت کرتا تھا۔ ان کے رسم و رواج کو جاری کرتا تھا۔ چونکہ زندگی جاوید نہیں ہوتی، کسی بھی مخلوق کی قسمت میں یہ بات ہے ہی نہیں۔ آخر وہ اپنی طبعی موت مر گیا۔ اس کی مدّتِ حکومت اڑتالیس سال ہوئی۔

سلطان حیدر ولد سلطان زین العابدین:

یہ چار سال دو مہینے سلطان رہا۔

سلطان حسین ولد سلطان حیدر:

اس نے دو سال کچھ دن حکومت کی۔

سلطان محمد شاہ ولد سلطان حسین

یہ سات سال کا ہی تھا کہ باپ کے بعد مسندِ حکومت پر متمکن ہو گیا۔ اس دن تمام سونا چاندی ہتھیار اسباب کپڑے وغیرہ سب اس کے سامنے رکھے گئے۔ اس نے کسی چیز کی طرف التفات نہیں کیا۔ بس ان ہی سے ایک تیر کمان ہاتھ میں لے لیا۔ موجودہ لوگوں نے اس بات کو اس کی بزرگی اور بہادری کی دلیل سمجھا۔ کچھ عرصہ بعد جموں کے راجا پرس رام سے سازش کر کے جو پنجاب کے حاکم تاتار خاں کے خوف سے جس کو سلطان بہلول نے مقرر کیا تھا کشمیر آ گیا تھا۔ سلطان کے وزیر کو قتل کر دیا۔ سلطان نے تاتار خاں سے کمک مانگ کر مخالفوں کی تادیب کی۔ اس کی حکومت کی مدت دو سال سات مہینے ہوئی۔

سلطان فتح شاہ ولد آدم خاں ولد زین العابدین

اس نے تاتار خاں سے کمک لے کر سلطان محمد شاہ سے جنگ کر کے فتح حاصل کر لی۔ کشمیر کو اپنے قبضہ میں لے لیا اور اپنے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کر دیا اور سلطان محمد شاہ شکست

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

کھا کر ہندوستان آ گیا۔ نو سال بعد سلطان محمد شاہ پھر کشمیر پہنچا اور سلطان فتح شاہ پر فتح پا کر نئے سرے سے مسندِ حکومت پر بیٹھ گیا۔ اب فتح شاہ ہندوستان آ گیا اور پھر بارہ سال بعد کشمیر جا کر محمد شاہ پر ظفر پائی۔ اس بار تین سال ایک مہینے حکومت کی۔ اس کے بعد سلطان محمد شاہ نے پھر لشکر فراہم کر کے کشمیر کو مسخر کر لیا اور سلطان فتح شاہ لاہور کی طرف چلا گیا۔ اسی علاقے میں وہ فوت ہو گیا۔ سن آٹھ سو اٹھانوے ہجری میں جب سلطان بہلول کی رحلت ہوئی اور اس کا بیٹا سلطان سکندر ہندوستان کی مسندِ حکومت پر بیٹھا تو فتح شاہ کے نوکروں نے اس کے بیٹے سکندر خاں کو کشمیر میں لا کر سلطنت کا دعویٰ کیا۔ آخر کار وہ شکست کھا کر وہاں سے نکل گیا۔

اس کے بعد سن نو سو بتیس میں ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ سے کمک لے کر پھر کشمیر پہنچا اور کچھ عرصہ میں ہی گرفتار ہو گیا۔ محمد شاہ نے اس کی آنکھوں میں سلائی پھروا کر قید کر دیا۔

محمد شاہ کی مدتِ حکومت پہلی بار دو سال سات مہینے، دوسری بار بارہ سال اور کچھ مہینے اور تیسری بار گیارہ سال گیارہ مہینے اور بائیس دن ہوئی۔ یہ کل مدت چونتیس سال گیارہ مہینے ہوئی۔

فتح شاہ کی حکومت کا زمانہ پہلی بار نو سال، اور دوسری بار تین سال ایک مہینہ۔ ان دونوں سلطانوں کی سلطنت کی مدت چھیالیس سال آٹھ مہینے ہوئی۔

سلطان ابراہیم خاں ولد سلطان محمد شاہ

یہ اپنے باپ کے بعد مسندِ حکومت پر متمکن ہوا۔ کچھ عرصہ بعد ابدال ماکری نے جو اس ولایت کے بڑے امیروں میں سے تھا سلطان سے رنجیدہ ہو کر ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ کے پاس ہندوستان آ کر کہا کہ ولایت کشمیر کو بڑی آسانی سے فتح کیا جا سکتا ہے۔ بس آپ کی کمک مل جائے۔ ابدال ماکری ایک خوش قد، خوبصورت، خوش کلام اور خوش شخص تھا۔ بابر نے اس کی صورت اور سیرت کو پسند کرتے ہوئے کہا کہ کیا جنگل میں بھی ایسے آدمی پیدا ہو جاتے ہیں؟ آخر اس کو کمک مرحمت کر دی۔ اس نے کشمیر کے پاس جا کر سلطان کو پیغام دیا کہ بابر بادشاہ کی شوکت اور صلابت ایسی ہے کہ اس نے ہندوستان کے حاکم ابراہیم لودی کو ایک لاکھ آدمیوں کے ساتھ خاک میں ملا دیا، تیرا تو شمار ہی کیا ہے۔ بہتر یہی ہے کہ بابر کی اطاعت قبول کر لے۔

اس نے یہ بات نہیں مانی۔ جنگ ہوئی اور سلطان میدانِ جنگ میں مارا گیا۔

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

برادر تارک شاہ

ابدال باکری نے فتح ونصرت کے بعد تارک شاہ کے بھائی کو حکومت کی مسند پر مقرر کر دیا۔ اس کی مدتِ حکومت پچیس دن ہوئی۔

تارک شاہ

سلطان تارک شاہ نے اپنے بھائی کے مارے جانے کے بعد ابدال باکری کے اتفاق سے حکومت پائی۔ جب ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ اس جہانِ فانی سے رحلت کر گیا اور نصیر الدین محمد ہمایوں بادشاہ تخت آرائے حکومت ہوا تو بادشاہ کے چھوٹے بھائی کامران مرزا نے پنجاب سے کشمیر پر لشکر کشی کی۔ جنگ ہوئی اور بہت سے کشمیری تلوار کے گھاٹ اُتار دیے گئے۔ فتح مند شاہی لشکر کشمیریوں کا اکثر مال واسباب لوٹ کر واپس ہو گیا۔ سن نو سو اُنتالیس میں سلطان ابوسعید والی کاشغر نے اپنے بیٹے حیدر مرزا کاشغری کو بارہ ہزار سوار ساتھ دے کر کشمیر بھیجا۔ اس نے تین مہینے تک کشمیر اور اس کے مواضعات میں لوٹ مار کی۔ پرانی عمارتوں کو ڈھایا۔ پوری ولایت میں بڑی افراتفری مچ گئی۔ بہت سے لوگ مارے گئے اور جنگ بھی ایسی کی کہ میدانِ جنگ میں بہت سے جسم بغیر سر کے حرکت کرنے لگے۔ آخر کار سکندر خاں مصالحت کر کے واپس چلا گیا۔ کچھ عرصہ بعد تارک شاہ فوت ہو گیا۔ اس کی مدتِ حکومت پندرہ سال ہوئی۔

سلطان شمس الدین ولد تارک شاہ:

یہ چھ مہینے حاکم رہا۔

مرزا حیدر کاشغری

یہ ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ کا خالوزاد بھائی تھا۔ کاشغری سے نصیر الدین محمد ہمایوں (کتاب میں ظہیر الدین محمد ہمایوں لکھا ہے) بادشاہ کی خدمت میں آگرہ آ گیا۔ بادشاہ جب شیر شاہ سے شکست کھا کر لاہور چلا گیا تو حیدر مرزا، ابدال باکری، حاجی جگ، رنگی جگ اور کشمیر کے دوسرے امیروں کی تحریک سے بادشاہ سے رخصت لے کر سن آٹھ سو اَڑتالیس (سن کی تحقیق کرنا ہے) میں کشمیر چلا گیا اور کشمیر کو مسخر کر لیا۔ کشمیروں کی صلاح پر پہلے تو تارک شاہ کے نام ہی سکہ اور خطبہ جاری رکھا۔ بعد میں جب بادشاہ نے عراق سے واپس آ کر قندھار اور کابل

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

کو فتح کرلیا تو حیدر مرزا نے اپنی اُس عقیدت کی بنا پر جو اسے ہمایوں سے تھی کشمیر میں ہمایوں کے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کردیا۔ ایک بار شیر شاہ نے کشمیر پر فوج بھی بھیجی مگر جنگ کے بعد حیدر مرزا کے لشکر سے اسے شکست کھانا پڑی اور منہزم ہوکر واپس ہوگئی۔ حیدر مرزا اس ولایت پر غلبہ پاکر استقلال سے حکومت کرنے کو لگا۔ وہ کشمیریوں سے مغلوب سمجھ کر انھیں خاطر میں نہیں لاتا تھا۔ کچھ کشمیریوں نے فریب اور عیاری سے جو کہ ان کی جبلّت میں ہوتی ہے، دوسری کے لباس میں دشمنی کا کام کیا۔ مرزا کے لشکر کو تبت، پکھلی اور راجور کی طرف متفرق کردیا، اور انھوں نے آپس میں مل کر مرزا پر شب خون مارا۔ اس مار دھاڑ میں مرزا کے ایک تیر لگ گیا اور اس کا جسم بے جان ہوگیا۔ اس کی حکومت کا زمانہ دس سال ہوا۔

تارک شاہ:

اس کے بعد سلطان تارک شاہ بارہ حکومت کی مسند پر بیٹھ گیا اور کچھ دن میں ہی طبعی موت سے مرگیا۔ اس بار اس کی حکومت کی مدت دو مہینہ ہوئی۔

ابراهیم شاہ ولد محمد شاہ برادر تارک شاہ:

اس کے بعد سلطان تارک شاہ دوبارہ حکومت کی مسند پر بیٹھ گیا اور کچھ دن میں ہی طبعی موت سے مرگیا۔ اس بار اس کی حکومت کی مدت دو مہینے ہوئی۔

ابراهیم شاہ ولد محمد شاہ برادر تارک شاہ:

یہ پانچ مہینے حاکم رہا۔

اسماعیل شاہ برادر ابراهیم شاہ:

یہ سن نو سو انسٹھ میں سلطان بنا۔ حکومت اگرچہ اس کے نام تھی مگر غازی خاں کا غلبہ تھا۔ اس کی حکومت کا زمانہ دو سال ہوا۔

حبیب شاہ ولد اسماعیل شاہ:

یہ اپنے باپ کی رحلت کے بعد مسندِ حکومت پر بیٹھا۔ حکومت پر غازی خاں جگ چھایا ہوا تھا۔ اس نے اسے ایل طرف بٹھا دیا اور خود حکومت کا پرچم بلند کیا۔ حبیب شاہ کی مدتِ حکومت دو سال اور کچھ مہینے ہوئی۔ اس نے سن نو سو چونسٹھ میں اپنے نام کا سکّہ اور خطبہ جاری کیا۔ اس نے چار سال اور کچھ مہینے حکومت کی۔

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

حسین شاہ، غازی شاہ کا بھائی

غازی شاہ کو کوڑھ کی بیماری ہوگئی تو اس کے بھائی حسین شاہ نے غالب آ کر اس کے بیٹوں کو اندھا کر دیا اور خود مسند نشیں ہوگیا۔ غازی شاہ اس مرض کی تکلیف سے جو اس کو لگ گیا تھا فوت ہوگیا۔ حسین شاہ نے اپنی بیٹی کو اچھے تحفوں کے ساتھ خاقانِ زماں اکبر کی خدمت میں بھیجا۔ حسین خاں کے عہد حکومت میں افضل الفضلا مولانا کمال جو اس زمانے میں اپنے علم اور درویشی کے لیے دُور دُور مشہور تھے کشمیر سے نکل کر سیالکوٹ چلے گئے۔ ان کے باپ کو قید کر دیا گیا۔ یہ ہندوستان میں اپنی فضیلت، علمی کمالات، درویشی اور امرد پرستی کے لیے مشہور تھے۔ حسین شاہ کا حکومت کا زمانہ دس سال اور کچھ مہینے ہوا۔

علی شاہ، حسین شاہ کا بھائی

یہ اپنے بھائی کے بعد اس ولایت کا حاکم بنا۔ کچھ عرصے تک خاقانِ زماں اکبر کے نام سے سکّہ اور خطبہ جاری رکھا۔ اکبر کی اطاعت اور عقیدت کی وجہ سے اس نے اپنی بیٹی کو بھاری تحفوں کے ساتھ شہزادہ سلطان سلیم کی خدمت میں بھیجا اور اپنی ارادت و بندگی ظاہر کی۔ کچھ عرصہ بعد چوگان کھیلنے کے میدان میں گھوڑے سے گر کر زندگی کی گیند موت کے پالے میں لے گیا۔ اس کی مدتِ حکومت نو سال ہوئی۔

یوسف شاہ ولد علی شاہ

یہ باپ کے بعد مسند آرائے حکومت ہوا۔ کچھ دن بعد سیّد مبارک خاں جو ولایت کے بڑے امیروں میں سے تھا غالب آ کر مسند نشیں ہوگیا۔ یوسف شاہ وہاں سے بھاگ کر پنجاب کے حاکم مرزا یوسف خاں کے پاس جون آ گیا۔ مرزا موصوف کی رضامندی سے راجا مان سنگھ کے ساتھ فتح پور سیکری آ کر دربار میں حاضر ہوا۔ سن نو سو اٹھہتر میں مرزا یوسف خاں اور راجا مان سنگھ اس کی کومک کے لیے مقرر ہوئے۔ یہ شاہی امیروں کے ساتھ کشمیر پہنچ گیا اور مختصر سی جنگ کے بعد ہی فتح حاصل ہوگئی۔ مستقل حکومت پالی اور شاہی امیروں کو رخصت کر دیا۔ سن نو سو نواسی میں خاقانِ زماں اکبر نے کابل سے واپس آتے وقت مقام آباد سے ایلچی بھیجے۔ یوسف خاں کے نام فرمان جاری ہوا اور یوسف خاں بادشاہ کے استقبال کی سعادت سے سرفراز ہوا۔

CC-0 Kashmir Research Institute, Digitized by eGangotri

اس نے اپنے بیٹے حیدر خاں عرف یعقوب خاں کو تحفوں اور ہدیوں کے ساتھ بارگاہ والا میں بھیجا۔ اس کا بیٹا ایک سال بارگاہ میں رہا۔ پھر بادشاہ سے رخصت لیے بغیر ہی بھاگ کر کشمیر چلا گیا۔ یہ بات بادشاہ کو معلوم ہوئی تو اس نے مرزا شاہ رُخ، شاہ قلی شاہ محروم اور راجا بھگونت داس کو کشمیر فتح کرنے کے لیے مقرر کیا جیسا کہ سابق میں تحریر ہوا۔ یوسف خاں عاجز آ کر شاہی امیروں کے ساتھ دربار میں حاضر ہو گیا۔ سن نو سو دو سے ولایت کشمیر ممالکِ محروسہ میں داخل ہو گئی۔ یوسف شاہ کی مدتِ حکومت آٹھ سال ہوئی۔

القصہ یوسف خاں کے بارگاہ میں پہنچنے کے بعد اس کا بیٹا یعقوب خاں کشمیر میں رہا۔ وہ مطیع نہیں ہوا لہٰذا اس کے استیصال کے لیے قاسم خاں اور دوسرے امیروں کو متعین کیا گیا۔ یہ لوگ کھیر پل کے راستے سے کشمیر کی طرف چل دیے۔ اس علاقے میں پرانے زمانے کے حاکموں کا بنایا ہوا ایک تالاب ہے کہ یہاں جب نقارہ یا کرنا کی آواز ہوتی ہے تو سخت برف باری ہوتی ہے۔ چنانچہ اس فیروز اثر لشکر کے پڑاؤ کے وقت نقاروں کی آواز ہوتی جس کی وجہ سے سخت برف باری ہوتی، اور لشکریوں کو سردی سے تکلیف ہونے لگتی۔ بہت سے جاندار تلف ہو گئے۔ یہ پیش آنے پر، کشمیریوں کا لشکر تو جنگ کے لیے تیار تھا ہی، غالب آ گیا۔ شاہی لشکر میں سخت تفرقہ پڑ گیا۔ اس حال میں قاسم خاں نے تیاری کر کے آگے چلنے کا ارادہ کیا۔ یعقوب خاں قاسم خاں کی دلیری اور بہادری سے ہراساں تھا۔ وہ اپنے آپ میں مقابلہ کی تاب نہ پا کر کشتواڑ کی طرف چلا گیا، اور شمس الدین جگ کو جو اس کی قید میں تھا آزاد کر دیا اور پھر جنگ کے لیے تیار ہو گئے۔ قاسم خاں نے کوئل پر سوار ہو کر جنگ کی اور شاہی اقبال سے کامیاب ہو گیا۔ شری نگر میں آ کر جو کہ ولایت کشمیر کا ایک شہر ہے نئے سرے سے خاقانِ زماں اکبر کے نام سکہ اور خطبہ جاری کیا۔ کچھ عرصے بعد کشمیری یعقوب خاں کو کشتواڑے لے آئے اور انھوں نے شری نگر میں قاسم خاں پر شب خون مارا۔ مظفر و منصور بہادروں نے میدان میں قدم جما دیے اور غنیم مقابلہ کی تاب نہ لا کر بغیر مقصد پائے فرار ہو گیا۔ دوسری بار پھر یعقوب خاں کشمیریوں کو ساتھ لے کر پہاڑیوں سے نکل آیا اور شورش کرنے لگا۔ اچانک شب خون مارا اور پھر اسی انداز میں واپس چلا گیا۔ یعقوب خاں گھاٹے میں رہا۔ اسے کافی نقصان ہوا۔ کوئی کامیابی نہ ہو سکی۔ کشمیر کے اکثر امیروں نے آ کر قاسم خاں سے ملاقات کی۔ خان مذکور نے

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

ان لوگوں کو تسلی دلا کر بارگاہ میں بھیج دیا۔ بارگاہ میں ملازمت کی سعادت کے بعد لوگوں پر بہت عنایتیں ہوئیں۔ یعقوب خاں نے پھر شمس الدین جک کے ساتھ پہاڑ سے نکل کر قاسم خاں سے کئی بار جنگ کی۔ آخر قاسم خاں نے لگاتار جنگوں سے عاجز آ کر حضور والا سے مدد مانگی۔ اس لیے مرزا یوسف خاں کو کشمیر کے بندوبست کے لیے متعین کیا گیا۔ حکم ہوا کہ یوسف خاں اس ولایت کے انتظام سے ہمیں مطمئن کرے تاکہ فتنہ وفساد کی بنیاد ختم ہو جائے اور قاسم خاں مرزا کے چلے جانے پر بارگاہ میں حاضر ہو جائے۔ چنانچہ یوسف خاں بہت تیزی سے کشمیر پہنچا۔ اس نے اپنی سمجھداری اور ذاتی شجاعت سے وہاں کا صحیح صحیح انتظام کر دیا۔ شمس الدین جک نے نادم ہو کر مرزا سے ملاقات کی۔ مرزا نے اس کو تسلی دلا کر بارگاہ والا میں بھیج دیا، اور اس ولایت سے شورش کا خاتمہ ہو گیا۔ قاسم خاں مرزا یوسف سے رخصت ہو کر بارگاہ والا میں حاضر ہوا۔ یہاں اسے کابل کی صوبیداری سے سرفراز کیا گیا اور آخر کار کابل جا کر محمد زماں ولد شاہ رُخ مرزا کے ہاتھوں جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے مارا گیا۔

سن چونتیس جلوس میں خاقانِ زماں اکبر کشمیر کی سیر کو گیا۔ یہاں کے راستے بہت سخت اور دشوار ہیں۔ اُونچے اُونچے پہاڑ گہرے گہرے غار، درّے، ٹیلے، گنجان پیڑ، گھنے جنگل، سخت اور تنگ راستے ایسے مشکل راستہ کہ آسمان کی سیر کرنے والی فکر اور فلک پیما وہم کو بھی ان راستوں کا طے کرنا دشوار ہوتا ہے۔ راستے کے بیچ میں رتن پنچال نام کا ایک پہاڑ ہے۔ اس کی چوٹیاں آسمان کے برابر اُونچی، سب سے اُونچی چوٹی آسمان کی بلندیوں کو پار کیے ہوئے۔ اس پر سے عالمِ بالا کا تماشا کیا جا سکتا ہے۔ درشتوں کی تسبیح کا شور سنا جا سکتا ہے۔ یہاں کے رہنے والے فلک کے ہمسایہ اور یہاں کے پرندے خوشہ پروین کا دانہ چگتے ہیں۔ آفتاب اپنی تلوار کو اس کے پتھروں پر تیز کرتا ہے۔ آسمان حرکت کرتے کرتے اس پرستانے کے لیے ٹھہر جاتا ہے۔ یہاں کے پیڑوں کے پھول جیسے آسمان پر ستارے، راستوں کے نشانات ایسے لگتے ہیں جیسے آسمان پر خطِ استوا، آسمان کے وہ رہ نورد جنھیں پوری زمین طے کرنے کا دعویٰ ہے خوف وامید اور توکل کے قدموں سے اس راستے پر چلتے ہیں۔ لوگ چاہے کتنے بھی مالدار اور صاحبِ اسباب ہوں اس پہاڑ پر پیدل چلنے کی تکلیف تو اُٹھانی ہی پڑتی ہے۔ اس راستے پر چلنے سے جسم کے اعضا ست ہو جاتے ہیں۔ طاقتور جوان کمزور بوڑھے ہو جاتے ہیں۔ اس کو پہاڑ جیسے

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

ہاتھیوں، تیز رفتار گھوڑوں اور بار بردار اونٹوں پر سوار ہو کر پار نہیں کیا جا سکتا۔ اونٹ چاہے صالح علیہ السلام کی اونٹنی ہی کیوں نہ ہو اس سنگلاخ میں قدم نہیں رکھ سکتا، اور بیل چاہے ثورِ فلک ہی کیوں نہ ہو اس اونچے پہاڑ پر چل نہیں سکتا۔

چنانچہ اس بادشاہ جہاں مطاع کے حکم سے کئی ہزار فولادی بازو والے خارا تراشوں اور طاقتور کھڑ ہاروں نے چٹانیں پیڑ کاٹنے میں بڑی پھرتی دکھائی۔ ان راستوں کو آراستہ کر دیا۔ لاہور سے کشمیر تک ستانوے کوس جریب سے پیمائش ہوا۔ اس کے بعد اکبر نے منزلیں مرحلے طے کر کے خطہ کشمیر جنت نظیر میں جا کر پڑاؤ ڈالا۔ وہاں کی سیر گاہوں کے تماشہ اور تفریح گاہوں کی سیر سے محظوظ ہوا۔ کشمیر کی تعریف کی جائے تو کئی دفتر چاہئیں۔ بے شک کشمیر ایک باغ بہارین ہے، دولادی قلعہ ہے، مسرافزا گلشن ہے، درویشوں کے لیے دل کشا خلوت کدہ ہے۔ ہر طرف خوبصورت چشمے، دلکش آبشار، بہتا پانی، چلتی نہریں دیکھنے والوں کو خوش کر دیتی ہیں۔ طرح طرح کے میوے، رنگ رنگے کے میٹھے پھل، روح وروان کو لذت بخشتے ہیں۔ بہار کے موسم میں پورا پہاڑ رنگ برنگے پھولوں، قسم قسم کے لالوں سے بھر جاتا ہے۔ خوشبوئیں باغِ بہشت کا جلوہ پیش کرتی ہیں۔ یہاں کے در و دیوار، صحن، چھت سب پر روضۂ رضوان کی رونق آ جاتی ہے۔ یہاں کے میدان خیالوں سے بھی زیادہ رنگین اور پہاڑ مانی کے وہم سے زیادہ خوبصورت نظر آتے ہیں۔ مسیحا نے اسی علاقے کے قریب پرورش پا کر اپنے معجزے سے مردہ دلوں کو زندہ کیا۔ اس کی آب و ہوا میں پلنے بڑھنے سے حضرت نے ابدی زندگی پائی۔ ترجمہ نظم:

کشمیر کیا ہے پوری دُنیا کا انتخاب ہے/ آبِ کوثر بھی اس سرزمین کی قسم کھاتا ہے/ کشمیر کیا ہے باغوں کی آب و تاب اور ان کا رنگ ہے/ سینکڑوں گلستان اس کے پودوں کے اسیر ہیں/ اس کے جنگلوں کو دیکھیں تو زمرد کی آب کے سوا وہاں کچھ نہیں بہتا/ باغوں میں تفریح کے لیے بغیر کشتی کے جایا نہیں جا سکتا/ جنگل میں شبنم دریا کا کام کرتی ہے/ اس گلشن میں پھولوں کے قہقہوں کے شور ہیں/ بلبل کی آواز سنائی نہیں دیتی/ ہوا کا وقت یہاں بس اسی میں بہتا ہے کہ اسی سرزمین میں وہ نشو و نما کرتی رہتی ہے/ شہروں میں گھر لالوں سے رنگین ہیں/ جس طرح شراب سے آنکھ سرخ ہوتی ہے/ یہاں دیواروں پر بھی سبزہ کی صفیں ہیں/ سنبل سے دیواریں

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

معشوق بنی ہوئی ہیں/ اگر میرے نطق کو شرم عنا گیر نہیں ہوتی تو/ میں یہ کہتا کہ حجاز
کشمیر کے پہاڑوں کا طواف کرنے آتا ہے/ اگر جنت اس کی سیر کو آ جائے تو/
اس کے پیڑوں کو طوبیٰ سمجھ کر اپنے سر پر لگا لے/ اگر اس کے پیڑوں کی بو سونگھ لے
تو ب/ صندل کے پیڑ پر بیل کی طرح سانپ نہ لپٹیں/ دُنیا میں کسی نے اس جیسی
دوسری جگہ نہیں دیکھی/ یہ فرحت بخش ہے، فرحت افزا ہے اور خود فرحت ہے۔

تھشب ندی جو شہر کے بازاروں میں جاری ہے عجیب دیکھنے کی چیز ہے۔ خاص طور پر آب ڈل جو شہر کے نیچے واقع ہے۔ کشمیر کے لیے رونق افروز اور زمانہ بھر کے لیے فرحت افزا ہے۔ کئی دلکش عمارتیں اور مسرت بخش باغ اس کے کنارے اور اس کے اندر واقع ہیں۔ آب ڈل کئی کوس پھیلا ہوا ہے۔ اس کی سطح پر بڑی بڑی لکڑیاں ڈال کر کئی طناب لمبی چوڑی جگہ تیار کرتے ہیں۔ پھر ان لکڑیوں پر مٹی ڈال کر باغ کے قابل زمین بنا لیتے ہیں۔ اس میں رنگ برنگے پھول اُگاتے ہیں۔ دل فریب گلشن آراستہ کرتے ہیں۔ بلکہ پانی کی سطح پر اس طرح زمینیں تیار کر لیتے ہیں کہ اس میں کھیتی تک کر لیتے ہیں۔ کچھ عیار لوگ ایسی زمینیں چرا کر لے جاتے ہیں۔ زمین اور باغ کی چوری جو مشہور ہے۔ وہ اسی جگہ ہوتی ہے۔ ترجمہ ابیات:

"وہ آب ڈل جس کے ذکر سے دل بے قرار ہو جاتا ہے/ اس کے کنارے پر
خوبیوں کا شہر ہے/ گلشن کیا چیز ہے تو تو آب ڈل کی سیر کرنے آ/ دامن کیا کشتیاں
بھر کر پھول لے جا/ اگر سر پر آب ڈل کا پانی پڑ جائے تو سر پر سبزہ اُگ آئے اور
اس سبزہ میں پھول کھلیں/ دوسرے علاقوں میں پانی کا پھول/ لے دے کر ایک
کنول ہوتا ہے اور وہ بھی بہت کم ہوتا ہے/ مگر اس ندی میں بے حساب پھول ہوتے
ہیں/ اور ہر پھول کے رنگ سے پانی پر نقش بنے ہوتے ہیں/ نیلوفر کو وہاں شرمندگی
ہوتی ہے/ اسے دیکھ کر ایسا لگتا ہے جیسے شادی کی محفل میں کوئی سوگوار ہو/ اس شیر
پیشہ سبزہ کے رقص سے/ کنول کو ہنسی آ جاتی ہے/ اس کے پھول پاک دامنی میں
ملتاب کی طرح ہیں/ انھوں نے پانی پر پتیوں کی جانماز بچھا رکھی ہے/ اس ندی کے
باغوں کے بارے میں کیا بتاؤں/ وہ تو ہزاروں جنتوں سے بڑھ کر ہیں، میں کیا کہوں۔

جنت نظیر کشمیر کی خوبیاں تو تقریر و تحریر سے باہر ہیں مگر کشمیری بڑے بدمعاش ہوتے

CC-0. Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

ہیں۔خوار زندگی گزارتے ہیں۔ان کی ہمیشہ کی خوراک چاول کا بغیر نمک کا نرم خشکہ ہے۔اس کا بھی گرم کھانے کا دستور نہیں ہے۔رات کو چاول پکا کر رکھ دیتے ہیں، دوسرے دن کھاتے ہیں۔لباس میں پشمینہ کا کرتا، ایک ٹوپا، کپڑا بُن کر کے یہاں سے بغیر دُھلا ہی لے آتے ہیں اور اس کو سی کر پہن لیتے ہیں۔پھٹنے تک اسے پانی نہیں لگاتے اور نہ جسم سے اُتارتے ہیں۔ان کی گندگی کی حد یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ گھر میں پانی بھرا ہوتا ہے مگر اس کا ایک قطرہ جسم پر نہیں لگاتے۔مثل مشہور ہے کہ کسی نے ایک کشمیری سے پوچھا کہ تم آب دست کیوں نہیں لیتے، اس نے جواب دیا کہ میں غریب ہوں۔

حیرانی ہے کہ یہ دوزخی اس بہشت نشان سرزمین میں کیسے پیدا ہو گئے۔ان کی بدطینتی اور نفاق وسرکشی کا یہ عالم ہے کہ بھلائی کے بدلے برائی کے سوا کچھ کرنا نہیں جانتے۔فرد:

بچھو مارے ڈنک جیسے ایسے فطرت میں نفاق
سانپ کو لازم ہے جیسے زہران کو دشمنی

القصہ خاقانِ زماں اکبر کو کشمیر کی سیر سے بہت خوشی ہوئی۔عید رمضان وہاں ہی منائی۔ اس دوران مرزا یوسف خاص کی سفارش سے یہاں کا حاکم یوسف شاہ کے بیٹے کا قصور بخش دے اور اپنے جوتے اس کو مرحمت ہے۔اس نے سعادت سمجھ کر جوتوں کو سر سے باندھ لیے اور اسی حالت میں دربار میں حاضر ہوا۔اب اس پر خوب مہربانیاں کی گئیں۔

اکبر اس سرزمین سے خوب مزے لے کر واپس لوٹا۔پکھلی اور متورہ کے راستے سے جہاں پہاڑوں کے ایک دوسرے کے ملے ہوئے ہونے سے گھنے پیڑ ڈھلان چڑھائی درّہ غاروں سے آسمان سیر خیالات اور فلک پچاد ہم کو بھی ان راستوں سے گزرنا دشوار ہے۔اپنے لشکر، خدمت گاروں، ہاتھیوں، گھوڑوں کے ساتھ منزلیں طے کرتا ہوا حسن ابدال میں خیمہ زن ہوا۔اس راستے میں میر فتح اللہ شیرازی اور اس کے بعد ابوالفتح گیلانی جو بادشاہ کے قریبی لوگوں میں سے تھے آخرت کو سدھار گئے۔یہ حسن ابدال میں دفن ہوئے۔اس علاقے میں کچھ دن شاہی پرچم مقیم رہے۔وہاں ایک دلکشا باغ کی بنیاد رکھی۔پھر وہاں سے روانہ ہو کر خطہ فرحت افزا کابل میں ڈیرے ڈالے۔

یہاں پر کابل کے صوبہ دار قاسم خاں نے جو اس وقت زندہ تھا اکبر کے حکم سے شہر کے

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

قریب راستے میں جہاں ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ، ہندال مرزا اور محمد حکیم مرزا آسودہ خاک ہیں۔ خوبصورت باغ اور عمارتیں تعمیر کروائیں۔ جب اکبر کو کابل کی رعایا کی پریشان حالی اطلاع ملی تو اس نے حکم دیا کہ آٹھ سال تک کے لیے خراج کا جو آٹھواں حصہ مقرر ہے رعایا سے معاف کیا جاتا ہے۔ یوں ہی پوری کردی جائے۔ کابل کے سیر وشکار سے فارغ ہوکر اکبر ہندوستان روانہ ہوگیا۔ اتفاق سے دوسری منزل پر اکبر گھوڑے پر سے گر پڑا رحسار چھل گیا۔ اکبر چھ دن تک صاحبِ فراش رہا۔ تندرست ہوجانے پر وہاں سے روانہ ہوا۔

رہتاس پہنچنے پر اکبر ایون رائے ہاتھی پر جو بسنتی کے جوش میں تھا سوار ہورہا تھا۔ قلاوہ میں پیر جمنے سے پہلے وہ ہاتھی ایک ہتھنی کے پیچھے دوڑ پڑا۔ اکبر زمین پر گر پڑا۔ بیہوش ہوکر گر پڑا۔ کافی دیر بعد ہوش آیا، کھڑا ہوگیا۔ خیر ہوئی مختصر چوٹ آئی۔ حکیموں کے مشورے سے سیدھے ہاتھ کو کھول ☆☆ ☆ دیا۔ کچھ دن میں تندرستی ہوگئی۔ اس واقعہ کی اطلاع سے اطرافِ مما لک میں لوگوں کی زبان پر ناخوش خبریں پھیل گئیں۔ عجیب سی شورش برپا ہوگئی۔ رعایا نے مال گزاری بند کردی۔ مما لک کے معاملات میں خلل پڑ گیا۔ جب شاہی پرچم لاہور آگئے تب یہ شورش بیٹھی اور خلل رفع ہوا۔ راستوں، شاہراہوں پر جو گڑ گڑ ہوگئی تھی اب امن وامان ہوگیا۔

یہاں قریب ہی ایک دن چاندنی رات میں اکبر ہرنوں کی لڑائی دیکھ رہا تھا۔ اتفاق سے ایک ہرن اپنے مقابل سے چمک کر بھاگا۔ اس کا سینگ اکبر کی دونوں رانوں کے بیچ میں لگ گیا جس سے چار زخم ہوگئے۔ بہت سخت درد اور تکلیف ہونے لگی۔ شیخ ابوالفضل کے اہتمام میں مقرب خاں عرف بھیا جراح نے علاج کیا۔ ایک مہینہ سات دن میں صحت ہوئی۔ شیخ ابوالفضل اور مقرب خاں نے ان دِنوں بہت دوڑ دھوپ کی تھی لہٰذا ان پر خوب کرم فرمائیاں ہوئیں۔

دیوان اعلیٰ راجا ٹوڈرمل کی رحلت

جس وقت شاہی پرچم کشمیر گئے اُس وقت راجا ٹوڈرمل لاہور میں ہی رہ گیا تھا۔ یہاں طبعی موت سے گزر گیا۔ کشمیر سے شاہی لشکر کے واپس آتے وقت اکبر کو اس کو خبر ملی۔ یہ اکبر کا مزاج شناس تھا۔ وزیر اعظم اور سپہ سالار کے عہدے پر فائز تھا۔ اکبر کو اس کے فوت ہونے پر بہت افسوس ہوا۔

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

راجا ٹوڈرمل بچہ ہی تھا کہ اس کا باپ فوت ہو گیا۔ اس کی بیوی، راجا ٹوڈرمل کی ماں بہت ہی غریب اور تنگ دست تھی۔ بڑی محنت سے پرورش کی۔ بچپن سے ہی رُشد و کامرانی کے آثار اور صاحبِ قسمت و نصیبہ ور ہونے کی علامتیں اس کے احوال سے ظاہر تھیں۔ اتفاق سے سرکاری کاتبوں کے زمرہ میں نوکر ہو گیا۔ اس کی عقل مندی اور کارطلبی کے پیشِ نظر روز روز اس کا مرتبہ بلند ہوتا گیا۔ صاحبِ تدبیر اور اہلِ قلم تو تھا ہی اب علم اور نقارہ کا مالک بھی ہو گیا۔ بہت سے معرکوں میں اس نے بڑی دوڑ دھوپ اور شایانِ شان جنگ کر اپنی مردانگی اور دلاوری کا نقش بٹھا دیا۔ گجرات اور بنگال میں رستمانہ جنگیں کر کے فتح مند ہوا۔ رفتہ رفتہ وزارتِ کل کے مرتبہ سے سرفرازی پائی۔ سن پچیس جلوس میں وکیلِ منطق اور وزیر اعظم بن گیا۔

راجا ٹوڈرمل دیانتدار تھا، سیر چشم، تونگر دل، بیدار مغز، پرہیزگار، کارساز، نیک خصلت، صاحبِ فکر، بلند ہمّت، فراخ حوصلہ، صلحِ کل، اپنے پرائے سب کے ساتھ یکساں، دوست دشمن ہر ایک سے سنجیدہ سخن، کارکشا، نیک کردار، راست گفتار، محفل آرا، دُور اندیش، آداب شناس، حکومت اور حکومت کا راز دان تھا۔ علم سیاق اور حساب دانی میں بے نظیر۔ علم ریاضی میں بال کی کھال نکالنے والا تھا۔ وزارت کے قانونِ ضابطہ، سلطنت کے احکام، مملکت کے امور کا بندوبست، ملک کی معموری، رعایا کی آبادی، کاموں کا دستور العمل، دیوانی معاملات، سرکاری حقوق کی وصولی، خزانہ کی افزونی، راستوں کا امن و امان، ممالک کی تسخیر، امیروں کا منصب، سپاہیوں کی تنخواہ، پرگنوں کی جمع دامی، جاگیر اور تنخواہوں کا نظام اس کے یادگار کارنامے ہیں۔ ایسے کارنامے ہیں کہ ممالکِ محروسہ میں اب تک انھیں قاعدہ اور ضابطوں کے مطابق عمل ہوتا ہے۔

اس سے ہندستان کے ممالک میں ہندی نویس محرر دفتروں میں ہندی رسم الخط میں کام کرتے تھے۔ راجا ٹوڈرمل نے اپنی عقل و دانش سے بلند فطرت سے ایرانیوں کے قانون کے مطابق فارسی دفتر کا نظام ایجاد کیا تا کہ اہلِ قلم اس کے مطابق عمل کر سکیں۔ اس نے ممالکِ محروسہ کے تمام پرگنوں کی آراضی راست قلم درست نویس محرروں سے تحریر کروائی۔ ہر گاؤں کا رقبہ، ہر پرگنہ کی بہی دفتر والا میں منگالی۔ رسّی کی جریت میں اس کے گیلے سوکھے ہونے پر فرق پڑ جاتا تھا۔ پچاس فرسخ کا گز تھا۔ ان سب کو اس نے برطرف کر دیا۔ ساٹھ گز کی جریب طے کی اور وہ بانس کی ہوتی تھی جس پر لوہے کی شامیں لگی ہوئی ہوتی تھیں۔ مقرر کی تا کہ زمین کی پیمائش

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

میں فرق نہ آسکے۔ ناپ میں بالکل سچائی اور برابری ہو۔

کئی پرگنوں اور سرکاروں کے صوبے بنائے۔ تمام محالات کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک روپیہ کے چالیس دام مقرر کیے۔ ہر پرگنہ کی جمع دامی دفتر میں لکھی۔ ایک کروڑ دام پر ایک عامل مقرر کیا۔ عوامی زبان میں اس کو کروڑی کہتے ہیں۔ اسی طرح سپاہیوں کے گھوڑوں کے داغ، امیروں کے دستور، منصب دار اور احدی مقرر ہوئے تاکہ نوکر آقا کے سامنے نہ جائے اور آقا کا گھراؤ نہ کرے اور منصب داروں اور احدیوں پر بھی زور زبردستی نہ ہو۔ ہر سال داغیوں کی تصحیح مقرر ہوتی تاکہ جو بھی شک شبہ ہو رفع ہو جائے۔ اگرچہ پہلے کے زمانہ میں یعنی سلطان علاء الدین خلجی اور اس کے بعد شیر شاہ افغان کے وقت گھوڑوں کے داغ کی رسم ایجاد ہوگئی تھی، مگر اس کا رواج نہیں ہوا تھا۔ اب واقعی رواج ہوگیا۔ شاہی نوکروں کو بھی سات حصوں میں تقسیم کیا۔ ہر دن کی ایک چوکی مقرر کی۔ سات چوکی نویسوں کا تقرر کیا تاکہ ہر ایک اپنی باری پر آدمی اکٹھے رکھے۔ ایک ہفتہ کے ساتھ چوکی نویس مقرر ہوئے۔ احکام معلّٰی کا چھٹیوں کا جس دن وہ صادر ہوں اس دن کی مہر لگنا مقرر ہوا۔ امیروں اور چار ہزاری خواتین کے علاوہ ان کے جو آدمی بارگاہ میں مقرر ہوتے تھے ان کو اُس زمانہ میں احدی کہا کرتے تھے۔ ان کے داروغہ اور جماعت دار الگ سے مقرر ہوئے تاکہ ان کی ڈیوٹی اور طلب تنخواہ رسالہ دار داروغہ سے متعلق ہو۔ کئی ہزار غلاموں کو خواہ وہ خریدے گئے تھے خواہ جنگوں میں ہاتھ لگے تھے اور بندی کہا کرتے تھے غلامی سے آزاد کر دیتے۔ ان کو خیل کے خطاب سے مخصوص کیا کیونکہ خدا کے بندوں کو غلام کہنا مناسب نہیں ہے۔

القصہ جو احکام ضابطے قانون راجا ٹوڈرمل نے اپنی وزارت کے زمانہ میں مقرر کیے وہ ویسے پختہ تھے کہ اس کے بعد بہت سے وزیر اور دیوانوں نے ان ضابطوں کو ختم کرنے اور نئے قانون ایجاد کرنے کی بہت کوشش کی اور اب تک بھی کوشش ہوتی رہتی ہے مگر کوئی کامیابی نہیں ملتی اور اب تک انھیں ضابطوں پر عمل ہوتا ہے۔ قطعہ:

”ملک کی رونق اور ترقی وزیروں سے ہوتی ہے/ اگر نیک اور اچھا وزیر ہو تو رات بھی دن بن جاتی ہے/ جو لوگ صاحب ملک ہیں قسمت والے ہیں/ وزیر ان کا دوسرا ملک ہیں۔

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

القصہ راجا ٹوڈرمل کے فوت ہونے کے بعد مرزا جان وزارت اور وکالت کے اعلیٰ منصب سے سرفراز ہوا۔ اس نے بھی اپنی عقل مندی، وزارت کے تجربہ اور وکالت کے امور کو خوب رونق بخشی اور اس کی بھی خوب تحسین وآفریں ہوئی۔

اکبر کا دوسری بار کشمیر کی سیر کو جانا

سن سینتیس جلوس میں اکبر نے پھر کشمیر کے دلکشا خطہ کی سیر اور وہاں گلگشت کرنے کا ارادہ کیا۔ اچانک ہی عین برسات کے موسم میں لاہور سے روانہ ہو گیا۔ لاہور کے نیچے راوی ندی کو یاد کرتے وقت اکبر نے یہ شعر کہا۔ بیت:

کلاہِ خسروی و تاجِ شاہی
ملیں ہر پھول کو حاشا و کلاّ

اتفاق سے اس زمانے میں یادگار گل یعنی مرزا یوسف خاں کا چچا کشمیر میں شورش کر رہا تھا اور اس بات کی اکبر کو مطلق خبر نہ تھی۔ اس شورش کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ قاضی نوراللہ کو بارگاہ سے کشمیر کے حالات کی جمع بندی تجویز کرنے بھیجا گیا تھا۔ کشمیریوں نے یہ سمجھا کہ کچھ گھپلا ہو رہا ہے اور جمع بندی بڑھ کر لی جا رہی ہے لہٰذا اس معاملہ کو رفع کرنے کے لیے انھوں نے شورش کر دی۔ کشمیر کا حاکم مرزا یوسف خاں بادشاہ کی روانگی کے وقت یادگار مرزا کو اپنا نائب بنا کر چلا گیا تھا۔ لوگ اسے راستہ سے ہٹا کر فساد کرنے لگے۔ کہا کہ راستوں کی دشواری اور جگہ کی تنگی کی وجہ سے کشمیر ایسا مقام نہیں ہے کہ شاہی فوجیں ایک دم آ جائیں۔ ایسی کہانی قصوں جیسی باتوں سے وہ بداختر مغرور ہو گیا۔ اس نے اپنے نام کا سکّہ اور خطبہ جاری کر دیا۔ جب شاہی لشکر چناب ندی کے کنارے پہنچا تب اس شورش کی خبر ہوئی۔ اکبر کی زبان پر آیا۔ فرد:

میرے حاسد ہیں حراسی میں ہوں وہ کہ میری قسمت
مشرقی تارہ کی مانند ختم کر دیتی ہے ان کو

چونکہ یادگار گل کی ماں ایک طوائف کے بطن سے تھی جو ہر روز کسی کے گھر اور ہر رات کسی اور کے یہاں گزارتی تھی۔ اکبر نے کہا کہ وہ طوائف بچہ اس سہیل ستارہ کے طلوع ہوتے ہی مر جائے گا۔
اُن دِنوں مرزا یوسف خاں بادشاہ کی بارگاہ میں حاضر تھا۔ مزید احتیاط کے طور پر اس کو شیخ

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

ابوالفضل کے حوالہ کردیا کہ اس کو قید کردے۔ اس کے بے قصور ہونے کی تحقیق ہوگئی تو کچھ دن بعد اس کو رہا کردیا۔ شیخ ابوالفضل نے ان دنوں دیوان لسان الغیب سے فال نکالی۔ فال میں غزل کے مطلع کا یہ شعر نکلا۔ بیت:

کہاں وہ خوش خبر جو دے نوید اس فتح کی آکر
میں جان کردوں نچھاور سونے چاندی کی طرح اس پر

بڑی عجیب بات یہ ہے کہ یادگار گل نے جب اپنے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کیا تو اس کو سردی سے بخار چڑھ گیا اور جو شخص اس کے نام کی مہر کھود رہا تھا اس کی آنکھ میں فولاد کا ذرہ گر گیا۔ القصہ یادگار گل نے جب بغاوت کا پرچم بلند کیا اور لشکر آراستہ کر کے کربل پہاڑ پر جہاں شاہی ملازم متعین تھے ان سے لڑنے کو تیار ہوا تو مختصر جنگ کے بعد ہی فرار ہوگیا اور بھیر پور پہنچ گیا۔ وہاں مرزا یوسف کے آدمیوں نے جو مصلحتاً اس کے ساتھ ہوگئے تھے آدھی رات کو موقع پا کر اس پر حملہ کردیا۔ وہ خیمہ سے باہر نکل گیا۔ آخر کار وہ بدسرشت مرزا یوسف کے آدمیوں کے ہاتھوں گرفتار ہوگیا۔ انھوں نے اس بدنصیب کا سر جسم سے الگ کردیا۔ بعد میں پڑاؤ کے وقت اس بدبخت کا سر بادشاہ کی خدمت میں پہنچا۔ بادشاہ کی الہام ترجمان زبان سے نکلا ہی تھا کہ یمنی ستاروں کے طلوع ہوتے ہی وہ ناعاقبت اندیش مارا جائے گا، جو کشمیری اس کے ساتھ تھے وہ بھی اپنی سزا کو پہنچ گئے اور اس علاقے سے شورش رفع ہوگئی۔

اکبر نے مرحلے طے کر کے خطۂ دل پذیر کشمیر میں ڈیرے ڈالے۔ جو دلکشا جگہیں یہاں سیر کے لیے مخصوص ہیں ان کی سیر کی۔ زعفران زاروں میں گلگشت کی۔ یہ زعفران زار اس بہشت آئین سرزمین کا خلاصہ ہیں۔ آب دل میں کشتیوں میں بیٹھ کر چراغاں کا تماشہ کیا۔ یہ سیر اس بے نظیر کشمیر میں ہی مخصوص ہے۔ اس تفریح سے خوب مزا لیا، خوب تفریح کی اس کے بعد ہندوستان کی واپسی کے لیے روانہ ہوگیا۔ شہزادہ بزرگ کی درخواست پر ولایت کشمیر بدستور سابق یوسف خاں کو بحال کردی۔ صوبہ کشمیر کی جمع بندی کا اکتیس خردار کا قرار ہوا۔

اکبر کا تیسری بار کشمیر کی سیر کو جانا

سنہ بیالیس (جلوس) میں اکبر پھر سہ بارہ کشمیر کی سیر کو روانہ ہوا۔ کشمیر میں ایک غوری شخص

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

نے اپنے آپ کو سلیمان مرزا کا بیٹا عمر شیخ مرزا بتا کر شورش شروع کر دی تھی۔ محمد قلی مرزا کے آدمیوں نے اسے گرفتار کر کے امن آباد منزل میں بادشاہ کے سامنے پیش کیا۔ وہ اسی مقام پر جزائے اعمال کو پہنچا۔ چناب ندی پار کرنے کے بعد..... تابع سیال کوٹ کی رعایا نے محمد بیگ کروری کی زیادتی سے تنگ آ کر استغاثہ کیا۔ بادشاہ نے کارندوں کو عبرت دلانے کے لیے اس کا حلق کھنچوا کر مار ڈالا۔ وہاں سے روانہ ہو کر خطہ دلکشا کشمیر میں پڑاؤ ڈالا۔ اس علاقے میں یہ پورا وقت عیش و عشرت میں گزارا۔ تفریح گاہوں کی سیر کی، آب دل میں چراغاں کا جشن منایا۔ ایک ہزار کشتیوں میں قسم قسم کی شمعیں آراستہ کر کے پانی میں چھوڑ دیں۔ پانی کے کناروں، باغوں، عمارتوں، دولت خانہ کے سامنے والے درختوں وغیرہ کو چراغوں سے سجایا گیا۔ بیت:

ہوا گرم بازار شاہی چراغاں
تو چھپنا پڑا چاند کے اس ڈلے کو

پھر اس پُر بہار سرزمین میں سیر و شکار کرنے کے بعد سردی کے شروع میں یہاں سے روانہ ہو کر دارالملک لاہور میں آ کر پڑاؤ کیا۔

پرگنہ گجرات اور یمن آباد کا مقرر ہونا

یہ پورا علاقہ سیال کوٹ میں شامل تھا۔ یہاں جٹ اور راج قوم غالب تھی۔ ۳۷ جلوس میں اور ایک قول کے مطابق ۴۲ جلوس میں جب خاقان زماں اکبر لاہور سے دہلی گیا تھا تب شاہی لشکر نے چناب ندی پار کرتے وقت گوجر لوگوں نے جٹ اور رانج قوم کے ظلم کے بارے میں استغاثہ پیش کیا تھا۔ ان لوگوں کی درخواست پر جو گاؤں اُس دوسرے فریق کی زمینداری میں تھے اُنھیں الگ کر کے گجرات نام سے الگ پرگنہ مقرر کر دیا۔ یہ ایک چھوٹی سی گڑھی اور قصبہ بن گئی، اور الوا اور رانج کو جو کنجگاہ کے نام سے مشہور ہیں انھیں پرگنہ ہرات کے نام سے مقرر کر دیا۔ کہتے ہیں کہ کنجگاہ کے آس پاس اکبر نے بڑے ہرن شکار کیے تھے۔ چنانچہ اکبر کی زبان سے نکلا کہ ہرات اور ایران میں بے نظیر گھوڑے پیدا ہوتے ہیں اور اس علاقے میں بے مثال ہرن ہوتے ہیں، اسی مناسبت سے یہ پرگنہ ہرات کے نام سے مشہور ہوا۔ کچھ سال پہلے گجرات میں پرگنہ امن آباد مقرر ہوا۔ اب حضرت خدیو کیہان کے زمانے میں محمد امین کروری

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

نے شاہی حکم سے امین آباد نام کا قصبہ اور پرگنہ مقرر کیا ہے۔

ولایت اڑیسہ کی فتح

یہ ولایت نیلو افغان کے تصرف میں تھی۔ جب وہ طبعی موت سے مر گیا تو افغانوں نے ایک دوسرے سے اتفاق کر کے اس کے بیٹے عیسیٰ کو سردار بنا دیا اور اس کی تاجداری قبول کر لی۔ اکبر کے حکم سے راجا مان سنگھ اس ولایت کو مسخر کرنے گیا کئی بار جنگ کرنے کے بعد آخر عاجز آ کر نیلو کی موت کے بعد اس کے بیٹے کے مسند حکومت پر بیٹھنے پر راجا مان سنگھ سے صلح کر لی اور خاقانِ زماں اکبر کے نام سے سکہ اور خطبہ جاری کر دیا۔ جگناتھ کو ممالکِ محروسہ میں داخل کر لیا۔ ایک سو پچاس ہاتھی اور اس علاقہ کی دوسری نفیس چیزیں راجا مان سنگھ کے حوالہ کی گئیں۔ اس نے یہ سب مال بارگاہ میں بھیج دیا۔ ۳۷ جلوس مطابق ۱۰۰۰ ہجری میں پوری ولایت اڑیسہ جو کہ سمندر کے ساحل پر واقع ہے، ممالک محروسہ میں داخل ہو گئی۔

ولایت قندھار کی فتح

بادشاہ کو اطلاع ملی کہ مظفر حسین مرزا اور رستم مرزا (ولد سلطان حسین ولد ابراہیم جو شاہ طہماسپ کا بھائی تھا) نے جو کہ قندھار میں رہتے تھے، ایران کے والی سے مخالفت کر لی ہے اور والیِ ایران نے اُن پر چڑھائی کرنے کے لیے لشکر متعین کر دیا ہے۔ اسی طرح توران کے حاکم نے بھی اوڈنگ کی جماعت مقرر کر دی کہ وہ گھات میں رہیں اور اس علاقے پر دست اندازی کریں۔ لہٰذا خانِ خاناں کو بھاری لشکر کے ساتھ بارگاہ سے قندھار کے لیے متعین کیا۔ یہ حکم دیا کہ بلوچیوں کے راستہ سے روانہ ہو۔ اگر بلوچیوں کے بڑے سردار اور مکھیا اطاعت کر لیں تو ان کو بھی ساتھ لے لے ورنہ مناسب سزا دے۔ مہربانی کے طور پر اکبر پہلی منزل میں خانِ خاناں کے ڈیرہ میں گیا اور وہاں ارجمند نصیحتوں سے سعادت اندوز کیا۔ اس کو برابر والوں سے سرفراز کر دیا۔ وہ منزلیں طے کرتا ہوا ملتان اور بھکر جو کہ اس کی جاگیر تھی، پہنچ گیا۔ سپاہیوں کے سامان اور راستہ کی تیاری کے لیے یہاں کچھ عرصہ ٹھہرا۔ اس دوران قندھار میں رستم مرزا اپنے بھائی مظفر حسین مرزا سے جدا ہو گیا۔ وہاں سے نکل کر وہ ارادت کے ساتھ اکبر کی بارگاہ میں آ گیا۔

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

راستہ کے امرا کو شاہی فرمان صادر ہوا کہ اس کی خدمت اور مہمان داری کی جائے۔امیروں نے شاہی فرمان کی پوری پوری تعمیل کی۔چونکہ حضرت خدیو کیہاں لاہور میں تھا،مرزا کے لاہور سے ایک منزل دور رہنے کے بعد امیر اور خواتین خدیو زمان کے حکم سے استقبال کو گئے اور اس کو عزت کے ساتھ حضور میں لائے۔اکبر نے پورے اعزاز واکرام کے ساتھ مرزا سے ملاقات کی۔مرزا اپنے چار بیٹوں کے ساتھ خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ان پر خوب عنایتیں اور مہربانیاں ہوئیں۔ہزاری منصب سے سرفراز ہوئے۔ولایت ملتان اور بلوچیوں کا علاقہ جو قندھار سے بھی زیادہ وسیع تھا انھیں جاگیر میں دے دیا گیا اس کے بعد ابوسعید مرزا،رستم مرزا کا بھائی اور اس کے بعد بہرام مرزا ولد مظفر حسین مرزا بھی بارگاہ میں حاضر ہوگئے۔ان پر بھی کرم فرمائیاں ہوئیں۔اسی تاریخ سے قندھار ممالک محروسہ میں داخل ہوگیا۔خانِ دوراں عرف شاہ بیگ خاں جو ولایت قندھار کا صوبہ دار تھا پھر قندھار کی صوبیداری سے سرفراز ہوا۔

ولایت ٹھٹھ کی فتح اور مرزا جمانی کا آنا:

جب خانِ خاناں کو ولایت ٹھٹھ کی تسخیر کا حکم ہوا تو ملتان کے علاقہ تک پہنچنے کے بعد حکم ہوا کہ پہلے ولایت ٹھٹھ لینے کی تیاری کی جائے۔اس کے بعد قندھار کو تسخیر کیا جائے۔خانِ خاناں شاہی حکم کی تعمیل میں ٹھٹھ کی طرف چل پڑا۔

ولایت جیسلمیر کا حاکم رانا بھیم اور اُسے رن سنگھ بیکانیری کا بیٹا دلیپ سنگھ دونوں مل گئے تھے۔انھوں نے اطاعت کرلی۔پہلے قلعہ سہوان فتح ہوگیا پھر آگے روانہ ہوگئے۔

ٹھٹھ کا حاکم مرزا جانی بیگم بھاری جمعیت کے ساتھ نصیر پور آگیا۔اس کے ایک طرف سندھ ندی اور دوسری طرف جھیلیں ہیں۔وہاں ایک کچا قلعہ بنا کر خندق کھود کر محفوظ ہوگیا۔خانِ خاناں نے وہاں پہنچ کر اس کا محاصرہ کرلیا۔محاصرہ بہت لمبا ہوگیا تو گھر نہ ہونے کی وجہ سے شاہی لشکر تھک گیا۔صورتِ حالات بارگاہ والا جاہ میں عرض کی گئی۔شاہی حکم کی تعمیل میں لاہور اور ملتان کے غلہ کی کشتیاں بھر کر خانِ خاناں کے لشکر میں بھیجی گئیں۔رائے رن سنگھ بیکانیری اور دوسرے امیر بھی کمک کے لیے متعین ہوئے۔غلہ اور امیروں کی طلب آجانے سے خانِ خاناں کا دل قوی ہوگیا۔کچھ نے ٹھٹھ پر،دوسری فوج والے نے آکر پاس اور خود [illegible] قصبہ میں ڈیرے

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

ڈالے۔ روزانہ جنگ ہوا کرتی تھی۔ راجا ٹوڈرمل کے بیٹے دھارامل نے جو شجاعت و بہادری میں بے نظیر تھا، بہت جوش سے نمایاں جنگ کی۔ اس لڑائی میں اس کی پیشانی پر تیر کا زخم لگ گیا اور اس نے جان دے کر ہمیشہ کی نیک نامی پالی۔

سخت لڑائیوں کے بعد مرزا جانی بیگ شکست کھا کر بھاگ گیا۔ خانِ خاناں نے قلعہ بنا کر مرزا جانی کو منہدم کر دیا۔ شاہی لشکر غالب آ گیا اور کافی جانیں گئیں۔

اس علاقہ میں ایک عظیم حادثہ پیش آیا تھا۔ کسی صاحبِ حال درویش نے خواب میں دیکھا تھا کہ اس علاقہ میں خاقانِ زماں اکبر کے نام کا سکّہ اور خطبہ جاری ہو گیا ہے۔ بہت تیز آندھیاں چل رہی ہیں، گھٹائیں اُٹھ رہی ہیں۔ یہاں کے لوگ سرتابی کر رہے ہیں۔ لوگوں میں جب اس بات کا چرچا ہوا تو ہر ایک نے اپنی بساط کے مطابق نذر مانی کہ شاہی لشکر کو فتح و نصرت حاصل ہو اور بادشاہ اکبر کے نام کا سکّہ اور خطبہ جاری ہو جائے۔ القصہ کئی بار غلہ کی کشتیاں منصور لشکر میں گئیں اور سپاہیوں کی تنگ دستی اور بدحالی ختم ہو گئی ہاتھ میں کشادگی آ گئی۔ اور انھوں نے اس ولایت کو مسخر کرنے کے لیے کمر باندھ لی۔ کئی بار جنگیں ہوئیں۔ آخر مرزا جانی بیگ عاجز آ گیا، مقابلہ کی تاب نہ لا سکا۔ اپنے آپ میں لڑنے کی قوت نہ پا کر صلح کر لی۔ ولایت سہوان ممالک محروسہ میں داخل ہو گئی۔ اس نے اپنی بیٹی خانِ خاناں کے بیٹے مرزا ایرج کو دے دی۔ آ کر ملاقات کی اور بارگاہ والا کی بندگی قبول کر لی — یہ طے کیا کہ برسات کے بعد درگاہ والا کے لیے روانہ ہو گا۔ چنانچہ سن اڑتیس جلوس کے درمیان مطابق سن ایک ہزار ایک ہجری میں خانِ خاناں مرزا جانی بیگ کو ساتھ لے کر بارگاہ والا میں حاضر ہوا اور شاہی مرحمتوں سے سرفراز ہوا۔ سہ ہزاری منصب اور ٹھٹھ کی جاگیر مقرر ہوئی۔

لاہری بندر جو ٹھٹھ کے پار واقع ہے خالصہ مقرر ہوا۔ اس مہم میں بڑی مشقتیں اور پریشانیاں اٹھائیں اور سربلند ہونے کی کوشش کی۔ شجاعت کے آثار جو بہترین ذاتی سرفرازی ہے تلواروں کی چمک سے ظاہر کیے۔ اور جنگ آزمائی کر کے مظفر و منصور ہوا۔ اپنی عقل مندی، سمجھ داری اور مردانگی سب چھوٹوں بڑوں پر ظاہر کر دی۔ اپنی دانشوری کا سکّہ لوگوں کے دِلوں پر بٹھا دیا۔ اپنے فن اور تدبیر کا مظاہرہ کیا۔ چنانچہ ولایت ٹھٹھ حاصل کر کے خوب خدمت ادا کی۔ اور خاقانِ زماں اکبر کی طرف سے بھی خوب آفریں اور تحسین پائی۔

CC-0. Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ سلطانوں کی تاریخ اور ولایت سندھ کے احوال میں یوں لکھا ہے کہ یہ ولایت تمیم انصاری کی تھی۔ اس کی اولاد نے ایک سو اُنتالیس سال تک حکومت کی — چونکہ آس پاس کے زمینداروں سے سوہرگان کثرت اور طاقت میں زیادہ تھے لہٰذا پانچ سو سال تک سوہرگان کے خاندان میں حکومت رہی۔

جام ابرار

سوہرگاں کے بعد ولایت مسطور کی حکومت سمگان طبقہ میں منتقل ہوگئی۔ سمگان لوگوں میں جس شخص کو حکومت ملی وہ جام ابرار تھا۔ 'جام' بڑے اور مقدم کو کہتے ہیں۔ یہ خود کو جمشید کی نسل میں سے کہتے تھے۔ اسی کو یاد دلاتے تھے۔ جام ابرار سن سات سو اڑتیس میں مسند آرائی ہوا۔ اس نے تیس سال چھ مہینہ حکمرانی کی۔

جام خوبان:

یہ جام ابرار کا بھائی تھا۔ اس نے چودھ سال فرماں روائی کی۔

جام مالی نند ولد جام ابرار

یہ جس وقت مسند حکومت پر بیٹھا اس وقت سلطان فیروز شاہ دہلی کا فرماں روا تھا۔ سلطان نے جام پر تین مرتبہ لشکر کشی کی۔ آخر فتح حاصل کر کے ولایت سندھ پر قابض ہوگیا۔ جام کو دہلی میں لا کر اپنے پاس رکھا۔ اس نے اچھی خدمات ادا کیں۔ لہٰذا اس ولایت کو دوبارہ جام کو عطا کر کے وہاں جانے کی اجازت دے دی۔ اس کی مدت حکومت پندرہ سال ہوئی۔

جام شماجی جام مالی نند کا بھائی:

یہ تیرہ سال حاکم رہا۔

جام صلاح الدین:

اس نے دو سال حکومت کی۔

جام غیر ولد جام نظامالدین:

یہ چھ سال اور کچھ مہینہ حکمران رہا۔

جام کران ولد شماجی:

اس نے ڈیڑھ دن حکومت کی۔

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

جام فتح خان ولد اسکندر:

اس ولایت میں جب کوئی حاکم نہ رہا تو ارکانِ حکومت نے متفق ہو کر فتح خاں کو جو صاحب جمعیت سردار تھا حاکم بنا دیا۔ اس کی مدتِ سلطنت پندرہ سال ہوئی۔

جام تغلق ولد اسکندر:

یہ اٹھارہ سال فرماں روا رہا۔

جام مبارک:

یہ جام تغلق کے رشتہ داروں میں سے تھ،اس نے تین دن سلطنت کی۔

جام سکندر ولد فتح خاں ولد سکندر:

یہ ایک سال چھ مہینے تخت پر بیٹھا۔

جام سنجر ولد جام سکندر:

آٹھ سال کچھ مہینے مسند فرماں روائی پر متمکن رہا۔

جام نظام الدین

یہ جام نندا کے نام سے مشہور تھے۔ یہ جام سنجر کے بعد مسند نشین ہوا۔ قندھار کے حاکم مرزا شاہ بیگ نے مرزا عیسیٰ خاں مرجان کو جام نندا پر یلغار کے لیے متعین کیا تھا اور اس کے پیچھے پیچھے خود بھی آ گیا تھا۔ اس نے قلعہ بھکر کا جو اس زمانہ میں اتنا مضبوط نہ تھا جتنا اب ہے، محاصرہ کر لیا اور کچھ مدت میں اسے مسخر کر لیا۔ اس کے بعد قلعہ سہوان بھی لے لیا تھا پھر قندھار واپس چلا گیا۔ جام نظام الدین کی مدت حکومت باسٹھ سال ہوئی۔

جام فیروز ولد نظام الدین

باپ کے بعد مسند کو آرائے حکومت ہوا۔ اس کا رشتہ دار جام صلاح الدین جس کی بہن سلطان مظفر گجراتی کے نکاح میں تھی، سن نو اٹھارہ میں دو بار گجرات سے اس پر لشکر لے کر آیا تھا اور جنگ کر کے فتح حاصل کر لی تھی۔ پھر جام فیروز قندھار کے حاکم مرزا شاہ بیگ ارغون کے پاس التجا لے کر گیا۔ قندھار کے لشکر کو کمک کے واسطے لایا، جنگ کی اور جام صلاح الدین میدانِ جنگ میں مارا گیا۔ اب ولایت سندھ کی حکومت بلا شرکت غیرے جام فیروز سے متعلق ہو گئی۔

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

سن نوسو ستائیس میں مرزا شاہ بیگ ارغون نے قندھار سے لشکر کشی کی اور ٹھٹھ پر قبضہ کر لیا۔ جام فیروز گجرات جا کر سلطان بہادر ولد سلطان مظفر والی گجرات کے امیروں میں شامل ہو گیا۔ اس نے اپنی بیٹی کو سلطان بہادر شاہ سے بیاہ دیا اور اُس ولایت میں بڑا سردار بن گیا۔ اس نے وہاں ہی زندگی بسر کی۔ یہیں اس کی رحلت ہوئی۔ جام فیروز کی حکومت کی مدت اُنیس سال ہوئی۔

مرزا شاہ بیگ

مرزا شاہ بیگ وزیر ذوالنون سلامت جو کہ سلطان حسین کا امیر الامرا سپہ سالار اور اس کے بیٹے بدیع الزماں مرزا کا اتالیق تھا۔ یہ شاہ طہماسپ کے بھائی بہرام مرزا کا بیٹا تھا۔ پہلے اس کی قندھار پر حکومت تھی۔ میر ذوالنون جب شاہ اردنگ کی جنگ میں مارا گیا تو اس کے بیٹے شاہ بیگ کو قندھار کی حکومت مل گئی۔ اس کے بعد اپنی قوت اور شجاعت سے ولایت سندھ پر قابض ہو گیا۔ سن نوسو تیس میں اس نے زندگی کی امانت سپرد کر دی۔ ولایت سندھ پر اس کی حکومت کی مدت تین سال ہوئی۔

مرزا شاہ حسین ولد مرزا شاہ بیگ

یہ اپنے باپ کی جگہ مسندِ حکومت پر متمکن ہوا۔ اس نے قلعہ بھکر کو نئے سرے سے مضبوط کیا۔ اس نے ملتان کو بھی سلطان حسین ولد سلطان محمود لنگوہ سے چھین لیا۔ یہ حاکم سن نوسو باسٹھ میں فوت ہو گیا۔ اس کی حکومت کی مدت بتیس سال ہوئی۔

مرزا عیسیٰ میر خاں

یہ شاہ بیگ کے امیروں میں سے تھا۔ اس نے ٹھٹھ پر اور سلطان محمود نے بھکر پر استقلال کا دعویٰ کیا۔ یہ دونوں آپس میں کبھی جنگ کرتے تھے اور کبھی صلح کر لیتے تھے۔ مرزا عیسیٰ میر خان نے سن نوسو تہتر میں رحلت کی۔ اس کی حکومت کی مدت تیرہ سال ہوئی۔

مرزا باقی بیگ ولد مرزا عیسیٰ میر خاں

یہ اپنے بھائی پر جو کہ باپ کے بعد مسند نشین ہوا تھا غالب آ گیا اور استقلال سے حاکم بن گیا۔ اس نے بھکر کے حاکم سلطان محمود سے اپنے باپ کی طرح ہی رویہ قائم رکھا، کبھی جنگ کی

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

کبھی صلح کی۔ اس کی حکومت زمانہ اٹھارہ سال ہوا۔

مرزا جانی بیگ ولد تائید محمد ولد محمد باقی بیگ

یہ باقی بیگ کا قائم مقام ہوا۔ سن ایک ہزار ایک میں خانِ خاناں کے ساتھ شاہی دربار میں حاضر ہوا اور یہ ولایت ممالک محروسہ میں داخل ہوگئی۔ مرزا جانی بیگ کی مدت حکومت آٹھ سال ہوئی۔

بھکر کی فتح

ٹھٹھ کے مسخر ہونے سے پہلے سن تیس جلوس میں محبّ علی خان اور مجاہد خاں بھکر کو مسخر کرنے کے لیے متعین ہوئے تھے۔ انھوں نے جا کر محاصرہ کرلیا۔ محاصرہ لمبا ہوگیا۔ قلعہ میں سخت قحط پڑ گیا اور وبا پھیل گئی۔ بہت سے قلعہ والے تلف ہو گئے۔ جن لوگوں نے سنڈولی کی چھال مچالی وہ وبا سے بچ گئے۔ سلطان محمود نے عاجز آ کر بارگاہ میں درخواست بھیجی کہ اگر محبّ علی خان قلعہ کے محاصرہ اٹھالیں تو وہ قلعے کو شاہزادہ کی پیشکش میں دے دے گا۔

۹۷۱ میں بھکر دربار سے جواب آنے سے پہلے ہی سلطان محمود طبعی موت سے مرگیا۔ سن نوسو اکہتر میں محبّ علی خان اور مجاہد خاں کے ہاتھوں یہ فتح ہوکر ممالک محروسہ میں داخل ہوگیا۔

پنجاب کے گماشتوں اور زمینداروں کی تادیب وسزا

جب شاہی پرچم لاہور میں تھے اس وقت زین خان کوکہ کوہستان کے زمینداروں کی تادیب کے لیے متعین ہوا، اس نے جا کر اپنی تلوار اور قوت وتدبیر سے وہاں کے راجاؤں، راناؤں اور زمینداروں کو مطیع وفرمان بردار بنالیا۔ نگرکوٹ کے راجا بدھی چند، جموں کے راجا پرس رام، میو کے راجا پاسو، گوالیار کے راجا جگد یش شنبھا چند، دہدوال اور دوسرے زمینداروں کو بارگاہ والا میں لے آیا، ان لوگوں پر خوب عنایتیں ہوئیں۔ مذکورہ زمینداروں نے درگاہ معلٰی کی ملازمت کی سعادت حاصل کرلی۔ خوب لطف وکرم ہوا اور ان لوگوں کو اپنے اپنے وطن لوٹنے کی اجازت مل گئی۔ اس زمانہ میں کمایوں کا حاکم رودر سنگھ بریلی کے عامل متھرا داس کی معرفت بارگاہ میں حاضر ہوا اور ولایت کمایوں اسی کے سپرد کردی گئی۔ اس پر بھی خوب عنایتیں کر کے رخصت کردیا۔

کچھ سال بعد میو کے زمیندار راجا باسو نے جو گمراہی اور جہالت میں پڑا تھا شاہی اطاعت سے منہ موڑلیا۔ چنانچہ ایک منصور لشکر اس کی تادیب کے لیے متعین ہوا۔ جب فیروزی

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

لشکر بنہان پہنچ گئے تب وہ خوابِ غفلت سے بیدار ہوا۔ ملازمت کے لیے بارگاہ میں آ کر سعادت اندوز ہوا۔ کچھ عرصہ بعد حضور والا سے وطن جانے کی اجازت حاصل کر لی۔ اپنے مقام پر پہنچ کر پھر شورش کے لیے سر اٹھایا۔ بنہان کے قریب جو خالصہ کے دیہات تھے ان پر تاخت کی۔ چنانچہ تاج خاں ولد بندال مرزا اور اس کے بعد حسین فلیج متعین ہوئے۔ یہ لوگ بنہان پہنچ گئے۔ جس وقت لشکر والے خیمہ لگانے میں مصروف تھے اس وقت راجا باسو نے فوج آراستہ کر لی۔ تاج خان کا بیٹا جمیل بیگ اپنی جرأت و دلیری کی وجہ سے لڑنے کو تیار ہو گیا۔ اس نے سخت جنگ کی...... رستخانہ کارنامے انجام دیے اور شہید ہو کر جاودانی زندگی پالی۔ اس مغفور کی لاش خطہ دلکشا کلانور کے قریب سپردِ خاک کی گئی اور اس کے مزار پر بہترین عمارتیں بنائی گئیں جواب تک قائم ہیں۔ ہر طبقہ کے لوگ یہاں اپنی نذریں ماننے آتے ہیں اور خدا کے حکم سے ان کی مرادیں پوری ہو جاتی ہیں۔

القصہ راجا باسو نے جنگ کی اور اسے ہزیمت اٹھانا پڑی اور آوارہ ہونا پڑا۔ انھیں دِنوں حسین بیگ اور شیخ عمر جموں کے زمیندار راجا مان کے لیے متعین ہوئے۔ راجا نگر کوٹ، راجا لچھمن پور، جسر وتھ اور مانکوٹ اور راجا باکر راجا مان کی مدد کے لیے آ گئے۔ کئی بار جنگ ہوئی۔ آخر بے ایمان راجا مان کو شکست ہوئی اور وہ پہاڑوں میں چھپ گیا۔ راجا باسو اور دوسرے راجا جو اس کی مدد کو آئے تھے سب بھاگ گئے۔ جموں، جسر وتھ، سانبہ، سیال کوٹ (مانکوٹ) یہ سب شاہی ملازموں کے تصرف میں آ گیا۔ گوالیار جو کہ راجا باسو کے قبضہ میں آ گیا تھا وہ بھی چھڑا لیا گیا۔ القصہ شہزادہ بزرگ کی درخواست سے راجا باسو کے قصور معاف ہو گئے۔ کوہستان میں امن وامان ہو گیا۔

جشن والا

موسم بہار آیا تو دنیا والوں پر عیش و عشرت کے دروازے کھل گئے۔ فضا کی لطافت نے دنیا کو نزہت بخش دی۔ صبا کی اٹکھیلیوں نے زمین والوں کے دماغ کو خوشبو سے بھر دیا۔ نوروز کی ہوا نے افسردہ مزاجوں کو فرحت دی، نو بہاری کی شمیم نے زمانہ کی آرزوؤں کے دماغ کو معطر کر دیا۔ ابیات:

درخت پھول گئے اور بلبلیں ہیں مست
جہاں جوان ہوا یارو خوب عیش کرو

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

بساط سبزہ جو پامالِ شادمانی ہوئی
تمام عارف و عامی خوشی سے رقص کرو

جشن فیروزی کے لیے حکم ہوا کہ دولت خانہ خاص و عام کو جس میں ایک سو بیس ایوان ہیں امیروں کے ذمہ کر دیے جائیں۔ جھروکہ مبارک کو سجائیں، شہنا منڈل کو جو دولت خانہ خاص ہے قسم قسم کے قصب (ایک قسم کا عمدہ کپڑا) اور دیبا اور دوسرے طرح طرح کے کپڑوں سے سجائیں۔ کچھ وقت میں ہی بارگاہ کے کارپردازوں اور بلند مرتبہ امیروں نے پورے دولت خانہ کو بڑے تکلف سے زینت بخش دی۔ آرائش اور طرح طرح کی زیبائش سے رونق بخشی۔

یہ جشن نوروزی مبارک انداز میں اور فریدونی طرز میں اس طرح آراستہ ہوا کہ نقاروں کا نور آسمانوں کے کان میں پہنچ گیا۔ خوشی اور طرب کے شادیانوں کی آواز زمانہ کے گنبد میں گونج اُٹھی۔ بیت:

تروتازگی سے ملی کامرانی
مہیا ہیں دیکھو طرب شادمانی

بادشاہ کو اس جشن میں امیروں کے مرتبے بتائے گئے۔ ہر ایک امیر کو اس کے حال کے مطابق اور مرتبہ بڑھا کر سرفراز کیا۔ خدمتگاروں کی فہرست بھی پیش کی گئی۔ ہر ایک کو اس نے جیسی خدمت ادا کی تھی اس کے اعتبار سے رعایتوں عنایتوں سے سرفراز کیا۔ جس نے خدمت کی ادائیگی میں کچھ کمی کی تھی اس کو خدمت سے ہٹا کر معتوب کیا گیا۔ پھر حکم صادر ہوا کہ مشرف ہونے کے دن تک ہر ایک باری والے اور امیر دعوت کریں تاکہ ان کا گھر خاقان کی آمد سے رونق پذیر ہو جائے اور وہ اپنے برابر والوں میں سرفراز ہو جائیں۔ یہاں انوپ ساگر نام کا ایک تالاب ہے جو بیس گز لمبا چوڑا اور دو تال گہرا ہے۔ اس کے چاروں طرف بیس کروڑ کی رقم مٹکوں میں بھر کر صاحبِ منصب امیروں اور فقیروں، غریبوں تمام لوگوں میں بطور انعام تقسیم کر دی۔ بیت:

ابر دریا دل بھی شرمندہ سخاوت سے تیری
تیرے قدموں سے زمانہ بھر کی دولت پائی

ایسے وقت میں جب یہ بزم شرف ختم ہونے کے قریب تھی، بارگاہِ جہاں آرا کے ایک

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

ڈیرے میں مبالغہ نہیں کہ اس کے سایہ میں پندرہ ہزار آدمی آ جائیں، اتفاق سے آگ لگ گئی۔ تین دن تک جشن کی بساط اور حرم سرا کی کچھ عمارتیں جل کر راکھ ہوگئیں۔ بھلا اس کی قیمت کا اندازہ کوئی لگا سکتا ہے؟ جب اس فلک مرتبہ ڈیرے کی آگ بجھ گئی تو بزمِ شرف کے لیے پھر حکم ہوا کہ نئے سرے سے بارگاہ والا تیار کی جائے اور پھر مجلس منعقد ہو۔ چنانچہ کچھ دن میں ہی پھر آسمان جیسی اونچی بارگاہ تیار ہوگئی۔

تعجب کی بات یہ ہے کہ اسی دن دکن میں شہزادہ سلطان مراد کے گھر میں بھی آگ لگی تھی۔ القصہ یہ بزم شرف بڑے اچھے انداز میں آراستہ ہوئی۔ دنیا اور دنیا والوں نے اس سے بہت فیض اٹھایا۔ رباعی:

دل افروز مجلس کی آراستہ — اندر سے باہر سے پیراستہ
وہ تھا شامیانہ مثال سپہر — جڑے اس میں تھے ماہ وناہید و مہر

میاں تان سین، مولانا عرفی شیرازی اور شیخ ابوالفیض فیضی کی رحلت

میاں تان سین:

والا فطرت نغمہ سراؤں کے سردار، بلند فکر گانے والوں کے سرتاج میاں تان سین ایجاد دل نواز آواز اور فرحت افزا نغموں کی وجہ سے بارگاہِ خاقانی میں مقرب تھے۔ ان پر سلطان کی عنائتیں بہت ہوا کرتی تھیں۔ ان کے سریلے گانے اور دلکش نغموں سے جنگل کے جانور اور ہوا کے پرندے محبت کے جال میں پھنس جاتے تھے۔ اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ دنیا کی پیدائش سے اب تک فن موسیقی اور نغمہ پردازی میں ان جیسا کوئی مشکل سے ہی ہوا ہوگا۔ اس کے ہزاروں ہنر مندی کے نقش اور بے شار گائے ہوئے شعر زمانہ کے صفحہ پر یادگار ہیں۔ سن سات جلوس والا میں ٹھٹھ کے تابع اللہ تاش کے زمیندار راجا رام چندر نے اس نادر العصر وحید الدہر کو اپنی پیش کشی کے رخسار کا تِل سمجھ کر اس درّماہ آسمان جاہ میں بھیجا تھا اور سن چونتیس جلوس میں اس نے اپنی زندگی کا ٹھاٹ باندھ لیا۔ خاقان اکبر کو اس سے بہت افسوس ہوا۔

عرفی شیرازی:

سن چھتیس جلوس میں مولانا عرفی شیرازی کی بھی رحلت ہوگئی۔ نظم و نثر کی نخل بندی اور لفظ

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

ومعنی کی گل دستہ آرائی میں اس کا کلام بے نظیر تھا۔ خوب رونق پائی مگر وہ متکبر بھی بہت تھا۔ اپنی تعریف خود کیا کرتا تھا۔ اس نے اپنی اصل عمر نفسانی عیبوں جو، اشراب، نرد بازی، مے گساری میں صرف کردی۔ چنانچہ جان کنی کے وقت بھی اللہ کو یاد کرنے کا وقت ہوتا ہے۔ جام مینا اور نچے چھکے کی باتیں کرر ہا تھا۔

شیخ ابوالفیضی فیضی:

فیضی سن بارہ جلوس میں بادشاہ کی خدمت میں آیا تھا۔ اس پر خوب کرم فرمائیاں ہوئیں۔ ملازمت کے دوران ایک بار شیخ کو چاندی کے کٹہرے سے باہر نکال دیا۔ اس نے بغیر ز کے کسی مہلت کے بغیر فی البدیہہ یہ رباعی کہی۔ رباعی:

اے بادشاہ پنجرہ سے باہر میں آ گیا
اپنے کرم سے پنجرے میں دے دے مجھے جگہ
میں ہوں تو توتا کھاتا ہوں لیکن فقط شکر
اچھی ہے ایسے توتے کو پنجرہ میں ہی جگہ

بادشاہ نے یہ رباعی بہت پسند کی اور اسی دن بندگی والا سے سرفراز کردیا۔ چونکہ رنگین کلامی، ندرتِ شعر اور بدیہہ گوئی میں اس کی کوئی نظیر نہ تھی اس لیے اس کی قدر و منزلت کا پایہ روز بروز بلند ہوتا گیا۔ اقتدار بڑھتا گیا۔ سن تینتیس جلوس میں ملک الشعرا کے خطاب سے سرفراز ہوا۔ سن انتالیس جلوس میں اس نے قرآن مجید کی ایک بے نقط تفسیر لکھی۔ نل دمن کتاب کو لیلیٰ مجنوں کی بحر میں نظم کیا اور مرکز ادوار کو مخزن اسرار کے وزن پر نظم کر کے اکبر کو پیش کیا۔ خوب تحسین اور آفریں ہوئی۔

بیشک ان تصنیفات میں شیخ نے اپنی بلند طبیعت اور ارجمند فطرت سے کلام کے گلشن کو معنی کی بہار سے طراوت بخش دی۔ دانش کے شجر کو شعر کے ثمرہ سے پھل دار بنا دیا۔ اسی طرح سلیمان بلقیس کو شیریں (فرہاد) کے وزن میں اور ہفت کشور کو ہفت پیکر کے مقابلہ اور اکبر نامہ سکندر نامہ کے مقابلہ مرتب کیے۔ یہ کتابیں جیسے پوری ہوئیں ویسے ہی شیخ کی زندگی بھی پوری ہوگئی اور سن چالیس جلوس میں ملک الشعرا شیخ ابوالفیض نے بھی اپنا رختِ ہستی باندھ کر عالم جاودانی کا سفر اختیار کیا۔

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

چونکہ شیخ ابوالفیض خاقان اکبر کا مداح، دعا گو اور شہزادوں کا معلم تھا اس کی رحلت سے دو دن پہلے اکبر نے غریب نوازی کے طور پر اپنی مہربانیوں کا سایہ اس کے سر پر ڈالا تھا۔ اس طرح اس کو سعادت سے کامیاب کیا تھا۔ اس نے جان کنی کے وقت فی البدیہہ یہ عجیب کلام کہا۔ قطعہ:

تم نے دیکھا کہ آسمان نے میرے ساتھ کیسی چال چلی
میرے دل کا پرندہ رات کے نقش سے ہم آہنگ ہو گیا
وہ سینہ جس میں ایک زمانہ کے سمانے کی گنجائش تھی
اب آدھی سانس تک کے لیے تنگ ہو گیا

آدم شناس بادشاہ کا دل بھر آیا کہ اس کا ایک مدحت سرا، مدحت طراز پردۂ خفا میں چلا گیا۔ والا گہر شہزادوں کو بھی نہایت صدمہ تھا کہ ان کا مزاج دان دانش آموز استاد سدھار گیا۔ تمام امیروں اور خواتین کو دلی صدمہ پہنچا کہ جو بزم اور رزم دونوں کا سر برآوردہ شخص تھا اس کی زندگی کا پیمانہ بھر گیا۔ جن لوگوں کے معاملات اس سے وابستہ تھے ان کے جگر سے آہ اور گلے سے گریہ وزاری کا آغاز ہو گیا۔ روتے تھے کہ دشواریوں کا گرہ کشا دنیا سے چل بسا۔ بیت:

کیجیے افسوس صد افسوس ہائے افسوس کہ
بادلوں میں چھپ گیا ہے کیسا چاند

علامہ شیخ ابوالفضل نے 'اکبر نامہ' میں بڑی رنگین عبارت میں شیخ ابوالفیض فیضی کا مرثیہ تحریر کیا ہے۔

برہان الملک کا بارگاہ والا میں حاضر ہونا

برہان الملک اپنے چچا نظام الملک سے آزردہ ہو کر قطب الدین خاں غزنوی کی معرفت بارگاہ سلطانی میں حاضر ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد ہی ہزاری منصب سے سرفراز ہوا اور شاہی عنایت سے بنگش کے لیے متعین ہو گیا۔ کچھ سال بعد بارگاہ میں آ کر کمک کی درخواست کی کہ احمد نگر کو مسخر کر لے گا۔ لہٰذا مالوہ میں متعین امیروں اور راجی علی خاں کو جو خاندیس کے حاکم تھے اس کی کمک کے لیے متعین کیا گیا۔ لہٰذا اس نے شاہی امیروں کی ... احمد نگر ... کو اسمٰعیل نظام الملک

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

سے جنگ کی اور فتح یاب ہوا۔ چچا سے اپنا موروثی ملک واپس اپنے قبضہ میں کرلیا۔

چونکہ یہ بڑا کمینہ اور بد خصلت تھا۔ اس نے دولت و حکومت کی شراب کے نشہ سے مست ہو کر شاہی نوازش کے حقوق بھلا دیے۔ بارگاہ والا کی اطاعت سے سرتابی کرنے لگا۔ بے پروائی اور سرکشی اپنا شعار بنالیا۔ سرکار کی طرف سے شیخ ابوالفیض فیضی کو جو اس وقت زندہ تھا راجی علی خان کے پاس بھیجا گیا کہ برہان الملک کو اطاعت کی شاہراہ پر لے آئے۔ راجی علی خاں نے اسے مطیع ہونے کے لیے بہت ہی رہنمائی کی مگر اس نے دنیا کی مستی کے غرور سے اطاعت قبول کرنے کے فرمان پر سر ہی نہیں جھکایا بلکہ کفرانِ نعمت کی راہ پر چل پڑا۔ چونکہ کفرانِ نعمت ایسی چیز ہے جو بہت جلد اپنی پاداش کو پہنچ جاتی ہے۔ لہٰذا اس نے جب اپنے قبلہ و کعبہ سے عقیدت کا چہرہ پھیر لیا تو بہت جلد مکافاتِ اعمال کو پہنچ گیا۔ کسی نے اسے پارہ سے مار ڈالا۔ پارہ کا ایسا کشتہ کھلا دیا جو پوری طرح کشتہ نہیں بنا تھا۔ اس کے کھانے کے اثر سے سخت بیماری ہوگئی اور مرض کی سختی سے وہ اس عالم سے چل بسا۔

اس کی بہن چاند بی بی بڑی سمجھ دار عورت تھی، اس نے امیروں کو متفق کرکے اس کے کمسن بیٹے ابراہیم کو اس ولایت کا حاکم بنادیا اور معاملات کا سب انتظام اپنے ذمہ لے لیا۔ اس ولایت کے احوال کی جب بارگاہِ مقدس میں اطلاع ہوئی تو شہزادہ سلطان مراد کو بھاری لشکر کے ساتھ متعین کیا گیا۔ شہزادہ نے سپاہیوں کے سامان کی تیاری کے لیے کچھ دن مالوہ میں قیام کیا پھر آگے روانہ ہوگیا۔ اس نے نربداندی پار کرکے مختصر سے وقت میں ہی مرتضیٰ دکنی سے ولایت برار فتح کرلی۔ پھر فوجیں احمد نگر کے لیے روانہ ہوئیں۔ کافی جنگ کے بعد شاہی غالب آسکی اور حریف کی فوج مغلوب ہوگئی۔ اس مہم میں خاندیس کا حاکم راجی علی خان بھی شہزادہ کے ساتھ تھا۔ اس نے اپنی جان نثار کردی۔ اس کے ساتھ ساتھ بیجاپور کے حاکم عادل خاں اور گولکنڈہ کے حاکم قطب الدین سے بھی لگاتار جنگ ہوئی۔ اور شاہی امیر کامیاب ہوگئے۔

چونکہ شہزادہ دکن میں لگاتار شراب پینے لگ گیا تھا اس لیے شراب نوشی کی کثرت سے زار نزار ہوگیا۔ اور اس ولایت کی مہمات میں مصروف نہ ہوسکا۔ اس وجہ سے اس مہم کے لیے شیخ ابوالفضل متعین ہوا۔ حکم ہوا کہ شہزادہ کو عمدہ نصیحتیں کرکے راہِ سعادت کی رہنمائی کرے۔ اور اس کو بارگاہ میں لے آئے۔ اور اس ولایت میں جو امیر متعین ہیں انھیں خدمت پر لگادے۔ اور اگر

CC-0. Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

وہاں کی مہمات کے انتظام کے لیے اس کا وہاں رہنا ضروری ہو تو خود وہاں رہے اور شہزادہ کو یہاں روانہ کر دے۔ شیخ مذکور دربار سے رخصت ہو کر مرحلہ طے کرتا ہوا شہزادہ کی خدمت میں پہنچ گیا۔ اتفاق سے اسی وقت شہزادہ سخت بیماری سے عالم بالا کو سدھار گیا۔ لشکر میں عجیب شورش برپا ہوگئی۔ شیخ ابوالفضل نے اپنی صائب تدبیروں سے اور بے تحاشا پیسہ بہا کر پراگندہ طبیعتوں کو پھر منظّم کیا۔

اس قصہ کی اطلاع سے غنیم غالب اور دلیر ہوگیا تھا۔ شیخ کی حسن تدبیر سے پھر مغلوب ہوسکا۔ اگر اس وقت شیخ نہیں پہنچا ہوتا تو وہ ولایت جو بڑی محنت سے حاصل ہوئی تھی واپس ہاتھ سے نکل جاتی۔ پھر تو حالات سنبھالنا مشکل ہو جاتا۔ اس سانحہ کی خبر بارگاہ میں پہنچی تو بہت صدمہ ہوا۔ آخر صبر کیا۔ اس کے بعد شہزادہ دانیال کو تجہیز کے لیے دکن روانہ کیا۔ اور خاقانِ اکبر اس ولایت کو فتح کرنے کے لیے خود روانہ ہوا۔

شاہی لشکر کی لاہور سے دکن کے لیے روانگی:

لاہور سے جب شاہی پرچم روانہ ہوئے تو قصبہ پٹیالہ کے قریب بادشاہ کو اطلاع ملی کہ اس جگہ درویش اور سنیاسی لوگ آپس میں لڑ رہے ہیں۔ مسلمان درویش غالب آ کر زبردستی مندروں کو ڈھا رہے ہیں۔ خاقانِ زماں اکبر کو ان لوگوں کی بے اعتدالی کا پتہ چلا تو اس نے عدل و انصاف سے ان میں سے بہت سے لوگوں کو قید کر لیا۔ اور حکم صادر ہوا کہ جو مندر ظلماً توڑ دیئے گئے ہیں ان کی پھر سے تعمیر و ترمیم کی جائے۔ یہاں سے بیاہ (ویاس) ندی پار کر کے گرو ارجن کے مقام پر پہنچے۔ یہ بابا نانک شاہ کے سجادہ نشین ہیں۔ ان سے ملاقات کر کے ان کی زبانی بابا نانک کے ہندی اشعار جو حقیقت و معرفت کے سلسلے میں انھوں نے کہے ہیں سن کر بہت خوش ہوئے۔ گرو ارجن نے اپنی سرفرازی سمجھتے ہوئے اچھی پیشکش پیش کی۔ اور یہ درخواست کی کہ پنجاب میں شاہی لشکر کے پڑاؤ سے غلہ بہت مہنگا ہوگیا ہے۔ لہٰذا پرگنوں پر جمع بندی کا بوجھ زیادہ ہوگیا ہے۔ یہ لشکر یہاں سے چلے جائیں تو کچھ ارزانی ہو۔ ابھی تو رعایا جمع بندی کی ادائیگی نہیں کر سکتی۔ اس کی درخواست پر دیوانوں کو حکم دیا کہ بارہ روپے کے حساب سے رعایا کے محصول میں تخفیف کر دی جائے اور ... کہ حکم کے مطابق تعمیل

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

کریں۔زیادہ طلب نہ کریں۔بیت:

ہاں رعایا کی رعایت کیجیے ملک آباد اس سے ہوگا دیکھئے
ان کے سر پر ہاتھ رکھئے مہر سے رحم ان کے حال پر خود کیجیے

جب تھانیسر میں شاہی ڈیرے لگے تو وہاں کی رعایا نے سلطان سروری کے ظلم اور زیادتیوں سے تنگ آ کر استغاثہ پیش کیا۔اس کی زبردستیوں کی تحقیق ہوگئی تو شاہی حکم سے اس کا حلق کھینچ کر مار ڈالا گیا تا کہ دوسرے عاملوں کو عبرت ہو۔نظم:

ان لوگوں کے ہاتھ میں حکومت دینا غلطی ہے، جن کی وجہ سے لوگوں کے ہاتھ اللہ کی طرف رکھے ہوئے ہوں، جو عامل ظالم ہو اس پر مہربانی مت کر، اس کے موٹے جسم کی تو کھال اُتار لینا چاہیے۔

اکبر آباد پہنچنے کے بعد کچھ دن وہاں قیام کیا۔پھر ابوالفضل کی درخواست کی وجہ سے وہاں سے برہان پور کی طرف روانہ ہوا۔چنبل ندی پار کرتے وقت خاصہ کے ہاتھی کے پیروں میں لوہے کی زنجیریں بندھی تھیں۔جب ندی کے پار پہنچے تو مہاوتوں نے وہ زنجیریں سونے کی پائیں۔بڑے حیران ہوئے۔یہ بات ہاتھی خانہ کے داروغہ سے کہی تو اس نے وہ زنجیریں خود اپنی آنکھوں سے دیکھ کر بارگاہ والا میں بتایا۔بادشاہ نے وہ زنجیریں طلب کیں۔انھیں دیکھ کر قدرتِ الٰہی کے عجائبات کا مشاہدہ کیا اور جل شانہ کی تسبیح بیان کی۔کہا کہ اس ندی میں کوئی پتھر ہوگا جس کو پارس کہتے ہیں۔اس کے چھونے سے لوہا اور دوسری دھاتیں سونا بن جاتی ہیں۔

بادشاہ کے فرمان پر ہاتھیوں کے پیروں میں دوبارہ لوہے کی زنجیریں باندھ کر ندی سے گزارا اور تیراک مانجھیوں نے دریا گداز مگرمچھوں کی طرح غوطہ لگا کر اس پتھر کو بہت ڈھونڈا مگر نہیں ملا اور نہ زنجیریں ہی سونا بنیں۔بیت:

ندیاں چھانی غوطہ لگائے جتنا مجھ میں سامرتھ تھا
پر وہ موتی ہاتھ نہ آیا جس کی مجھ کو اِچھّا تھی

القصہ اکبر نے مرحلہ طے کر کے برہان پور میں جا کر پڑاؤ ڈالا۔اکبر آباد سے برہان پور تک جریب سے دو سو ستائیس کوس ناپے گئے۔اس دلکشا خطہ میں نوروز کا جشن منایا۔خوش ادا گوّیوں اور خوبصورت آواز والے مغنّیوں نے دلکش نغمہ دلفریب سرود گا کر دل موہ لیے۔ستار کی آواز

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

اور تالیوں کی تھپکار سے دماغ کے آشیانہ سے ہوش کے پرندہ کو اُڑا دیا۔ اکبر کی طبیعت کو بہت سرور حاصل ہوا۔ رباعی:

اس واسطے بجائیں گویّوں نے تالیاں
اُڑ جائے تا کہ غم کا پرندہ جہان سے
میری خطا ہے، کیونکہ گویّوں کے دونوں ہاتھ
ایک دوسرے کو چوم رہے تھے وہ تان سے

اس محفل میں اکبر کے حکم سے شیخ ابوالفضل احمد نگر سے آ کر جو کہ دکن کی مہمات کے لیے یہاں رہ رہا تھا، بساط بوسی کی عزت سے معزز ہوا۔ رات کا وقت تھا۔ چاندنی کی محفل بہت خوبصورت انداز میں سجی ہوئی تھی۔ اکبر نے مہربانی سے شیخ کے سامنے یہ شعر پڑھا۔ بیت:

چاندنی ہو اور بھیگی رات ہو
تو ہو میں ہوں اور ہر ایک بات ہو

ان تکلّفات سے شیخ نے شکریہ کے طور پر کورش ادا کی۔ بادشاہ کی کرم فرمائی سے ولایت برہان پور شیخ کے لیے مقرر ہوگئی۔ حکم صادر ہوا کہ چونکہ امیر میاں بڑی تنگی سے گزر بسر کرتے رہے ہیں لہٰذا شاہی لشکر کے یہاں ہونے کی وجہ سے برہان پور کا علاقہ امیروں کے منصب کے تفاوت کے اعتبار سے ان کے لیے مقرر ہو۔ شیخ کو چار ہزاری کے منصب سے سرفراز کیا۔ پھر بادشاہ نے قلعہ رنبیر کو مسخر کرنے کے لیے جہاں راجی علی خاں کے پوتے بہادر خاں نے، جو وہاں کا حاکم تھا، سرکشی شروع کر دی تھی، شیخ کو رخصت کیا۔

قلعہ رنبیر و ولایت احمد نگر کی فتح

شیخ ابوالفضل بادشاہ کے دربار سے رخصت ہو کر اس قلعہ کے نیچے پہنچ گیا۔ اس کا محاصرہ کر لیا۔ لگا تار سخت جنگیں ہوئیں، جب محاصرہ بہت لمبا ہو گیا تو شیخ اپنی ذاتی شجاعت اور بہادری سے قلعہ کے کنگرہ پر کمند ڈال کر خود قلعہ پر چڑھ کر اندر کود گیا۔ دوسرے اور بھی بہت سے لوگ اسی طرح شیخ کے ساتھ ساتھ پہنچ گئے۔ بڑی مردی اور دلیری کے کارنامے کیے۔ اپنے بازو کی قوت سے شیخ نے اس گتھی کو سلجھا دیا اور اپنا آسان جس قلعہ جس کا فتح ہونا دشوار تھا،

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

مسخر ہو گیا۔

یہاں کے حاکم بہادر خاں نے عاجز ہو کر شیخ سے ملاقات کی اور شیخ کے وسیلہ سے بارگاہ کی حاضری سے سعادت اندوز ہوگا۔ اس پر بھی کرم فرمائیاں ہوئیں اور رنبیر کا قلعہ سرکاری ملازموں کے حوالہ ہو گیا۔ اس خدمت کے صلے میں شیخ ابوالفضل کو علم نقارہ، گھوڑا، خلعت خاصہ کی سرفرازی حاصل ہوئی۔ اس کے بعد ناسک کو فتح کرنے کی رخصت ملی۔ اور کچھ عرصہ بعد پنج ہزاری کے منصب سے سرفراز ہو گیا۔ اس نے بہت عمدہ خدمات ادا کیں۔ اس نے شاہی عنایتوں کے مقابلے جاں نثاری و جاں فشانی میں کبھی دریغ نہیں کیا۔

حکم صادر ہوا کہ احمد نگر کی فتح، راجوری کا دفاع اور دوسرے مفسدوں کا قلع قمع شیخ ابوالفضل کے ذمہ ہو اور ولایت برار کی حراست اور نواح کی تسخیر خانِ خاناں مرزا جان کے سپرد ہو۔ قلعہ رنبیر احمد نگر اور نظام الملک کی تمام ولایت شیخ ابوالفضل کی تلوار کے بل پر فتح ہوئے۔ ولایت تلنگانہ کو شیخ عبدالرحمٰن ولد شیخ ابوالفضل نے مسخر کیا۔ بہادر اور نظام الملک کا پوتا برہان الملک گرفتار ہو گئے۔ بیجاپور کا حاکم عادل خاں اور گولکنڈہ کے مسند نشین قطب الملک نے بہترین پیش کش اور نیاز کی عرضیاں بھیجیں اور بادشاہ ہر اعتبار سے ان ولایتوں کی مہم سے بے فکر ہو گیا۔ اب اس علاقے میں زیادہ کام نہ رہا۔ لہٰذا شہزادہ دانیال کو وہاں چھوڑ کر خاندیس کا نام داندیس رکھ کر شہزادہ دانیال کو مرحمت کر دیا۔ خانِ خاناں کو شہزادہ کی خدمت میں متعین کر دیا اور شیخ ابوالفضل کو احمد نگر میں مقرر کر دیا، جو امیروں نے اس مہم میں اچھی خدمات ادا کی تھیں وہ منصب کے اضافہ سے سرفراز ہوئے۔

کچھ تاریخوں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ سابقہ زمانے میں تمام دکن ملک دہلی کے فرماں رواؤں کا تخت تھا۔ خاص طور پر سلطان محمد شاہ جونا اور سلطان غیاث الدین تغلق شاہ نے اس ملک کو صحیح طور پر ضبط کر لیا تھا اور دیوگھر کا دولت آباد نام رکھ کر اس کو اپنا دارالسلطنت مقرر کیا تھا۔ جب اس کا آفتاب دولت سمت اعراس پار کر گیا اور اس کے ظلم و زیادتی سے سپاہیوں اور رعایا کے دل بھر گئے تو تمام علاقے میں خلل اور فتنہ برپا ہو گئے۔ حاملہ عورتوں نے فتنے جنے۔ ہر طرف سینکڑوں امیروں نے بغاوت کر دی۔ سلطان محمد شاہ فتنہ دبانے کے لیے گجرات کی طرف متوجہ ہوا۔ ملک ... سینکڑوں امیر ... لوگوں کو مار کر بغاوت اور

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

سرکشی کے پرچم بلند کردیے گئے۔

سلطان علاء الدین

علاء الدین حسن کو جو حسن کانگو کے نام سے مشہور ہے اور جو ملک لاچین کے سپاہیوں میں سے تھا، کچھ بد معاشوں نے متفق ہو کر دولت آباد میں حاکم بنا دیا اور اس نے اپنے آپ کے لیے سلطان محمد علاء الدین کا خطاب اختیار کر لیا۔

یہ بات سلطان محمد شاہ کو پتہ چلی تو وہ گجرات کی مہم کی وجہ سے اس کے دفاع کا موقع نہ پاسکا اور اس کا بہت جلد بعد ٹھٹھ کے علاقہ میں اس کی رحلت ہوگئی۔ چونکہ حسن کانگو بہمن اسفندیار ولد گستاسپ کی اولاد میں سے تھا اس لیے اسے بہمنہ کہتے تھے۔ سلطان محمد علاء الدین عرف حسن کانگو قدوۃ الاولیا شیخ نظام الدین کے معتقدوں میں سے تھا، لہٰذا شیخ کی دعا سے سنہ سات سو اڑتالیس میں وہ دکن پر قابض ہوگیا۔ اس نے اپنے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کر دیا۔ اس کی حکومت کا زمانہ گیارہ سال گیارہ مہینے سات دن ہوا۔

سلطان محمد ولد سلطان علاء الدین:

اس نے اٹھارہ سال سات دن حکومت کی۔

سلطان مجاھد شاہ:

یہ ایک مہینہ اور نو دن حاکم رہا۔

ولد سلطان محمد شاہ ولد سلطان داؤد شاہ سلطان مجاھد کا چچیرا:

اس کی حکومت کی مدت ایک مہینہ تین دن ہوئی۔

سلطان محمد شاہ ولد محمود شاہ ولد سلطان علاء الدین:

اس نے اُنیس سال نو مہینے سات دن حکومت کی۔

سلطان غیاث الدین ولد سلطان محمد شاہ:

اس نے ایک مہینہ بیس دن فرماں روائی کی۔

سلطان شمس الدین ولد سلطان محمد شاہ:

یہ ایک مہینہ ستائیس روز حاکم رہا۔

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

سلطان فیروز شاہ ولد سلطان محمد شاہ:

اس کی مدت حکم رانی بارہ سال نو مہینے بائیس دن ہوئی۔

سلطان علاء الدین ولد احمد شاہ:

یہ انتیس سال نو مہینے بائیس دن سلطان رہا۔

سلطان ھمایوں شاہ ولد سلطان علاء الدین:

اس کی مدت حکومت تین سال چھ مہینے اور پانچ دن ہوئی۔

سلطان نظام الدین ولد ھمایوں شاہ:

یہ سات سال کی عمر میں ہی تخت حکومت پر متمکن ہو گیا تھا۔ اس کی مدت حکومت ایک سال گیارہ دن ہوئی۔

سلطان شھاب الدین محمود شاہ:

اس کی حکم روائی کا زمانہ دو سال ایک مہینہ ہوا۔

سلطان علاء الدین ولد سلطان شہاب الدین محمود شاہ

یہ تین سال ایک مہینہ سینتالیس دن فرماں روا رہا۔

سلطان علاء الدین عرف حسن کانگو اور اس کی اولاد کے سترہ شخصوں کا کل دورِ حکومت ایک سو اٹھہتر سال ہوا۔ مگر حسن کانگو کے گیارہویں پوتے سلطان نظام شاہ کے عہد میں جو سات سال کی عمر میں جہاں بانی کے تخت پر متمکن ہو گیا تھا، یزید نام کا ایک امیر اس کی کم عمری کو دیکھتے ہوئے سلطنت کی مہمات پر متصرف ہو گیا تھا۔ یزید تسلط پیدا کر کے سلطان نظام شاہ پر چھا گیا تھا۔ یزید کے فوت ہونے کے بعد اس کی اولاد بھی اسی طرح چھائی رہی۔ اگر چہ اڑتالیس سال تک حکومت حسن کانگو کی اولاد کے نام رہی مگر حقیقت میں یزید اور اس کی اولاد نے حکومت کی۔

سنہ نو سو پینتیس ہجری میں عماد الدین کابلی نے گجرات کے والی سلطان بہادر کی اطاعت قبول کر لی اور دکن میں اس کے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کر دیا۔ اس زمانے میں یزید نے ولی اللہ کو شہر بندر برلاس میں قید کر کے خود حکومت کی۔ القصہ سنہ نو سو پینتیس ہجری میں ان امیروں نے جو کہ بہمنی حکومت کے کارکن تھے ملک دکن کو آپس میں بانٹ کر قبضہ کر لیا۔ ہر ایک نے بہمنی

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

خاندان سے منہ پھیر کر اپنے استقلال کا دعویٰ کر دیا۔ اپنے اپنے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کر دیا اور اب تک ان کی اولاد اس علاقے میں حاکم ہے۔

ولات بیجاپور کے عادل خانی حاکم

یوسف عادل خاں:

اس سلسلے کا بانی یوسف عادل خاں ہے۔ یہ غلام سلسلے میں سے تھا۔ خواجہ محمود کرجستانی نے اسے سلطان شہاب الدین بہمنی کے ہاتھوں بیچ دیا تھا۔ سلطان نے اسے شولاپور کی ولایت تفویض کر دی تھی۔ یہ اپنی تلوار اور بہادری کے بل پر بیجاپور پر قابض ہو گیا تھا۔ اس نے کرشنا ندی تک کے علاقے پر اپنے استقلال کا دعویٰ کر دیا تھا۔ اس کی حکومت کا زمانہ سات سال ہوا۔

اسماعیل عادل خاں ولد یوسف عادل خاں:

ابراھیم عادل خاں ولد اسماعیل سلطان علی خاں کا بھتیجہ:

سنہ ایک ہزار دو ہجری تک چھ سال انھوں نے حکومت کی اور اب تک کہ یہ نسخہ تحریر ہوا اس کی اولاد ہی اس ولایت میں حاکم ہے۔

ولایت گولکنڈہ کے حاکم قطب الملک

قطب الملك:

سلطان علی قطب الملک بہمنی وزیر تھا۔ شہاب الدین بہمنی غلاموں کو بہت چاہتا تھا۔ سلطان قلی خود اپنے آپ کو فروخت کر کے اس کے قدموں میں شامل ہو گیا تھا۔ روز بروز اس کا مرتبہ بلند ہوتا گیا اور وہ اپنے ساتھیوں اور برابر والوں میں سرفراز ہو گیا۔ گولکنڈہ کی حکومت اس کے لیے مقرر ہو گئی۔ اتفاق سے پہلے سال میں ہی وہ طبعی موت مر گیا۔

حمید قطب الملك ولد سلطان قلی قطب الملك:

اس نے بیس سال حکومت کی۔

سلطان ابراھیم قطب الملك ولد سلطان قلی قطب الملك:

یہ اپنے باپ کے فوت ہونے کے بعد جہاں داری کی مسند پر متمکن ہوا۔ اس نے پینتیس سال حکمرانی کی۔

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

محمد قلی قطب الملك ولد ابراهیم قطب الملك:

ایک ہزار فاحشہ عورتیں اس کی غلام تھیں۔ وہ ہر وقت اس کے ساتھ رہتی تھیں۔ ہر وقت جسمانی لذت اور نفسانی حظ اُٹھانے میں مشغول رہتا تھا۔ بھاگی نام کی ایک طوائف پر عاشق ہوکر اس کے تابع ہو گیا تھا۔ اس نے بھاگ نگر نام کا شہر اسی کے نام پر تعمیر کروایا تھا۔ سنہ ایک ہزار دو ہجری تک گیارہ سال تک اس کی حکومت رہی۔ اس کی اولاد کے اکثر لوگ اس ولایت میں اب تک حکمرانی کر رہے ہیں۔

ولایت احمد نگر کا حاکم نظام الملک

احمد بحری نظام الملك:

اس کا باپ برہمن نسل کا غلام تھا۔ شہر احمد نگر اسی کا تعمیر کروایا ہوا ہے۔ اس کا دورِ حکومت چار سال ہوا۔

برهان نظام الملك ولد احمد بحری:

یہ اٹھائیس سال تک حاکم رہا

حسین نظام الملك ولد برهان نظام الملك:

اس نے تیرہ سال حکومت کی۔

مرتضیٰ نظام الملك ولد حسین نظام الملك:

یہ آٹھ سال تک حاکم رہا۔

حسین نظام الملك ولد مرتضیٰ نظام الملك:

اس نے دس سال تک جہاں داری کی باگ سنبھالی۔

اسماعیل نظام الملك ولد برهان نظام الملك:

یہ دو سال مسند نشین رہا۔

برهان نظام الملك ولد حسین:

برہان مرتضیٰ نظام الملک کا بھائی تھا۔ اسماعیل برہان سے آزردہ ہوکر شاہی بارگاہ میں حاضر ہو گیا تھا۔ سنہ نو سو ننانوے میں شاہی فوجیں لے کر اسماعیل نظام الملک سے جنگ کی تھی

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

اور کامیاب ہوگیا تھا۔ بعد میں حکومت کے جاہ وجلال کے غرور سے شاہی اطاعت سے منحرف ہوگیا تھا۔ جب یہ فوت ہوا تو اس کی بہن چاند بی بی نے اس کے بیٹے ابراہیم نظام الملک کو یعنی برہان نظام الملک کے بیٹے کو بادشاہ بنادیا تھا اور خود نے حکومت کا تمام انتظام سنبھال لیا تھا۔ اس وقت شاہی فوجیں اس ولایت کو مسخر کرنے کے لیے متعین ہوئیں۔ کئی بار سخت جنگ ہوئی۔ آخر شیخ ابوالفضل کی تلوار اور ہمت سے یہ ولایت پورے طور پر فتح ہوکر ممالک محروسہ میں داخل ہوئی۔ چنانچہ سابق میں اس کی تفصیل لکھ دی گئی ہے۔ سنہ نوسو پینتیس سے سنہ ایک ہزار تریسٹھ تک یہ ولایت نظام الملک سلسلہ کے تصرف میں رہی۔

شیخ ابوالفضل کا قتل اور اس بات سے بادشاہ کو صدمہ پہنچنا

جب خاقانِ اکبر دارالحکومت اکبرآباد میں تھا تب شیخ کے نام فرمان صادر ہوا کہ شیخ اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کو اپنے متعلق مہمات پر مقرر کر کے لشکر وغیرہ وہاں ہی چھوڑ کر خود اکیلا بارگاہ میں آجائے۔ لہٰذا شاہی حکم کے مطابق شیخ اپنے بیٹے کو لشکر اور امارت کے اسباب کے ساتھ احمد نگر میں چھوڑ کر چند لوگوں کو ساتھ لے کر بارگاہ کے لیے روانہ ہوگیا۔ اس زمانے میں شہزادہ سلیم اللہ تاش میں نافرمانی اور بغاوت کر رہا تھا۔ وہ شیخ ابوالفضل سے بہت آزردہ تھا۔ اسے یقین تھا کہ اگر شیخ دکن سے دربار میں حاضر ہوگیا تو بادشاہ کو ہماری طرف سے اور زیادہ مکدر کردے گا۔ جب یہ سنا کہ شیخ اکیلا ہی بارگاہ کے لیے روانہ ہوگیا ہے تو اس کو موقع مل گیا۔ اس نے اپنے اس راز کو راجا نرسنگھ دیو ولد راجا بدھکر، دکن کے راستے میں جس کا مقام تھا، بتایا کہ راستے میں شیخ پر جا کر اس کا کام تمام کردے۔

راجا نرسنگھ دیو شہزادہ کی بغاوت میں اس کے ساتھ تھا، اس نے یہ خدمت اپنے ذمہ لے لی۔ وہ روانہ ہوکر فوراً اپنے مقام پر پہنچ گیا۔ جب شیخ ابوالفضل اُجین پہنچ گیا تو کسی نے شہزادہ کے اشارے پر راجا نرسنگھ دیو کے اس فاسد خیال کو ظاہر کیا۔ مگر چونکہ موت آگئی تھی، شیخ نے اس خبر پر زیادہ دھیان نہیں دیا اور وہاں سے آگے روانہ ہوگیا۔ بیت:

آسمان سے جب کسی انسان کی آئے قضا
لاکھ عاقل ہو مگر وہ گونگا اور بہرا بنے

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

سنہ سینتالیس جلوس مطابق سنہ ایک ہزار گیارہ ہجری میں ربیع الاوّل کی پہلی تاریخ کو قصبہ انتری کے نیچے راجا نرسنگھ دیو راجپوتوں کی فوج کے ساتھ گھات سے نکل کر آیا اور اس کا ارادہ ظاہر کیا۔ ساتھیوں نے شیخ سے گزارش کی کہ ہمارے ساتھ آدمی بہت کم ہیں اور غنیم کی جمعیت بہت زیادہ ہے۔ ہمیں قصبہ انتری میں ہی رُک جانا چاہیے۔ جب ہمارے آدمی آجائیں گے تب آگے روانہ ہوں گے۔ شیخ نے کہا: حضرت ابوالفضل جلال الدین محمد اکبر بادشاہ نے اس فقیرزادہ کو سرفراز کیا ہے۔ گمنامی کے گڑھے سے عزت کی بلندی پر پہنچا دیا۔ شاہی مرضی کے خلاف اگر آج آگے جانے سے بھاگ جاؤں اور اپنے آپ کو نامردی سے منسوب کروادوں تو کس منہ سے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔ اپنے ساتھیوں کو کیا منہ دِکھاؤں گا اور قسمت میں جو ہے وہ تو ہوگا ہی۔ یہ کہہ کر گھوڑے کو بڑھا دیا۔

اس دوران غنیم بھی آ گیا۔ جنگ ہوئی۔ شیخ کے ساتھ بہت تھوڑے آدمی تھے اور غنیم کے پاس بہت جمعیت تھی۔ وہ غالب آ گیا۔ شیخ بہادری سے ثابت قدم رہا۔ خوب مردانگی کی داد دی۔ خود نے حملے کیے، پھر راجپوتوں کی بڑی بھیڑ نے حملہ کر دیا۔ شیخ ابوالفضل برچھے سے زخمی ہوکر زمین پر گر پڑا اور جان نثار ہوگیا۔ اس کے ساتھی بھی مارے گئے۔ بیت:

خود سے زیادہ ہوں جو سپاہی ان پر حملہ مت کرنا
ٹکّا کیسے مارے کوئی نیز نکیلے نشتر پر

راجا نرسنگھ دیو نے شیخ کا سر کاٹ کر جسم سے الگ کر کے شہزادوں کے پاس الٰہ آباد بھیج دیا۔ شہزادہ بہت خوش ہوا۔ اس نے شیخ کے سر کو بہت نامناسب جگہ ڈال دیا۔ وہ سر بہت دن تک اسی جگہ پڑا رہا۔

چونکہ شیخ اپنی عقل و دانش، درست تدبیر، نیک شخصیت اور اچھے اخلاق کی وجہ سے اکبر کا دمساز، مصاحب اور راز دار تھا۔ اس سانحہ کی خبر جب اکبر کو ملی تو چونکہ وہ اس کو بہت زیادہ چاہتا تھا، اس کو بہت صدمہ ہوا۔ سخت غصہ آیا۔ غم سے اتنا سینہ پیٹا کہ تحریر نہیں کیا جا سکتا۔ شہزادہ پر بہت اعتراض کیا۔ بار بار زبان سے نکلا کہ افسوس صد افسوس ہمارا غمگسار ساتھی، میری محفلوں کی جان اس طرح دُنیا سے سدھار گیا۔ دو دن رات تک سونا کھانا سب چھوڑ دیا۔ بے اختیار روتا رہا۔ بیت:

شہنشاہِ جہاں کی آنکھیں پرنم اس کی رحلت سے
سکندر رو پڑا غیرت سے افلاطون سدھارا تو

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

رائے رایان بیرداس جو اسی علاقے کا فوج دار اور سہ ہزاری منصب سے سرفراز تھا، اور شیخ عبدالرحمٰن ولد شیخ ابوالفضل دوسرے امیروں کے ساتھ بدانجام راجا نرسنگھ دیو کے استیصال کے لیے مقرر ہوا۔ حکم ہوا کہ جب تک اس بدنصیب کا سر نہ لے آئیں مہم ختم نہ کریں۔ بادشاہ کی زبان سے نکلا کہ شیخ کا بدل کہاں، اس کی وجہ سے ہماری طبیعت سخت غمگین ہے۔

یہ شیخ ابوالفضل شیخ مبارک ولد خضر کا بیٹا تھا۔ شیخ مبارک (ناگور راجستھان کا رہنے والا تھا) اپنے وقت کا بہت بڑا عالم فاضل شخص تھا۔ شہر آگرہ میں درس دیا کرتا تھا۔ اکثر فضلا اس کے اطاعت گاہ والے مدرسہ (ہوسٹل) سے فیض یاب تھے۔ درویش خصلت اور فقیرانہ وضع کا شخص تھا۔ خدا پرستی کی راہ پر گامزن اور صلح کل کے اصول پر جیتا تھا۔ کچھ ملحد اپنی عداوت اور عناد کی وجہ سے اس سے علمی مناقشہ میں اُلجھ گئے۔ اکبر کے ابتدائی عہد حکومت میں انھوں نے شیخ پر اسلام سے مرتد ہو جانے کی تہمت دھری۔ ایک پنچ نامہ تیار کر کے اُس خداشناس کے قتل کے درپے ہو گئے۔ مفتیوں سے فتویٰ لکھوالیا اور اس پر مشاہیر وقت کی مہر لگوالی۔ شیخ کو اس بات کا پتہ چل گیا تو وہ اپنے بیٹوں کے ساتھ نکل گئے۔ کچھ دن تک کہیں چھپا رہا۔ شیخ اور اس کے بیٹوں پر یہ عجیب وقت گزرا۔ آخر کار کسی امیر کے ذریعے جو شیخ کے شاگردوں میں سے تھا، شیخ کی دین داری اور خدا پرستی اور بدخواہوں کے اتہام کی حقیقت بادشاہ کو معلوم ہوئی۔ چنانچہ بہتان لگانے والے اور جھوٹے لوگ خجالت و شرمساری کے گوشہ میں جا چھپے اور شیخ اس منصب بادشاہ کی عدالت کی برکت سے باطل پرستوں کی شرارت سے محفوظ رہ گیا۔ بدستور سابق فضل و کمال کے راستے پر چل پڑا اور طالب علموں کو پھر درس دینے لگے۔ سرکار معلیٰ سے وظیفہ مقرر ہو گیا۔

اس خدا اندیش کے بیٹوں کے فضل و کمال کی بات بھی کئی بار بادشاہ کو معلوم ہوتی تھی۔ چنانچہ اس نے انھیں حاضر ہونے کا حکم دے دیا۔ سنہ بارہ جلوس میں شیخ ابوالفیض جو اشعار میں فیضی تخلص کرتا تھا اور شیخ مبارک کا سب سے بڑا بیٹا تھا بارگاہ کی ملازمت کی سعادت سے سرفراز ہوا جیسا کہ سابق میں تحریر کر دیا گیا ہے۔ سنہ اُنیس میں شیخ ابوالفضل نے جو ابوالفیض سے چھوٹا تھا، آیت الکرسی کی تفسیر اکبر کے نام سے موشح کی۔ اس طرح بساط والا کی عزت سے معزز ہوا۔ یہ تفسیر اکبر کو بہت پسند آئی۔ چونکہ شیخ ابوالفضل، علامۂ عصر، وحید الدہر، جامع کمالات اور مجمع حسنات تھا، لہٰذا اس پر روز بروز بے پناہ مہربانیاں ہوتی گئیں۔ رفتہ رفتہ اس کا مرتبہ بڑے

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

بڑے امیروں اور وزیروں سے بھی گزر گیا اور وہ بارگاہ کا مقرب بن گیا، حتیٰ کہ نہ صرف دربار کے دوسرے مقرب لوگ اس سے جلنے لگے بلکہ شہزادے بھی اس کی قربت سے حسد کرنے لگے۔ بس موقع کی تلاش میں تھے کہ کسی بھی طرح اس کو پچھاڑ ڈالیں۔ بارگاہ سے الگ کردیں۔

شیخ ابوالفضل کے باپ شیخ مبارک نے اپنے زمانے میں قرآن مجید کی ایک تفسیر مرتب کی تھی، مگر اس میں اکبر کا نام درج نہیں کیا تھا۔ پھر شیخ ابوالفضل نے باپ کی رحلت کے بعد خاقانِ اکبر کے نام سے تفسیر کو منسوب کرنے سے پہلے اس کے بہت سے نسخے لکھوا کر ایران، توران، روم، شام اور دوسرے مسلم ممالک میں بھیجے۔ یہ بات اکبر کو معلوم ہوئی تو وہ سخت غصہ ہوا اور شیخ ابوالفضل کو بہت زیادہ معتوب کیا۔ شہزادہ سلطان سلیم تو شیخ کی گستاخی سے آزردہ تھا ہی دوسرے خودرائے بے پروا امیروں کو بھی جن کے دل اس سے زخمی تھے، موقع مل گیا۔ انھوں نے بات کا بتنگڑ بنا کر کلی پھندنے لگا کر بادشاہ سے عرض معروض کی۔ ان حالات میں شیخ پر عتاب ہوا اور اس کو کورنش سے منع کردیا گیا۔ اس نے کئی بار یہ کہا تھا کہ میں تو بادشاہ کے سوا کسی کو نہیں جانتا، شہزادوں سے التجا نہیں کرتا، امیروں کی خوشامد نہیں کرتا، اس لیے سب ہی اس سے رنجیدہ تھے۔ مگر بادشاہ اس کو اچھی طرح جانتا تھا اور شیخ کو بہت چاہتا تھا۔ اس کی قربت سے بہت محظوظ ہوتا، تھوڑی دیر کے لیے بھی اسے اپنے حضور سے جدا نہیں کرتا تھا۔ لہٰذا کچھ دن بعد اس کی تقصیر معاف ہوگئی اور عنایتیں شاملِ حال ہوگئیں۔ اکبر کی مرضی تو صرف یہ تھی کہ شیخ کچھ وقت کے لیے بارگاہ سے دور رہ کر شاہی عنایتوں کی قدر جان لے، اس لیے دکن کی خدمات پر رخصت کردیا تھا، جیسا کہ سابق میں لکھ دیا گیا۔ آخرکار جس طرح کہ لکھا گیا شہادت پالی۔

بے شک شیخ ابوالفضل سراپا دانش تھا، کندن ہی کندن، بڑی استعداد والا صاحب جوہر، اس کا ادراک ایسا تھا کہ پندرہ سال کی عمر میں تمام متعارف علم حاصل کرلیتے تھے اور مروّج دانشوں کی تکمیل سے فارغ ہوگیا تھا۔ اس کے فضائل وکمالات کا یہ عالم تھا کہ تمام مذہبوں کی کتابیں توریت، انجیل، ہندوؤں کی کتابیں، سب کا مطالعہ کیا تھا، اس سلسلے میں تمام مذہبوں کے عالموں سے بڑھ کر تھا۔ اس کی فراست وفرزانگی ایسی تھی کہ گمنامی کے گوشے سے نکل کر بادشاہ کا مقرب اور مصاحب بن گیا۔ اسی کے مشورہ سے تمام ممالک کی مہمات کا انتظام ہوتا

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

تھا۔اس کی شجاعت، مردانگی اور قسمت ایسی تھی کہ ولایت دکن کو اپنی تلوار کے بل پر مسخر کیا۔ پنج ہزاری منصب اور سپہ سالاری کے عہدہ تک پہنچ گیا۔ نہ معلوم کتنے یگ چاہئیں کہ ایسا صاحبِ جوہر شخص ممکن عدم سے عرصہ وجود میں آئے۔ نہ جانے کتنے قرن، صدیاں لگیں کہ ایسا صاحبِ فطرت پردۂ خفا سے مجلّا ظہور پر جلوہ پیرا ہو۔ کاش اپنے کمالات کے مطابق طبعی عمر سے بھی بہرہ اندوز ہوتا یا کسی نمایاں امر میں شایانِ شان خدمت ادا کرتا ہوا جان نثار کر دیتا تا کہ بادشاہ کی عنایتوں کا جو اس پر کی جاتی تھیں معاوضہ ہو جاتا۔ نظم:

دُنیا کے اس باغ میں کوئی ایسی سرو بلند نہیں ہوتا۔ موت کی ہوا جسے جڑ سے نہ اُکھاڑ دیتی ہو۔ پودا کئی سال میں جا کر درخت بنتا ہے اور ہوا کا ایک ہی تیز جھکڑ اس کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکتا ہے۔ چاہے کوئی افراسیاب ہو چاہے کوئی بڑھیا ہو۔ موت کے ہاتھوں ہر ایک کی گوشمالی ہوتی ہی ہے۔ ہر کام کی چاہے وہ بھلا ہو چاہے برا تدبیر ہے۔ مگر موت کی کوئی تدبیر ہاتھ نہیں لگی۔

بڑے بیٹے شہزادہ سلیم کا بغاوت کرنا

جس زمانے میں خاقانِ اکبر دکن فتح کرنے گیا تھا اس وقت شہزادہ سلیم راجا اودے سنگھ کو ختم کرنے کے لیے مقرر ہوا تھا۔ شہزادہ خطہ دلکشا اجمیر میں مقیم تھا اور اودے سنگھ کی تادیب و تخریب کی مہم در پیش تھی۔ راجا مان سنگھ شہزادہ کی خدمت میں سپہ سالار تھا۔ بنگال کے امیروں کی تحریروں سے پتہ چلا کہ افغانوں کو موقع مل گیا ہے اور کسی سردار کے نہیں ہونے کی وجہ سے اس علاقے کے بڑے سردار اور لشکروں نے شورش برپا کر دی ہے۔ فتنہ و فساد ہو رہے ہیں۔ کنور مہی سنگھ ولد مان سنگھ جو کہ اس ولایت میں مان سنگھ کے نائب کے طور پر تھا، مختصر جنگ کے بعد ہی شکست کھا گیا ہے۔ راجا مان سنگھ نے یہ خبر سن کر شہزادہ سے کہا کہ بادشاہ اس وقت دکن کی تسخیر کی طرف متوجہ ہیں۔ اگر شہزادہ اجمیر سے روانہ ہو کر اللہ تاش آ جائے تو بنگال کی شورش دفع ہو جائے۔ شہزادے نے راجا کی درخواست پر ملک کی بھلائی کے پیشِ نظر اجمیر سے کوچ کر کے اللہ تاش میں جا کر پڑاؤ کیا۔ اپنے ملازموں کی جاگیریں جو آگرہ کے آس پاس تھیں اپنی نظر سے معائنہ کر کے اللہ تاش کے عامل اور صوبہ کو جو آصف خاں کی جاگیر میں تھا، اپنی سرکار

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

میں لے لیا۔ بہار اور اس کے آس پاس کے علاقے کے خزانے کا تیس لاکھ روپیہ جو کیشو داس دیوان نے فراہم کر کے سرکاری فوج کو بھیجا تھا وہاں سے طلب کر لیا۔ بادشاہ کے حکم کے بغیر ایسے کام کرنے سے اس کی بغاوت اور سرکشی ظاہر ہو گئی اور کچھ پرخاش رکھنے والوں نے بھی شہزادہ کے بارے میں خاقان اکبر سے دوراز کار باتیں کہیں۔

محمد شریف ولد عبدالصمد کے ہمراہ بادشاہ کا نصیحت آمیز فرمان صادر ہوا۔ مگر اس کا کچھ اثر نہیں ہوا۔ خدیو زمان اکبر کے دکن سے واپس آگرہ آ جانے کے بعد شیخ ابوالفضل کا قصہ جیسا کہ لکھا گیا پیش آ گیا اور پھر شہزادہ تیس ہزار سواروں کے ساتھ الٰہ آباد سے بارگاہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ دولت خواہوں (سرکار کا بھلا چاہنے والوں) نے کہا کہ شہزادہ کا اتنے سارے سپاہیوں کے ساتھ دربار میں آنا سرکار کے لیے مناسب نہیں ہے۔ چنانچہ شہزادہ کے نام فرمان صادر ہوا کہ اپنے بیٹے کا اس انداز میں بیان کرنا ہمیں پسند نہیں ہے۔ اگر اس انداز میں آنے سے اپنی جمعیت اور سپاہیوں کا بتانا مقصد ہے تو وہ ہو چکا۔ لہٰذا اپنے آدمیوں کو اپنے اپنے محال اور جاگیروں کو رخصت کر کے فوراً بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ اور اگر اس جانب سے تمھارے دل میں کوئی وہم ہو تو واپس الٰہ آباد کی طرف چلے جاؤ اور جب ہمارے بیٹے کا دل ادھر سے مطمئن ہو جائے تب دربار میں حاضر ہو جائے۔

شہزادے نے شاہی فرمان کے جواب میں اپنے عجز و نیاز پر مشتمل عرضی بھیجی اور پھر الٰہ آباد کی طرف روانہ ہو گیا۔ بعد میں فرمان صادر ہوا کہ صوبہ اڑیسہ اور بنگال شہزادہ کو مرحمت کر دیا گیا ہے اس طرف چلا جائے۔ شہزادے نے اس طرف جانا قبول نہیں کیا۔ اس بات کو بھی افواہ پھیلانے والے لوگوں نے شہزادہ کی طرف سے بڑھا چڑھا کر بادشاہ کو بتایا اور اس سے بھی بادشاہ کا مزاج برہم ہو گیا۔

سلیمہ سلطان بیگم کو شہزادہ کی دل جوئی کے لیے بھیجا گیا۔ اس عصمت شعار نے الٰہ آباد جا کر ہر طرح شہزادہ کی طبیعت کو اطمینان دلا کر شہزادہ کو اپنے ساتھ لیا اور بارگاہ کے لیے روانہ ہو گئی۔ جب اکبر آباد سے ایک منزل کی دوری پر رہ گئی تو شہزادہ کی درخواست پر مریم مکانی بیگم خاقان اکبر کی ماں اس کے پاس جا کر شہزادے کو دولت خانہ میں لے آئی۔ خاقانِ زماں اکبر اپنی ماں مریم مکانی کے حکم سے اندر دولت خانہ میں گیا اور شہزادہ نے مریم مکانی کے وسیلہ سے

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

بادشاہ سے ملاقات کی۔ بادشاہ کے قدموں میں سر رکھ دیا۔ ایک ہزار سونے کی مہریں بطور نذر اور نو سو ستر ہاتھی پیش کشی میں دیے۔ اکبر نے مہربانی سے شہزادہ کو گلے سے لگالیا اور بیٹے سے مل کر بہت خوش ہوا۔ اپنے سر سے دستار اُتار کر شہزادہ کے سر پر رکھ دی۔ حکم ہوا کہ خوشی کے شادیانے بجائے جائیں۔ سنہ اڑتالیس جلوس میں یہ قران السعدین ہوا۔ اور کچھ عرصہ بعد شہزادہ کو رانا کے استیصال کے لیے روانہ کیا، مگر شہزادہ نے کسی رُکاوٹ کی وجہ سے یا عدول حکمی کے طور پر اس مہم کو چھوڑ دیا اور درگاہ والا سے اجازت لیے بغیر ہی پھر الٰہ آباد کی طرف چلا گیا۔ اس سے بادشاہ کی طبیعت بہت آزردہ ہوئی۔

سنہ انچاس جلوس میں حضرت مریم مکانی بیگم خلوت سرائے بقا کو رحلت کر گئیں۔ خاقانِ اکبر نے اپنے دستور کے مطابق سر اور داڑھی منڈا دی، ماتمی لباس پہنا، نعش اپنے کاندھوں پر اُٹھا کر کچھ قدم چل کر دہلی کے لیے روانہ کر دی اور دُکھے دل روتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ واپس آ گیا۔ شہزادہ یہ ناخوش کن خبر سن کر الٰہ آباد سے بارگاہ والا میں حاضر ہو کر سعادت اندوز ہوا۔

شہزادہ دانیال کی رحلت

شہزادہ دانیال دکن میں شراب نوشی کا بہت عادی ہو گیا تھا۔ بہت کچھ نصیحت آمیز فرمان صادر ہوتے تھے، معتمد لوگ بھی پند و نصیحت کے لیے متعین ہوتے مگر وہ اپنے آپ کو قابو میں نہ کر سکا۔ خانِ خاناں مرزا جان اور خواجہ ابوالحسن نے شاہی حکم کے مطابق علانیہ اور چھپواں نگراں مقرر کر دیے، بہت زیادہ احتیاط برتی مگر وہ بے اختیاری کی شراب کا شکار شکار کی تقریب سے ہی جنگل میں چلا جاتا اور پیش خدمت لوگ وہ جان سوز عرق بندوقوں کی نال میں بھر کر اس تک پہنچا دیتے تھے۔ کبھی بکرے کی آنتوں میں شراب بھر کر پگڑی میں چھپا کر لے آتے۔ شراب نوشی کی کثرت سے شہزادہ رفتہ رفتہ زار نزار ہو گیا۔ بھوک نہیں لگتی تھی۔ یہ عالم تھا کہ کھانے کی خوشبو تک بچھو کے ڈنک سے زیادہ سخت لگتی تھی۔ ظاہر حواس نے کام کرنا چھوڑ دیا۔ سخت بیمار ہو گیا۔ چالیس دن تک ہلاکت کے بستر پر پڑا رہا۔ طبیبوں نے بہت ہی تدبیریں کیں، خوب علاج کیے، کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ ...

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

مآل سب اس جام کا غفلت کے ماروں کو نہیں معلوم
یہی پانی لگا دیتا ہے آخر غافلوں کو آگ

بالآخر بتاریخ اٹھائیس شوال سنہ پچاس جلوس مطابق سنہ ایک ہزار تیرہ ہجری میں تینتیس سال چھ مہینے کی عمر میں وہ اس جہانِ فانی سے منزلِ بقا کی طرف رخصت کر گیا۔

اس جانکاہ داستان کو بیان کرنے کے لیے فولاد سے بھی زیادہ سخت دل چاہیے۔ عین جوانی کی بہار میں زندگی کے شگوفوں کے آغاز میں ہی اس گلشنِ اقبال کی رحلت سے بادشاہ پر وہ حالت طاری ہوئی کہ ہر ایک دل خراش اور جگر تراش نوحہ کرنے لگا۔ کہتے تھے افسوس الٰہی غضب کی بجلی گر پڑی جس نے عیش و عشرت کے خرمن کو پھونک ڈالا۔ کبھی تو آگ کا شعلہ سینے کی بھٹی میں بھڑکنے لگے اور کبھی الم کا خار بھڑ کا ڈنک کی طرح چبھنے لگا۔ بیت:

دل کو ملا وہ درد کہ آرام و جاں گئے
حالت ہوئی وہ طاری کہ تاب و تواں گئے

خاقان زماں اکبر کی رحلت

سلطان مراد کے سانحہ سے ہی اکبر پہلے سے غمگین واندوہگیں رہا کرتا تھا اور اب جانکاہ حادثہ پیش آ گیا۔ ایک جگر پر دو داغ لگ گئے۔ دل دو غموں سے زخمی ہو گیا۔ الم کے دو نشتر جان پر ٹوٹ پڑے، دُکھ کے دو دریا طوفان پر آ گئے۔ رنج کی دو بجلیوں نے جان لے لی۔ اکبر رنج و غم کی کثرت سے بیماری کے بستر پر پڑ گیا۔ اس کا مزاج معتدل نہ رہا۔ پوری دُنیا کی سلامتی جس ذات پر منحصر تھی وہی صحت کے لباس سے عاری ہو گئی۔ جس وجود سے دُنیا کا عدل و انصاف کا نظام برقرار تھا اس کی تندرستی کا زیور اُتر گیا۔ خوب صدقے دیے گئے، خیر خیرات کی گئیں۔ حکیم علی تمام حکیموں کا سر برآوردہ شخص تھا، وہ معالجہ کی دیکھ بھال کر رہا تھا۔ آٹھ دن تک علاج روک دیا کہ شاید اکبر کی طبیعت خود بحال ہو جائے۔ اسے اپنے حال پر چھوڑ دیا کہ شاید خود اس کی قوت سے عارضہ دفع ہو جائے۔ جب بیماری کا پورا زور ہو گیا تو پھر علاج شروع کیا۔ دس دن تک ٹھنڈائی اور معالجہ میں کوئی فائدہ نہیں ہوا اور دست لگ گئے۔ جس دوا کی تاثیر سے پانی کا بہنا ختم کر دیا جا سکتا ہے وہ کام میں لی گئی مگر سود مند نہیں ہوئی۔ کئی مختلف مرض ایک ساتھ

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

اکٹھے ہو گئے۔ایک کے علاج سے دوسری بیماری بڑھ جاتی تھی۔ابیات:

جب موت آ جائے تو پھر دور کرنے سے کیا فائدہ ہوگا۔زور سے کیا حاصل ہوگا،
مسیحا بھی کیا کر سکے گا۔مزاج کی خرابی جب حد سے گزر جائے تو طبیب علاج
کرنے سے بھی مجبور ہو جاتے ہیں۔

اس قوی دل شیر ہمت بادشاہ نے انتہائی کمزوری کے باوجود بھی منتظر لوگوں سے ملنا بند نہیں کیا۔اپنے جہاں آرا جمال کے جلوہ سے روزانہ دیدار کرنے والوں کو آرام بخشتا رہا۔جب عارضہ بہت ہی بڑھ گیا اور حد سے زیادہ کمزوری چھا گئی تو دسویں دن حکیم علی نے علاج سے ہاتھ اُٹھا لیا،اسے ڈر تھا کہ کہیں خاص حرم کے کارندے غصہ کی آگ بھڑک جانے سے اسے ہی ختم نہ کر دیں۔وہ اکبر کو جانکنی کی حالت میں چھوڑ کر شیخ فرید بخاری کے پاس چلا گیا۔

بدھ کی رات بارہ جمادی الآخر سنہ ایک ہزار چودہ ہجری مطابق چار آذر ماہ الٰہی سنہ اکاون جلوس میں جب کہ اکبر کی عمر چاند کے حساب سے پینسٹھ سال تھی،شہر اکبر آباد میں اس کی روح عالم علوی کو سدھار گئی۔وہ اورنگ حکومت کا صدر نشین اب ملک بقا کا سریر آرا ہو گیا۔دوسرے دن شریعت کے مطابق اس کی تجہیز و تکفین کی گئی۔اس کے نورانی جسم کو اکبر آباد کے پاس سکندرہ باغ میں جوارِ رحمت کو سونپ دیا گیا۔حرم سرا کی کنیزوں نے اپنے سر کے بال نوچ لیے،چہرے خراش کر ڈالے۔بارگاہ کے خاص لوگوں نے جان گریبان پھاڑ لیے،خاک مطون میں لوٹنے لگے۔اسی قیامت انگیز حال کے مشاہدہ سے سخت پتھروں میں سے بھی خون ٹپکنے لگے۔سینے کی آگ اور سیاہ پوش لوگوں کی آنکھوں کا آنسوؤں سے آسمان کا دامن جلا رہا تھا۔آفتاب کا گریبان تر تھا۔اس خوفناک سانحہ سے گردش کرنے والے آسمان کے قدم غم کی بہتات سے سست ہو گئے۔روشن سورج غم کے مارے مشرق کا راستہ بھول کر گھبراہٹ میں آوارہ پھرنے لگا۔دُکھوں کی بھیڑ سے چاند کا جسم گھٹنے لگا اور ستارہ پلکوں کے آنسو بن گئے۔نظم:

دگرگوں ہوئے آسمان و زمیں
ہوا فوت جو شاہ دُنیا و دیں
دلِ خلق غم سے ہوا تھا کباب
بنائے جہاں حادثہ سے خراب

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

سبھی نے سیاہ اپنے کپڑے کیے
آنکھوں میں خوں کے تھے آنسو لیے
ہر ایک نے سنو سر پہ ڈالی تھی خاک
تھے کپڑوں کی مانند سینہ بھی چاک

دانشمند فاضلوں اور صاحبِ سخن شاعروں نے اکبر کے فوت ہونے کی بڑی رنگین عبارت اور متین شعروں میں تاریخیں کہی ہیں اور سخنوری کی داد دی ہے۔ آصف خاں جعفر نے یوں کہا ہے۔ بیت:

ہوا فوت اکبر فضائے الٰہ
ہوئی تاریخ فوت اکبر شاہ

اکبر کی حکومت کی مدت اکاون سال دو مہینہ نو دن ہوئی۔

ابوالمظفر نورالدین محمد جہانگیر بادشاہ عرف شہزادہ سلیم

بتاریخ چودہ جمادی الثانی سنہ ایک ہزار ہجری جمعرات کے دن مبارک گھڑی میں ایسی گھڑی میں جو نجومیوں کو پسند تھی اور ستارہ شناسوں کو منظور۔ یہ اکبر آباد کے قلعے میں جب اس کی عمر چاند کے حساب سے تیس سال تھی، تخت حکومت پر بیٹھا اور اس کو آسمان جیسی بلندی بخش دی۔ دُنیا نے ایک نئی حکومت کا جشن منایا۔ عیش و شادمانی کے نقارہ بلند آواز ہوئے۔ بزم فریدون سے بھی زیادہ دلکش بارگاہ سجی۔ بابری و ہمایونی انداز میں انجمن آراستہ ہوئی۔ دُنیا کے بوڑھے پیڑ میں جوانی کا نئے پتے نکل آئے۔ دلگیر دُنیا نے جو خوشیوں کو بھول گئی تھی مسرتوں کی بنیاد رکھی۔ دُنیا فتح کرنے والے سپہ سالاروں اور سرداروں نے فوج کی صفیں آراستہ کیں۔ فوج نے سلامی اور مبارک بادی خوشی کی کورنشات ادا کیں۔ چھوٹے بڑے ہالی موالی فاضل عامی سب نے تہنیتیں پیش کیں۔ بیت:

سرائے جہاں کو نو آئیں سرود
کہتا تھا ہر دم خوشی سے درود
نہ دائیں نہ بائیں فراز و نشیب
نہ تھا کچھ بھی ظاہر سوا حسن و زیب

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

اس جشن میں محمد شریف ولد خواجہ عبدالصمد شیرین قلم کو امیر الامرا کا خطاب اور وکالت کے جلیل القدر منصب سے سرفراز کیا۔ قیمتی جواہرات لگی ہوئی مبارک مہر اپنے ہاتھ سے اس کی گردن میں باندھی۔

مرزا غیاث بیگ کو اعتماد الدولہ کا خطاب عطا کیا۔ مرزا جان بیگ کو جو شہزادگی کے زمانے میں دیوان تھا وزیر الممالک کے خطاب سے اختصاص بخشا اور دونوں کو دیوانی کی خدمت میں شریک کر دیا۔ زمانہ بیگ کو جس نے شہزادگی کے زمانے میں اچھی خدمات ادا کی تھیں صلابت خاں کے خطاب سے نوازا۔ کچھ سال بعد صلابت خاں خانِ خاناں کے خطاب سے مخاطب ہوا۔ شیخ فرید بخاری جو کہ موسوی سیّدوں میں سے بادشاہ جنت آرام گاہ کا پرورش کردہ تھا اور بخشی گری کی خدمت پر مامور تھا۔ پنج ہزاری ذات و سوار کے منصب اور میر بخشی کے بلند مرتبہ سے سرفراز ہوا۔ راجا مان سنگھ کو چارقب کی خلعت جڑاؤ تلوار اور خاصیہ کا گھوڑا عنایت کیا اور بنگال کی صوبہ داری کے لیے رخصت کر دیا۔ خان اعظم مرزا عزیز کوکلتاش اور آصف خان جعفر کو جو صوبہ بہار سے بارگاہ میں آئے تھے قسم قسم کی مہربانیوں سے سرفراز کیا۔ انھیں اپنے پاس ہی رکھ لیا۔ اسی طرح دوسرے امیروں پر بھی ان کے مرتبہ کے مطابق اپنی مہربانی سے عزت و افتخار بخشا۔

بڑے بیٹے سلطان خسرو کا بغاوت کرنا اور جنگ کے بعد گرفتار ہو جانا

خوشامدیوں اور کور باطن لوگوں کی صحبت کی وجہ سے جہانگیر کے بڑے بیٹے کے دماغ میں سلطنت کا خیال تھا، کیونکہ بادشاہ غفران پناہ اکبر نے رحلت کے وقت اپنی زبان سے یہ کہا تھا کہ شہزادہ محمد سلیم عیش پرست ہے، اس میں سلطنت کی قابلیت نہیں ہے اور اس کا بیٹا سلطان خسرو تمام خوبیوں سے آراستہ ہے۔ حکومت کا لائق ہے۔ اس مالیخولیا نہ وجہ سے اس کے دماغ میں سلطنت کے خیال نے جگہ کر لی تھی۔ یہ اپنے باپ کی خدمت سے ہر وقت دُور دُور دہشت زدہ رہتا تھا۔ جلوس کے چھ مہینے بعد اتوار کی رات آٹھ ذی الحجہ کو کچھ راز داروں اور خانہ برانداز معتمدوں کے ساتھ دار الحکومت اکبر آباد کے قلعہ سے نکل کر راہِ فرار اختیار کی۔ امیر الامرا کو اس کی کوتہ اندیشی کی اطلاع ملی تو وہ فوراً بادشاہ کی خدمت میں آیا اور اس وحشت اثر خبر سے باخبر کیا۔ بادشاہ نے اسی وقت بخشی الملک شیخ فرید بخاری کو دوسرے سرداروں کے ساتھ ہراول

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

کے طور پر روانہ کیا۔ آخری رات کو بادشاہ نے خود بھی روانگی کے پرچم لہرائے۔ شہر کے ہسہ پر مرادوں کی صبح طلوع ہوگئی۔ مرزا حسن شاہ رُخ مرزا جو کہ شہزادے کی بغاوت میں اس کا ساتھی تھا رات کے اندھیرے میں راستہ بھول گیا تھا۔ وہ پریشان حال گمراہی اور ادبار کے جنگل میں بھٹک رہا تھا۔ سرکاری ملازم اسے گرفتار کر لائے۔ شاہی حکم سے اسے اہتمام خان کوتوال کے حوالہ کر دیا گیا تا کہ مکافات کی قید میں رہے۔

القصہ جس وقت شہزادہ متھرا پہنچا اس وقت سیّد حسن بدخشی کابل سے آیا تھا۔ شہزادہ سے ملاقات کر کے ادبار میں وہ بھی اس کے ساتھ ہو گیا۔ یہ لوگ راستے میں جسے بھی پا لیتے تھے لوٹ لیتے تھے۔ سرایوں کو آگ لگا دی۔ سوداگروں، مسافروں اور سرکاری طویلوں کے گھوڑے جو جو راستہ پر تھے چھین لیے اور اپنے ساتھی پیادوں کو دے دیے۔ اس طرح لاہور پہنچ گئے۔ عبدالرحیم دیوان کی بھی قسمت پھر گئی تھی، وہ بھی آ کر ان کے ساتھ ہو گیا۔ البتہ لاہور کے صوبہ دار داؤد خان نے ملاقات کرنا پسند نہ کیا اور قلعہ کو پوری طرح مضبوط کر لیا۔ شہزادے نے بہت کوشش کی مگر لاہور کا قلعہ ہاتھ نہ لگا۔

جب شیخ فرید بخاری کے بھاری لشکر کے ساتھ سلطانپور کے نواح میں آنے کی خبر ملی تو شہزادہ لاہور کو چھوڑ کر شیخ کی طرف متوجہ ہوا۔ کونڈ وال کے پاس دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابلے پر آ گئے۔ جنگ وجدال کی آگ بھڑک اُٹھی۔ شیخ نے بہت سخت جنگ کی۔ شہزادہ اس کی تاب نہ لا سکا، لہٰذا حسن بیگ اور دوسرے لوگوں کے ساتھ فرار ہو گیا۔ اسی دوران بادشاہ نے بھی اسی مقام پر آ کر پڑاؤ ڈال دیا۔ راجا باسو جو پنجاب کے کوہستان کے بڑے حاکموں میں سے تھا بارگاہ میں حاضر ہوا، اس کو شہزادہ کے تعاقب میں روانہ کر دیا۔ انتہائی مہربانی سے شیخ فرید کو جو شہزادہ پر فتح مند ہو گیا تھا، گلے سے لگا لیا۔ وہ رات شیخ کے خیمہ میں ہی بسر کی۔ دوسرے دن لاہور کی طرف روانہ ہو گیا۔ شہزادہ یہ چاہتا تھا کہ اکبر آباد کی طرف روانہ ہو، مگر حسن بیگ بدخشی نے بتایا کہ کابل جانے میں زیادہ بھلائی ہے۔ کیونکہ ہماری جاگیر راستہ میں سے وہاں سے سامان تیار کر کے کابل پہنچیں۔ پھر وہاں سے جمعیت فراہم کر کے ہندوستان آ جائیں، کیونکہ محمد ظہیر الدین بابر بادشاہ نے کابل ہی کے بل پر ہندوستان کو لیا تھا۔ اسی طرح کی اور دور از کار باتیں کیں۔ لہٰذا ان شہزادہ حسن بیگ بدخشی کا مشورہ سے کابل کی طرف

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

روانہ ہوگیا۔ چناب ندی پر پہنچ کر شاہ پور کی رہ گزر سے پار کرنا چاہتا تھا مگر وہاں کشتیاں نہیں مل سکیں۔ وہاں سے پلٹ کر سودھرا کی گزرگاہ پر آیا۔ رات کا وقت تھا، بڑی دوڑ دھوپ کے بعد ایک کشتی ملی۔ اس سے ندی پار کرنا چاہتا تھا کہ ان کے شور غل سے سودھرہ کے چودھری کو پتہ چل گیا۔ اس نے ملاحوں کو پار کرانے سے منع کر دیا۔ صبح ہوئی تو سب جگہ شہرت ہوئی کہ یہ شہزادہ ہے۔ میر ابوالقاسم اور ہلال خاں خواجہ سرا گجرات کے علاقہ میں تھے۔ انھیں اس بات کی اطلاع ملی تو وہ شہزادہ کو حسن بیگ بدخشی اور عبدالرحیم کے ساتھ گرفتار کر کے گجرات لے گئے اور بارگاہ میں حقیقت احوال کی۔ پیر کے دن محرم کی آخری تاریخ (۳۰) کو سنہ ایک ہزار پندرہ ہجری میں باغِ کامران مرزا واقع لاہور میں یہ بات بادشاہ سے عرض کی گئی۔ شاہی حکم سے امیر الامرا گجرات جا کر شہزادے کو اس کے ہمراہیوں کے ساتھ بارگاہ میں لے آیا۔ شہزادے کے ہاتھ باندھ کر پیروں میں بیڑیاں ڈال کر چنگیز خانی رسم و شریعت کے مطابق خدمت گاروں کے بائیں طرف سے حاضر کیا۔ حسن بیگ بدخشی کو شہزادے کے دائیں جانب اور عبدالرحیم کو بائیں جانب کھڑا کیا۔ حکم ہوا کہ خسران نصیب خسرو کو زنجیروں سے باندھ کر قید میں ڈال دیں۔ حسن بیگ بدخشی پر گائے کی کھال اور عبدالرحیم پر گدھے کی کھال منڈھ دیں اور ڈونڈی پیٹتے ہوئے شہر میں چاروں طرف گھمائیں۔

فرمان پذیروں نے حکم کی تعمیل کی۔ گائے اور گدھے کی کھال کو سوکھنے کے بعد حسن بیگ بدخشی چار پہر سے زندہ نہ رہا۔ سانس گھٹنے سے مر گیا اور اپنے اعمال کی کو پہنچ گیا۔ عبدالرحیم گدھے کی کھال میں تھا۔ اس پر گرمی کا اثر ہوگیا۔ راستہ میں پڑی ہوئی ککڑیاں مولیاں کھاتا رہا۔ وہ ایک دن رات زندہ رہا۔ دوسرے دن محفل عالی کے بارسوخ لوگوں کی درخواست پر حکم ہوا کہ اس کو گدھے کی کھال سے باہر نکالیں۔ کھال میں بہت کیڑے پڑ گئے تھے۔ بہر حال جان دے دی۔

شاہی حکم کے مطابق باغِ کامران مرزا سے دولت خانہ کے دروازے تک جن لوگوں نے شہزادے کا ساتھ دیا تھا انھیں آمنے سامنے کھڑا کر کے دار پر چڑھا دیا اور مورتیوں کی طرح ان کے جسموں کو بیاہ (ویاس) ندی کے دونوں طرف کھڑا کر دیا۔ عجیب وغریب تماشا تھا۔ دیکھنے والے حیرت وحسرت میں پڑ جاتے تھے۔ نظارہ کرنے والوں کی عجیب حالت ہو جاتی

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

تھی۔ شہر کے لوگوں کی بھیڑ اس تماشے کو دیکھنے اُمڈ پڑی۔ شہزادہ کو ہاتھی پر بٹھا کر سولیوں کے بیچ میں سے گزارا تا کہ وہ اپنے ساتھیوں کا حال دیکھ لے۔ شہزادہ اپنے رفیقوں کی یہ دُرگت دیکھ کر شرم سے پانی پانی ہو گیا۔ شرم کے مارے بس اس کی جان ہی نکلنے والی تھی۔ بہر حال اسے وہاں سے قلعہ میں لا کر تادیب کے قید خانے میں قید کر دیا۔

کچھ سال بعد شہنشاہِ زماں جہانگیر نے جو کہ صوری کی لات کا مجموعہ اور معنوی نشانیوں کا حامل ایزد پرستی کا مظہر تھا، چندروپ سنیاسی سے ملاقات کی، اس خدااندیش کی صحبت سے محظوظ ہوا۔ اس صاحبِ حال وقال نے معقول ومنقول دلیلوں سے شہزادہ کی رہائی کی درخواست کی کئی بار سلام کے لیے حاضر ہوا مگر رہائی نہیں ہوئی۔ ایک بار جب جہانگیر نوروز کا جشن منا رہا تھا عیش وعشرت کے اسباب پیراستہ تھے تب شہزادہ سلطان پرویز نے درخواست کی کہ ہم سب بھائی تو آپ کے سایۂ عاطفت میں کامیاب و کامران ہیں، مگر بڑے بھائی یعنی شہزادہ خسرو تادیب کے شکنجوں میں گرفتار ہیں۔ ایک عرصے سے قید خانہ میں ہیں، اب تک تو اپنے اعمال کی سزا کو پہنچ چکے آپ بھی ان کے بارے میں مہربان ہو جائیں۔ چنانچہ شہزادہ سلطان پرویز کی درخواست پر رہا کر کے کچھ دن بعد پھر قید کر دیا۔

جس زمانے میں شہزادہ سلطان خرم مخاطب بہ شاہجہاں دکن کی مہم کے لیے روانہ ہوا اُس زمانے میں شہزادہ خسرو زنجیروں کے حوالہ کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ سنہ پندرہ جلوس میں قید خانے میں ہی زندگی کی امانت لوٹا دی۔ لوگوں کی زبان پر یہ مشہور ہو گیا تھا کہ شہزادہ شاہجہاں نے کچھ ایسی سازش کی کہ خسرو قید خانے میں موت کی قید میں گرفتار ہو گیا۔

القصہ شیخ فرید بخاری نے شہزادہ خسرو پر فتح پائی تو اس خدمت کے صلے میں مرتضٰی خاں کے خطاب سے سرفراز ہوا۔ شیخ مذکور کی درخواست پر پرگنہ بھیرووالی میں جہاں شیخ نے فتح پائی تھی ایک شہر اور لمبی چوڑی سرائے تعمیر کرائی گئی۔ اس شہر کا نام فتح آباد (جسے جہانگیر کے سپہ سالار شیخ فرید نے تعمیر کروایا تھا) رکھا۔ اور یہ پرگنہ شیخ فرید مخاطب بہ مرتضٰی خاں کو جاگیر میں دے دیا۔

شاہی قافلہ کا کابل کی سیر کو جانا اور اس علاقے کے عجیب واقعات

جہانگیر سنہ دو جلوس میں سیر و شکار کے لیے کابل کی طرف متوجہ ہوا۔ منزلیں طے کر کے علی

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

مسجد میں خیمہ لگائے۔ یہاں ایک مکڑی نظر آئی جو کیکڑے کے برابر بڑی تھی اور ایک سانپ کو جو دوشرعی گز کے قریب لمبا ہوگا جکڑ رہی تھی۔ تھوڑی دیر یہ تماشہ دیکھتے رہے یہاں تک کہ سانپ نے جان دے دی۔ اس بات سے بہت تعجب ہوا۔ وہاں سے منزل منزل مسافت طے کر کے دارالملک کابل جا کر پڑاؤ کیا۔ اس علاقے کی سیر و تفریح کے مقاموں سے محظوظ ہوئے۔

بادشاہ کے حکم سے شہر آرا باغ کے پاس جسے ظہیرالدین محمد بابر بادشاہ نے بنوایا تھا ایک اور خوبصورت باغ جہاں آرا کی بنیاد رکھی اور جو نہر رہگذر گاہ سے آ رہی تھی اس فرحت بخش باغ کے بیچ میں جاری کی گئی۔ اس کا پانی اپنی لطافت و نزاکت میں سلسبیل کے پانی کی برابری کرتا ہے۔ یہ دونوں باغ اپنی طراوت، تازگی اور رونق کی وجہ سے کابل کی سیر گاہ مقرر ہیں اور شاہ لالا کے نام سے مشہور ہیں۔ کابل میں رہنے کے وقت بادشاہ کو یہ معلوم ہوا کہ یہ ضحاک بامیان کے درمیان جو بلخ کی طرف کابل کی سرحد پر واقع ہیں، ایک پہاڑی ہے، اس میں خواجہ ایوب کی قبر ہے، لوگ اس کی تاریخ چار سو سال بتاتے ہیں۔ ان کے اعضا ابھی تک جھڑے نہیں ہیں، وہاں جا کر زیارت کرتے ہیں۔ ان کی گردن پر ایک زخم ہے، اس زخم پر سے اگر روئی لے کر بھگو لیں اور پھر اس روئی کو اس کے اوپر رکھ دیں تو خون بہنے لگتا ہے، رکتا ہی نہیں۔ اس بات کی تحقیق کے لیے اقبال نامہ جہانگیری کے مؤلف معتمد خاں عرف محمد شریف کو متعین کیا۔ اس کے ساتھ ایک جراح کو بھی بھیجا کہ خود اپنی آنکھ سے زخم دیکھ کر حقیقت بتائے۔ معتمد خاں اس علاقہ میں جا کر وہاں کے واقف کار لوگوں سے ملا۔ اس پہاڑ کے نیچے جو...... کے پاس واقع ہے، گئے۔ اس پہاڑ میں ایک دروازہ ملا جو ڈھائی گز کے قریب زمین سے اُونچا تھا۔ کسی کو اوپر چڑھا کر اس کا ہاتھ پکڑ کر یہ اندر گئے۔ کچھ اور آدمی بھی ساتھ تھے۔ اندر تین گز لمبا، ڈیڑھ گز چوڑا ایک دالان تھا۔ اس دالان میں ایک چار گز مربع گھر تھا، اس گھر میں ایک تابوت نظر آیا۔ مشعل روشن کر کے تابوت پر سے تختہ اُٹھایا۔ اس میں میّت دیکھی جو مسلمانوں کے دستور کے مطابق قبلہ رو لیٹی ہوئی تھی اور اُلٹا ہاتھ سترِ عورت پر پھیلا ہوا تھا۔ آدھے گز کے قریب ٹاٹ سر پر رکھا تھا۔ میّت کے جو اعضا زمین سے لگے ہوئے تھے وہ تو کھر گئے تھے اور باقی ٹھیک تھے۔ آنکھیں بند تھیں، ہونٹوں میں سے اوپر نیچے ایک ایک دانت اور جسم کے جس حصے کے کھلنے کو برہنگی مانی جاتی ہے، دِکھ رہا تھا۔ جو کان زمین سے لگا ہوا تھا وہ اور گردن کا کچھ حصہ فرا گرد آلود تھا۔ ہاتھ

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

پیر کے ناخن بھی صحیح سلامت تھے، مگر زخم معلوم نہیں ہوا۔

اس علاقہ کے بوڑھے لوگوں سے یہ پتہ چلا کہ چنگیز خاں اور سلطان جلال الدین کی جنگ میں یہ شخص سنہ چھ سو دو ہجری میں شہید ہوا تھا۔ اس زمانے سے ہی یہاں پر یوں ہی پڑا ہے۔ معتمد خاں نے یہ بات معلوم کر کے بادشاہ کی خدمت میں حقیقت بیان کی۔ بادشاہ نے کہا خدا کی عجیب قدرت ہے، اس کی سرمدی حکمت سے ایسے عجیب و غریب واقعات پیش آ جائیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ الغرض سیر و شکار اور اس علاقے کی تفریح گاہوں میں عیش و عشرت سے محظوظ ہونے کے بعد پھر ہندوستان آ گیا۔

شیر افگن کی بیوی نور جہاں کا شاہی حرم سرا میں آنا

شیر افگن کا علی قلی استخلو نام تھا۔ یہ والی ایران شاہ عباس صفوی کے بیٹے شاہ اسماعیل کا تفریح کروانے والا تھا۔ شاہ اسماعیل کی رحلت کے بعد علی قلی مذکور قندھار کے راستے سے بادشاہ خلد آرام گاہ کے عہد میں ہندوستان آ گیا۔ ملتان پہنچ گیا۔ خانِ خاناں مرزا جان سے جو اس وقت ٹھٹھ کی فتح کی طرف متوجہ تھا، اس کی ملاقات ہوگئی۔ خانِ خاناں نے اس کی حقیقت احوال بادشاہ سے عرض کی اور اس نے غائبانہ ہی شیر افگن کو اپنی فلک نشان بارگاہ کے ملازموں میں رکھ لیا۔ شیر افگن نے اس مہم میں بہت دوڑ دھوپ کی۔ ٹھٹھ کی فتح کے بعد جب بارگاہ میں حاضر ہوا تو خانِ خاناں کی درخواست پر مناسب منصب سے سرفراز کیا گیا۔ پھر بادشاہ کے عہد میں شیر افگن کے خطاب سے مخاطب ہوا اور صوبہ بنگال میں جاگیر ملی۔ اس کی طبیعت فتنہ جو اور شورش طلب تھی۔ لہٰذا جب قطب الدین خاں ولد شیخ سلیم بنگال کی صوبہ داری کو گیا تو خان کو اشارہ ملا کہ اگر شیر افگن صحیح راہ پر ثابت قدم ہو تو اسے بحال رکھیں، خدمت برقرار رہے ورنہ بارگاہ میں روانہ کر دیں اور اگر بارگاہ میں حاضر نہ ہو تو اسے سزا دیں۔

قطب الدین خاں بنگال پہنچ کر کچھ دن بعد بردوان روانہ ہوگیا، اس علاقے میں شیر افگن کی جاگیر تھی، اس نے آ کر استقبال کیا۔ ملاقات کے وقت قطب الدین خاں کے آدمیوں نے ہجوم کر کے اس کو گھیر لیا۔ شیر افگن کے لوگوں کا یہ حال دیکھ کر تلوار کھینچ لی اور قطب الدین خاں کے پیٹ پر ایسا کاری زخم لگایا کہ آنتیں باہر آگئیں اور وہ وہاں ہی مر گیا اور قطب

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

الدین خاں کے ملازموں نے حملہ کر کے شیر افگن خاں کو اپنے آقا کے قصاص میں قتل کر ڈالا۔

مرزا غیاث بیگ مخاطب بہ اعتماد الدولہ کی بیٹی شیر افگن کے نکاح میں تھی۔ غیاث بیگ خواجہ محمد شریف طہرانی کا بیٹا تھا۔ ابتدا میں خواجہ ہرات کے حاکم محمد خاں تکلو کا دیوان بیگی تھا۔ نصیر الدین محمد ہمایوں بادشاہ کے عراق جانے کے وقت اس نے شاہی حکم سے بادشاہ کی اچھی خدمت انجام دی تھی۔ ہمایوں کی ضیافت اور مہمان داری کے بارے میں شاہ طہماسپ والیِ ایران کا جو فرمان اکبرنامہ میں درج ہے وہ اسی محمد خاں کے نام ہے۔ محمد خاں کے فوت ہونے کے بعد یہ شاہ طہماسپ کی خدمت میں آ گیا اور وزارت سے سرفراز ہوا۔ جب خواجہ کی رحلت ہو گئی تو اس کے دونوں بیٹے خواجہ غیاث بیگ اور خواجہ طاہر بیگ ہندوستان آ گئے۔ خواجہ غیاث بیگ کے دو لڑکے اور ایک لڑکی تھی۔ قندھار پہنچنے پر دوسری لڑکی پیدا ہو گئی۔ وہاں سے روانہ ہو کر بادشاہ خلد آرام گاہ کی ملازمت میں فتح پور سیکری آ گئے۔ کارروائی کی وجہ سے تھوڑے عرصے میں ہی دیوان بیوتات ہو گئے۔ یہ کام میں ماہر اور خوش نویس تھے، سنجیدہ شعر کہتے تھے، ضرورت مندوں کی ضرورتیں پوری کرتے اور رشوت گری میں بے نظیر تھے۔ چنانچہ ان کا مرتبہ روز بروز بلند ہوتا گیا اور ترقی کا باعث بن گیا۔ ان کی دوسری بیٹی جو قندھار میں پیدا ہوئی تھی شیر افگن کے نکاح میں آ گئی۔ اب شیر افگن جس طرح کہ لکھا گیا مارا گیا۔

صوبہ بنگال کے قیدیوں کو اس کی منکوحہ کو جو غیاث بیگ کی بیٹی تھی، بارگاہ میں بھیجنے کے بارے میں حکم صادر ہوا۔ لہٰذا اسے دربار میں روانہ کر دیا گیا۔ چونکہ اس پری تمثال کے حسن کی شہرت بادشاہ کے کانوں میں پہنچا کرتی تھی، اس کے حسن و جمال کی توصیف لوگوں کی زبان پر ایسی تھی کہ نقاشِ ازل نے وجود کی تختی پر اس جیسا خوبصورت نقش دوسرا نہیں بنایا ہے۔ مصورِ لم یزل نے ہستی کے رسالے میں اُس جیسی رعنا شکل دوسری نہیں بنائی۔ چمکدار سورج بھی اس کے چہرے سے نور اُدھار لیتا ہے۔ دمکتا چاند اس کے پرانوار رخسار سے روشنی مانگتا ہے۔ اس کے چہرے کی تعریف میں قلم نور کا فوارہ بن جاتا ہے اور مکتوب اس کے رخسار کی توصیف میں بہارِ چمن ہو جاتا ہے۔ نظم:

قد اس کا رحمتوں کے نخل سا تھا

بوستانِ لطافت میں اُگا تھا

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

وہ مکھڑا چاند سا تھا برج فردوس
وہ ابرو جن کا گھر تھا خانہ قوس
زمانے میں کوئی ایسا نہ ہوگا
جو اس کو دیکھ کر شیدا نہ ہوگا

اس چاند سے مکھڑے کی خوبیاں سن سن کر بادشاہ کی جان کے کھیت میں عشق و محبت کا بیج پڑ گیا تھا۔ ان حالات میں یہ بھی تعجب کی بات نہیں ہے کہ شیر افگن بادشاہ کے اشارہ سے قتل ہوا ہو۔ غرض اس ملکۂ روزگار کی قسمت کے ستارہ کے طلوع ہونے کا وقت آ گیا اور سنہ چھ جلوس میں یہ حرم سرا خاص میں داخل ہوگئی۔ پہلے تو نور محل خطاب ملا پھر نور جہاں بیگم کے خطاب سے مخاطب ہوئی۔

جہانگیر اس کے بے نظیر حسن پر شیفتہ اور دل پذیر صورت پر فریفتہ تھا۔ اس کی محبت کی شراب سے مست، ملک و مال، دل و جان سب کچھ اس نازنین کے عشق کی چوپڑ میں ہار گیا۔ اس مہوش کے دلفریب حسن پر بادشاہ کی شیفتگی و فریفتی کی خبریں دُنیا میں ایسی مشہور ہوئیں جیسے فرہاد شیریں کی محبت کی کہانی، لیلیٰ مجنوں کے عشق کی داستان مشہور تھی۔ بلکہ یہ پرانے قصے صفحۂ روزگار سے مٹ گئے اور یہ نئی حکایت سب ہی چھوٹے بڑے لوگوں کی زبان پر چڑھ گئی۔ ابیات:

وہ جامِ محبت سے ایسا مست ہوگیا کہ سر رشتہ کار ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ عشق کے ہاتھوں نے عقل کی آنکھیں بند کر دیں۔ عقل کو اس سے کیا کام جو عشق سے مست ہو۔ اس کا دل تو بس محبوب سے لگا تھا۔ اسے نہ دُنیا کی فکر اور نہ کسی کی پرواہ تھی۔ اپنے ارادوں کی لگام اس کو سونپ دی تھی۔ اس کی جان پر اسی کا شور تھا۔ اس کی جان اس کی (نور جہاں) کی مرضی سے وابستہ تھی۔ اس کے عرفان کے بغیر وہ سانس تک نہیں لیتا تھا۔

سچ بھی یہی ہے کہ نور جہاں حسن و خوبی میں طاق، نیک ذات اور فیض بخشی میں شہرۂ آفاق تھی۔ خوش خوبی اور خوش خلقی میں بے نظیر، نیک نہادی میں یکتا، عقل و دانش، روشن ضمیری، بلند ہمتی وغیرہ میں بے مثال، امورِ سلطنت کے انتظام میں سکندر اندیشہ، مملکت کی مہمات چلانے میں ارسطو صفت، خوب داد دہش کرتی، بخشش و بخشائش میں حاتم، خدا جوئی اور خدا طلبی میں درویش کردار، شجاعت و دلیری میں مردانہ وار، چنانچہ کہا ہے ستی نـ

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

بیگمِ نورِ جہاں صورت سے عورت ہی سہی
بھیڑ میں مردوں کی وہ شیر افگن عورت ہے جناب

سنجیدہ طبیعت کی حامل رنگین شعر کہتی تھی۔ اگر چہ بیگم کے بہت سے دل پذیر شعر مشہور ہیں مگر جس زمانے میں دوُدُم دار ستارے طلوع ہوتے تھے، تب اس نے یہ شاہ بیت خوب کہا۔ بیت:

یہ اتنا لمبا ستارہ نہیں جو نکلا ہے
فلک نے شاہ کی خدمت کو سر اُٹھایا ہے

اور یہ شعر بھی ملاحظہ ہو۔ بیت:

ہلالِ عید جو نکلا؛ ہے آسمانوں پر
کلیدِ میکدہ ہے گم گئی تھی پھر پائی

القصہ سلطنت کے تمام امور اور ملک کی مہمیں اس کے قبضۂ اقتدار میں آگئیں۔ رفتہ رفتہ یہ معاملہ ہو گیا کہ بادشاہ کا صرف نام رہ گیا۔ بادشاہ کہا کرتا تھا کہ میں نے تو سلطنت نور جہاں کو دے دی۔ مجھے تو سیر بھر شراب اور آدھا سیر گوشت کے سوا کچھ نہیں چاہیے۔ یہ بیگم جھروکہ میں بیٹھ جاتی، سارے امیر حاضر ہوتے، کورنش تسلیمات، آداب کرتے۔ اس کے احکام سن کر ان کی تعمیل کرتے، ممالکِ محروسہ میں متعین امرا کے نام فرمان صادر ہوتے۔ فرمان کے طغرے میں یوں لکھا جاتا ''حکم علیہ عالیہ مہد علیا نور جہاں بیگم بادشاہ'' اور مہر کا سجع یہ تھا۔ بیت:

ہم دم و ہمرازِ جہاں گیر شاہ
نور جہاں ہے بحکم الٰہ

اگر چہ سلطنت بیگم کے نام سے نہ تھی مگر سکہ پر یہ نقش ہوتا تھا۔ بیت:

بنام شاہ جہاں یافت سکّہ صد زیور
بنام نور جہاں بادشاہ بیگم زر

بحکم شاہِ جہاں سکہ کو مل گئی رونق
بنام نور جہاں سونا بھی سج گیا دیکھو

بیگم والا قدر کا باپ اعتماد الدولہ وکالتِ کُل کے منصب پر مقرر ہوا اور بیگم کا بڑا بھائی

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

اعتقاد خاں کے خطاب کے ساتھ میر ساماعی کی خدمت سے سرفراز ہوا۔ پھر کچھ عرصہ بعد آصف خاں کے خطاب سے ممتاز ہوا۔ اس کے تمام عزیز رشتہ دار بلند مرتبوں اور منصبوں سے معزز ہو گئے۔ بلکہ ان کے غلام اور خواجہ سرا تک خان اور تر خان کے خطاب سے سرفراز ہو گئے۔ اپنے ساتھیوں اور برابر والوں میں ممتاز ہو گئے۔ بیت:

قسمت نے دونوں آنکھیں دولت کی کھول دی ہیں
خواہش سے دیکھو بڑھ کر تحفے دیے ہیں کیا کیا

خانِ عالم جلوس کے دسویں سال ایران سے واپس آ کر بارگاہ کی بساط بوسی کے شرف سے معزز ہوا۔ اس کے ساتھ ایران سے زنبیل بیگ ایلچی گیری کے لیے متعین ہوا تھا۔ وہ بھی خان عالم کے ساتھ بارگاہ میں حاضر ہو کر سعادت اندوز ہوا۔ شاہ والا جاہ (ایران کا بادشاہ) نے خان عالم پر جو التفات کیا تھا اگر اس کی تشریح کی جائے تو مبالغہ اور اغراق لگنے لگے۔ اس کو گفتگو میں خان عالم کہہ کر ہی مخاطب کرتے اور کبھی بھی اپنے پاس سے جدا نہیں کرتا تھا۔ اگر کسی دن یا رات کو خان عالم کسی کام سے اپنے گھر رہ جاتا تو شاہ والا جاہ بے تکلف اس کے گھر چلا جاتا اور یہ بھی درست ہے کہ خان عالم نے اس خدمت کو بہت اچھے انداز میں ادا کیا تھا۔ شاہ اور دوسرے لوگوں کے ساتھ بات چیت میں اس نے عقل و دانش کی خوب ہی زر پاشی و زر ریزی کی۔ ایسی کئی قابلِ ذکر مجلسیں ہوئیں۔

شاہ والا جاہ کی خدمت سے رخصت ہو کر جب شہر سے باہر آ کر منزل کی تو شاہ نے بے تکلفی سے اس کی مشافعت کی۔ اس سے معذرت چاہی۔ یہ سب باتیں جب بادشاہ جہانگیر کو معلوم ہوئیں تو اس پر خوب کرم فرمائیاں کیں۔ اضافہ منصب اور شاہی رعایت سے سرفراز ہوا۔ یہ کہنے میں کوئی تکلف نہیں کہ جیسی ایلچی گیری اس نے کی، کسی اور نے نہیں کی ہوگی۔ اس نے ایران میں ہندوستانیوں کو نیک نام کیا۔

بادشاہ کا سیر و شکار کے لیے گجرات احمد آباد جانا

سنہ بارہ جلوس میں جہانگیر سیر و شکار کے لیے گجرات گیا۔ منزلیں طے کر کے احمد نگر میں پڑاؤ کیا۔ اس علاقے کی آب و ہوا بادشاہ کے مزاج کے لیے ناموافق ہوئی۔ طبیعت مکدر ہو گئی

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

مگر سمندر کی تفریح سے جو کہ احمد آباد سے تین کوس کی دوری پر واقع ہے، کافی انبساط حاصل ہوا اور طبیعت کے مکدر ہونے کا تدارک ہو گیا۔

گجرات پہنچنے پر خیر النسا بیگم نے جو خان جہاں خانِ خاناں کی بیٹی تھی، یہ درخواست کی کہ خانِ خاناں کے باغ میں جو گجرات کے پاس ہے، میری آرزو ہے کہ اس میں بادشاہ کی دعوت کر کے دونوں جہان کی سرفرازی حاصل کروں۔ اس کی درخواست قبول ہو گئی۔ پت جھڑ کا موسم تھا، تمام پیڑوں کے پتے جھڑے ہوئے تھے، باغ کے درخت سر سے پیر تک برہنہ تھے۔ ابیات:

باغ کا ہر پیڑ پھنگی سے تنے تک، پتوں سے برہنہ تھا۔ پیڑوں کے پتے جو جھڑنے لگے تو زمین سونے کی اشرفیوں سے بھر گئی۔

اس عفت سرشت نے گلشن کو سجانے سنوارنے، پیڑوں کو ترتیب دینے، تختوں کی زینت اور نہر میں پانی چھوڑنے کی سخت تاکید کی۔ نادرہ کار کاریگروں اور فنکاروں نے اپنی صنعت گری اور ہنر کا مظاہرہ کیا۔ جس جس قسم کے پیڑ اُس باغ میں تھے ان کے پتے، پھول، رنگ برنگے کاغذوں کے ان کے پھل بالکل اسی شکل وصورت کے اتنے ہی بڑے اُسی رنگ میں آراستہ کر دیے۔ طرح طرح کے میوے جیسے سنترہ، لیموں، سیب، انار، شفتالو وغیرہ پیڑوں پر بنا دیے۔ اسی طرح قسم قسم کے لالہ عجیب وغریب خوشبوئیں، رنگین پھول، پتے کاغذ کے بنا کر شاخوں میں لگا دیے۔ چنانچہ طرح طرح کے میوے، پھل، رنگارنگ پھول، پودے، پیڑ خزاں کے موسم میں بہار کا جلوہ پیش کرنے لگے اور وہ باغ پت جھڑ کے وقت نوروز کے دنوں کی طرح شگفتہ اور تر و تازہ دِکھنے لگا۔ بیت:

پھیلا تھا درختوں سے پورا ہی باغ
روشن تھا ہر پھول پر مثل چراغ

جہانگیر اس تر و تازہ باغِ فرحت افزا گلشن میں جو شگفتگی سے باغِ بہاریں کی برابری کر رہا تھا، تشریف لے گیا۔ خزاں کا موسم بھول کر بے اختیار پھول پھل چننے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ بعد میں حقیقت پتہ چلی تو بہت محظوظ ہوا۔ کاریگروں کی عجیب وغریب صنعت اور اس عفت نشان کی تجزیہ آفرین کی۔ جاگیر میں اضافہ اور انعام سے سرفراز کیا اور پھر وہاں سے واپس

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

دارالحکومت لوٹ آیا۔

سلطان محمد اورنگ زیب ولد شہزادہ خرم کی پیدائش

اس سے پہلے شہزادہ سلطان خرم کی حرم سرا میں عفت سرشت ممتاز آباد محل کے بطن سے جو آصف خاں کی بیٹی تھی، سنہ نو جلوس/ چار جمادی الاوّل کو شہزادہ داراشکوہ اور سنہ گیارہ جلوس میں سلطان محمد شجاع پیدا ہو چکے تھے۔ اب بادشاہ کے گجرات سے واپس آنے کے وقت موضع دھود کے قریب اتوار کی رات بارہ زبان ماہ الٰہی مطابق گیارہ ذیقعدہ سنہ تیرہ جلوس موافق سنہ ایک ہزار ستائیس ہجری میں سلطان اورنگ زیب کو ولادت کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس برجِ حکومت کے طلوع ہونے سے باپ کو بہت خوشی ہوئی۔ شاہی بارگاہ میں عیش وعشرت کی بزم آراستہ ہوئی۔ خوشی کے شادیانے بجے، ہر طرف سے مبارک باد کا شور تھا، گویا اِس کنارہ اُس کنارہ تک مسرت ونشاط کی بساط بچھ گئی۔ سب ہی چھوٹے بڑے تہنیت کے ارغنون چھیڑنے لگے۔ خیر خواہوں کی آرزوؤں کا پودا بڑا ہو گیا۔ لوگوں کی امیدوں کا گلشن تروتازہ ہو گیا۔ ایسی ذات کا وجود ہوا کہ اس کی برکت سے ناہید نے سرور کی بزم آراستہ کر کے انبساط کے ساز بجائے۔ ایسی مبارک قسمت والا جس کی فرشتہ صفت ذات کی برکتوں سے آفتاب نے شرف کے برج میں فخر کے جھنڈے بلند کیے۔ ابیات (کتاب کے اشعار میں کچھ خلل ہے):

امید کے مطلع سے ایسا ستارہ طلوع ہوا ہے کہ جیسے دولت کے پالنے سے آفتاب کا
پھول کھلا ہو۔ صاحبِ ادب لوگ تہنیت کا شور مچا رہے ہیں۔ اور اس کے شیفتہ ہیں۔

بلند فکر ستارہ شناسوں نے، جو تقویم بنانے میں ماہر تھے، اپنی فلک پیما سوچ اور کواکب سنج عقل سے آسمانوں کی سیر کر کے اس شہزادہ کی پیدائش کی مبارک گھڑی تشخیص کر کے گہرے سوچ بچار کے بعد اس کا مبارک زائچہ جنم کنڈلی تیار کی۔ کوکب شرف کا طلوع انجم بہوط کے غروب ستارہ کے میلان اور نجومی احکام کی دقیق تحقیق کر کے طول عمر مدارجِ سلطنت کے ارتقا وغیرہ کی تفصیل پیش کی۔ بیت:

اختر ہمون سے دنیا کو برکت مل گئی
دین و دنیا کی لڑی میں خوب موتی پیر گیا

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

خجستہ اختری کی وجہ سے بخت مندی کا نور اور خوش نصیبی اس کے احوال کی پیشانی سے چمکتے رہے تھے۔ ایسا مبارک فال تھا کہ ولادت باسعادت کی تاریخ لفظ 'آفتاب' سے ہی نکل آتی ہے۔ اب جبکہ یہ نسخہ تحریر ہورہا ہے وہ بلند اقبال کا سورج جاہ وجلال کے برج کا کوکب حکومت کے تخت کو رونق بخش رہا ہے۔ یا الٰہی یہ سالہا سال تک جہاں بانی کے تخت و تاج کو زینت بخشتا رہے اور دُنیا کی رونق بڑھاتا رہے۔ بیت:

کھلا پھول اس باغِ دولت میں ایسا
کبھی بھی زمانہ نے ویسا نہ دیکھا

جہانگیر آباد کی تعمیر اور اس کی شاہراہوں پر کنوئیں اور میناروں کا بنایا جانا

سنہ چودہ جلوس والا میں اکبرآباد سے لاہور تک کی شاہراہ پر ہر ایک کوس کی دوری پر ایک بلند مینار جو راہ گیروں کو راستہ بتا سکے اور ہر دو کوس پر مسافروں کے لیے ایک کنواں تا کہ اس کے پانی سے فیض یاب ہوسکیں، راستے کے دونوں طرف پیڑ تا کہ راہگیر ان کے سایے میں آرام کرسکیں اور پھلوں سے منہ میٹھا کرلیں یہ سب کرنا طے پایا۔ شاہراہ پر پیڑوں کا لگانا اگرچہ شیر شاہ سوری کی ایجاد ہے مگر اس بادشاہ کے زمانے میں اسے نئی رونق ملی۔

شاہی حکم کے مطابق فرمان پذیروں نے مینار اور کنوے بنادیے۔ پھل دار پیڑ لگادیے گئے۔ جہانگیر نے اپنی شہزادگی کے زمانے میں پنجاب میں ساہوملی کے پاس اپنے نام کی مناسبت سے شیخوپور نام کا ایک گاؤں بسایا تھا۔ جہانگیر شیخ سلیم درویش کی دعاؤں کی برکت سے پیدا ہوا تھا اور آپ مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ اس گاؤں میں تھوڑی سی عمارتیں بنوائی تھیں اور اسی کو آس پاس کے علاقہ کے ساتھ اپنی شکارگاہ بنالیا تھا۔ اب اس کو الگ پرگنہ بنا کر جہانگیر آباد نام رکھ دیا۔ قرب وجوار کے پرگنوں کے کچھ دیہات اس میں شامل کرکے قراول سکندر کو جاگیر میں دے دیا۔ شاہی حکم سے اس میں دولت خانہ کی عمارتیں ایک لمبا چوڑا اور گہرا تالاب اور بلند مینار بنائے گئے۔ یہ پرگنہ سکندر کے ساتھ ارادت خان کی جاگیر میں مقرر ہوگیا۔ یہاں کی عمارت کی سربراہی اس کے ذمہ ہوگئی۔ اس پر ایک لاکھ پچاس ہزار روپیہ صرف ہوا۔ اسی سال دارالسلطنت لاہور کا دولت خانہ جس میں کئی دلکشا نشیمن مکانات اور فرحت افزا

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

عمارتیں تھیں بڑی سنجیدگی سے تعمیر ہوا۔ اس پر آٹھ لاکھ روپیہ صرف ہوا۔ رباعی:

زہے صفائی عمارت کہ جس کے دیکھے سے
نگاہیں بھرتی نہیں، ہے تسلسل دیدار
فضا میں ایسا تنوع کہ فکر نقاشاں
زمیں میں ایسا تلون کہ غنچۂ گلزار

تمباکو کی توصیف، تعریف و مذمت اور اس کے امتناع کا حکم

اگر چہ تمباکو شروع سے فرنگی جزیروں کی ایک خاص چیز رہی ہے، حکیم اور طبیب اسے کچھ دواؤں میں کام میں لیتے تھے۔ کچھ بیماریوں کے دفع کرنے کے لیے اس کا دھواں پینا تجویز کرتے تھے۔ بعض تندرست لوگ بھی اسے پسند کرتے تھے، مگر اس کا اتنا رواج نہیں تھا اور فرنگ سے بہت کم لائی جاتی تھی۔ آخر ممالک ہندوستان میں بھی اس کی تھوڑی سی کاشت کی، پھر تو کاشتکار اس سے فائدہ اُٹھانے لگے۔ اس کی پیداوار دوسری جنسوں سے فوقیت رکھنے لگی۔

جہانگیر کے دور میں خاص طور پر اس کا رواج بڑھ گیا۔ اس کا دھواں پینے کا ہر شخص آرزومند ہونے لگا۔ امیر، وزیر، شریف، نجیب، صالح، زاہد، بلیغ، فصیح، حکیم، نجومی، درویش، مالدار سب اس سے رغبت کرنے لگے۔ چھوٹے بڑے وضیع و شریف سب اس کی طرف مائل ہو گئے۔ تمام مکیفات (سرور دینے والی چیز جیسے سلفہ چرس) کھانے پینے کے سب ہی چیزوں پر اس کو مقدم رکھتے۔ مہمانوں کی سب سے بہتر خاطر تواضع اور دوستوں کے لیے بہترین تحفہ بن گئی۔ اس کی تاثیر کا یہ حال ہو گیا کہ اس کا عادی ضروری کھانا پینا تک چھوڑ سکتا تھا، مگر اس سے نہیں بچ سکتا تھا۔ ہر شخص دوسرے کے منہ کی رال تھوک سے گھن کرتا تھا مگر تمباکو پینے میں کوئی چھوٹا بڑا، اُونچ نیچ کی بات درمیان میں نہیں آئی۔ اگر چہ کڑوی ہوتی ہے مگر چاہنے والوں کی نظر میں کحل الجواہر۔ اس کی آگ اس کے عادیوں کے اعتقاد میں حرارت عزیزی بڑھاتی ہے۔ فرد:

چاہنے والے اس کے بہت ہیں جان و دل سے چاہتے ہیں
کمیاب ہیں ایسے لوگ بہت جو اس کو بہت کم چاہتے ہیں

بیشک یہ سفر و حضر کا مصاحب ہے، ہمدم و ہمراز ہے، خلا و ملا میں ہم نفس و دمساز، صومعہ

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

کے خلوت گزینوں کی انجمن آرا، بیدار بختی کی محفل نشینوں کی مسرت پیرا، دل موہنے والی معشوق، اس کے دھویں کے مرغولے دنیا والوں کی جان پر مشکین زینوں کی زنجیر کی طرح کمند ڈال دیتے ہیں۔ اس کی چاہت کی آگ سے دنیا والوں کے دل کے نہاخانوں میں خواہش کی شمعیں روشن ہوتی ہیں۔ اس کی عاشقی میں بے زر و مال بوالہوس عاشق بھی بوسہ بازی کر سکتا ہے۔ یہ ایسا دلبر ہے کہ اس کے لبوں کی چاشنی مفلوک الحال بھی چوس سکتا ہے۔ یہ ایسی ہزار داستان عندلیب ہے جو اپنی نغمہ سرائی سے مشتاقوں کا دل موہ لیتی ہے اور اپنی نوا سنجی سے اپنے چاہنے والوں کو مائل کر لیتی ہے۔ اس کی وہ فرماں روائی ہے جو کشور کشائی کی تاج ہے۔ نے کی تخت نشین ہے، اُس نے اپنی عالمگیری کے جھنڈے دلوں کی دنیا پر لہرا دیے ہیں اور جانوں کے ملک پر جہاں ستانی کے نقارہ بجا دیے ہیں۔ اس کے عادیوں کی سانس جو اندر جاتی ہے اس سے زندگی بڑھتی ہے اور جب باہر نکلتی ہے تو فرحت حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا ہر کش میں دو نعمتیں موجود ہیں اور ہر نعمت کا مجھے ایک شکر کرنا تو ضروری ہے۔ بیت:

جو بھی مستانے کہ تمبا کو پئیں
پہلے اللہ اور آخر ہو کہیں

استغفراللہ! یہ میں نے کیا لکھ دیا! کیا کہہ دیا! تبا کو تو منشیات میں سے ایک نشہ ہے۔ اس کا شغل تضیع اوقات کا باعث۔ نشیڑی مزاجوں کو مقبول ہے۔ اہلِ دل کی نظر میں مردود، عقلمندوں کے نزدیک مذموم۔ یہ ایک بے کار کا کام، بس آگ جلانا، راکھ کھانا، دھواں پینا، ایک بے جا طریقہ ہے۔ یعنی دھویں کو غذا بنانا بالکل ایسا ہے جیسے ہوا کو منہ میں لینا۔ اس کے علاوہ اس کے اور بھی بہت سے جسمانی نقصان ہیں جو اس کے پیدا ہوتے ہی بدن کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ یعنی نورانی چہرہ بے نور ہو جاتا ہے۔ سرخ رخسار کالے پڑ جاتے ہیں۔ دماغ میں خلل واقع ہو جاتا ہے۔ منی بننا بند ہو جاتی ہے۔ بلغم اور کھانسی کی بیماری پیدا ہو جاتی ہے۔ دِق (ٹی بی) اور دمہ کے روگ لگ جاتے ہیں۔ منہ گندا ہو کر بدبو دینے لگتا ہے۔ دماغ کا آئینہ زنگ آلود ہو جاتا ہے۔ دل کا صفحہ سیاہ ہو جاتا ہے۔ بیت:

پئے تمباکو جو وہ دل سیاہ ہے
نہ ہو باور تو نے اس کی گواہ ہے

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

غرض جب اس کا بہت رواج ہوگیا، امیر فقیر سب ہی اس کے دلدادہ ہوگئے تو بادشاہ نے اس فعلِ عبث کے کرنے اور تمباکو پینے کی ممانعت کا حکم صادر کردیا۔ ولایتوں کے ناظموں اور مملکت کے حاکموں کو اس بدعت کے دفاع کے لیے فرمان جاری ہوئے۔ اس کی خرید و فروخت بند کردی گئی۔ مزید احتیاط عبرت اور شاہی حکم کی پاسداری میں تمباکو کے عادیوں کی جنھوں نے ممانعت کا حکم صادر ہونے کے باوجود تمباکو کو پینے کی جرأت کرلی تھی شہر لاہور میں تشہیر (کالا منہ کرکے گدھے پر بٹھا کر شہر میں گھمانا) کروادی اور کسی کے تو ہونٹ کٹوادیے۔ مگر چونکہ بہت لوگ اس کالے دھویں کے عادی ہوگئے تھے، سزا اور تادیب کے باوجود بھی عبرت پذیر نہیں ہوئے اور اس سے اجتناب نہیں کیا۔ یہ بدعت روز بروز بڑھتی گئی۔ قطعہ:

سیاہ دلوں کو نصیحت کرنے سے کیا فائدہ۔ لوہے کی کیل پتھر میں نہیں ٹکتی۔ جس لوہے کو مورچے نے کھالیا ہو صیقل کرنے سے اس کا زنگ نہیں جاتا۔

کچھ غریب و عجیب واقعات

اطلا ملی کہ اکبرآباد میں ایک عورت نے پہلے تین جڑواں لڑکیاں ایک دفعہ میں جنم دی تھیں۔ اب پھر اس کے ایک لڑکا اور دو لڑکیاں جڑواں ایک ساتھ پیدا ہوئے ہیں اور تینوں زندہ ہیں۔ ایک یہ بات کہی گئی کہ ایک ستاری پہلی بار حاملہ ہوئی تھی تو بارہ مہینے میں اس نے بچہ جنا تھا، دوسری بار اٹھارہ مہینے میں اور تیسرے بار کے حمل میں دو سال بعد لڑکا جنا اور حمل کے دوران گھر کا کام کاج بھی جیسا کہ نامراد لوگوں میں ہوا کرتا ہے کرتی رہی۔ اس کو کوئی پریشانی نہیں ہوئی۔

ایک بار ایک باغبان کی لڑکی بادشاہ کی نظر میں آئی جس کی گھنی داڑھی مونچھیں تھیں۔ اس کی داڑھی ایک مٹھی سے بھی زیادہ تھی اور سینہ پر بھی گھنے بال تھے مگر پستان نہیں تھے۔ عورتوں کو حکم ہوا کہ اس کو ایک طرف لے جاکر پردہ اُٹھا کر معائنہ کریں اور حقیقت بتائیں کہ ہجڑا تو نہیں۔ پتہ چلا کہ محض عورت ہے۔

ایک دفعہ لعل خاں نام کے ایک درویش نے ایک موٹا تگڑا شیر پالا تھا۔ وہ شیر بادشاہ کو پیش کیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اسے گلیوں میں چھوڑ دو۔ اس کا تماشہ دیکھنے کے لیے لوگوں کا

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

ہجوم اکٹھا ہو گیا۔ کچھ جوگی بھی یہ تماشہ دیکھ رہے تھے۔ وہ شیر کللیاں کرتا ہوا دوڑ کر ایک جوگی کے ساتھ جو ننگا تھا، جس طرح اپنی مادہ کے ساتھ جفتی کرتا ہے وہ حرکت کرنے لگا۔ انزال کے بعد ہی اس جوگی کو چھوڑا۔ بڑا ہی تعجب ہوا۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ اس شیر کا پٹہ اور زنجیریں کھول کر جھروکہ کے نیچے لا کر دِکھاؤ۔ اس طرح جھروکہ کے نیچے قریب پندرہ شیر شیرنیاں چھوڑ دیں۔ انھوں نے کسی کو نقصان نہیں پہنچایا۔ ان کے بچے بھی ہو گئے۔ اسی طرح جھروکہ کے باغ میں کچھ چیتے بھی چھوڑ دیے، ان کی بھی نسل پیدا ہو گئی۔

بادشاہ سے عرض کیا گیا کہ ایک حکیم نے اپنے گھر میں ایک حوض بنایا ہے اور حوض کے گوشہ میں پانی کے نیچے ایک کمرہ بنایا ہے جو بہت روشن ہے۔ وہاں صندوق میں کچھ کپڑے اور کتابیں رکھی ہیں اور ایسا طلسم کیا ہے کہ ہوا پانی کو اس کمرے میں جانے نہیں دیتیں۔ جو بھی اس کمرے کو دیکھنے جائے برہنہ ہو کر لنگی باندھ کر پانی میں اُتر جائے۔ وہاں جا کر بھیگی ہوئی لنگی اُتار دے اور جو کپڑے وہاں رکھے ہیں پہن لے۔ کمرے میں دس بارہ آدمیوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے۔ بیٹھ کر آپس میں باتیں کر سکتے ہیں۔ جہانگیر بادشاہ اسے دیکھنے تشریف لے گیا۔ جس طرح گزارش کیا اسی انداز میں اس کمرے میں جا کر محظوظ ہوا اور حکیم علی کو دو ہزاری منصب سے سرفراز کیا۔

ایک بار جالندھر تعلقہ پنجاب کے ایک گاؤں میں بجلی گری۔ بارہ گز لمبی چوڑی زمین ایسی جل گئی کہ اس میں کسی چیز کے اُگنے یا ہریالی کا نشان تک نہ رہا۔ جالندھر کے حاکم محمد سعید نے اس قطعہ زمین پر جا کر اس کی کھدائی کروائی۔ جتنا کھود رہے تھے گرمی اتنی ہی بڑھتی جا رہی تھی۔ زمین میں پانچ چھ گز لوہے کا ایک گرم ٹکڑا نکلا۔ وہ ایسا گرم تھا جیسے ابھی بھٹی سے نکالا ہو۔ باہر ہوا میں آ کر ٹھنڈا ہو گیا۔ اس کو بادشاہ کے دربار میں بھیج دیا۔ بادشاہ نے اس کا معائنہ کیا۔ پھر وہ استاد داؤد لوہار کے حوالہ کر دیا گیا۔ اس نے تین حصہ یہ بجلی کا لوہا اور ایک حصہ دوسرا لوہا ڈال کر دو تلواریں، ایک خنجر اور ایک چھری بنا کر پیش کی۔ یہ چیزیں بادشاہ کو بہت پسند آئیں۔

ایک دفعہ جہانگیر خطہ دلکشا میں ایک خدا اندیش درویش سے ملنے گیا۔ لوگ اس کو خدارسیدہ درویش سمجھتے تھے، اس کی اکثر کرامتیں بیان کرتے تھے۔ کچھ لوگ علم تسخیر اور جادو

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

بتاتے تھے۔شام کی نماز کا وقت تھا، درویش جب نماز سے فارغ ہوگیا تو پانچ درویش اور اس کے پاس آ کر کھڑے ہوگئے۔ یہ ان کا پیر تھا۔ پھر دعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے، خدا سے لو لگائی تو اچانک ہوا میں سے اشرفیاں برسنے لگیں۔قریب سات سو اشرفیاں برسیں۔ درویش نے ان میں سے آدھی اشرفیاں بادشاہ کو دے کر کہا ان کو اپنے خزانے میں رکھ دینا کبھی کم نہ ہوگا۔ اور آدھی اشرفیاں آس پاس کے درویشوں کو تقسیم کردیں۔ بادشاہ کو بہت حیرت ہوئی۔ وہاں سے روانہ ہوگیا۔ راستے میں بادشاہ کے دل میں آیا کہ افسوس میں نے درویش کے ہاتھ تو چومے ہی نہیں۔اسی وقت درویش کے خادم نے آ کر کہا کہ تمھاری دست بوسی درویش تک پہنچ گئی ہے۔ اس بات سے اور بھی زیادہ تعجب ہوا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ اس کو کشف و کرامات کہا جائے یا سحر و جادو تصور کریں یا کسی جن کو مسخر سمجھیں۔ آخر تحقیق سے یہ پتہ چلا کہ یہ سب بہت زیادہ عبادت و ریاضت سے کرامت حاصل ہوجانے کا نتیجہ تھا۔ قطعہ:

ہاتھ میں کامل کے خاک ہاتھ تو بھی بن جائے طلا
اور ناقص چھو لے چاندی کو تو خاکستر بنے
ہو وہ خرا یا ہو مرمر یا کوئی پتھر ہو اور
اہلِ دل کے ہاتھ سے پتھر پر ہر ایک گوہر بنے

بنگال کے بازی گروں کا بارگاہ میں آ کر طرح طرح کے کھیل دِکھانا

سب سے پہلے زمین پر قسم قسم کے پیڑوں کے بیج ڈال دیے، پھر ان کے گرد چکر کھا کر منتر پڑھے۔ اس جگہ سے ایک دم پیڑ پھوٹنے لگے۔ پلک جھپکتے ہی شہتوت، سیب، ناریل، آم، سرو، اناس، انجیر، کھجور وغیرہ کے پیڑ اُگ گئے۔ دریا کی موجیں اُٹھنے لگیں۔ پیڑ زمین سے نکل کر آہستہ آہستہ اپنے اپنے قد کے برابر اُونچے ہوگئے۔ شاخیں، پتے، کلیاں، شگوفے سب نکل آئے۔ پھر بازی گروں نے درخواست کی کہ اگر حکم ہو تو ان پیڑوں کے پھل بھی کھلائیں۔ حکم ہوا کہ ہاں ایسا کیا جائے۔ اب پیڑوں کے گرد چکر لگا کر منتر پڑھے اور سیب، شہتوت، اناس، انجیر وغیرہ چن کر بادشاہ کے حضور میں پیش کیے۔ بادشاہ کے حکم سے محفل میں موجود لوگوں نے کھا کر لذت لی۔

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

اس کے بعد پیڑوں میں کچھ پرندے ظاہر ہو گئے۔ کسی نے ایسے اچھے لگنے والے خوش رنگ میٹھی آواز والے پرندے کبھی نہیں دیکھے ہوں گے۔ یہ سب پرندے ان پیڑوں میں چہک رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد خزاں کے پیڑوں کی طرح ان پیڑوں کے پتے سرخ اور زرد ہو کر زمین پر جھڑنے لگے۔ اور پھر دیکھنے والوں کی نظر سے پوشیدہ ہو گئے۔

دوسرے یہ کہ رات کے وقت جو بالکل سیاہ تاریک تھی ایک بازی گر برہنہ ہو گیا۔ ستر عورت کے سوا کوئی اور کپڑا اس کے پاس نہ تھا۔ اس نے قلابازیاں لگائیں، پھر اس نے ایک چادر لی اور چادر میں سے جلتی ڈبیہ نکالا۔ اس کی کرنوں سے اندھیری رات روشن دن ہو گئی۔ اتنی روشن ہوئی کہ اُس دن راستہ کی دوری سے جو لوگ بھی آئے، انھوں نے بھی یہ بتایا کہ فلاں رات کو ایسی عجیب بات پیش آئی تھی۔ آسمان سے ایسی روشنی ظاہر ہو رہی تھی کہ ہم نے ایسا روشن دن بھی نہیں دیکھا۔

ایک دوسرا کھیل یہ کیا کہ سات آدمی کھڑے ہو گئے۔ وہ بولنے کے لیے منہ نہیں کھول رہے تھے اور پھر بھی ان سے گانے اور نغمہ سرائی کی آواز آ رہی تھی۔ گویا ساتوں ایک ساتھ گا رہے ہوں۔

دوسرا یہ کہ سو تیر چلائے اور ان کو ہوا میں معلق رکھا۔ پھر کہا کہ جب بادشاہ کا حکم ہوگا انھیں آگ لگا دیں گے۔ چنانچہ شاہی حکم سے ایک تیر سے ہوا میں معلق دوسرے تیر کو جو دو تیروں سے بھی زیادہ کی دُوری پر تھا آگ لگا دی۔ ایسی جادوگری دِکھائی کہ دس تیر کا حکم ہوا تو دس کو آگ لگا دی۔

دوسرا یہ کھیل کہ پچاس تیر کمان داروں کو بلایا۔ ان میں سے ایک نے کمان ہاتھ میں لے کر تیر چلایا۔ وہ ہوا میں اُونچا جا کر وہاں ہی رُک گیا۔ اسی طرح دوسرا چلایا تو وہ پہلے سے جڑ گیا۔ اس طرح انتالیس تیر ایک دوسرے سے جڑ گئے اور آخری تیر چلایا تو سب تیر ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔

ایک دوسرا یہ تماشا کہ بیس من گوشت چاول، مصالحہ اور پانی سب ایک دیگر میں ڈال دیے۔ اس دیگ کے نیچے ذرا بھی آگ نہیں لگائی اور دیگر خود بخود پکنے لگ گیا۔ تھوڑی دیر بعد ٹھنڈا کر کے دیگ کو کھولا۔ تقریباً سو لنگریوں نے اس میں سے کھانا نکال کر لوگوں کو کھلایا۔

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

ایک یہ کھیل دِکھایا کہ زمین میں چلنے لگ گیا، تقریباً دس گز اُونچا پانی جارہا تھا۔ تھوڑی تھوڑی دیر میں فوارے چلتے گئے۔ خوب گل افشانی کی۔ فواروں کا جو پانی زمین پر جارہا تھا ان سے زمین بھیگ رہی تھی۔ ایک گھنٹہ تک فوارے اچھی طرح چلے۔ پھر جب فوارے اُٹھالیے تو زمین پر پانی کا نشان تک نہ تھا۔ پھر دوبارہ فورائے لگائے۔ اس بار ایک پانی سے آبشار اور دوسرے سے آتش فشانی ہورہی تھی۔ یہ تماشہ قریب نو گز تک اُونچا ہورہا تھا۔

ایک شخص میدان میں کھڑا ہوگیا، دوسرا اس کے کاندھوں پر کھڑا ہوگیا، اس طرح ساٹھ آدمی ایک دوسرے پر کھڑے ہوگئے۔ پھر ایک بازی گر آیا۔ اس نے پہلے شخص کو دوسرے لوگوں کے ساتھ اُٹھا کر پہلے شخص پر زور لگا کر ان ساٹھوں آدمیوں کو میدان میں گھمایا۔ آدمی میں اتنی طاقت کا ہونا تو قیاس سے باہر ہے۔

دیگر یہ کہ ایک شخص کو لائے اور اس کے جسم کے ایک ایک حصے کو الگ کر کے زمین پر ڈال دیا۔ تھوڑی دیر تک اس کے اعضا پڑے رہے۔ پھر اس پر ایک پردہ ڈالا اور ایک بازیگر اس پردہ کے اندر چلا گیا۔ کچھ وقت بعد دوسرا بازیگر اس پردے کے اندر سے باہر آ گیا۔ پھر پردہ اُٹھایا تو وہ شخص صحیح سلامت تھا۔ اُٹھ کر کھڑا ہوگیا اور اس کے جسم پر زخم کا نشان تک نہ تھا۔

ایک یہ تماشا پیش کیا کہ کلاوہ کی باریک ڈوری لائے۔ ڈوری کا سرا پکڑ کر باقی کلاوہ کو ہوا میں اُچھالا۔ وہ ایسا اُونچا چلا گیا کہ اس کا دوسرا سرا نظر نہیں آرہا تھا، پھر ایک شخص ہتھیار باندھ کر آیا۔ اس نے کہا کہ میرے دشمن اوپر ہوا میں کھڑے ہیں، میں ان سے لڑنے جارہا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ ڈوری کے تار سے آسمان کی طرف چڑھنے لگا۔ اتنا چڑھا کہ تماشائیوں کی نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ پھر کچھ دیر بعد ڈوری کے ٹکڑے گرنے لگے۔ اس کے بعد اُس شخص کے جسم کے ایک ایک کر کے اعضا گرے اور ہتھیار بھی زمین پر آ پڑے۔ اسی وقت اس کی عورت پردہ سے نکل کر آئی۔ اپنے شوہر کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے دیکھ کر رونے لگی اور اپنے بال جلانے لگی۔ اسی ہنگامہ میں آگ لگ گئی اور وہ عورت اپنے شوہر کے اعضا کے ساتھ جل کر راکھ ہوگئی۔ ابھی تھوڑی دیر بھی نہیں ہوئی تھی کہ وہی شخص اس ڈوری کے تار سے اُتر کر نیچے آ گیا اور سلام کر کے کہا میں نے بادشاہ کے اقبال سے دشمنوں کو ختم کر ڈالا ہے۔ دشمن پر کامیاب ہوگیا ہوں۔ جو اعضا گرے تھے وہ میرے دشمن کے ہیں۔ اب جب اپنی بیوی کی حقیقت کا پتہ چلی تو چیخنے چلانے

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

لگا اور کہا کہ اگر میری عورت کو پیدا کر دو تو بہتر ہے ورنہ میں اپنے آپ کو آگ لگا دوں گا۔ چنانچہ اپنے آپ کو جلانے کے لیے تیار ہو گیا۔ اس دوران اس کی بیوی نے آ کر کہا کہ میرے میاں اپنے آپ کو مت جلا میں موجود ہوں۔ تماشائیوں کو اس سے بہت تعجب ہوا۔

ایک کھیل یہ دِکھایا کہ ایک تھیلا جھاڑا۔ اس میں کچھ بھی نہیں تھا۔ اس کے بعد اس میں ہاتھ ڈال کر دو خوبصورت مرغے نکالے۔ دونوں مرغے لڑنے لگے۔ جب بھی یہ مرغے لڑنے میں بازو مارتے ان کے بازوؤں سے آگ جھڑتی تھی۔ یہ دونوں ایک گھنٹہ تک اچھی طرح لڑے۔ پھر مرغوں پر ایک پردہ ڈال کر واپس اُٹھایا تو اس میں سے خوبصورت چکور نمودار ہوئی اور بولنے لگی جیسے اس کے پاس کوئی آدمی نہ ہو۔ اسی طرح کوک رہی تھی جیسے پہاڑ کے دامن میں کوکتی ہیں۔ پھر چکور پر پردہ ڈال کر اُٹھایا تو چکور کی جگہ دو ناگ تھے، ان کے کھتئی پھن، منہ کھولے ہوئے پھن زمین سے اُٹھائے ایک دوسرے پر بل کھا رہے تھے۔ لڑتے لڑتے مست ہو کر زمین پر گر پڑے، پھر غائب ہو گئے۔

اور یہ تماشہ کیا کہ زمین پر پردہ ڈال دیا۔ پردہ کو اُٹھایا تو پانی ایسا برف جما ہوا تھا کہ اس پر سے ہاتھیوں کو گزار دیا وہ ٹوٹا ہی نہیں۔ گویا وہ برف پتھر کی ہو۔

اسی طرح یہ کھیل کیا کہ ایک تیر کی دوری پر دو خیمے آمنے سامنے لگا دیے۔ خیمہ خالی کے دامن کو اوپر کر کے دِکھایا کہ اس خیمے میں کچھ نہیں ہے۔ سب نے دیکھ لیا کہ خیمے خالی ہیں۔ پھر ایک بازیگر ایک خیمہ میں گیا، دوسرا دوسرے خیمے میں۔ پھر چرند پرند جانوروں میں سے جس کا بھی نام لیتے تھے وہ اُن میں سے نکال دیتے تھے۔ انھیں لڑاتے بھی تھے۔ حکم ہوا کہ شتر مرغ نکالو۔ اسی وقت اس میں سے دو شتر مرغ نکال دیے۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے لڑے۔ ان کے سر لہولہان ہو گئے۔ بہت تکلیف کے باوجود بھی ان میں سے کوئی بھی پیچھے نہیں ہٹ رہا تھا۔ پھر انھیں الگ کر کے خیمہ کے اندر لے گئے۔ اس کے بعد شہزادہ سلطان خرم کی فرمائش پر دونوں خیموں میں سے دو بڑی بڑی موٹی تنگڑی مست نیل گائیں نکالیں اور ان کو لڑایا۔ کبھی یہ گائے دوسری کو دھکا دے کر آگے لے جاتی تھی، کبھی وہ اس کو ادھر لے آتی تھی۔ دو گھڑی تک نیل گائیں آپس میں لڑیں۔ مختصراً یہ کہ جس جانور کا نام لیتے بازیگر اس خیمے میں سے وہی جانور نکال کر پیش کر دیتے تھے۔

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

ایک یہ تماشہ پیش کیا کہ ایک بڑے سارے طشت میں پانی بھر کر زمین پر رکھ دیا۔ پھر ایک پھول پانی میں ڈبو کر نکالا۔ وہ پھول پیلا تھا۔ پھر پانی میں ڈال کر نکالا تو نارنگی تھی۔ غرض سو بار پانی میں ڈالا اور ہر بار نئے رنگ میں نکلا۔ اسی طرح کلاوہ کی سفید ڈوری ڈالی تو سرخ ہوگئی، پھر زرد، کئی مرتب وہ ڈوری ڈالی، ہر بار الگ رنگ نکلا۔

ایک چوکور پنجرا لائے۔ اس پنجرے میں خوش آواز بلبل کا ایک جوڑا دِکھ رہا تھا۔ پنجرے کی دوسری جانب سامنے کی توتوتے کا جوڑا۔ تیسری طرف سے سرخ رنگ کا ایک بولنے والا جانور دِکھا اور چوتھی جانب سے اور دوسرے جانور نظر آنے لگے۔ اسی طرح ایک بیس گز کا بڑا سارا قالین زمین پر بچھا دیا، بہت خوبصورت رنگین تھا۔ قالین کو اُلٹ کر دوسری طرف سے بچھایا تو دوسری طرح کا تھا۔

ایسے ہی ایک بڑے لوٹے میں پانی بھر دیا۔ لوٹے کو اوندھا کر دیا تو تمام پانی گر گیا، اس کو سیدھا کیا تو پھر بھر گیا۔ اسی طرح اس میں سے کئی بار آگ نکالی۔

ایک بڑا بورا لائے۔ بورے کے دو منہ تھے۔ اس میں سے ایک بڑا تربوز نکالا، پھر تربوز کو واپس اندر ڈال کر صاحبی اور کشمکش انگور نکالے، پھر انھیں دوسرے منہ میں سے واپس اندر ڈال دیا۔ اس طرح کئی بار طرح طرح کے میوے اس بورے کے ایک منہ سے نکالے اور دوسرے میں ڈال دیے۔

ایک یہ تماشہ تھا کہ ان میاں سے ایک شخص منہ کھول کر کھڑا ہوگیا۔ اس کے منہ میں سے اچانک ایک سانپ کا پھن نکلا اور دوسرے شخص نے سانپ کو کھینچ لیا۔ تقریباً چار چار گز لمبے سانپ نکالے اور اس کے منہ سے بیس سانپ نکالے۔ ان سانپوں کو زمین پر چھوڑ دیا تو وہ آپس میں خوب لڑے، ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو گئے۔

پھر یہ کہ ایک آئینہ نکالا اور ہاتھ میں ایک پھول لے کر اس آئینہ میں دِکھایا۔ اس پھول کا رنگ آئینہ میں ہر بار الگ نمودار ہوا۔

دس خالی مرطبان لائے۔ سب نے دیکھ لیا کہ وہ خالی ہیں۔ تھوڑی دیر بعد مرطبانوں کو کھولا تو کسی میں شہد بھرا تھا، کسی میں چینی، کسی میں دودھ، اسی طرح ہر چیز بھری تھی۔ محفل والوں نے اسی سے شربت وغیرہ بنا کر پیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ تمام مرطبان خالی ہو گئے جیسے کسی نے

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

انھیں پانی سے دھو دیا ہو۔

ایک یہ کمال دِکھایا کہ شیخ سعدی شیرازی کے کلام کا کلیات لائے۔ اسے ایک تھیلے میں رکھ دیا۔ پھر نکالا تو اس میں سے خواجہ حافظ کا دیوان نکلا۔ اسے رکھ کر دوبارہ نکالا تو سلیمان کا دیوان برآمد ہوا۔ پھر انور کا دیوان۔ اس طرح کئی مرتبہ ان کتابوں کو تھیلے میں ڈالا اور دوسرا دیوان نکلا۔

پھر ایک پچاس گز لمبی زنجیر نکالی۔ ہوا میں اُچھالی تو وہ زنجیر سیدھی ہوا میں کھڑی ہوگئی۔ پھر ایک کتا لائے، وہ کتا اُس زنجیر کو پکڑ کر اوپر چڑھ گیا۔ اسی طرح چیتا، شیر اور کچھ دوسرے جانور زنجیر کو پکڑ کر اوپر چڑھ گئے اور غائب ہوگئے۔ اس کے بعد زنجیر کو نیچے کر کے ایک تھیلے میں ڈال دیا اور ان درندوں میں سے کسی کا پتہ ہی نہیں چلا کہ کہاں چلے گئے ان کا کیا ہوا۔

ایک لنگری لائے، اس میں لیموں اور مزیدار گوشت بھرا ہوا تھا۔ لنگری کو سرپوش سے ڈھک کر پھر کھولا تو اس میں قبولی، کشمکش، بادام اور قیمہ تھے۔ پھر سرپوش رکھ کر کھولا تو اس بار کلہ اور بوٹیاں تھیں۔ اس طرح کئی بار سرپوش رکھ کر اُٹھایا تو کئی کھانے کی چیز نکلی۔

پھر ایک لگن لائے، پانی بھر کر اس پر سرپوش رکھ دیا۔ اس میں پانی کے علاوہ کچھ بھی نہیں تھا۔ اب سرپوش اُٹھایا تو اس لگن میں سات آٹھ مچھلیاں بھی تھیں۔ جو پانی میں تیر رہی تھیں۔ پھر سرپوش، کھ کر اُٹھایا تو پانی میں بارہ مرغابیاں نظر آئیں۔ پھر سرپوش رکھ کر اُٹھایا تو تین چار بڑے بڑے سانپ لپٹے ہوئے نکلے۔ اس طرح کئی دفعہ سرپوش رکھ کر اُٹھایا تو کوئی دوسری چیز نکلی۔ آخری بار سرپوش کے نیچے کچھ بھی نہ تھا۔

ایک یاقوت کی انگوٹھی لائے اور ایک چھوٹے بچے کی انگلی میں پہنچا دی۔ اسی کو دوسری انگلی میں ڈالا تو اس کا نگینہ زمرد کا ہوگیا۔ پھر دوسری میں الماس بن گیا اور پھر دوسری میں فیروزہ بن گیا۔

دوسرا یہ تماشہ کیا کہ ایک تیر کی دوری تک تلواروں کی دھار اوپر کر کے زمین پر لگا دیں۔ ان میں سے ایک شخص پہلو کے بل قلابازیاں کھاتا ہوا ایک تیر کی دُور تک گیا اور پھر اسی راستے تلواروں کے اوپر سے واپس آ گیا اور اس کے جسم کو ذرا بھی آزار نہیں پہنچا۔

ایک سفید کاغذ کی بیاض لا کر جہانگیر کو دی ... سادے سفید کاغذ کے اس میں

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ پلک جھپکتے ہی اس کے پہلے ورق پر سرخ افشاں اور پر کار تختی بن گئی۔ دوسرا ورق کھولا تو وہ زرد رنگ کا چکنا چھینٹ دار اور اس پر شیر اور گائے کی تصویریں بنی تھیں۔ دوسرا ورق کھولا تو وہ سبز رنگ اور افشاں اس پر باغ کا منظر سرو اور دوسرے بہت سے درخت بے شمار پھول کھلے ہوئے اور باغ کے درمیان ایک عمارت بنی ہوتی۔ دوسرا ورق کھولا تو وہ سفید رنگ کا اور اس پر جنگ کا نقشہ کھنچا ہوا جس میں دو بادشاہ ایک دوسرے سے لڑ رہے تھے۔ مختصر یہ کہ جو بھی ورق کھولتے تھے اس کا اور ہی رنگ اور منظر نظر آتا۔

القصہ دو دن و رات تک ان جادو نگار نادرہ کار سامری کردار سحر پرداز بازیگروں کے تماشے بادشاہ کی طبیعت کو خوش کرتے رہے۔ انھیں پچاس ہزار روپیہ نقد اور خلعتیں دی گئیں۔ شہزادہ سلطان خرم دوسرے شاہزادوں، امیروں، سرداروں نے بھی انعام واکرام دیے۔ انھیں تقریباً دو لاکھ روپیہ نقد مل گئے۔ بظاہر اس علم کو سیمیا (کتاب میں سیماب لکھا ہے۔ سیمیا، کیمیا، کیمسٹری) کہتے ہیں اور یہ علم فرنگ میں بہت ہے۔ بادشاہ زماں جہانگیر نے یہ سب باتیں بڑی تفصیل و تشریح کے ساتھ نسخہ جہانگیر نامہ میں جو اسی کی تصنیف ہیں رنگین عبارت اور پسندیدہ استعاروں کے ساتھ لکھی ہیں۔ یہ تصنیف اس کے مطالعہ کرنے والوں کی طبیعت کو خوش کر دیتی ہے۔

کانگڑہ کی فتح، یہ پنجاب کے کوہستان کا مقدمہ ہے

سنہ تیرہ جلوس میں شیخ فرید مرتضٰی میر بخشی کانگڑہ کے قلعہ کو فتح کرنے کے لیے متعین ہوا۔ راجا باسو کے بیٹے راجا سورج مل کو اس کے باپ کے فوت ہونے کے بعد دو ہزاری منصب سے سرفراز کر کے شیخ کے ساتھ مقرر کر دیا تھا۔ اب راجا سورج مل فتنہ اندازی اور ناموافقت کرنے لگا۔ شیخ سے مخالفت اور جھگڑے پر اُتر آیا۔ شیخ نے صورتِ حال اور اس کی بغاوت کا ارادہ بارگاہ میں عرض کیا۔ ادھر راجا نے شہزادہ سلطان خرم سے درخواست کی اور اپنے متعلق شیخ کی بے جا روش تحریر کی۔ اسی دوران شیخ فرید مرتضٰی کی رحلت ہوگئی۔ راجا سورج مل کو بارگاہ میں طلب کر لیا گیا اور شہزادہ والا قدر کے ساتھ دکن کی مہم کو بھیج دیا گیا۔ کانگڑہ کی مہم موقوف ہوگئی۔

جب ممالک دکن فتح ہو گئے تو شہزادہ اس طرف سے واپس آ گیا۔ پھر راجا سورج مل کو دوسرے امیروں کے ساتھ شہزادہ کی طرف سے کانگڑہ کے قلعہ کی فتح کا ذمہ دے دیا گیا۔

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

شہزادے نے بارگاہ میں اطلاع بھیجی کہ اپنے ملازموں کا ایک بھاری لشکر اپنی سرکار کے بخشی محمد تقی اور راجا سورج مل کے ساتھ متعین کر دیا ہے۔ کوہستان پہنچنے کے بعد راجا کی محمد تقی سے بھی نہیں بنی۔ یہ بات بارگاہ والا میں معلوم ہوئی تو محمد تقی کو دربار میں طلب کر لیا۔ اس کے عوض راجا بکرماجیت برہمن کو جو شہزادہ کی سرکار کا بڑا سردار تھا اور شجاعت و دلیری، جرأت، بہادری میں بے نظیر لوگوں کے ساتھ متعین کر دیا۔ اب محمد تقی کو واپس بلا لیے جانے اور راجا بکرماجیت کو متعین کرنے سے سورج مل نے موقع کو غنیمت سمجھ کر کھلم کھلا بغاوت کر دی۔ شہزادہ سے جنگ کر کے سیّد صفی بارہہ کے ساتھیوں میں ہو گیا۔ یہ سیّد صفی بارہہ بڑے سرداروں میں سے تھا۔ انھوں نے دست درازی شروع کر دی۔ پہاڑ کے دامن کے خالصہ محالوں اور پرگنوں کو جیسے پٹیالہ، کلانور وغیرہ کو لوٹ لیا۔ اس دوران راجا سورج مل آ گیا اور اس نے راجا سورج مل کو شکست دے دی۔ راجا سورج مل تاب نہ لا کر قلعہ میں بند ہو گیا۔ تھوڑی سی جنگ کے بعد ہی دھمری کا مشہور قلعہ فتح ہو گیا۔ راجا سورج مل فرار ہو کر پہاڑوں اور دُرّوں میں چلا گیا۔

راجا سورج مل کا چھوٹا بھائی راجا جگت سنگھ چار صدی کے منصب پر فائز بنگال میں متعین تھا۔ اب راجا سورج مل نے ایسی نالائق حرکتیں کیں تو راجا بکرماجیت کی تجویز کے مطابق شہزادہ نے بارگاہ میں عرض کی اور اس کو بارگاہ میں طلب کر کے ہزاری ذات کے منصب اور پانچ سو سواروں کے ساتھ 'راجا' کا خطاب دے کر اس کے موروثی ملک پر روانہ کر دیا اور اس پر شاہی عنایتیں مزید ہوئیں۔ اس نے بادشاہ کے حکم سے دھمری سے، جو کہ راجا مذکور کا مقام ہے نور جہاں بیگم کے نام پر نور پور نام کا ایک شہر آباد کیا۔ ساتھ ہی راجا جگت سنگھ کانگڑہ کی مہم فتح کرنے کے لیے راجا بکرماجیت کے ہمراہ متعین ہوا۔

کانگڑہ ایک پرانا قلعہ ہے۔ لاہور کے شمال میں واقع، پہاڑوں کے درمیان بہت مضبوط بنا ہوا ہے۔ اس کی متانت اور پختگی مشہور ہے۔ اس میں تین برج اور بارہ دروازے ہیں۔ اندر سے ایک کوس پندرہ جریب (طناب) اور دو کوس دو جریب لمبا۔ بائیس جریب چوڑا۔ ایک سو گاز گز اُونچا۔ اس کے اندر دو بڑے تالاب ہیں۔ اس قلعہ کی بنیاد رکھنے کی تاریخ سوائے دُنیا پیدا کرنے والے خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ یہ کسی نسخہ میں درج نہیں ہے۔ قطعہ:

وہ قلعہ بہت مضبوط قلعہ ہے۔ اتنا اُونچا ہے کہ ستارے بھی شرماتے ہیں۔ اس کا

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

صحن ستاروں کا قلعہ ہے اور اس کی زمین اُونچا آسمان ہے۔

اس علاقے کے لوگوں کا یہ اعتقاد ہے کہ یہ قلعہ کسی پریشانی، دشواری کی وجہ سے کبھی بھی ایک قوم سے دوسری قوم کو منتقل نہیں ہوا ہے۔ کبھی بھی کسی بیگانے کے قبضہ میں نہیں گیا۔ ہندوستان میں اسلام کے ظہور سے اب تک دہلی کے کسی فرماں روا نے اس پر تصرف نہیں کیا۔ سلطان فیروز شاہ جو بڑا صاحبِ شوکت و حشمت اور صاحبِ استعداد تھا خود اس قلعہ کو فتح کرنے گیا۔ عرصہ دراز تک محاصرہ کیا، مگر اس نے جان لیا کہ قلعہ اس قدر مضبوط ہے کہ جب تک قلعہ داری کا سامان غلہ پانی کھانے پینے کی چیزیں قلعہ والوں کے پاس ہوں گی تب تک اس کو مسخر کرنا ناممکن ہے۔ لہٰذا چار و ناچار مصالحت کر لی اور وہاں کے راجا کے اپنے پاس آ جانے پر ہی خوش ہو کر واپس آ گیا اور دوسرے فرماں رواؤں نے بھی اس قلعہ کو فتح کرنے کے لیے لشکر بھیجے تھے مگر کسی کو کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ اکبر بادشاہ کے زمانے میں بھی کئی بار فوجیں متعین ہوئیں مگر اس کے فتح ہونے کی صورت جد و جہد آئینہ میں نظر ہی نہ آئی۔

اب راجا بکرماجیت نے اس کا محاصرہ کیا۔ الگ الگ مورچہ تقسیم کر کے اس کے آنے جانے کے راستے بند کر دیے۔ اپنی اچھی تدبیر اور صحیح فکر سے قلعہ والوں کا ناطقہ بند کر دیا۔ انھیں تنگ کر دیا۔ اب خدا کی مشیت نے یہ فیصلہ کیا کہ اس خدا کے بنائے ہوئے قلعہ سے جو ایسا مضبوط تھا کہ اندیشوں کا پرندہ بھی فتح کے لیے اس کے کنگروں تک نہیں جا سکتا تھا۔ انسانی خیالات کا پنچھی اسے چھیننے کے لیے اُڑ نہیں سکتا تھا۔ ہندوؤں کا سلسلہ منقطع ہو جائے اور اسلام کا جھنڈا نہ صرف اس قلعہ پر بلکہ پورے پہاڑی علاقہ پر لہرائے۔ چنانچہ قلعہ میں غلہ کا ذخیرہ ختم ہونے کے قریب ہو گیا اور جو کچھ باقی رہا اس میں کیڑے پڑ گئے۔ ایسا گھن لگا کہ کام کا نہ رہا۔ قلعہ والے چار مہینے تک گھانس اور نمک اُبال کر کھاتے رہے۔ جب بہت تنگ ہو گئے اور ہلاک ہونے کی نوبت آ گئی، بچنے اور زندہ رہنے کی اُمید ہی نہیں رہی تو مجبوراً راجا تلوک چند نے امان مانگ کر قلعہ کی کنجیاں راجا بکرماجیت کو بھیج دیں۔ راجا جگت سنگھ کی معرفت قول و قرار لے کر اطمینان کر کے راجا سے آ کر ملاقات کی۔

بتاریخ یکم محرم سنہ پندرہ جلوس مطابق ایک ہزار اکتیس بروز سنیچر یہ آسمان جیسا اُونچا قلعہ فتح ہو گیا۔ بادشاہ کو اطلاع ملی تو بہت خوشی اور شادیانے بجے ... عنایات کرم فرمائیاں کیں۔

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

کانگڑہ کی سیر کے بعد بادشاہ جہانگیر کا کشمیر کی طرف جانا

بادشاہ جہانگیر دارالحکومت اکبر آباد سے روانہ ہوا۔ جب دسوبھ کے نواح میں خیمے ڈالے تو اعتمادالدولہ کی رحلت ہوگئی۔ موقع تنوارہ عمل داری دسوبھ میں بیاہ (بیاس) ندی کے کنارے اسے دفن کیا اور اس کے مزار پر ایک عالیشان عمارت تعمیر کروائی۔ اس مرحوم کے محال جاگیر امارت کے اسباب نقدی سب کچھ نور جہاں بیگم کو دے دی گئیں۔ وہاں سے آگے روانہ ہوئے۔ چونکہ درّے اور پہاڑی دشوار گزار راستہ تھا اس لیے بڑی چھاؤنی تو سنبہ کے نواح میں چھوڑ دی اور بادشاہ کچھ مخصوص لوگوں، خدمت گاروں کے ساتھ کانگڑہ کی سیر کو چلا گیا۔ سنبہ کے چار منزل کی دوری پر مان گنگا کے کنارے خیمے لگائے گئے۔

یہاں راجا چنبہ نے جس کا علاقہ کانگڑہ سے بیس (کوس) کی دوری پر واقع ہے، کوہستان کے بڑے زمینداروں میں سے تھا اور دہلی کے فرماں رواؤں کی کبھی بھی اطاعت نہیں کی تھی۔ اس نے اپنے بھائی کو بہترین پیشکشی کے ساتھ بارگاہ میں بھیجا۔

غرض جہانگیر نے کانگڑہ کے قلعہ میں جاکر اس کی سیر کی۔ وہاں اذان اور دوسری شرائط اسلام ادا کیں۔ حکم دیا کہ یہاں ایک بہترین مسجد تعمیر کی جائے۔ یہاں کی سیر کے بعد قلعہ دربھون میں جو اس قلعہ کے نیچے واقع ہے آیا۔ اس میں ایک بڑی مورتی کے چتر کے نیچے جس کو پانڈوؤں کے زمانے کی بتایا جاتا ہے زبردستی ایک چھوٹا چتر اور نصب کر دیا۔ کچھ دن اس علاقے میں سیر و شکار میں مصروف رہا۔ پھر وہاں سے روانہ ہوکر جوالا مکھی دیکھنے چلا گیا۔ یہ جگہ کانگڑہ سے بارہ کوس کی دوری پر ایک اونچے اور بڑے پہاڑ کے نیچے واقع ہے۔ اس جگہ رات دن زمین اور اس کی دیواروں سے آگ کے شعلے نکلتے رہتے ہیں۔ کسی متعصب نے کہا کہ یہاں تو گندھک کی کان ہے۔ اس کی حرارت سے یہ شعلے نکلتے ہیں۔ بادشاہ کے حکم سے آگ کا اندازہ لگانے اور گندھک کی تحقیق کے لیے وہاں کی زمین کھودی گئی۔ پانی چھڑکا مگر کھان میں سے گندھک کا اثر تک ظاہر نہیں ہوا اور نہ وہ آگ بجھی۔ چنانچہ اسے خدا کی قدرت سمجھ کر پھر وہ حجرہ اور دوسری عمارتیں وہاں بنوا دیں۔ بادشاہ کے حکم سے اس جگہ کے آس پاس اور عمارتیں بھی تیار کی گئیں

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

سلطان فیروز شاہ بھی اپنی حکومت کے زمانے میں کانگڑہ کی فتح کو گیا تھا۔ اس نے بھی جوالامکھی جا کر زمین کھدوائی تھی، پانی بھی چھڑکوایا تھا۔ غرض تحقیق ہوگئی کہ یہاں گندھک کی کان نہیں ہے۔ قادرِ حقیقی کی عجیب قدرت ہے، جو ابتدائے آفرینش سے خود بخود آگ جلا رہی ہے۔

جہانگیر ان جگہوں کی سیر و شکار سے بہت محظوظ ہوا۔ پھر یہاں سے کشمیر کی طرف روانہ ہوگیا۔ اگرچہ کشمیر کے راستے میں نشیب و فراز، تنگ دُرّوں، پہاڑی دشوار گزار راستوں اور گہرے غاروں سے بہت پریشانی ہوئی ہے۔ پیدل چلنے والوں کا پار کرنا بھی مشکل ہوتا ہے تو سواروں کی تو کیا بات بار بردار مویشی اور مشکل، مگر کشمیر پہنچنے کے بعد راستے کی ان تمام محنتوں، پریشانیوں، جان لیوا خطروں، مشقتوں کی تلافی ہو جاتی ہے۔ اگرچہ یہاں کے کوچہ و بازار لوگوں کی بیہودہ حرکتوں سے خالی نہیں ہوتے، یہاں کے لوگ بدمعاش، بدلباس، بدطینت، بدخو ہوتے ہیں۔ تمام جنگل اور پہاڑ طرح طرح کے لالوں، خوشبوؤں سے بہشت برزمین کا نمونہ ہیں۔ طرح طرح کے پھل پھول، میوے جنگ کی برابری کرتے ہیں۔ ہر طرف دل کو بھانے والی نہریں، مسرت افزا آبشار، میٹھے چشمے دیکھنے والوں کے لیے تماشے کی چیز ہیں۔ بیت:

کشمیر نہیں رشکِ پری خانہ ہے یہ تو
الحق کہ زمیں پر کوئی فردوس ہے یہ تو

غرض جہانگیر نے کانگڑہ سے روانہ ہو کر منزلیں طے کر کے خطہ دلکشا کشمیر میں پڑاؤ کیا۔ یہاں کی تر و تازہ تفریح گاہوں کی سیر سے محظوظ ہوا۔ اس دل پذیر خطہ میں رہنے کے دوران ایک دن شہزادہ سلطان خرم کا بیٹا محمد شجاع بچپن کا کھیل کھیل رہا تھا۔ کھیلتے کھیلتے اتفاقاً ندی کی طرف والی کھڑکی کی جانب چلا گیا۔ وہاں جاتے ہی اوندھے منہ زمین پر گر پڑا۔ اتفاق سے ایک تہہ کیا ہوا ٹاٹ دیوار کے نیچے رکھا ہوا تھا۔ اس کے پاس ایک فراش بیٹھا تھا۔ شہزادہ کا سر ٹاٹ سے ٹکرایا اور پیر اس فراش سے۔ اس طرح وہ گر پڑا۔ سات گز کی اُونچائی سے گرنے کے باوجود اسے کوئی آزار نہیں پہنچا۔ خدا کی رحمت شامل حال رہی۔ اس واقعہ سے پہلے جوتش رائے نجومی نے کہا تھا کہ شہزادہ اونچی جگہ سے گرے گا مگر کوئی آسیب نہیں پہنچے گا۔ چار مہینے بعد یہ واقعہ پیش آیا۔ بہت صدقہ اور خیرات دیے گئے۔ جوتش رائے کو آفریں کی، وہ تنخواہ میں اضافہ اور انعام سے سرفراز ہوا۔

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

القصہ کشمیر جنت نظیر کی سیر کے بعد جہانگیر واپس ہندوستان آ گیا۔ بادشاہ کی سانس بھرنے لگ گئی تھی۔ رفتہ رفتہ یہ تکلیف بڑھ گئی۔ بیماری سخت ہوگئی۔ ہندوستان کی آب و ہوا بادشاہ کے مزاج کو موافق نہیں آئی تھی اس لیے سنہ سولہ جلوس سے یہ مقرر ہوگیا کہ ہر سال بہار کے شروع میں بادشاہ کشمیر جنت نظیر میں پڑاؤ کرتا اور پھر جاڑے کے موسم میں واپس ہندوستان آ جاتا۔ چنانچہ ہر منزل پر مختصر عمارتیں بنوادی گئیں تاکہ برف، برسات اور سخت سردی میں خیمے اچھے نہ لگیں تو ان عمارتوں میں ٹھہر جائیں۔

شہزادہ شاہجہاں کا بغاوت کرنا

شہزادہ کے یہ احوال یوں ہیں کہ وہ سنہ دو جلوس میں منصب آٹھ ہزاری ذات اور چار ہزار سوار سے سرفراز ہوا تھا۔ سنہ آٹھ جلوس میں ابوالحسن مخاطب بہ آصف خاں ولد اعتماد الدولہ کی بیٹی اس شہزادے کے نکاح میں آنے کے بعد ممتاز محل کے نام سے مخاطب ہوئی اور شہزادہ دس ہزاری ذات اور چھ ہزار سواروں سے سرفراز ہوا۔ کچھ دن بعد پندرہ ہزاری ذات اور آٹھ ہزار سوار عطا ہوگئے۔ اس نے جب رانا کا علاقہ فتح کر کے رانا کے بیٹے کو بارگاہ میں پیش کیا تو بیس ہزاری ذات دس ہزار سوار اور شاہ خرم کا خطاب مرحمت ہوگئے۔ اس کے بعد دکن کی مہم کے لیے متعین ہوا تو شاہجہاں کا خطاب جو شاہ کے نام کے برابر تھا، تیس ہزاری ذات بیس ہزار سوار عنایت ہوگئے اور طرح طرح کی عنایتیں ہوئیں۔

چونکہ نور جہاں بیگم کی وہ بیٹی جو علی قلی خاں شیر افگن کی صلب سے تھی شہزادہ شہریار کے نکاح میں آ گئی تھی اور نور جہاں کا امورِ سلطنت پر قبضہ واقتدار تھا۔ اس لیے وہ شہزادہ شہریار کی زیادہ طرفداری کرتی تھی۔ شہزادہ شاہجہاں اس سے بدظن رہتا تھا۔ جب شہزادہ شاہجہاں دکن کی مہم سے لوٹ کر ماندو پہنچا تو اس نے پرگنہ دھول پور کو اپنی جاگیر میں مانگا اور وہاں اپنی سرکار کا مقصدی مقرر کر دیا۔ اتفاقاً شہزادہ کے آنے سے پہلے نور جہاں بیگم نے اس پرگنہ کو شہزادہ شہریار کی تنخواہ میں مقرر کر دیا تھا اور سلطان شہریار کے گماشتہ شریف الملک کا اس پر قبضہ تھا۔ چنانچہ دونوں شہزادوں کے گماشتہ اس پرگنہ میں ایک دوسرے سے اُلجھ گئے۔ اس جھگڑے میں شریف الملک کی آنکھ میں ایک تیر لگ گیا، وہ کانا ہوگیا۔ اس ... اور نزاع بڑھا اور فتنہ و

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

فساد برپا ہو گئے۔ شہزادے نے عجز و نیاز پر مشتمل ایک درخواست بھیجی اور اپنی سرکار کے ملازم واصل خاں کو بارگاہ میں پہنچایا تا کہ بادشاہ کے غصہ وغیرہ کو دور کر دے۔ مگر بد اندیش لوگ شورش رفع ہونا نہیں چاہتے تھے۔ انھوں نے ایسی باتیں کہیں جن سے شورش اور بڑھے۔ آصف جاہ پر شہزادہ کی جانب داری کا بہتان لگا دیا اور بیگم کو ایسے بھائی سے رنجیدہ کر دیا۔ بیگم کو یہ باور کرایا کہ مہابت خان کی آصف خان سے دشمنی ہے۔ اسے شہزادہ سے خلوص نہیں ہے۔ اس کو کابل سے بلا کر اس شورش اور فتنہ کا مقصدی بنانا چاہیے۔ چنانچہ مہابت خاں کو بلانے کے لیے بہت سے منشور جاری ہوئے مگر وہ بارگاہ کے لیے روانہ نہیں ہوا۔ آخر اس نے صاف صاف لکھ دیا کہ جب تک آصف خاں بارگاہ میں ہے بندہ کا حاضر ہونا ممکن نہیں۔ اگر حقیقت میں شاہجہاں کی طاقت توڑنا ہے تو بآصف خاں کو صوبہ بنگال بھیج دیں۔ میں بارگاہ میں حاضر ہو جاؤں گا اور حکم کی تعمیل کروں گا۔

مہابت خان کے لکھنے پر آصف خاں کو خزانہ لانے کے بہانے اکبر آباد بھیج دیا۔ مہابت خاں کے بیٹے امان اللہ کو سہ ہزاری ذات اور دو ہزار سواروں کے منصب سے سرفراز کر دیا۔ پھر فرمان صادر ہوا کہ اسے اپنا نائب بنا کر کابل میں چھوڑ کر بارگاہ میں آ جائے۔ اس لازمی حکم کی وجہ سے مہابت خاں کابل سے دربار میں آ گیا۔ اب حکم صادر ہوا کہ شاہجہاں کی جاگیر کے محال دوآب وغیرہ میں سے تبدیل کر کے شہزادہ شہریار کی تنخواہ میں دے دیے جائیں۔

یہ خبریں سن کر شاہجہاں ماندور سے دربار کے لیے روانہ ہو گیا۔ یہ اطلاع جب ملی تو بادشاہ لاہور سے اکبر آباد کے لیے روانہ ہو گیا اور کوتہ اندیشوں کی فتنہ سازی نور جہاں بیگم کے بہکاوے سے شورش اور فساد برپا ہو گئے اور ایسے اقبال مند فرزند کو جو سوائے اطاعت و فرمان پذیری کے کوئی بات نہیں جانتا تھا، بادشاہ نے زبردستی بڑھاپے اور بیماری کی کمزوری کے عالم میں لڑنے جھگڑنے پر اُکسا دیا۔ قطعہ:

> بڑے بڑے عزت داروں کو تریا چلتر خوار کر دیتا ہے۔ سمجھ دار لوگ بھی عورتوں کی مکاری میں پھنس جاتے ہیں۔ کاش کوئی عورتوں کی مکاری میں نہ پھنسے۔ کاش عورتیں چلتر اور مکار نہ ہوں۔

بہت سے امیر شاہجہاں کی حمایت میں خط و کتابت کرنے کے الزام میں پکڑ کر معزول

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

کر دیے گئے۔ عتاب میں ان کی جاگیریں چھن گئیں۔ اس مہم میں تمام معاملات کی تدبیر اور فوجوں کی تربیت مہابت خاں کے ذمہ تھی۔ لاہور سے روانہ ہو کر شاہی فوجیں شاہجہاں پر متعین ہو گئیں۔ شاہجہاں نے اکبرآباد پہنچ کر شاہی پرچموں کی روانگی کی خبر سنی تو وہ کوٹلہ کی طرف بھاگ گیا۔ اب خانِ خاناں کا بیٹا داراب خاں اور راجا بکرماجیت برہمن اور شاہی فوج کے دوسرے امیر اس پر متعین کیے گئے اور بادشاہ خود بھی روانہ ہو گیا۔ دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابلے پر آ گئے۔ جنگ کی آگ بھڑک اُٹھی۔ اس کارزار میں شہزادہ کا لشکر بھاری پڑا۔ اس کی کامیابی اور فتح مندی کے آثار نظر آنے لگے۔

مگر مشیت ایزدی یہ تھی کہ شہزادہ ابھی کچھ عرصہ پریشانیوں اور دقتوں میں رہے، سفر کی سختیاں جھیلے، قدرت کا پرانا سدا کا قانون اور دستور ہے کہ جب کسی اقبال مند کے لیے خدا کی بڑی عنایتوں کا زمانہ آتا ہے جب اس کے لیے لامتناہی دولت مقرر ہوتی ہے تو اس سے پہلے وہ محنت و مشقت میں پڑ جاتا ہے تاکہ کمال کے درجہ اور بلندی کی چوٹی تک پہنچ جائے۔ یہ حالات اس کے لیے اصل کمال کا نقطہ بن جائیں جس سے وہ چشم بد سے بچ سکے۔ فرد:

آسمان گردے تجھے دُکھ تو نہ ہو غم گیں ذرا
کاٹتا ہے پہلے درزی کپڑا سینے کے لیے

اتفاق سے میدانِ جنگ میں ایک بندوقچی زخمی پڑا ہوا تھا۔ اس کی بندوق میں گولی بھری تھی اور آگ لگانے کی ڈوری اس کے ہاتھ میں تھی۔ راجا بکرماجیت برہمن مردانہ جنگ کر کے غالب آ کر بہادری کے ساتھ شاہی (شاہجہاں کے) لشکر میں لوٹ رہا تھا۔ قسمت کی بات کہ وہ ڈوری اس بندوق پر خود بخود لگ گئی اور اس کی گولی راجا بکرماجیت کے سینے میں سے پار ہو گئی۔ اس نے اسی وقت جان دے دی۔ چونکہ راجا بکرماجیت شہزادہ کے بڑے سرداروں میں سے تھا اور بہت بہادر تھا، اس کے مارے جانے سے لشکر کے انتظام پر آمادہ ہو گیا۔ شہزادہ اپنے لشکر کا یہ حال دیکھ کر ثابت قدم نہ رہ سکا۔ مجبوراً پراگندہ ہو کر وہاں سے کوچ کر دیا اور مانڈو کی طرف ہو گیا۔ بادشاہ جہانگیر اس فتح کی خبر سن کر اجمیر چلا گیا۔

شہزادہ پرویز حال ہی میں پٹنہ سے دربار میں حاضر ہوا تھا۔ اس کو مہابت خاں، راجا نرسنگھ دیو بودیلہ اور راجا گج سنگھ راٹھور، راجا جے سنگھ کچھواہہ اور دوسرے امیروں کے ساتھ جو چالیس

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

ہزار سوار ہوں گے شاہجہاں پر متعین کر دیا۔ مہابت خاں کو اس مہم کا مدار اور شہزادہ کا اتالیق مقرر کیا۔ شاہی فوجیں جب مانڈور کے قریب پہنچیں تو شاہجہاں نے رستم خاں کو اپنی فوجوں کے ساتھ مقابلہ کے لیے بھیجا۔ اس نے بے وفائی کی اور خود مہابت خاں کے پاس چلا گیا۔ اس واقعہ سے شاہجہاں کی چھاؤنی اور زیادہ برہم ہوگئی۔ اب شاہجہاں نے اپنا مانڈور میں رہنا بھی مناسب نہیں سمجھا۔ نربدا ندی پار کر کے اسہر پہنچ گیا۔ اس وقت خانِ خاناں شاہجہاں کے ساتھ تھا۔ پتہ چلا کہ وہ مہابت خاں کے خط و کتابت کرتا ہے۔ اس کا بھی چلے جانے کا ارادہ ہے، لہٰذا اس کو اس کے بیٹے داراب خاں کے ساتھ قید کر دیا گیا۔ شاہجہاں اسہر میں اپنی حرم اور فالتو سامان کو چھوڑ کر برہان پور روانہ ہوگیا۔ گولکنڈہ اور بندر مچھلی پٹن کے راستے سے اڑیسہ بنگال کی طرف چل دیا۔ کچھ منزل تک جب تک وہ گولکنڈہ کی حدود سے گزرتا رہا اس ولایت کا حاکم قطب الملک مروّتاً پیشکشی میں نقد جنس غلہ اور میوہ وغیرہ بھیجتا رہا۔ شہزادہ سلطان پرویز اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ کچھ منزلیں طے کر کے پھر واپس پلٹ کر برہان پور آ گیا۔

بادشاہ کو شہزادہ کے بنگال کی طرف جانے کی خبر ملی تو حکم ہوا کہ شاہزادہ سلطان پرویز اور مہابت خاں اپنی جمعیت کے ساتھ پٹنہ چلے جائیں اور شاہجہاں کا راستہ روک دیں اور خانِ خاناں کو اکبر آباد میں مقرر کر کے خود کشمیر چلا گیا۔ شاہجہاں نے اڑیسہ پہنچ کر اس علاقے میں مختصر جنگ کے بعد پہلے تو بردوان کا قلعہ لے لیا۔ اس کے بعد اکبر نگری کا محاصرہ کیا اور بہت جنگ کی۔ اس جنگ میں ابراہیم خاں صوبہ دار اور عابد خاں دیوان اور دوسرے شاہی ملازم مارے گئے۔ شاہجہاں اس قلعہ کو مسخر کر کے ڈھاکہ کی طرف متوجہ ہوا۔ ابراہیم خاں کے مال میں سے چالیس لاکھ روپیہ نقد، کپڑے، ہاتھی اور دوسری جنسیں ضبط کیں۔ ابراہیم خاں کا بھتیجا احمد بیگ خاں جو کہ ڈھاکہ میں تھا مجبور ہو کر شاہجہاں کے پاس چلا گیا۔

اب تک خانِ خاناں کا بیٹا داراب خاں قید میں تھا۔ شاہجہاں نے اب اسے قسم دے کر آزاد کر دیا اور اس کو بنگال کی صوبہ داری بھی دے دی۔ پھر وہاں سے پٹنہ پہنچ کر عبداللہ خاں کو الٰہ آباد اور دریا خاں افغان کو اودھ کے لیے رخصت کیا۔ عبداللہ خاں اپنی تلوار اور بہادری کے بل پر الٰہ آباد پر قابض ہوگیا۔ بنگال کے زمیندار شاہجہاں کا فرمان لائے تھے۔ وہ شاہجہاں کا پٹنہ پہنچنے کے بعد اس فرمان کے ساتھ بھاگ گئے۔ شاہجہاں نے جنگل میں مٹی کا ایک قلعہ بنا کر

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

اس کا بندوبست کیا۔ اس دوران شہزادہ پرویز اور مہابت خاں بھاری لشکر کے ساتھ آ گئے۔ ان کے ساتھ کئی بار جنگ ہوئی۔ رانا کرن سنگھ کا بیٹا راجا بھیم جو شاہجہاں کے لشکر کا سردار تھا اس جنگ میں مارا گیا۔ لہٰذا شاہجہاں کے لشکر کو ہزیمت ہوگئی۔ گولہ اندازوں اور عبداللہ خاں میں سے کوئی بھی نہ رہا۔ شاہجہاں نے بہادری اور شجاعت سے موت کا مقابلہ کرتے ہوئے گھوڑا دوڑا دیا اور خاصہ کا گھوڑا زخمی ہوگیا۔ اس وقت عبداللہ خاں پاس آ کر شاہجہاں کو میدانِ جنگ سے باہر لے گیا۔ پھر اس زخمی گھوڑے پر سے اُتار کر گھوڑے پر سوار کر پٹنہ کی طرف لے گیا۔
جب شاہی فوجیں پٹنہ پہنچیں تو شاہجہاں وہاں سے نکل گیا۔ اس نے اس علاقے میں رہنا مناسب نہیں سمجھا۔ وہ اکبر نگر چلا آیا۔ انھیں دنوں سنہ اُنیس جلوس میں شہزادہ سلطان مراد بخش پیدا ہوا تھا۔ سلطنت کے گلشن کے اس تازہ پودے کو اس کی والدہ ماجدہ کے ساتھ رہتاس میں چھوڑ کر آگے روانہ ہوگیا۔ یہاں خانِ خاناں کے بیٹے جو جسے قسم دے کر رہا کر کے بنگال کا صوبہ دار بنا دیا تھا، بہت بلایا۔ مگر وہ بہانہ کر کے شاہجہاں کے پاس نہیں آیا۔ چونکہ اس کے بیوی بچوں کو بطور یرغمال کے رکھ لیا تھا لہٰذا جب اس سے حکم عدولی اور نافرمانی ظاہر ہوئی تو اس کی بیوی کو رہتاس کے قلعے میں بھیج دیا اور اس کے جوان بیٹے کو عبداللہ خاں نے قتل کر دیا۔
بادشاہی لشکر کے غلبہ کی وجہ سے بنگال کی طرف جانا مناسب نہیں سمجھا اور جس راستے سے آیا تھا اسی راستے سے بنگال سے واپس دکن چلا گیا۔ راستے میں شہزادہ (کتاب میں بادشاہ لکھا ہے) مراد بخش اور اس کی بیوی (شاہجہاں کی بیوی) بھی اس کے پاس آ گئی۔ جب بادشاہ کو شاہجہاں کے بنگال سے دکن آنے کی اطلاع ملی تو حکم صادر ہوا کہ شہزادہ سلطان پرویز اور مہابت خاں اپنے ہمراہی لشکر کے ساتھ شاہجہاں کی شورش دفع کرنے کے لیے دکن چلے جائیں۔ لہٰذا شہزادہ پرویز اور مہابت خاں پٹنہ سے دکن کے لیے روانہ ہوگئے۔ خانِ خاناں کے بیٹے داراب خاں کو جو شاہجہاں سے الگ ہو کر بادشاہی لشکر سے مل گیا تھا قتل کر ڈالا اور خانِ خاناں کو اپنے پاس قید کر لیا۔ شہزادہ اور مہابت خاں مرحلہ طے کرتے ہوئے صوبہ رماچل پور (ماچل پور) پہنچ گئے۔ اب شاہجہاں نے بادشاہی فوجوں کے آ جانے کی وجہ سے دکن میں بھی رہنا مناسب نہیں سمجھا۔ وہاں سے اجمیر آ گیا۔ یہاں ٹھہرا نہیں بلکہ جلمیر کے راستے سے ٹھٹھ کی طرف آ کر ایران جانے کا ارادہ کیا۔ اپنے بیٹوں داراشکوہ، سلطان محمد شجاع اور سلطان محمد

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

اورنگ زیب کو دربار میں بھیج دیا۔

ٹھٹھ میں شہزادہ کا اندھا ملازم شریف الملک موجود تھا۔ اس نے شاہجہاں کی آمد کی خبر سن کر جمعیت اکٹھی کر لی اور توپیں لگا کر قلعہ میں محفوظ ہو گیا۔ شاہجہاں قلعہ کے چاروں طرف ٹھہر گیا۔ کئی دن تک جنگ ہوتی رہی۔ شاہجہاں کے لشکر کے بہت سے لوگ کام میں آ گئے۔ جب کوئی کام نہ بنا تو شہزادہ کے دلے میں یہ بات آئی کہ ٹھٹھ کو مسخر کرنے میں وقت ضائع کرنا مناسب نہیں ہے۔ اس دوران یہ خبر آئی کہ دکن میں شہزادہ پرویز کی رحلت ہو گئی ہے۔ مہابت خاں بادشاہ کے پاس چلا گیا ہے اور خانِ خاناں لودی دکن میں موجود ہے۔ ان حالات میں شہزادے نے دکن کو خالی سمجھا۔ اس سے پہلے کہ مہابت خاں بادشاہ کے پاس پہنچے ٹھٹھ کی طرف متعین ہو گیا۔

اس وقت بادشاہ اپنی بیماری اور کمزوری کے باوجود جو اس وقت بہت زیادہ طاری تھی ولایت گجرات سے دکن کی طرف روانہ ہوا۔ مرحلہ طے کرتا ہوا ناسک برنگ تعلقہ احمد نگر میں پہنچ کر جہاں کہ اپنی چھاؤنی کو چھوڑ دیا تھا پڑاؤ کیا۔ پھر جونیر میں ٹھہرنے کا اتفاق ہوا۔ یہاں پر دکن سے خانِ جہاں لودی کو نکالنے کی فکر کی۔

مہابت خاں کا بادشاہ کے حضور پہنچنا، وہاں اس کا گستاخی کرنا اور آصف خاں کا اسے قید کرنا

مشیتِ الٰہی یہ تھی کہ بادشاہ جہانگیر کی آنکھ زخمی ہو جائے۔ چنانچہ ایک ایسی بات جو صلاح سے دور اور فتنہ وفساد سے قریب تھی پیش آئی۔ یعنی مہابت خاں جس نے ایسی نمایاں خدمات انجام دی تھیں بڑی جدوجہد کی تھی۔ نور جہاں بیگم اور آصف خاں کے کہنے پر بلاوجہ معتوب ہو گیا۔ اور فدائی (خان) دربار سے اس کام کے لیے متعین ہوا کہ مہابت خاں کو شہزادہ پرویز سے الگ کر کے بنگال بھیج دے۔ حکم ہوا کہ مہابت خاں کے ذمہ جتنے بھی سرکار کے مطالبات باقی ہیں وہ مطلوب ہیں۔ اس سے وہ رقم بھی وصول کر لیں جو اس نے امیروں کی جاگیر اور محال سے زبردستی وصول کی ہے۔ ان کے وکیل استغاثہ کر رہے ہیں اور وہ ہاتھی بھی لے لیں جو بنگال اور اس علاقہ سے اس نے حاصل کیے ہیں۔ اور اگر وہ مصارف کا کچھ حساب بنائے تو وہ حساب

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

دیوان والوں سے معائنہ (آڈٹ) کرائیں۔

فدائی خاں بارگاہ سے روانہ ہو گیا اور مہابت خاں دربار کے لیے چل پڑا۔ خانِ جہاں مودی بھی گجرات سے سے آ کر سلطان پرویز کی خدمت میں تھا۔ مہابت خاں منزلیں طے کرتا ہوا دریائے تہشب کے کنارے شاہی چھاؤنی کے پاس پہنچ گیا۔ یہاں بادشاہ کابل سیر و شکار کے لیے موجود تھا۔ چونکہ آصف خاں کی تحریک پر اس کی طلب ہوئی تھی اور آصف خاں نے یہ ٹھان لی تھی کہ کسی بھی طرح اس کو خوار اور بے عزت کیا جائے۔ اس کی جان مال اور ناموس پر ہاتھ ڈالے۔ مہابت خاں نے اپنی بیٹی کی خواجہ عمر نقشبندی کے بیٹے سے منگنی کر دی تھی۔ خواجہ کے اس لڑکے کو آصف خاں کے کہنے پر سر برہنہ کر کے گردن سے ہاتھ باندھ کر دربار میں پیش کیا گیا اور اس کو پیٹ کر قید کر دیا گیا۔ مہابت خاں نے اب تک جو کچھ پایا تھا سب واپس لے لیا۔ اس سے قریب ایک لاکھ روپیہ نقد اور جنس وصول کی گئیں۔ اس طرح پرگنہ پٹیالہ کا کروری محمد حسن مہابت خاں کا سالار تھا اس کو بھی قید کر کے مار مار کر بہت پیسہ واپس لیا۔

مہابت خاں کو آصف خاں کے منصوبہ کا پتہ چل گیا تھا۔ اس کے ساتھ پانچ ہزار بہادر راجپوت سوار تھے، ایسے کہ اگر کوئی برخلاف بات ہو جائے تو اپنی جان دے دیں۔ اس کے اس طرح آنے سے لوگوں کی زبان پر نامناسب افواہیں پھیل گئی تھیں۔ جب اس کے چھاؤنی کے قریب پہنچنے کی اطلاع ملی تو غصہ سے حکم صادر ہوا کہ جب تک شاہی مطالبات دیوان میں جمع نہ کرائے تب تک اپنے وارثوں کو ہمارے حوالے کر دے اور بنگال کے ہاتھیوں کو پیش کر دے نیز یہ کہ اس کی کورنش بند ہے۔

آصف خاں نے ایسے قوی بازو امیروں سے جو سلطنت کے رکن تھے دشمنی کر لی تھی اور پھر نہایت غفلت اور لاپروائی برت رہا تھا۔ بادشاہ کوندی کے اس کنارے چھوڑ کر خود نے اپنے بال بچوں کے ساتھ سب سامان اور لاؤ لشکر لے کر خیر خواہی ترک کر کے ندی کے اُس پار جا کر ڈیرا ڈال لیا۔ شاہی کارخانہ جات کے اکثر امیر بھی ندی پار چلے گئے۔ اس طرف بہت کم لوگ رہ گئے۔ اس وقت دولت خانہ کے آس پاس کوئی نہ تھا۔ مہابت خاں موقع پا کر چار ہزار سواروں کو لے کر اپنے مقام سے چلا۔ پہلے تو پل پر پہنچ کر اپنے بھروسہ کے دو ہزار سواروں کو وہاں چھوڑ دیا کہ پل کو آگ لگا دیں اور کسی امیر کو ندی کے ادھر پار نہ آنے دیں۔ پھر خود دولت

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

خانہ کے دروازے پر پہنچ کر گھوڑے پر سے اُتر گیا۔ دو سو راجپوت سواروں کے ساتھ اندر چلا گیا۔ غسل خانہ کا دروازہ توڑ کر اندر داخل ہوا۔ حرم کی کنیزوں نے بادشاہ کو حقیقت بتائی۔ بادشاہ اپنے ڈیرے سے نکل کر پالکی میں بیٹھ گیا۔ مہابت خاں نے سامنے جا کر کورنش ادا کی۔ پالکی کے چاروں طرف طواف کر کے خود کو وارا۔ اس نے کہا کہ مجھے یقین تھا کہ آصف خاں کے ہاتھوں میری غلامی ممکن نہیں ہے۔ اس لیے ہمت کر کے خود کو بادشاہ کی پناہ میں لے آیا ہوں۔ اگر میں قتل کیے جانے کے قابل ہوں تو آپ کے سامنے حاضر ہوں، سزا دے دیں۔ اس دوران اس کے نوکر راجپوتوں نے فوج در فوج اکٹھے ہو کر شاہی سراپردہ کو گھیر لیا۔ بادشاہ کے پاس اس کے سو خدمت گاروں کے علاوہ کوئی اور نہ تھا۔ مہابت خاں کی اس بے ادبی نے بادشاہ کی طبیعت کو رنجیدہ کیا تھا اس لیے دوبار بادشاہ کا ہاتھ تلوار کے قبضے پر رکھا۔ مہابت خاں کو مارنا چاہا، مگر موجود لوگوں نے درخواست کی کہ یہ طاقت آزمائی کا وقت نہیں ہے۔ اپنے آپ پر قابو پائیں۔ تھوڑی سی دیر میں ہی راجپوتوں نے دولت خانہ کو اندر باہر سے گھیر لیا۔ مہابت خاں نے کہا کہ اب سوار ہو کر چلنے کا وقت ہے۔ بادشاہ سلامت سوار ہو جائیں، یہ غلام رکاب میں ساتھ ساتھ چلے گا اور اپنا گھوڑا پیش کیا۔ مگر سلطانی غیرت نے اجازت نہ دی کہ اس گھوڑے پر سوار ہوں، خاصہ کا گھوڑا منگا کر اس پر سوار ہوا۔ جب دولت خانہ سے دو تیر کی دوری پر پہنچ گیا تو مہابت خاں نے حوضہ والا ہاتھی پیش کیا اور درخواست کی کہ شورش کا وقت ہے۔ بہتر یہ ہے کہ بادشاہ سلامت ہاتھی پر سوار ہو جائیں۔ بادشاہ مجبوراً ہاتھی پر سوار ہو گیا۔ مہابت خاں نے اپنے بھروسہ کے ایک راجپوت کو آگے اور دو راجپوتوں کو حوضہ کے پیچھے بٹھا دیا۔ بادشاہ کے حوالیوں اور خدمت گاروں میں سے جو کوئی بھی قریب آتا اس کو قتل کر ڈالتے۔ یہاں تک کہ بادشاہ مہابت خاں کے خیمہ میں آ گیا۔ مہابت خاں نے اپنے بیٹوں کو بادشاہ پر وارا۔ خدمت گزاری اور فرماں پذیری کی رسمیں ادا کیں اور ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا۔ سوائے عجز و نیاز کے اس کی زبان پر کچھ بات نہ تھی۔ وہ درخواست کرتا تھا کہ حضور کا جو حکم ہو اس کی تعمیل کی جائے۔

چونکہ جہاں گیر بادشاہ نور جہاں بیگم کی محبت کے جال میں گرفتار تھا۔ اس سے اس حال میں وہ دم بدم اس بیگم کو یاد کیے جا رہا تھا۔ بیگم کی طلب کے علاوہ کوئی اور بات زبان پر نہ تھی۔ نظم:

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

کہا یہ اس نے جو تھا عشق سے چور
جو خوشبو مشک سے رنگ پھول سے دُور
مگر باہر سے یہ عاشق کے بس سے
وہ پل بھر کے لیے جاناں سے ہو دُور

جس وقت جہانگیر مہابت خاں کے گھر آ گیا، اس وقت نور جہاں بیگم موقع پا کر ندی پار کر کے آصف خاں کے یہاں چلی گئی۔ مہابت خاں اس بھول پر بہت پچھتایا۔ اس نے سوچا کہ جہانگیر کو واپس دولت خانہ میں لے جائے اور کسی بھی طرح نور جہاں بیگم کو بھی لا کر بے فکر ہو جائے۔ اس ارادہ سے جہانگیر کو دولت خانہ میں لے آیا، وہ دن رات جہانگیر نے شہزادہ سلطان شہریار کے گھر میں گزارے۔ مہابت خاں جو کہہ رہا تھا جہانگیر وہی کر رہا تھا۔ ادھر نور جہاں بیگم ندی پار صف بند کر کے اس کے تدارک کی کوشش کر رہی تھی۔ جہانگیر نے مقرب خاں کو آصف خاں کے پاس بھیجا اور منع کیا کہ جنگ کرنا مناسب نہیں ہے۔ اس کو یقین دلانے کے لیے اپنی انگوٹھی بھی اس کے ہاتھ بھیجی۔ دوسرے دن آصف خاں اور خواجہ ابوالحسن نے صفیں آراستہ اور جنگ کرنا طے کیا۔ پل کو مہابت خاں کے آدمیوں نے آگ لگا دی تھی اور پانی کے کنارے ضابطہ کر رکھا تھا۔ آصف خاں کا بیٹا ابوطالب بہر حال ندی پار کر گیا۔ اس کے اکثر ساتھی ندی میں ڈوب گئے۔ آصف خاں ابھی پانی کے درمیان تھا کہ ابوطالب اور دوسرے لوگ مختصر سی جنگ کے بعد ہی منہ موڑ بیٹھے۔ آصف خاں بھی ندی میں سے ہی واپس ہو گیا۔ نور جہاں بیگم ہاتھی پر سوار ہو کر ندی پار آ گئی۔ وہ اپنے آدمیوں کو ندی پار کرنے کی تاکید کر رہی تھی۔ جنگ ہو رہی تھی کہ ایک تیر بیگم کی ایک کنیز کو لگا جو ہاتھی کی عماری میں بیٹھی ہوئی تھی۔ یہ تیر اس کے بازو پر لگا۔ بیگم نے اپنے ہاتھ سے اس کو نکالا۔ بہت خون بہا، کپڑے خون آلود ہو گئے۔ بیگم کا ہاتھی کے پاس بہت سے لوگ قتل ہو گئے۔ بیگم کی سواری کا ہاتھی بھی کچھ زخم کھا کر واپس پلٹ گیا۔ وہ ندی میں کود کر تیرتا ہوا پار چلا گیا۔ ہاتھی کے چلے جانے پر بیگم مجبوراً شاہی دولت خانہ میں اُتری۔ یہ تمام شورش آصف خاں کی وجہ سے ہوئی تھی اس لیے وہ یقین سے جانتا تھا کہ نقشہ کچھ اور ہی بن گیا ہے، اب مہابت خاں کی جنگ سے بچنا ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا اپنے بیٹے ابوطالب اور دو سو دوسرے آدمی ہمراہ لے کر وہاں سے روانہ ہو گیا۔ منزلیں طے کرتا

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

ہوا قلعہ اٹک بنارس میں جا کر محفوظ ہو گیا، یہ اس کی جاگیر میں تھا۔

مہابت خاں کی سختی جب امیروں کے دلوں میں بیٹھ گئی تو انھوں نے سخت وعدہ وعید، قول قرار لے کر مہابت خاں سے ملاقات کی۔ تین دن بعد نور جہاں بیگم بادشاہ کے حضور میں آئی۔ وہ بیگم سے مل کر بہت خوش ہوا۔ پھر تہشب ندی کے ساحل سے کوچ کر کے مہابت خاں کے ساتھ کابل روانہ ہو گیا۔ مہابت خاں کا تسلط اور غلبہ ایسا ہو گیا تھا کہ قلعہ اٹک بنارس پہنچ کر اس نے آصف خاں اور اس کے بیٹے ابو طالب اور میر خلیل اللہ ولد میر پران کو دوسرے بارے آدمیوں کے ساتھ گرفتار کر کے قید کر دیا۔ آصف خاں کے بعض مصاحبوں کو پکڑ کر مار ڈالا اور جہانگیر کوئی حکم نہ دے سکا۔ غرض مسافت طے کر کے دارالحکومت کابل میں جا کر پڑاؤ کیا۔

چونکہ مہابت خاں اور اس کا ساتھی راجپوت جو فتنہ سازی میں اس کے دست و بازو تھے۔ اب بہت دلیر ہو گئے تھے۔ ہر معاملہ میں بے باکی کا رویہ اپنا رکھا تھا۔ ایک دن راجپوتوں میں سے کسی کی ایک شاہی احدی ملازم سے کہیں سن ہو گئی اور لڑائی کی نوبت آ گئی۔ احدیوں نے اکٹھا ہو کر مردانہ وار جنگ کی، تقریباً آٹھ راجپوت مارے گئے۔ اس بات سے مہابت خاں پر خفت اور رعونت چھا گئی۔ اس نے بادشاہ سے کہا کہ اس فساد کے باعث ابو الحسن کا بھائی خواجہ ابو القاسم اور اس کا رشتہ دار بدیع الزماں ہوا ہے۔ چونکہ خان (مہابت خاں) کی رعایت ملحوظ تھی لہٰذا ان کو گرفتار کر کے اس کے حوالے کر دیا۔ مہابت خاں نے ان دونوں کو برہنہ کر کے کابل کے بازار میں خوار اور بے عزت کر کے گھمایا اور قید کر دیا۔

جس دن سے مہابت خاں نے گستاخی کی تھی اسی دن سے وہ سب پر چھا گیا تھا۔ جہانگیر اس کی رعایت کرتے ہوئے کہا کرتا تھا کہ اب تک ہماری بارگاہ سے اس کی جدائی احتیاط کی وجہ سے تھی۔ اور نور جہاں بیگم خلوت میں اس کے جو کبھی کہتی بے کم و کاست مہابت خاں کو بتا دیتا تھا۔ صاف صاف کہتا تھا کہ بیگم تجھے ختم کرنا چاہتی ہے۔ اس سے خبردار رہنا۔ اسی طرح شاہنواز خاں ولد عبدالرحیم خانِ خاناں کی بیٹی جو مرزا ابو طالب مخاطب بہ شائستہ خاں کے نکاح میں ہے، وہ بھی تیرے خلاف ہے۔ ادھر نور جہاں بیگم جمعیت فراہم کرنے کی کوشش کر رہی تھی اور پھر یہ لوگ کابل سے واپس ہندوستان آ گئے۔ رہتاس کے قریب پڑاؤ ہوا۔

اب جہانگیر نے خواجہ ابو الحسن کی زبانی مہابت خاں کو پیغام بھیجا کہ وہ آگے روانہ

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

ہو جائے ورنہ جنگ ہوگی۔ مہابت خاں مجبوراً آگے روانہ ہوگیا، پھر دریائے تہشب پار کرنے کے بعد افضل خاں کی زبانی چار پیغام صادر ہوئے۔ پہلا تو یہ کہ شہزادہ شاہجہاں ٹھٹھ کی طرف چلا گیا۔ اس کے تعاقب میں جائے اور اس مہم کو انجام تک پہنچائے۔ دوسرے یہ کہ آصف خاں اور اس کے ساتھیوں کو قید سے نکال کر ہمارے حضور میں بھیج دے۔ تیسرے یہ کہ شہزادہ دانیال مرحوم کے بیٹے طہمورث اور ہوشنگ کو جو اس کے حوالے کیے گئے تھے بارگاہ میں پہنچا دے۔ چوتھے یہ کہ مخلص خاں کے بیٹے کو جو اس کا ضامن ہے اور اب تک دربار میں نہیں آیا ہے، حاضر کرے۔ آصف خاں وغیرہ کے پہنچانے میں اگر حکم عدولی کی تو اس پر فوج متعین کر دی جائے گی اور اسے ختم کر دیا جائے گا۔

افضل خاں نے جا کر بادشاہ کے لازم اطاعت پیغام مہابت خاں کو دے دیے۔ مہابت خاں نے شہزادہ دانیال کے بیٹوں کو اسی وقت حوالے کر دیا اور کہا کہ شاہی حکم کے مطابق میں ٹھٹھ جا رہا ہوں اور آصف خاں کو آزاد کر رہا ہوں۔ مگر مجھے ڈر ہے کہ آصف خاں کی رہائی کے بعد بیگم جو مجھ سے دشمنی رکھتی ہے، کہیں میرے خلاف فوج متعین نہ کر دے۔ ان حالات میں جب لاہور سے گزر جاؤں گا تب آصف خاں کو چھوڑ کر بارگاہ میں بھیج دوں گا۔ افضل خاں نے مہابت خاں کے پاس سے آ کر شہزادہ دانیال کے بیٹوں کو بادشاہ کے سامنے پیش کیا اور مہابت خاں نے جو کچھ کہا تھا سب مفصل بیان کر دیا۔ پھر مکرر افضل خاں کی زبانی حکم ہوا کہ خیریت اسی میں ہے کہ آصف خاں کو فوراً رہا کر دو ورنہ ندامت اُٹھانا پڑے گی۔ مہابت خاں نے مجبوراً شاہی حکم کی تعمیل کی۔ آصف خاں کو بلا کر اس سے معذرت چاہی اور اس سے عہد و قسم لے کر اس کے ہمراہیوں کے ساتھ بارگاہ میں بھیج دیا۔ مگر اس کے بیٹے ابوطالب کو مصلحتاً کچھ دن روکے رکھا اور خود ٹھٹھ کے لیے روانہ ہوگیا۔

یہ عجیب بات ہے کہ مہابت خاں کی شورش دریائے تہشب کے ساحل پر برپا ہوئی تھی اور آصف خاں کی خلاقی اور مہابت خاں کی ٹھٹھ کی طرف روانگی بھی اسی دریا کے کنارے واقع ہوئی۔ کچھ دن بعد آصف خاں کے بیٹے ابوطالب، خواجہ ابوالحسن اور اس کے داماد بدیع الزماں کو بھی معذرت چاہ کر شاہی بارگاہ میں بھیج دیا۔ خود منزلیں طے کرتا ہوا ٹھٹھ کی طرف چل پڑا۔ مہابت خاں کے اس علاقے تک پہنچنے سے پہلے ہی شہزادہ شاہجہاں ٹھٹھ سے روانہ ہو کر دکن کی

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

طرف لوٹ گیا۔ چنانچہ سابق میں یہ تحریر کروادیا گیا ہے۔

مہابت خاں ٹھٹھ پہنچ کر بغیر شاہی حکم کے ہندوستان چلا آیا۔ اس سے بغاوت کے آثار ظاہر تھے۔ اطلاع کے بعد حکم صادر ہوا کہ اس پر فوج متعین کی جائے۔ خانِ خاناں عبدالرحیم مہابت خاں سے بہت زیادہ رنجیدہ تھا۔ اس کے ہاتھوں خانِ خاناں کا دِل دُکھا ہوا تھا۔ اس نے بڑی عاجزی سے اس مہم کو اور مہابت خاں کے استیصال کو اپنے ذمے لے لیا اور وہاں سے روانہ ہوگیا۔ عبدالرحیم خانِ خاناں کو مہابت خاں کے محال، جاگیر اور اجمیر کی صوبہ داری بھی عطا ہوگئی۔ خانِ خاناں منزلیں طے کر کے اجمیر پہنچا۔ مہابت خاں ٹھٹھ سے لوٹ کر اجمیر کی طرف آ گیا تھا۔ وہ جنگ کی تاب نہ لا کر پہاڑوں میں رانا کی ولایت میں جا کر ٹھہر گیا۔ خانِ خاناں ادھر ہی سنہ اکیس جلوس میں بہتر سال کی عمر میں اللہ کو پیارا ہوگیا۔

یہاں سے مہابت خاں نے شہزادہ شاہجہاں کی خدمت میں اپنی عقیدت و نیازمندی کی عرضیاں بھیجیں۔ پھر شہزادہ کے منشور کے مطابق جو اس کی طلب میں صادر ہوا تھا فوراً جونیر پہنچ کر اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شہزادے نے اس پر بہت مہربانیاں کیں۔ بادشاہ کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے خانِ جہاں لودی کو دکن کی صوبہ داری سے سرفراز کردیا۔ کافی عرصہ تک وہ شہزادہ شاہجہاں سے جنگ و جدال کرتا رہا۔

بادشاہ جہانگیر کا ملک بقا کو رحلت کر جانا

سنہ بائیس جلوس میں بادشاہ جہانگیر اپنی عادت کے مطابق کشمیر گیا۔ کشمیر میں اس بار بادشاہ کی بیماری زیادہ بڑھ گئی۔ ضعف اور نقاہت میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا۔ جاڑے کے شروع میں واپسی کے پرچم بلند ہوئے۔ منزل بیرم کلہ میں شکار کا لطف اُٹھایا۔ اس علاقہ میں ایک اونچی پہاڑی ہے۔ اس پہاڑی کے نیچے بندوق داغنے کے لیے مچان بنا تھا۔ یہ ہوا کرتا تھا کہ کسان لوگ ہرن کو گھیر کر پہاڑی کی چوٹی پر لاتے تھے۔ بادشاہ کی نظر اس پر پڑتے ہی وہ بندوق داغ دیتا تھا۔ جیسے ہی ہرن کے گولی لگتی وہ پہاڑی کی چوٹی سے اُچھل کر ہوا میں قلابازی کھاتا ہوا زمین پر گر پڑتا تھا۔ عجیب تماشہ ہوا تھا۔ اس بار اس علاقے کا ایک پیادہ ہرن کو بھگا کر لایا۔ ہرن ایک چٹان پر کھڑا ہوگیا۔ صاف نظر نہیں آرہا تھا۔ مذکورہ پیادے نے یہ چاہا کہ

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

آ گے آ کر ہرن کو وہاں سے روانہ کر دے۔ وہاں پہنچتے ہی وہ سنبھل نہ سکا۔ اس نے ایک جھاڑی کو تھاما تو وہ جھاڑی بھی اُکھڑ گئی۔ اور وہ موت کا مارا پیادہ اس آسمان جیسی اونچی پہاڑی پر سے قلابازیاں کھاتا ہوا زمین پر آ پڑا۔ اس کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں، اعضا اُکھڑ گئے اور وہ جاں بحق ہو گیا۔ یہ حال دیکھ کر بادشاہ کا مزاج پراگندہ ہو گیا۔ اس کی طبیعت مکدر ہو گئی۔ وہ شکار چھوڑ کر دولت خانہ میں آ گیا۔ گویا ملک الموت اس صورت میں جہانگیر کو نظر آ گیا تھا۔ اسی وقت سے بادشاہ کا قرار اور آرام جاتا رہا۔ بیر کلہ سے کوچ کر کے ٹھٹھ اور پھر وہاں سے راجوری آ کر پڑاؤ کیا۔ یہاں سے بدستور معہود ایک پہر دن رہے کوچ کیا۔ راستے میں پیالہ مانگا۔ جیسے ہی پیالہ ہونٹوں سے لگایا وہ اچھا نہیں لگا۔ دولت خانہ تک پہنچتے پہنچتے حالت دگرگوں ہو گئی۔ معاملہ بڑا دشوار ہو گیا۔ صبح کے وقت کچھ سخت سانسیں آئیں۔ چاشت کے وقت بروز اتوار اٹھائیس صفر سنہ ایک ہزار چھتیس ہجری گیارہ آبان سنہ بائیس جلوس میں ساٹھ سال کی عمر میں روح کا پرندہ آشیانۂ خاک سے پر جھاڑ کر آسمان پر رہنے چلا گیا۔ قیامت کا منظر سامنے آ گیا۔ نور جہاں بیگم جو جہانگیر کی عنایت سے ہندوستان پر حکومت کیا کرتی تھی، دل خراش انداز میں رو رہی تھی، نالہ کر رہی تھی۔ گریبان پھاڑ لیا، بال نوچ لیے۔ رخساروں کے پھول ناخنوں کے کانٹوں سے رگڑ دیے۔ سبزہ کی طرح خاک کے بدلے خون پر لوٹنے لگی۔ نظم:

> افسوس سے سینہ پر ہاتھ مار رہی تھی، چھاتی پیٹ رہی تھی۔ پھول جیسے چہرے پر طمانچہ لگا رہی تھی۔ ریحان جیسی زلفوں کو سر سے نوچ کر باغ کو سبک کر دیا تھا۔ اور سبستان کو ہلکا کر دیا تھا۔ ہائے یہ زبان کاری ہائے۔ افسوس یہ خواری افسوس۔ میں اس کے بغیر جینا نہیں چاہتی۔ جاودانی کے ملک میں ہمیشہ رہنا نہیں چاہتی۔ اس کے بغیر تو عمر کا پودا برہنہ ہے، بغیر پتوں کے ہے۔ میں اس سے جدا ہو کر رہ نہیں سکتی۔ دُنیا کو اس کے جمال کے بغیر دیکھ نہیں سکتی۔ ایسے گلزار میں کیا آسائش ہے، جس میں سے پھول سدھر جائیں اور کانٹے رہ جائیں۔

ایسے وقت میں نور جہاں بیگم نے آصف خاں کو اپنے پاس بہت بلایا مگر وہ نہیں آیا۔ حیلہ بہانے کیے، شہزادہ شاہجہاں دور دراز تھا۔ اس ناگزیر حادثہ کی وجہ سے سلطنت کے امور میں خلل واقع ہو گیا۔ حکومت کے کاروبار میں پراگندگی ہونے لگی۔ شہزادہ سلطان خسرو کے

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

بیٹے سلطان داور بخش عرف بلاقی کو قید خانہ سے نکال کر سلطنت کے تخت پر بٹھا دیا۔ اسی دوران اس کے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کر کے اس کے شورش زدہ دل کو مطمئن کیا۔ مگر امیر یہ دیکھ کر کہ آصف خاں شاہجہاں کی حکومت و سلطنت کو برقرار کرنا چاہتا ہے، سلطان داور بخش کو قربانی کا بکرا سمجھ کر اس کو کورنش کرنے لگے۔

اب سلطان داور بخش اور امیر لاہور کے قریب پہنچ گئے۔ لاہور میں شہزادہ شہریار موجود تھا۔ اس نے اس حادثہ کی خبر سن کر سلطنت کا خیال کر لیا تھا اور شاہی خزانوں اور کارخانہ جات پر دست درازی شروع کر دی تھی۔ سلطان داور بخش کے لاہور پہنچنے کے بعد اس نے جنگ کے لیے صف آرائی کر لی اور میدانِ جنگ میں اُتر آیا۔ مگر پہلے ہی حملے میں فوج کا انتظام گڑ گڑ ہو گیا اور وہ بھاگ کر قلعہ کے اندر آ گیا۔ خود ہی مصیبتوں کے جال میں پھنس گیا۔ اس کے اکثر ساتھی قول و قرار لے کر آصف خاں سے مل گئے۔ شہزادہ شہریار قلعہ کا بھی ضابطہ نہ کر سکا۔ چنانچہ اسے حرم سے نکال کر اس کی کمر کے رومال سے اس کے دونوں ہاتھ باندھ کر سلطان داور بخش کے تخت کے سامنے حاضر کیا۔ وہ کورنش بجا لایا۔ اسی وقت اسے قید کر دیا گیا۔ دو دن بعد اس کی آنکھوں میں سلائی پھیر کر اندھا کر دیا اور دیکھنے سے محتاج ہو گیا۔

شہزادہ شہریار بلند فطرت اور اچھی طبیعت والا شخص تھا۔ اسی وقت اس کی زبان پر فی البدیہہ یہ رُباعی آ گئی۔ رباعی:

اگرچہ نرگس سے عرقِ گلاب کشید نہیں کیا جا سکتا، مگر میری نرگسی آنکھوں سے گلابی عرق (خون) کشید کر لیا۔ اگر لوگ تجھ سے میری تاریخ پوچھیں، تو کہہ دینا کہ آفتاب اندھا ہو گیا ہے۔

پھر کچھ دن بعد شہزادہ دانیال کے بیٹے طہمورت اور ہوشنگ کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ چونکہ تمام اختیارات آصف خاں کے ہاتھ میں تھے، اس کا سب امیروں اور شہزادوں پر تسلط تھا اور اس کا دلی میلان اور رجحان شہزادہ شاہجہاں کی طرف تھا۔ لہٰذا کچھ دن بعد آصف خاں کے نام دکن سے شہزادہ کا منشور آیا۔ اس سانحہ کی خبر سننے کے بعد یہ منشور صادر ہوا کہ داور بخش اور اس کے بھائی گشتاسپ اور شہریار، طہمورت اور ہوشنگ کو لاہور میں صحرائے عدم کا مسافر بنا کر سلطنت کے تمام عیبوں سے شاہجہاں کی طبیعت کو اطمینان دلا دیا۔

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

القصہ جہاں گیر کی نعش کو مقصود خاں کے ساتھ لاہور بھیج دیا اور راوی ندی کے پار شاہجہاں درّہ (بعد میں اس کا تلفظ شاہدرہ اور پھر شادرا ہو گیا) کے پاس مہدی قاسم کے باغ میں نور جہاں نے جس کا نام رونق افزا باغ رکھ دیا تھا، سپردِ خاک کر دیا۔ اس کے مزار پر عمدہ عمارت تعمیر کی۔ عقلمند شاعروں نے اپنی سحر آفریں طبیعت سے جہانگیر کے فوت ہونے کے سلسلے میں تاریخ کے طور پر رنگین شعر کہے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے: نظم:

شہنشاہ جہاں شاہ جہاں گیر
فلک پر شہرہ جس کے عدل کا تھا
تھا نورالدین محمد نام اس کا
اندھیرا اس کے مرنے سے ہوا تھا
کہوں کیا اس کے بارے میں کہ حاتم
کہ اس کے عہد میں کچھ نہ نشاں تھا
گلستانِ جہاں بے آب ہے اب
وجود اس کا بہارِ گلستاں تھا
گیا ماتم سرا کو چھوڑ کر وہ
جہاں غمگین ہے بس وہ کامراں تھا
کہی کشفی نے یہ تاریخ رحلت
جہانگیر اس جہاں سے چل بسا تھا

اس کی مدت سلطنت اکیس سال آٹھ مہینے چار دن ہوئی۔

ابوالمظفر محمد شاہ جہاں بادشاہ غازی صاحب قران

یہ نورالدین جہانگیر کا تیسرا بیٹا تھا۔ سینتیس سال کی عمر میں اتوار کے دن بائیس جمادی الاوّل سنہ ایک ہزار چھتیس میں دارالسلطنت لاہور کے دولت خانہ کے دیوانِ خاص و عام میں ارکانِ حکومت نے اس کے نام کا سکہ اور خطبہ مقرر کر دیا۔ اس وقت اس کی عمر چاند کے حساب سے سینتیس سال تھی اور شمسی حساب سے چھتیس سال۔ اس وقت یہ دکن میں تھا اور آصف خاں

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

نے اس کو ایک عرضی بھیجی جس کا مضمون یہ تھا کہ سلطنت کے دعوے داروں کا کام تمام کر دیا ہے اور تشریف لانے کی درخواست ہے۔

اس سے پہلے جب بادشاہ جہانگیر کی رحلت ہوئی تھی تب بنارسی نام کے ایک ہندو کو جو تیز راستہ چلنے میں بے نظیر تھا، دوڑنے بھاگنے میں یکتا اس کو شہزادی کی خدمت میں روانہ کر دیا تھا۔ اس سانحہ کی خبر اس سے بھیجی اور یقین ہونے کے لیے اپنی انگوٹھی اسے دے دی تھی۔ بنارسی ۱۹ر ربیع الثانی کو بیس دن میں چنگیر پنتی سے جونہر جو کہ نظام الملک کی ولایت کی آخری حد ہے، پہنچ گیا۔ پہلے تو وہ مہابت خاں کے گھر آیا۔ مہابت خاں بھی کچھ دن سے ہی شہزادہ کی ملازمت میں آیا تھا۔ اس کو یہ واقعہ بتایا۔ مہابت خاں بجلی جیسی تیزی سے حرم سرا گیا اور اندر خبر بھیجی۔ شاہجہاں فوراً باہر آ گیا۔

بنارسی مذکور نے قدم بوسی کر کے حقیقت بتائی اور آصف خاں کی انگوٹھی پیش کی۔ یہ سانحہ شاہجہاں کو بہت شاق گزرا۔ چونکہ وقت کا تقاضا یہ تھا کہ اس خبر کو پوشیدہ رکھا جائے لہٰذا مجبوراً اس کو چھپائے رکھا۔ پھر مہابت خاں اور دوسرے خیر خواہوں کی درخواست پر جمعرات کے دن ۳۰ر ربیع الاوّل کو جونہر سے روانہ ہوا۔ امان اللہ خاں کے ساتھ آصف خاں کے نام ایک خط بھیجا جس میں بنارسی کے آنے کا اور خود کی روانگی کا مضمون تھا۔ اسی طرح خان جہان لودی کے نام بھی صوبہ دکن ایک فرمان بھیجا جس میں قسم قسم کی عنایتوں کا مضمون تھا۔ مگر اس کی قسمت الٹی تھی لہٰذا اس عنایتوں کی قدر نہیں جانی اور قول و قرار لے کر نظام الملک کے ساتھ مل گیا۔ اس نے بالا گھاٹ کو جو بڑی محنت سے مسخر ہوا تھا پورا کا پورا نظام الملک کو دے دیا۔ پھر برہان پور آ کر کچھ شورش طلبوں سے سازش کر لی۔ فتنہ و فساد کرنے لگا۔ پھر اپنے اعتماد کے کچھ افغانوں کو بھاری جمعیت کے ساتھ برہان پور میں چھوڑ کر شاہی امیروں کے ساتھ جو بظاہر اس کی موافقت کا دم بھر رہے تھے اور اس طرح خود کو اس کی شرارت سے بچائے ہوئے تھے۔ جیسے راجا گج سنگھ راٹھور، راجا جے سنگھ کچھواہہ وغیرہ مانڈو پہنچ گیا اور مالوہ کی ولایت پر قابض ہو کر شاہی پر چموں کے لیے راستہ کا روڑا بن گیا۔ شاہجہاں مصلحتِ وقت کی وجہ سے برہان پور کا راستہ چھوڑ کر گجرات کی طرف چلا گیا۔ گجرات کے صوبہ دار ہفت خاں نے شاہجہاں کے ٹھٹھ کی طرف سے آتے وقت گستاخی کی تھی۔ اب وہ بہت خوف زدہ تھا۔ چونکہ اس کی بڑی بہن مہد علیا حضرت

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

ممتاز محل سیف خاں کے نکاح میں تھی۔ لہٰذا اس عفیفہ کا لحاظ کرتے ہوئے سیف خاں کے قصور معاف کردیے۔ اس کو گھبراہٹ کے بھنور سے اطمینان کے ساحل پر لے آیا اور ملکی معاملات کا بندوبست کرنے کے لیے سات دن احمد اباد میں قیام کیا۔ اس نے شیر خاں بارہہ کو پنج ہزاری ذات کا منصب دے کر بغیر سواروں کا گجرات کا صوبہ دار بنا دیا۔ مرزا عیسیٰ میر خاں کو چار ہزاری ذات اور دو ہزار سواروں سے سرفراز کر کے ٹھٹھ کی صوبہ داری عطا کردی۔ صوبہ اجمیر سپہ سالار مہابت خاں کو دے دیا اور آس پاس کے پرگنہ اس کی جاگیریں عطا کردیے۔ پھر گجرات سے روانہ ہو کر اکبر آباد کی طرف متوجہ ہوا۔ راستے میں رانا کرن سنگھ ملازمت کی سعادت سے بہرہ یاب ہوا۔ اس کو خلعت خاص لعل، جس کی قیمت تیس ہزار روپیہ تھی جڑاؤ تلوار، خنجر، ہاتھی گھوڑا، طلائی زین کے ساتھ عنایت کیا۔ اس کی جاگیر کے محال بھی بحال رکھے۔ اجمیر پہنچنے کے بعد خان عالم اور مظفر خان معموری اور بہادر خاں اوڈ نگ راجا جے سنگھ، راجا انبے رائے اور دوسرے امیر ملازمت کی سعادت سے بہرہ یاب ہوئے۔

۲۸ رجمادی الاوّل کو دارالحکومت اکبر آباد میں پڑاؤ کیا۔ مبارک گھڑی میں تختِ حکومت پر جلوس کیا۔

شاہی درگاہ کے کارندوں اور بارگاہ کے منتظموں نے دربار میں ایسی رنگ آمیزی کی، ایسی آرائش کی کہ پورا ماحول نگارین نظر آتا تھا۔ ستونوں پر سونے چاندی کا کام کیا۔ اس کے ضلعوں پر زردوز مخمل کے سائبان لگادیے۔ زربفت میں غرق کردیا، خوب سجاوٹ کی، رنگین فرش اور بساطیں بچھادیں۔ طرب ونشاط اور فرحت وانبساط کے اسباب مہیا کیے، تہنیت و مبارک بادی کی آواز زمین والوں کی خوشیاں بڑھا رہی تھی۔ خوشی اور شادمانی کے نقاروں کی تونج آسمان والوں کے کان میں پہنچ رہی تھی۔ مجلسی آوار والے مطرب قمری کی طرح خوشی کی تان لگا رہے تھے۔ جادو جگانے والی رقاصائیں اپنے پیروں کے ٹھمکے سے آسمان پر تھاپ لگا رہی تھیں۔ دل موہ رہی تھیں۔ زمانہ بھر میں نو بہار جیسا سماں بندھا تھا۔ نوروز کا وقت وینا پر طاری تھا۔ بوڑھی وینا میں نئے سرے سے جوانی کے برگ و بار آ گئے۔ دلگیر عالم کو عیش وعشرت کا سامان ہاتھ لگ گیا۔ امیروں، سپہ سالاروں اور نام دار جنگجوؤں نے تسلیمات تہنیت طور کورنشات اور مبارکبادیں پیش کیں۔ نکتہ سنج شاعروں، صاحب طبیعت فاضلوں نے تاریخِ

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

جلوس کے دل پذیر اشعار نظم کیے۔انھیں میں سے امیر مشرقی کی یہ تاریخ ہے۔بیت:

بادشاہ زمانہ شاہ جہاں
خورم و شاد و کامراں ہوگا
حکم اس کا تمام عالم پر
رہتی دنیا رواں دواں ہوگا

اور یہ شعر حکیم کاشی کی طبیعت عکاشی کی طبیعت کا نتیجہ ہے۔بیت:

بادشاہ بحروبر شاہ جہاں
مہر تابان کی طرح فیاض ہے
سال تاریخ آسمان نے یہ کہا
وراث ملک سلیماں خاص ہے

جشن مہتابی (چاندنی کا جشن)

اسی اثنا میں مہتابی کا جشن منایا۔بادشاہ کے حکم سے سرکار کے کاریگروں نے دولت خانہ کی دیواروں اور صحن پر سفید کپڑا مڑھوا دیا۔محفل خانہ کے سامنے جتنے بھی پیڑ پودے تھے ان پر بھی سفید کپڑا لپیٹ کر انے نہر سے ان کی شاخیں اور پتے باہر نمودار کر دیے۔مجلس کے تمام اسباب و آلات پر ایسی سفید کاری کی کہ ان کی شعاعوں سے چاند کی چاندنی بے رونق ہوگئی۔ستاروں کی آنکھیں تک حیرت سے سفید ہوگئیں۔اس بزم معلیٰ کا تماشہ کرنے کے لیے چودھویں کا چاند سرِ شام ہی مشرق کے دریچہ سے نکل آیا اور اس نے دنیا کی انجمن کو روشن کر دیا۔اس محفل کی روشنی کی کرنوں سے پورا عالم جگمگا اُٹھا۔اس کی چمک سے صبح کا نورانی ستارہ نکل آیا۔شام کے اندھیروں نے خود کو کہیں گوشوں میں چھپا دیا۔رات کی تاریکی شرم کے پردہ میں چلی گئی۔ابیات:

وہ مہتابی رات ایسی تھی جیسے وصل سے بھری ہو۔ایک نور کا پردہ ظاہر ہو گیا تھا۔وہ شام ہی سحر کے پھول جیسی لگ رہی تھی۔ایسا لگ رہا تھا جیسے صبح نے ہزاروں دروازے کھول دیے ہوں۔عالم افروز روشنی سے اس کا پیٹ لاکھوں نوروزن سے

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

ٹھہر گیا تھا۔ چاند نے سفید چاندنی بچھادی تھی اور آسمان کا کالا کمبل اُٹھ گیا تھا، رنگین جگنوؤں نے، شب تابیوں نے ستاروں کی طرح نظارہ کے لیے سینکڑوں شمعیں روشن کردی تھیں۔ آسمان کے دروازوں کے لیے کامرانی کا ہاتھوں میں شادمانیوں کی کنجیاں تھیں، پورا عالم صبح کی طرح شگفتہ تھا۔ آسمانوں پر نور چھایا ہوا تھا، وہ بڑا مبارک وقت تھا، سعادت مندی کے احوال تھے۔ زمانہ کی طبیعت بالکل اعتدال پر تھی۔

آصف خاں کی آمد اور میدانی و کوہستانی راجاؤں، رایوں کی فرماں پذیری

موتمن الخلافت آصف خاں لاہور سے اکبرآباد پہنچ گیا۔ قسم قسم کی عنایتوں اور کرم فرمائیوں سے سرفراز ہوا۔ وکیلِ سلطنت اور مدارِ ملک بنا دیا گیا۔ دوسرے امیر اور سردار بھی اپنے اپنے رتبہ کے موافق بلند منصبوں سے سرفراز ہوئے۔ فوج داروں صوبہ داروں کے نام ملک کی آبادی رعایا کی خوش حالی، عدل وانصاف، راستوں کے امن وامان کے فرمان واحکام صادر ہوئے۔ بادشاہ کی توجہ کی برکت سے سلطنت و جہاں بانی کا امور پھر سے رونق پذیر ہو گئے۔ زمانہ کی پراگندگی اور دنیا کے درہم برہم نظام کا پھر سے انتظام ہو گیا۔

القصہ شاہجہاں نے عرصہ دراز تک عدل وانصاف کے ساتھ رعایا پروری و جہاں بانی کی۔ اپنے اقبال کی طاقت کے بل پر اور خوش قسمتی کے بازوؤں سے ملک گیری اور گیتی ستانی کی۔ چنانچہ ولایت دولت آباد کی تسخیر ممالک دکن کی فتح، سرکشوں کا مطیع ہونا، ہندوستان کے گردن افرازوں کا فرمانبردار ہونا، قلعہ قندھار کی فتح، علی مروان خاں کا دربار میں حاضر ہونا، ہندوستان کا ولایت ایران پر دبدبہ ہونا، بلخ کا لے لینا، توران کے تمام قلعوں کا فتح ہونا، اس ولایت کے حاکم نظر محمد خاں کا فرار ہو جانا اور اس کے بیٹوں کا گرفتار کیا جانا یہ سب مشہور واقعات ہیں۔

محمد وارث نے ایک کتاب میں جس کا نام شاہجہاں نامہ ہے، شاہجہاں کی فتوحات کے واقعات تحریر کیے ہیں۔ یہ کمترین خوشہ چین اگر ان واقعات کی تفصیل لکھے تو الگ ہی کتاب مرتب ہو جائے۔ لہٰذا طولِ سخن چھوڑ کر وقائع نگار اس قلم کے گھوڑے کو اختصار کی طرف موڑ دیا

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

ہے۔ اور اصل مدعا کلام میں پیش کر دیا۔

آخری زمانہ میں شاہجہاں نے اپنے وزیروں اور ندیموں کے مشورہ سے اپنے بیٹوں پر ملک تقسیم کرنے کا ارادہ کیا۔ بڑے بیٹے داراشکوہ کو اپنے پاس رکھ کر ولی عہد اور نائب سلطنت بنا دیا۔ اس کو جہاں بانی اور حکومت کے اکثر معاملوں میں دخیل بنا دیا۔ اب مہمات کا بندوبست اس کا مشورہ سے ہوتا تھا۔ دوسرے بیٹے شہزادہ محمد شجاع کو ولایت بنگال پر مقرر کیا۔ شہزادہ محمد اورنگ زیب کو ممالک دکن اور چوتھے بیٹے شہزادہ محمد مراد بخش کو جو سب سے چھوٹا تھا ولایت گجرات پر متعین کیا۔ یہ شہزادے ان ولایتوں کے انتظام اور بندوبست میں لگ گئے۔ شاہی احکام کے مطابق عمل درآمد کرتے تھے۔ ایک عرصہ بعد اتفاق سے سات ذی الحجہ سن ایک ہزار چھیاسٹھ ہجری مطابق اکتیس جلوس میں دارالسلطنت شاہجہاں آباد میں بادشاہ ایک مرض میں مبتلا ہو گیا۔ مزاج اعتدال سے ہٹ گیا۔ صحت بدن کا قانون منحرف ہو گیا۔ اور مرض روز بروز بڑھتا گیا۔ بہت سے متضاد مرض ایک ساتھ ہو گئے۔ جسمانی قویٰ میں ضعف اور کمزوری آ گئی۔ اس وجہ سے دیوان خاص و عام اور غسل خانہ میں آ نہیں سکتا تھا۔ عام لوگ تو کیا سردار اور امیر تک بھی کورنش سے محروم ہو گئے۔ لہٰذا ملکی و مالی معاملات میں خلل واقع ہونے لگا۔

شہزادہ محمد داراشکوہ ولی عہد تھا ہی۔ ان حالات میں اس نے ملک و مال کی مہمات کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ مصلحت وقت کی وجہ سے دور دراز خبروں کا جانا بند کر دیا۔ اپنے آدمی مقرر کر دیے۔ وہ شہزادوں کے وکیلوں، امیروں اور سرداروں کے خطوط راستہ میں ہی پکڑ لیے۔ بعض وکیلوں کو قید کر دیا۔ ان حالات میں شہزادے صوبہ دار حاکم خاں اور سردار شاہجہاں کے زندہ ہونے کا یقین نہیں کر رہے تھے۔ اس بات سے اطرافِ ممالک میں اور بھی خلل واقع ہو گیا۔ ہر ہر طرف ہندوؤں نے سرکار کے ہر صوبہ میں سرکشوں نے فتنہ و فساد شروع کر دیا۔ موقع پرست رعایا نے مال گزاری چھوڑ دی۔ تمرد و سرکشی کی زمین میں انحراف کا بیج بو دیا۔ کارندے اور چھوٹے حاکم حکومت کا کام چھوڑ کر اپنی اپنی جگہ بیکار بیٹھ گئے۔ تاجروں مسافروں نے سفر کرنا چھوڑ دیا۔

شہزادہ محمد مراد بخش نے اس خبر سے گجرات میں بغاوت شروع کر دی۔ وہاں تخت نشین ہو کر اپنے نام کا سکّہ اور خطبہ جاری کر دیا۔ ''فروغ الدین محمد مراد بخش بادشاہ'' اپنا خطاب اختیار

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

کرلیا۔ سورت کی بندرگاہ پر فوج لگا دی۔ وہاں کے متصدی محمد شریف ولد اسلام خاں کو جو بیگم صاحبہ کی طرف سے وہاں مقرر تھا، قید کرلیا۔ اسے طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں۔ بڑی بے عزّتی کی۔ شاہی اسباب اور بیگم صاحبہ کی سرکار کا جو مال وہاں تھا اس پر قبضہ کرلیا۔ اپنی ہی سرکار کے دیوان میر علی نقی کو جو بغاوت سے منع کررہا تھا بے قصور خود اپنے ہاتھ سے مار ڈالا۔ گجرات اور اس علاقہ میں جو بھی بادشاہی سرکار کا مال تھا اس پر دست درازی کرنے لگا، دوسرے لوگوں کے مال پر بھی ہاتھ ڈال دیا۔

بنگال میں شہزادہ محمد شجاع نے بھی یہی طریقہ اختیار کرلیا۔ اس نے پٹنہ پر لشکر کشی کردی۔ وہاں سے آگے بڑھ کر بنارس پہنچ گیا۔ شہزادہ محمد داراشکوہ نے ان دونوں شہزادوں کی گردن کشی اور سرتابی کی بات شاہجہاں سے عرض کی۔ بہت زیادہ سمجھا بجھا کر بادشاہ کو اس بات پر آمادہ کرلیا کہ شاہجہاں آباد سے روانہ ہو کر اکبرآباد میں قیام کریں۔ چنانچہ سخت بیماری کے عالم میں جسمانی عارضوں کے ہوتے ہوتے جبکہ آرام اور سکون کی بہت ضرورت تھی آٹھ محرم سن ایک ہزار سڑسٹھ کو اکبرآباد کی طرف روانہ ہوگئے۔ جمنا ندی کے راستے کشتی پر سوار ہوئے۔ کشتی پر پردے ڈال دیے۔ امیروں کو اس وقت بھی کورنش میسر نہیں ہوئی۔ عام لوگوں کو بادشاہ کے زندہ ہونے کا اعتبار نہیں تھا۔ دس صفر کو اکبرآباد پہنچ گئے۔ شہزادہ محمد داراشکوہ نے اس زمانے میں سلطنت کے کاروبار کا انتظام اپنے ذمّے لے لیا تھا۔ اکبرآباد پہنچ کر اب بھائیوں کی شورش دفع کرنے کی تیاری کی۔ شاہی راجا جے سنگھ کچھواہہ کو جو بڑا راجا اور سلطنت کا عظیم رکن تھا کچھ مشہور امیروں اور بے شمار فوجوں کے ساتھ اور اپنے بھی سپاہی اور توپ خانہ دے کر سلطان سلیمان شکوہ کی سرکردگی میں جو داراشکوہ کا سب سے بڑا بیٹا تھا۔ چار ربیع الاوّل سن مذکورہ کو شہزادہ محمد شجاع پور پر متعین کیا۔ سلیمان شکوہ منزلیں طے کر کے وہاں پہنچا، بنارس کے پار بہادر پور کے پاس گنگا ندی کے کنارے ڈیڑھ کوس کی دوری پر محمد شجاع ڈیرا ڈالے ہوئے تھا۔ یہ جنگ کے لیے آمادہ ہوگئے۔ پھر دوسری منزل پر جانے اور جگہ بدلنے کی شہرت کر کے کوچ کیا اور صبح کے وقت جب محمد شجاع خوابِ غفلت میں تھا جنگ و جدال کے لیے صف آرائی کا منصوبہ بنا کر غنیم پر ٹوٹ پڑا۔ حملہ کی ہواؤں سے کارزار کی آگ بھڑکا دی۔ محمد شجاع ناسمجھ اور ناتجربہ کار تھا۔ تھوڑی سی لڑائی کے بعد ہی جنگ سے ہاتھ اٹھا لیا۔ کشتی میں بیٹھ کر فرار ہوگیا۔ کہیں بھی ٹھہرے بغیر مونگیر پہنچ گیا۔ اس کا

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

تمام لشکر اور دوآب کے کارخانہ جات خزانہ وغیرہ سب لٹ گئے۔ مونگیر میں بھی نہیں ٹھہرا اور بنگال کی طرف روانہ ہو گیا۔ پٹنہ اور مونگیر کی ولایت سلیمان شکوہ کے تصرف میں آگئیں۔ محمد شجاع کے معاملہ سے مطمئن ہو کر محمد شجاع کے ان نوکروں کو جو معرکہ میں گرفتار ہو گئے تھے شہزادہ داراشکوہ نے طلب کر لیا۔ ان کی بے عزتی اور تشہیر کرنے کے بعد ان کے اعضا کاٹ کر اذیتیں پہنچائیں۔ کچھ لوگوں نے تو تکلیف سے جان دے دی۔

انھیں دنوں جبکہ سلیمان شکوہ کو محمد شجاع پر بھیجا تھا، راجا جسونت سنگھ کو جو بڑا راجا تھا اپنی شوکت وحشمت کی وجہ سے بڑے بڑے امیروں کا پیشوا تھا۔ شاہجہاں اس کو مہاراجا کہا کرتا تھا اپنی سلطنت کا رکن سمجھتا تھا اور راجاؤں اور امیروں کے ساتھ بڑا خزانہ اور توپ خانہ دے کر بیس ربیع الاوّل سن مذکور کو مالوہ کی طرف رخصت کیا تا کہ اس علاقہ کے قلعوں کی حفاظت اور دریائی رہ گزروں کا بندوبست اور ضابطہ کرلے۔ دکن کا راستہ روک دے۔

قاسم خاں کو جو بڑا امیر تھا اور سرکاری توپ خانے کا داروغہ بھی تھا ایک بڑا لشکر اور الگ سے فوج دے کر شہزادہ محمد مراد بخش پر متعین کیا۔ یہ طے کیا کہ ابھی تو مہاراجا جسونت سنگھ کے ساتھ مالوہ تک چلے جائیں۔ وہاں پہنچ کر اگر مصلحت کا تقاضا ہو تو قاسم خاں مراد بخش کی شورش کا دفاع کرے اور اس کو گجرات سے نکال دے ورنہ بس چار دن تک کمک کر کے چلا جائے۔

القصہ مہاراجا مذکور اور قاسم خاں مرحلہ طے کر کے صوبہ مالوہ کے دارالحکومت اُجین پہنچ گئے۔

دارشکوہ اگر چہ ولی عہد اور مدار علیہ تھا حضرت اعلیٰ شاہجہاں بھی اسی کی طرف متوجہ تھا مگر شہزادہ محمد اورنگ زیب کی طرف سے وہ بہت خوف زدہ تھا۔ اس نے شہزادہ محمد شجاع اور مراد بخش کی شورش کی بات بادشاہ کو بتا دی۔ دکن کے تمام لشکر محمد اورنگ زیب کے ساتھ تھے۔ شاہجہاں نے اپنے ایک فرمان سے اسے حضور میں طلب کر لیا۔ مگر شہزادہ اورنگ زیب کو بیجاپور کی مہم درپیش تھی۔ اس قلعہ کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ اپنی بہادری، ثابت قدمی اور تدبیر سے اس کی فتح عنقریب تھی۔ متعینہ لشکر مہم میں مصروف تھے پھر بھی داراشکوہ کے منصوبہ اور طلب کے مطابق بارگاہ میں روانہ ہو گیا۔ وقت کے تقاصہ کی وجہ سے وہاں کے حاکم عادل خاں سے صلح کر لی۔ ایک کروڑ روپیہ کی پیشکش مقرر کی۔ معظم خاں کو پیشکش وصول کرنے کے لیے چھوڑ کر اورنگ آباد واپس آ گیا۔ اس قلعہ کی فتح عنقریب تھی۔ وہ دارشکوہ کے منصوبہ سے موقوف ہو گئی۔ اب

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

معظم خاں شاہنواز خاں اور مہابت خاں کے علاوہ دکن میں کوئی بڑا امیر نہیں رہا۔

داراشکوہ کا ارادہ یہ تھا کہ جب تمام لشکر بارگاہ میں اکٹھے ہوجائیں تو سب سے پہلے محمد داراشکوہ (داراشکوہ غلط لکھا ہے، داراشکوہ کا تو خود یہ منصوبہ تھا) اور مراد بخش کو دفع کرے۔ اس کے بعد شہزادہ اورنگ زیب کا کام تمام کیا جائے۔ اس منصوبہ سے دکن کو لشکروں سے خالی کروادیا۔ وہ یہ بھی چاہتا تھا کہ سلطان سلیمان شکوہ جو محمد شجاع پر گیا ہے جب وہ لوٹ آئے تو اس کے ساتھ جو لشکر ہے اس سب کو مہاراجا (جسونت سنگھ) کے پاس بھیج دے۔ مگر وہ یہ بات نہیں جانتا تھا:

تقدیر میں کچھ اور ہے تدبیر الگ

آخر شہزادہ محمد اورنگ زیب دکن سے آ گیا۔ اس نے مالوہ میں مہاراجا ندکور پر فتح حاصل کرلی۔ اس کے بعد اکبرآباد کے پاس داراشکوہ سے جنگ کی۔ اپنے اقبال کی طاقت اور حشمت کی مدد سے فیروز مند ہوگیا۔ اور اکبرآباد پہنچ کر حضرت اعلیٰ شاہجہاں کو گوشہ نشین کردیا۔ خود حکومت کے تخت پر بیٹھ گیا۔ سن نو جلوس عالمگیری میں اکبرآباد کے قلعہ میں بہتر سال کی عمر میں شاہجہاں ملک بقا کو رحلت کر گیا۔ اس کی تفصیل واقعات نگار قلم تحریر کرے گا۔ حضرت اعلیٰ شاہجہاں کی سلطنت کی مدت اکتیس سال بائیس دن ہوئی۔

ابوالمظفر محی الدین محمد اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ غازی

یہ حضرت شہاب الدین محمد شاہجہاں بادشاہ غازی کا تیسرا بیٹا تھا۔ چالیس سال کی عمر میں سن ایک ہزار سڑسٹھ ہجری میں تخت نشین ہوا۔ قادر برکمال کا ارادہ اور منعم عجمات الافضال کی مشیت یہ تھی۔ اب پھر دولت و اقبال کا عالم تاب آفتاب طلوع ہو اور دنیا کو سنوارنے والی نسیم بہار زمانہ کے گلستاں کو تروتازگی بخش دے۔ یہ بوڑھی دنیا پھر سے جوان ہوجائے۔ کہن سال عالم اس کے عدل و احسان سے پھر نیا ہوجائے۔ چنانچہ آسمان کے کارگزاروں نے ایسی وجہ جس سے کہ سلطنت کا ستارہ دولت کے مطلع سے طلوع ہوجائے اور ایسا سبب کہ حکومت کا آفتاب اقبال کے برج سے نکل آئے شہود کی جلوہ گاہ پر پیش کردیا۔

یہ تمہید ہوئی کہ عالمگیر دکن میں سنا کرتا تھا کہ داراشکوہ ہندوؤں کے مذہب کی طرف مائل

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

ہے۔ برہمنوں کو جو ہندو مذہب کے عالم ہوتے ہیں اور جوگیوں سنیاسیوں کو جوان کے درویش ہوتے ہیں اپنی صحبت میں بار دیتا ہے۔ ان لوگوں کو مرشد کامل اور ہادیِ مطلق سمجھتا ہے۔ ہندوؤں کی کتاب وید کو جوان کی مشہور کتاب ہے آسمانی کتاب کہتا ہے اور خدائی صحیفہ کے طور پر پڑھتا ہے۔ ان کا ترجمہ کروانا چاہتا ہے۔ اپنے قیمتی وقت کو جس کا کوئی بدل نہیں ہوتا اس شغل میں صرف کرتا ہے۔ خود ہندی شعر کہتا ہے اور انھیں تصوف محض کہتا ہے۔ اللہ کے نام کے بجائے ہندی کا نام جسے ہندو ہر دیو کہتے ہیں اسمِ اعظم سمجھتا ہے۔ ہیرے، مانک، پنّے وغیرہ پر اس نام کو نقش کروا کر اپنے لباس میں رکھتا ہے۔ اس کو تبرک سمجھتا ہے۔ روزہ نماز اور مسلمانوں کے دستور سے منحرف ہو گیا ہے۔ اور اب حضرت اعلیٰ شاہ جہاں کی بیماری کی وجہ سے جہاں بانی کے معاملات میں ان کا اختیار نہیں رہا ہے۔ داراشکوہ فرمان روائی میں پوری طرح دخیل ہو گیا ہے، بیجاپور کی مہم کے دوران جبکہ اس کی فتح بالکل قریب تھی وہاں متعین کیے ہوئے لشکروں کو طلب کریں اور عالمگیر کی طرف سے بہت سی نالائق باتیں شاہجہاں سے کہی ہیں۔ اس کے وکیل عیسیٰ بیگ کو کسی حضور کے بغیر قید کر دیا ہے اس کا مال ضبط کر لیا ہے۔

لٰہذا عالمگیر کو مسلمانی دین کی حمیت، سلطنت و جہاں بانی کی غیرتِ برادرانہ، رشک اور نفسانی جوش نے اِس بات پر آمادہ کیا کہ حضرت اعلیٰ شاہجہاں کی خدمت میں روانہ ہو جائے۔ کچھ دن بارگاہ میں رہ کر سلطنت کی مہمات کا انتظام کرے تاکہ سلطنت میں جو فتور پیدا ہو گیا ہے اسے ختم کر دے اور داراشکوہ کے تسلط کے لمبے ہاتھوں کو چھوٹا کر دے۔ حضرت اعلیٰ شاہجہاں کو داراشکوہ کے غلبہ کی قید سے نکال لے۔ اگر اس سے زیادہ اسے استقلال حاصل ہو گیا تو فرمان روائی میں وہ مطلق العنان ہو جائے گا اور ہندوؤں کے دین کو رواج دے دے گا۔ عالمگیر نے یہ بھی سوچا کہ شہزادہ محمد مراد بخش کو بارگاہ میں ساتھ لے جا کر اس کے قصور معاف کروائے۔ لٰہذا عالمگیر نے اکبر آباد جانے کا پختہ ارادہ کر لیا۔

شہزادہ محمد سلطان کو نجابت خان کے ساتھ اور بہادروں کی فوج کے ساتھ بہ طور ہراول یکم جمادی الاوّل سن ایک ہزار سڑسٹھ ہجری مطابق سولہ بہمن ماہ الٰہی کو برہان پور روانہ کر دیا۔ شہزادہ محمد معظم کو دکن کا صوبہ دار مقرر کیا۔ شہزادہ محمد اکبر کو جو اُن دنوں پیدا ہوا تھا اپنی مستورات کے ساتھ دولت آباد کے قلعہ میں چھوڑ دیا۔ شہزادہ محمد اعظم کو اپنے ساتھ جلسے کے لیے مقرر کیا۔ جمعہ

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

کے دن بارہ جمادی الاوّل کو ایسی گھڑی کو جسے رتح و نصرت بنتا تھا خطہ فیض بنیاد اورنگ آباد سے روانہ ہوگیا۔ نظم:

وہ وقت برکت و سعادت کو ساتھ لیے ہوئے تھا۔ قسمت کے ستارے سزاوار تھے۔ جڑاؤ رکاب میں پیر رکھا تو ایسا لگا جیسے آسمان پر سورج نکل آیا ہے۔

شہزادہ محمد مراد بخش کے نام مہربانیوں کا ایک منشور تحریر کیا کہ گجرات سے مالوہ کو روانہ ہوجائے۔ میر محمد عسکری کو جو کہ دوسرا بخشی تھا عاقل خاں کا خطاب عطا کرکے اورنگ آباد کی قلعہ داری سے سرفراز کیا۔ میر ضیاء الدین کو بدل کر مرشد قلی خاں کو دیوانی کی خلعت سے نوازا۔ معظم خاں کو جو حضرت اعلیٰ شاہجہاں کے حکم سے اکبر آباد جانے کا ارادہ کر رہا تھا، اس کا جانا مناسب نہیں سمجھ کر قید کردیا۔ اس کو اورنگ آباد کے قلعہ میں رکھا۔ اکثر امیروں کو ان کے منصب میں اضافہ کرکے سرفراز کیا۔ پھر مسافت طے کرکے پچیس جمادی الاوّل کو شہر برہان پور کی بستی میں پڑاؤ کیا۔ یہاں سے حضرت اعلیٰ شاہجہاں کو ایک خط روانہ کیا۔ اس کے مضمون میں بیمار پرسی کی تھی اور شاہی بارگاہ کے احوال معلوم کیے تھے۔ اس مکتوب کے جواب کے انتظار میں ایک مہینہ تک یہاں ٹھہرا رہا۔ اس دوران عیسیٰ بیگ جسے داراشکوہ نے قید کردیا تھا اور پھر کچھ دن بعد شاہجہاں کے حکم سے رِہا کردیا تھا، برہان پور پہنچ گیا اور عالمگیر کے سامنے حاضر ہونے کی سعادت حاصل کی۔ اس نے بادشاہ کی سخت بیماری، داراشکوہ کے استقلال اور مہاراجا (جسونت سنگھ) کے بھاری لشکر کے ساتھ مالوہ آنے کی پوری تفصیل بتائی۔ اس وجہ سے مستقر حکومت اکبر آباد جانے کا اور بھی پختہ ارادہ کرلیا۔

پچیس جمادی الثانی مطابق دو فروردین ماہ الٰہی کو جب اورنگ زیب کے لشکر کی چال کے شور نے خوشیوں کی گونج زمانہ میں بھری اسی وقت بہار کے عالمگیر بادشاہ نے پھولوں کی فوج کے ساتھ گلزار کی طرف روانگی کے پرچم لہرائے تاکہ دلی کے کافر کیش لشکر کو جو پھولوں کی تازگی کے لیے سدِّ راہ بنا ہوا تھا تلوار کے گھاٹ اُتار دے۔ تخت گاہِ چمن اور دارالملک گلشن کو کانٹوں کی شرارت سے محفوظ کردے۔

غرض اورنگ زیب نے عیسیٰ بیگ کے لشکر اور آسمانی فوج کے ساتھ شہر برہان پور سے روانگی کے پرچم لہرائے۔ بیت:

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

پکّی لگن کے ساتھ صحیح راہ پہ چل پڑا
باندھی تھی اس ارادہ سے اس نے کمر جناب

اس وقت اس نے اکثر امیروں کو منصب میں اضافہ اور خطاب سے سرفراز کیا۔ محمد طاہر خراسانی کو جو اس سے پہلے وزیر کے عہدے پر تھا 'وزیر خاں' کا خطاب دیا۔ سیّد شاہ محمد 'مرتضیٰ خاں'، میر ملک حسین 'بہادر خاں' اور دوسرے امیر بھی اچھے خطابوں سے سرفراز ہوئے۔ شاہنواز خاں خام خیالی میں عالمگیر کے ساتھ آنے سے بہانہ کر کے برہان پور میں ہی رہ گیا تھا۔ چھٹے دن برہان پور سے کوچ کر کے جب قریب دس کوس کی دوری پر منزل تھی شہزادہ محمد سلطان کو شیخ میر کے ساتھ بھیجا۔ یہ شاہنواز خاں کو گرفتار کر کے برہان پور کے قلعہ میں قید کر کے واپس آ گئے۔ پھر لشکر کوچ کرتا ہوا آگے بڑھا اور نربدا ندی کے کنارے آ کر پڑاؤ کیا۔ عیسیٰ بیگ نے جو دوسرا بخشی ہو گیا تھا 'سرفراز خان' کا، خوش جمال بیگ قاق شال نے 'قلیخ خان' کا، توپ خانہ کے داروغہ محمد طاہر نے 'صف شکن خان' کا اور قاضی نظامی نے 'مخلص خان' کا خطاب پایا۔

نربدا ندی پار کر کے مرحلہ طے کرتے ہوئے بیس رجب کو موضع دیپال پور کے اوپر شاہی پرچم پہنچ گئے۔ اکیس تاریخ کو راستے میں ہی جب کہ دیپال پور سے کوچ ہو گیا تھا شہزادہ مراد بخش نے گجرات سے آ کر عالمگیر کی ملازمت کی سعادت حاصل کر کے اپنی مرادوں کے چہرے کو روشن کر لیا۔ کورنش کے آداب بجالایا۔ موضع ہرات پور کے پاس جو اُجین سے سات کوس کی دوری پر ہے فیروزی لشکر نے ڈیرا ڈالا۔ بادشاہ عالمگیر نے اپنی عقل و دانش سے خداداد کی سمجھ سے نربدا ندی کی گزرگاہوں اور راستوں کا ایسا بندوبست کیا کہ راجا جسونت سنگھ اور قاسم خان کو دکن کی ذرا بھی خبر نہیں ملی اور نہ شاہی لشکر کے برہان پور سے اِدھر آنے کی اطلاع ہوئی۔ یہ دونوں ساتھ مل کر شہزادہ محمد مراد بخش کے دفاع کی تدبیر ہی کر رہے تھے۔ مراد بخش سے لڑنے کے لیے اُجین سے روانہ ہو گئے۔ کھاچرود سے تین کوس پر جہاں مراد بخش اور ان کے درمیان سترہ کوس کا فاصلہ تھا پہنچ گئے۔ مراد بخش نے راجا اور قاسم خاں کے آنے کی خبر سنی تو اس نے اپنے آپ میں مقابلہ کی تاب نہ پائی۔ وہ وہاں سے پلٹ کر عالمگیر کی خدمت میں روانہ ہو گیا۔ دیپال پور کے پاس پہنچ کر جیسا کہ ابھی تحریر ہوا عالمگیر سے ملاقات کی۔ راجا جسونت سنگھ کو اس کی نادانی کی وجہ سے اطراف کی کوئی خبر نہیں تھی۔ غفلت و غرور کی شراب کے نشے سے

CC-0. Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

بے ہوش تھا۔ چار مقام (روز کے) کے بعد کھاچرود کے پاس اس نے سنا کہ مراد بخش کوچ کر کے چلا گیا ہے اور عالمگیر کے پرچموں کے ادھر آنے کی اس کو کوئی خبر نہ تھی۔ وہ تو بس مراد بخش کے احوال کی ہی کھوج بین کر رہا تھا۔ اسی دوران راجا شیورام کے خط سے عالمگیر کے پرچموں کے نربدا ندی پار کرنے کی خبر ملی اور داراشکوہ کے کچھ نوکر بھی دھار قلعہ سے فرار ہو کر راجا جسونت سنگھ کے پاس آ گئے۔ انھوں نے بھی عالمگیر کے لشکر کے آنے کی خبر دی۔ راجا کو یہ خبر سن کر بہت تعجب ہوا۔ وہاں سے کوچ کر کے روانہ ہو گیا اور پرتاپ پور گاؤں کے سامنے ایک کوس کی دوری پر پڑاؤ کر کے جنگ کے لیے تیار ہو گیا۔

خدیوِ آفاق عالمگیر کا مہاراجا جسونت سنگھ سے جنگ کر کے فتح پانا

عالمگیر نے اس بات کے پیشِ نظر کہ جنگ نہ بھڑکے اور ناحق مسلمانوں کا خون نہ بہے کشب رائے برہمن (کیشو رائے) کو جو بہت سمجھ دار شخص تھا راجا جسونت سنگھ کے پاس بھیجا اور پیغام دیا کہ ہمارا جنگ کرنے کا ارادہ نہیں ہے۔ ہمیں تو حضرت اعلیٰ شاہجہاں سے ملنے کی آرزو ہے۔ زیادہ مناسب یہ ہے کہ وہ بھی ہماری خدمت میں حاضر ہو جائے یا راستہ سے ہٹ جائے۔ راجا نے یہ بات نہیں مانی اور جنگ کرنا طے کر کے کیشو رائے کو روانہ کر دیا۔ کشب رائے (کیشو رائے) نے آ کر یہ بات عالمگیر کو بتا دی۔ بادشاہ عالمگیر کی غیرت جوش میں آ گئی۔ شاہانہ غصہ کی آگ بھڑکنے لگی۔ اس بدشگال کی گوشمالی اور تنبیہ بہادری اور حکومت کے دستور کے مطابق ضروری سمجھا۔

جمعہ کا دن دو رجب مطابق سات اروی بہشت کو جبکہ آسمان نے اندھیروں کو ختم کر دینے والی تلوار آفتاب کو مشرق کی نیام سے نکال کر اندھیرے کے کافر کیش لشکر کو ہزیمت دی تھی، اسی وقت اورنگ زیب بادشاہ جنگ و جدال کی صف بندی کرنے لگا۔ اقبال مندی کی فوج آراستہ کرنے لگا۔ توپ خانہ کے ہاتھیوں کو آگے بڑھانے، جنگ کا بگل بجانے اور پرچم لہرانے کا حکم دے دیا اور خود بھی روشن سورج کی طرح ہاتھی پر سوار ہو کر جنگ کی طرف متوجہ ہو گیا۔ میمنہ، میسرہ، ہراول، چنداول، قراول، قول قلب التمش مقرر کر کے جگہ جگہ متعین کر دیے۔ راجا جسونت سنگھ نے جب ظفر اثر لشکر کے پرچم لہرانے کی خبر سنی تو اس پر خوف و

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

ہراس چھا گیا۔ اس نے اپنے وکیل کو عالمگیر کی خدمت میں بھیج کر عجز و بندگی کا اظہار کیا۔ درخواست کی کہ میں جنگ کرنا نہیں چاہتا۔ میرا ارادہ تو آپ کی ملازمت میں آنے کا ہے۔ عالمگیر نے کہا کہ جب ہم سوار ہو ہی گئے ہیں تو جنگ موقوف نہیں کی جاسکتی اور اگر اس کی بات میں سچائی ہے تو اپنے لشکر سے الگ ہو کر نجابت خاں کے پاس آ جائے۔ خان موصوف اس کو ہماری خدمت میں لے آئے گا۔ مہاراجا نے یہ بات نہیں مانی، کوئی جواب نہیں بھیجا۔ جنگ کے لیے تیار ہو گیا۔ قریب پانچ چھ گھڑی دن نکل آیا تھا۔ دونوں طرف سے توپ، بان، بندوقیں چلنے لگیں اور جنگ کا ہنگامہ گرم ہو گیا۔ ابیات:

بلاؤں نے فتنہ کی بھڑکائی آگ
گویا قیامت کی ہو دوڑ بھاگ
ہوئی آگ تلوار سے یوں بلند
کہ جوہر چٹکتے تھے مثل پلند

اس دوران مکندر سنگھ ہاڑا، رتن سنگھ راٹھور، دیال داس جھالا اور دوسرے متھورا راجپوت جان سے ہاتھ دھو کر راجا جسونت سنگھ کی طرف سے نکل کر عالمگیر کے توپ خانہ کے سامنے آ کر جنگ کرنے لگے۔ بیت:

وہ جاہل تھے سرکش تھے اور جنگجو
تھا دل سخت ایسا کہ لوہے کا ہو

سرکار معلیٰ کے دیوان مرشد قلی خاں راجپوتوں کے ساتھ بہادری سے جنگ کرتا ہوا شہید ہو گیا اور ذوالفقار خاں زخمی ہو گیا۔ اس بات سے راجپوتوں کے حوصلے بڑھ گئے۔ وہ جوش میں آ کر توپ خانہ کے آگے بڑھ کر عالمگیر کے ہراول دستہ پر ٹوٹ پڑے۔ راجپوتوں کی ایک دوسری جماعت نے آ کر لڑنا شروع کر دیا۔ راجپوت اتنے زیادہ تھے کہ ان کی بھیڑ شہابِ ثاقب کی فوج کی طرح تھی، مگر پھر بھی عالمگیر کے مجاہدوں کی آگ برسانے والی تلواروں سے بجلی کی طرح خوف زدہ تھے۔ شہزادہ محمد سلطان نجابت خاں اور ہراول کے دوسرے بہادر راجپوتوں کے حملہ سے اپنی جگہ سے نہیں ہلے، ثابت قدمی کے ساتھ مردانہ وار جنگ کرتے رہے۔ نظم:

ہندوؤں کی طرف تیر چلتے تو ان کی پیشانی پر صندل کی طرح خون کا تلک لگا دیتے

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

تھے۔ دین کے لیے فتح درکار تھی، لہٰذا جہاں بھی زنار دار برہمن تھے انھیں مار رہے تھے۔

اسی وقت شیخ میر بہادروں کے ساتھ میمنہ سے، صف شکن خاں میسرہ سے اور مرتضیٰ خاں التمش سے راجپوتوں پر حملہ آور ہوگئے، بہت بہادری دِکھائی۔ عالمگیر نے ان بہادروں کی دوڑ دھوپ اور راجپوتوں کی دلیری دیکھ کر جہادنشان جنگجوؤں کی خود کمک کی۔ جب اورنگ زیب کا قول ہراول سے مل گیا تو راجپوتوں سے بہت سخت جنگ ہوئی۔ شاہی بہادروں نے تلوار اور بھالے کی مار سے ان لوگوں کو ہراساں کر کے پراگندہ کر دیا۔ بہت سے ہندوؤں کو ہلاک کر ڈالا۔ نظم:

> اس جنگ و جدال میں بہت سے راجپوت مارے گئے۔ انھوں نے اپنی ناموس و ننگ کی خاطر جان دے دی۔ میدانِ جنگ میں اس قدر لوگ قتل ہوکر گرے کہ سواروں کے لیے بھاگنے کا راستہ بند ہوگیا۔ جہاد کی تلوار سے ایسی آگ بھڑکائی کہ جنگجو ہندو اس میں زندہ جل جل کر مر گئے۔

جنگ کے اس میدان میں بہادروں کا اس قدر خون بہا کہ خاک لالہ گون ہوگئی۔ مرنے والوں کے ایسے ڈھیر لگے کہ اس علاقے کے چیل کوّے قیامت تک خوراک کی تلاش میں کسی اور جگہ نہیں جائیں گے۔ خونخوار تلواروں سے اس قدر سر کاٹے کہ کاٹتے کاٹتے کند ہوگئیں۔ لوگوں کو فنا کا پیغام پہنچاتے پہنچاتے خنجر کی زبان بولنے سے تھک گئی۔ نظم:

> اس کینہ جوئی میں ضربیں لگاتے لگاتے اور چھیدتے چھیدتے آلاتِ حرب نے کام کرنا چھوڑ دیا۔ شکستہ تیر کی طرح ہاتھ سے کمان چھوٹ گئی اور مست دیوانوں کے گریبان کی طرح زرہ پارہ پارہ ہوگئی۔

اس کارآزما جنگ میں مکند سنگھ ہاڑا، سجان سنگھ سسودیہ، رتن سنگھ راٹھور، ارجن سنگھ گوڑ، دیال داس جھالا اور موہن سنگھ ہاڑا بھی جنھوں نے بڑا جوش اور دلیری بتائی تھی، بڑی جی داری سے لڑے تھے، جو بڑے امیر تھے فنا کے گریبان میں سر جھکا گئے۔ ان کے ساتھ اور بہت سے لوگ عدم کے راستے پر چل پڑے تھے۔ اس قیامت خیز منظر کو دیکھ کر شاہی لشکر کی سطوت کا مشاہدہ کر کے راجا رائے سنگھ سسودیہ، راجا سجان سنگھ چندراوت اور دوسرے لوگ مہاراجا

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

جسونت سنگھ کے لشکر سے الگ ہو کر اپنی اپنی فوجوں کے ساتھ اپنے جھنڈے اور طبل لے کر اپنے اپنے وطن کو روانہ ہو گئے۔

اس دوران شہزادہ محمد مراد بخش نے برانغار (فوج کا پچھلا حصہ) سے آکر مہاراجا جسونت سنگھ کی چھاؤنی پر یلغار کر دی، اس کو لوٹنے لگے۔ اس بات سے مخالف کے لشکر کے سرداروں میں اور زیادہ ہلچل مچ گئی۔ مہاراجا اپنی تمام شوکت وحشمت کے باوجود اپنی بہادری اور شجاعت کے دعوے کے باوجود عالمگیر کے اقبال کی یہ طاقت دیکھ کر دشمن کو پامال کرنے والا غصہ دیکھ کر تاب نہ لا سکا اور بھاگ جانے کی عار پسند کر کے اپنے مقام جودھپور کا راستہ پکڑ لیا۔ بیت:

اس طرح بھاگا وہ ڈر کے اور ہو کر کے ہراس
زنار کو بھی توڑ ڈالا اس نے بھاری جان کر

اس کے بعد تو قاسم خاں اور دوسرے امیر سردار بھی فرار ہو گئے۔ سارا توپ خانہ، خزانہ، ہاتھی، گھوڑی اور دوسری چیزیں عالمگیر کے بہادروں نے ضبط کر لیں، سب پر قبضہ کر لیا۔ نظم:

بہادر جنگ سے فارغ ہو گئے تو انھوں نے دشمن کی چھاؤنی لوٹنا شروع کر دی۔ دشمنوں میں جو بھی قسمت والے تھے، انھوں نے کہا کہ سامان چھوڑ کر جان بچا کر بھاگ گئے۔ بہت سے تیز رفتار گھوڑے ہاتھ لگے۔ ان سب کے پیر خون سے مہندی کی طرح سرخ ہو رہے تھے۔ مست ہاتھی پکڑ لیے گئے۔ وہ ہاتھی ایسے مست تھے جیسے مست دیو ہوتا ہے۔

القصہ ایسے بھاری لشکر، بے پناہ فوجیں، عظیم الشان راجا جن کے پاس بھاری توپ خانہ، بے شمار سامان، پہاڑ جیسے ہاتھی اور جنگ کے بہت زیادہ اسباب وآلات تھے اورنگ زیب عالمگیر کی ہیبت اور صلابت سے جانوروں کے اس گلہ کی طرح بکھر گئے جن پر کسی شیر نے حملہ کر دیا ہو، جیسے گھنے بادل ہوا چلنے سے پھٹ جاتے ہیں، منہزم اور پراگندہ ہو گئے۔ اورنگ زیب کے آدمیوں کو آسمانی فتح حاصل ہو گئی۔ ایسی فتح حاصل ہوئی جو پرانے زمانہ کی کامیابیوں کا سرنامہ بن سکے۔ بادشاہ کے حکم سے گنتی کی گئی تو قریب مرنے والے چھ ہزار شخص شمار ہوئے۔ نیم جان اور زخمیوں کا تو کوئی حساب ہی نہیں۔ جہاں بلند پرواز باز اُڑ رہا ہو وہاں کبوتر کے ہوا میں اُٹھنے کا مقصد اس کی موت کا آجانا ہے۔ جہاں شیر شکار کھیل رہے ہوں وہاں حقیر

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

لومڑی کا سامنے آنا اپنی جان سے ہاتھ دھونا ہے۔ نظم:

جو کبوتر عقاب کے پر مارنے لگے تو شاید اسے اپنا سر دینے کی جلدی ہوتی ہے۔ اگر گیدڑ نر شیر پر پنجہ اُٹھائے تو وہ اپنی قسمت کے سر کو جھکا دیتا ہے۔ اور جہاں شیروں نے پنجے نکالے ہوں وہاں کیا مجال کہ لومڑی لڑنے کو آسکے۔ بھلا پودنا یہ کب کر سکتی ہے کہ باز کی برابری کر سکے۔ جو چکور نغمہ سرائی کرتی ہے وہ شاہین کو شکار کرلے اس بات میں شک ہے۔

القصہ اس کامیابی اور نصرت کے بعد عالمگیر نے فتح کے شادیانے بجانے کا حکم دیا اور یہ حکم بھی صادر کیا کہ لشکر منصور کا کوئی شخص مہاراجا کا تعاقب نہ کرے، سب اپنی اپنی جگہ ہیں۔ عالمگیر نے خدا تعالیٰ کی اس مہربانی کا شکرانہ ادا کیا۔ ظہر کی نماز جنگ کے میدان میں جماعت کے ساتھ ادا کی۔ شہزادہ محمد مراد بخش نے بارگاہ میں آکر مبارکبادی اور کورنش کی رسم ادا کی۔ عالمگیر دن ڈھلنے تک وہاں ہی رہا۔ مغرب کی نماز کے بعد دولت خانہ میں آکر ٹھہرا۔ شہزادہ محمد مراد بخش کو اس کی خدمت کے صلے میں پندرہ ہزار اشرفیاں اور چار ہاتھی عطا کیے۔ شہزادہ محمد سلطان کو پنج ہزاری ذات اور پانچ ہزار سوار میں اضافہ کر کے اصل اور اضافہ مل کر گیارہ ہزاری ذات اور بارہ ہزار سوار ہو گئے، سرفراز کیا۔ نجابت خان ولد شاہ رُخ مرزا کو خانِ خاناں بہادر سپہ سالار کے خطاب اور ایک لاکھ روپیہ کے انعام سے سربلند کیا۔ میر ضیاء الدین حسین کو جسے ہمت خان کا خطاب ملا ہوا تھا اسلام خان کا خطاب عطا کیا۔ ملتفت خاں کو اعظم خان کا خطاب دیا اور اس کی دیوانی کا مرتبہ بڑھا دیا۔ اسماعیل خاں خویشگی کو جان باز خاں اور نیک محمد خاں خویشگی کو دین دار خان کا خطاب دیا۔ دوسرے امیروں کے بھی ان کے مرتبہ کے مطابق منصب بڑھا دیے اور اچھے انعاموں سے سرفراز کیا۔ دوسرے دن شہر اُجین کے بالائی علاقہ میں خیمہ لگائے۔ یہاں تین دن قیام کیا اور ممالک کے امور کا بندوبست کر کے چوتھائی لشکر کے ساتھ ستائیس رجب کو اکبر آباد کی طرف کوچ کیا اور منزل منزل مسافت طے کرتا ہوا چل دیا۔

دارا شکوہ کے احوال

شاہجہاں کی بارگاہ میں راجا جسونت سنگھ کی شکست کی خبر پہنچ گئی۔ اس وقت بادشاہ کی

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

بیماری میں کچھ افاقہ ہوگیا تھا۔ گرمی کا موسم تھا۔ اس موسم میں طبیبوں نے اکبرآباد کی بہ نسبت شاہجہاں آباد کی آب و ہوا بادشاہ شاہ جہاں کے لیے زیادہ بہتر تجویز کی تھی۔ لہٰذا حضرت اعلیٰ داراشکوہ کی مرضی کے برخلاف اٹھارہ رجب کو ہی اکبرآباد سے شاہجہاں آباد کی طرف روانہ ہو چکا تھا۔ اس مہینے کی بائیس تاریخ کو راجا جسونت سنگھ نے اُجین کے علاقے میں شکست کھائی تھی۔ دو شعبان کو بلوچ پور کے علاقہ میں شاہجہاں کے خیمے لگے تھے۔ راجا جسونت سنگھ کے شکست کھا کر آنے اور عالمگیر اور محمد مراد بخش کے بارگاہ میں آنے کے ارادے سے روانہ ہونے کی اطلاع ملی۔ داراشکوہ کی درخواست پر شاہجہاں بلوچ پور سے ہی واپس لوٹ آیا اور نو شعبان کو اکبرآباد میں منزل کی۔ داراشکوہ پورے لشکر کے ساتھ جنگ کی تیاری کرنے لگا۔ جتنے بھی امیر بارگاہ میں موجود تھے انھیں اور دوسرے شاہی منصب داروں کو جن جن کو صوبوں اور شاہی فوجداری محال سے بلانا ممکن تھا سب کو بارگاہ میں طلب کرلیا۔ ہر ایک کو اپنی طرف مائل کرنے کے لیے ان کی دل جوئی کی۔ تھوڑے سے دن میں ہی سلطنت کے امیر سپاہی سوار پیادے نئے پرانے سب لوگ تقریباً ساٹھ ہزار سوار فراہم ہوگئے۔ شاہی اسلحہ خانہ میں سے جتنے ہتھیار کی ضرورت تھی لے لیے۔ خزانہ میں سے جتنا پیسہ چاہیے تھا اُٹھالیا اور لشکریوں میں تقسیم کردیا۔ نظم:

نادانی سے اس کے دماغ میں وہ خیال آیا جس نے آخر اسے برباد کردیا۔ اس کے
دماغ پر تاج حاصل کرنے کا پاگل پن سوار ہوگیا تھا۔ لہٰذا خزانہ کے دروازے کھول کر
لشکر اکٹھا کرلیا۔ خزانہ کو سپاہی اکٹھے کرنے میں برباد کردیا اور اپنی پریشانی کو اور
آسان بنالیا۔

معظم خاں کے بیٹے محمد امین خاں کو جو بادشاہ کی بارگاہ میں چھوٹا دیوان تھا اس تہمت سے کہ معظم خاں نے خود کو جان بوجھ کر دکن میں عالمگیر کے ہاتھوں گرفتار کروایا ہے، قید کردیا۔ حضرت اعلیٰ شاہجہاں نے داراشکوہ کو لشکر کشی اور جنگ آزمائی سے بہت منع کیا۔ کہا کہ وہ بھی تو میرے ہی بیٹے ہیں۔ ان کے آنے میں کیا حرج ہے۔ مگر چونکہ داراشکوہ کے ادبار کا وقت آ گیا تھا اس نے یہ نصیحتیں قبول کرنے کے کانوں سے نہیں سنیں۔ بیت:

بھاگ ابھاگے جس کے ہوں
ناکرنی وہ کرتا ہے

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

اس نے سولہ شعبان مطابق تین اروی بہشت ماہ الٰہی کو خلیل اللہ خاں، قباد خاں، امام قلی، نوری بیگ اور رام سنگھ راٹھور کو جو شاہی ملازموں میں سے تھے اور اپنے لشکر میں سے داؤد خاں، عسکر خاں اور دوسرے لوگوں کو ہراول کے طور پر مقرر کیا کہ دھول پور پہنچ کر اس علاقے کے زمینداروں کی رہنمائی میں چنبل کے راستوں کا ضابطہ کریں۔ خود اپنے چھوٹے بیٹے شہپر شکوہ، شاہی لشکر اور اپنے آدمیوں کے ساتھ پچیس شعبان کو اکبرآباد سے نکل کر دھول پور سے پانچ منزل کی دوری پر پہنچ گیا۔ اس علاقے کے زمینداروں کی رہنمائی میں چنبل ندی کے جہاں جہاں اُتھلے ہونے کا گمان تھا وہاں پر اپنا ضابطہ بٹھا دیا۔ پھر اپنے بڑے بیٹے سلیمان شکوہ کے آنے کا انتظار کرنے لگا، جو اس کی طلب پر محمد شجاع کا کام تمام کرکے تیزی سے چلا آرہا تھا۔ کچھ دن اسی میں گزار دیے۔ اس بات سے غافل تھا کہ خدا کی عنایتوں کا لشکر اور ایزدی توفیق کی توہین جس شخص کی مددگار اور معاون ہوں دریا یا پہاڑ اس کے سامنے رکاوٹ نہیں بنتے۔

اورنگ زیب کی داراشکوہ سے جنگ اور اس کا فتح پانا

کارگاہ قضا وقدر کے ناظموں اور کارخانۂ تقدیر کے کارپردازوں نے پہلے ہی جہاں داری اور حکومت کا تخت اورنگ زیب کے نام متعین کر دیا تھا۔ اس کے نام اس بات کی فال بھی ہے اور اس کے معنی میں اس کی قطعی دلیل اور حجت بھی ہے۔ اب تک اس کے انتظار میں اس تخت کو برقرار رکھا تھا تاکہ جس کی یہ امانت ہے اس کے سپرد کرکے سبکدوش ہو جائیں۔ چنانچہ اب وہ وقت آگیا کہ وہ تخت حکومت اس کے جلوس سے زیب و زینت حاصل کرے۔ لہٰذا شہود کی جلوہ گاہ میں اس امر کے پیش کرنے کے اسباب ظاہر کر دیے۔

اورنگ زیب اُجین سے روانہ ہو کر اٹھائیس کوچ اور تین مقام کرکے آٹھ شعبان کو گوالیار کے علاقے میں آکر ٹھہرا۔ چنبل ندی پار کرنے کا خیال تھا اور اس کی گزرگاہوں پر داراشکوہ کے آدمیوں کا ضابطہ تھا۔ لہٰذا اس ندی کو آسانی سے پار کرنے کا تصور تک نہ تھا۔ اس وقت خدا کی مدد سے حضرت خضر اس کے راہبر بن گئے۔ یعنی اس علاقے کے ایک زمیندار نے گوالیار سے دائیں طرف بیس کوس کی دوری پر بھدوریہ کی گزرگاہ کا پتہ بتایا کہ وہ جگہ لشکروں کے پار کرنے کے قابل ہے اور داراشکوہ نے ابھی تک اس کا ضابطہ نہیں کیا ہے۔ عالمگیر یہ

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

خوشخبری سن کر خوش ہو گیا۔ اس نے نجابت خاں، صف شکن خاں اور ذوالفقار خاں کو متعین کیا کہ توپ خانہ کے ساتھ اس راستے سے چنبل پار چلے جائیں۔ یہ مذکورہ لوگ رات کو ہی چل پڑے، بہت تیزی سے راستہ طے کر کے صبح کو جب شعبان کی آخری تاریخ تھی کسی کی مزاحمت کے بغیر اس گزرگاہ سے پار چلے گئے۔ اورنگ زیب بھی گوالیار سے کوچ کر کے راستہ طے کر کے رمضان کی پہلی تاریخ کو اسی گزرگاہ سے پار کر گیا۔ داراشکوہ اورنگ زیب کے لشکر کے اتنی چستی اور چالاکی سے مذکورہ ندی کے پار آ جانے سے جو تصور سے بڑھ کر تھا، حیران رہ گیا۔ ڈرتے ڈرتے بڑے اندیشوں کے ساتھ دھول پور سے مقابلہ کے لیے روانہ ہوا۔ صفیں مرتب کر لیں۔ حضرت اعلیٰ شاہجہاں نے اس وقت بھی داراشکوہ کو جنگ چھوڑنے اور خاطر مدارات کرنے کی نصیحت کی۔ جسمانی کمزوری اور اضمحلال کے باوجود اس جنگ کی آگ بجھانے کے لیے سخت گرمی کے موسم میں پانی کے راستے سے جا کر اس جنگ کو روکنا چاہا۔ اس اچھے ارادہ سے اس نے پیش خانہ کو باہر نکالا مگر داراشکوہ اس بات پر راضی نہیں ہوا۔ اس نے بادشاہ کی روانگی میں تاخیر اور التوا کی کوشش کی اور جنگ کرنے میں جلدی کی۔

مگر وہ وقت آ گیا تھا کہ دُنیا کو روشن کرنے والا عالمگیری آفتاب حکومت کے اُفق سے طلوع ہو اور داراشکوہ کی بدنصیبی کا ستارہ بے رونقی کے گڑھے میں ڈوب جائے۔ مصلحت کی یہ باتیں داراشکوہ کے کان میں کیسے پہنچ سکتی تھیں اور کس طرح خیر و صواب کے راستے پر چلتا۔ القصہ اورنگ زیب نے چنبل ندی کو پار کر کے لشکر کے آرام کرنے کے لیے جس نے لمبی مسافت طے کی تھی دو دن قیام کیا اور جب داراشکوہ کے آنے کی خبر ملی تو مسلسل کوچ کرتا ہوا آٹھ رمضان کو راجپورہ کے علاقے میں اکبرآباد سے دس کوس کی دوری پر داراشکوہ کے لشکر سے ڈیڑھ کوس کے فاصلے پر پڑاؤ کیا۔ داراشکوہ نے اسی دن عالمگیر کے لشکر کی خبر ملتے ہی صف بندی کر لی۔ اپنی چھاؤنی سے تھوڑا آگے نکل کر نشان کھڑے کر دیے۔ اپنی مسلح فوجوں کے ساتھ پورا دن جھلس دینے والی گرم ہوا اور آگ کی طرح تپتے ہوئے میدان میں بسر کیا۔ یہ اُن سپاہیوں کے ساتھ بڑی زیادتی ہوئی۔ داراشکوہ کا لشکر تو سایہ پرورد اور آرام پسند تھا۔ بہت سوں کی زندگی ہی گرمی کی شدت، پیاس کے غلبہ اور پانی کی کمی سے لبریز ہو گئی۔ آفتاب غروب ہونے کے وقت جب اس کے ادبار کی شام قریب آ گئی تھی اس میدانِ جنگ سے منہ موڑ کر واپس اپنے

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

مقام پر چلا گیا۔ اس اندھیری رات کو عالمگیر کے فیروزی لشکر نے احتیاط برتی۔ بقیہ اور حکومت کی آنکھوں کو غفلت کی نیند سے لگنے ہی نہیں دیا۔ صبح تک فوج آرائی اور معرکہ پیرائی کا انتظام کرتے رہے اور نصرت و اقبال کی صبح طلوع ہونے کے منتظر رہے۔ صبح دم صف بندی کر کے توپ خانہ اور مست ہاتھیوں کو مناسب جگہ پر کھڑا کر دیا۔ شہزادہ محمد سلطان اور نجابت خاں دوسرے امیروں کے ساتھ ہراول میں مقرر ہوئے۔ ذوالفقار خاں اور صف شکن خاں کے اہتمام میں توپ خانہ تھا۔ یہ ہراول سے آگے متعین ہوئے۔ برانفار کی سرداری شہزادہ محمد اعظم کے نام قرار پائی۔ ان کے سپاہی اسلام خاں، اعظم خاں اور دوسرے نامور سرداروں کے ساتھ چھوڑ دیے گئے۔ شہزادہ محمد مراد بخش نے جرانفار کی صف آرائی کی۔ شیخ میر اور سیّد میر جنگ جوڑوں کی فوج کے ساتھ التمش کی سرداری کے لیے متعین ہوئے۔ بہادر خاں بہادروں کی فوج کے ساتھ دائیں طرف لگائے گئے۔ خان دوراں مشہور دلیروں کے لشکر کے ساتھ بائیں طرف مقرر ہوئے۔ خواجہ عبداللہ خاں قراول قرار پائے۔ اورنگ زیب خود فریدون جیسی حشمت و شوکت کے ساتھ شہزادہ محمد اعظم کو لے کر پہاڑ جیسے ہاتھی پر سوار ہو کر قول کی رونق بنا۔ بہت سے نامور سردار اورنگ زیب کی رکاب میں رہنے کی سعادت سے بہرہ مند ہوئے۔ میدانِ جنگ میں ایسے جوش خروش کے ساتھ اپنے عزم کے پرچم لہرائے کہ زمانے کی آنکھ نے بڑے بڑے بادشاہوں کی جنگ میں بھی ایسا معرکہ نہیں دیکھا ہوگا۔ ستاروں کے لشکر کے سپہ سالار نے بھی ایسی ترتیب اور آراستگی کے ساتھ آسمان کے میدان میں تاروں کا لشکر نہیں بڑھایا ہوگا۔

اُدھر داراشکوہ بھی اپنے انتظام میں لگا ہوا تھا۔ اس نے اپنا توپ خانہ برق انداز خاں کی سرداری میں دائیں طرف اور بادشاہی توپ خانہ حسین بیگ خاں کی سرداری میں بائیں طرف لشکر کی صفوں کے آگے رکھا۔ رائے بیر سال ہاڑا کو جو بہت بڑا راجا تھا اور شجاعت و دلیری میں ممتاز تھا جنگوں میں جس کی ثابت قدمی اور استقلال کے مسلمان، راجپوت سب ہی قائل تھے داؤد قریشی، عسکر خاں بخشی اور بہت سے راجپوتوں کے ساتھ ہراول میں مقرر کیا۔ خلیل اللہ خاں میر بخشی کو ان کے بیٹے کے ساتھ اور ابراہیم خاں ولد علی مردان خاں کو اسماعیل بیگ کے ساتھ اور اسحاق بیگ اور اس کے بھائیوں کو برانفار میں جگہ دی۔ سلطان سپہر شکوہ اور رستم خاں بہادر فیروز جنگ کو جو بڑے سرداروں میں سے تھے اور قاسم خاں اور دوسرے شاہی ملازموں کو

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

جرانفار میں متعین کیا۔ راجا جے سنگھ کے بیٹے کنور رام سنگھ اور کرت سنگھ اور دوسرے راجپوت التمش میں مقرر ہوئے۔ میمنہ، میسرہ، دائیں بائیں پر اور مشہور سردار لگائے گئے۔ داراشکوہ کچھ مشہور امیروں کے ساتھ قول میں رہا۔ دو پہر کے قریب دونوں طرف سے بان، توپ اور بندوقیں داغی جانے لگیں۔ ماحول دھویں کے بادلوں سے اندھیرا ہوگیا اور دُنیا والوں کی آنکھیں دھویں کی کثرت سے جلنے لگیں۔ توپوں کی سخت گرج سے آسمان کے کان سنسنانے لگے۔ شیر دلوں کے پتے بھی پھٹنے لگے۔ کوہ شکن توپوں نے جان لینے کے ارادہ سے دھاڑنا شروع کر دیا۔ زمین آسمان لرزنے لگے۔ اژدر دہن بندوقیں جانوں کو ڈسنے لگیں۔ بانوں کے شہاب نے جانوں کو آگ لگا دی۔ بندوقوں کے گراب اولوں کی طرح مخالفوں کے سروں پر برسنے لگے۔ رفتہ رفتہ تیر تلوار کی نوبت آ گئی۔

داراشکوہ کے اُس جرانفار سے جس کا سردار سپہر شکوہ تھا، رستم خاں بہادر توپ خانہ کے سامنے آ کر بہادری سے لڑنے لگا۔ رستم خاں کا ہاتھی مستی کے ساتھ چلا آ رہا تھا کہ بان کی ضرب سے گر پڑا۔ توپ اور بندوق کی مار سے بھی اس کے بہت سے ساتھی ہلاک ہو گئے۔ رستم خاں نے جب یہ دیکھا کہ توپ خانہ کے سامنے کوئی کامیابی نہیں ہو رہی ہے تو ادھر سے باگ پھیر لی اور برانفار کی طرف پہنچ کر بہادر خاں کی فوج سے جو دائیں طرف تھی لڑنے لگا۔ بہادر خاں زخمی ہو گیا۔ بہادر سپاہی اس کو دفع نہ کر سکے۔ ان کے قدم اُکھڑنے والے تھے کہ اسی وقت شیخ میر کی طرف سے اسلام خاں آ گیا اور مردانگی کی داد دینے لگا۔ میدانِ جنگ کی خاک بہت سے بہادروں کے خون سے سرخ ہوگئی۔ اس لڑائی میں رستم خاں بہادر موت کے تیر کا نشانہ بن گیا۔ سپہر شکوہ یہ حال دیکھ کر فرار ہو گیا۔ داراشکوہ میں جنگ کے قواعد، کارزار کا دستور، رزم آرائی کی رسم اور سپہ داری کے لوازم کی سمجھ نہیں تھی۔ رستم خاں کے تیر لگنے کے بعد وہ بھی سپہر شکوہ کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ لشکر منصور کے توپ خانے اور ہراول کے سامنے سے چلنے لگا۔ اپنے توپ خانہ سے آگے نکل گیا۔ عالمگیر کے لشکر کی توپ اور بندوق کے خوف سے گھبرا رہا تھا۔ ثابت قدم نہیں رہ سکا۔ ایک طرف مڑ کر اپنے دائیں جانب متوجہ ہوا۔ داراشکوہ کا ہراول مراد بخش کی فوج کے سامنے آ گیا۔ خلیل اللہ خاں نے بھی حملہ کیا۔ بڑی جرأت سے جنگ کرنے لگا۔ اس مڈبھیڑ میں مراد بخش کو تیر کے کچھ زخم لگ گئے۔ وہ راجپوتوں کے محلّہ کی وجہ سے کچھ پیچھے ہٹ

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

گیا۔ عالمگیر نے یہ حالت دیکھ کر اپنی سواری کا رُخ داراشکوہ کی طرف موڑ دیا۔ اس دوران جن بہادر راجپوتوں نے محمد مراد بخش کو ہزیمت دی تھی وہ بہادری کے ساتھ اورنگ زیب کے لشکر کے قلب پر حملہ آور ہوگئے۔ بہت سخت جنگ ہوئی۔ ظالم آسمان نے ایسی سخت جنگ کا منصوبہ بنایا تھا۔ ایسی سخت مار پڑ رہی تھی کہ بڑے بڑے بہادر بید کی طرح کانپ رہے تھے۔ آسمان کا شہسوار یعنی عالم تاب آفتاب بھی سمت الراس تک پہنچ کر اس جنگ کے خوف سے آگے بڑھنے سے کترا رہا تھا اور جنگ کے منظر کا تماشہ دیکھ رہا تھا۔ نظم:

> ظالم تلوار نے جدائی پیدا کر دی تھی۔ سر دھڑ سے اور دھڑ کفن سے جدا تھے۔ جب دو تلواریں قینچی کی طرح لپک اُٹھتیں تو درمیان میں تیر آ کر سی دیتا تھا۔ زرہ کے اندر اِدھر اُدھر اس طرح ہاتھ وغیرہ پڑے تھے جیسے کوئی جال ہو اور اس میں یہ چیزیں ایک جگہ پڑی ہوں۔ ظالم تلوار نے اتنی جانیں نکالیں کہ نو پنجرہ (نو آسمان) روح کے پرندوں سے بھر گئے۔

مرتضیٰ خاں، ذوالفقار خاں اور دین دار خاں نے بڑی جدوجہد کی، سخت مردانگی اور بہادری دِکھائی، زخمی ہو گئے۔

اگرچہ اورنگ زیب کے ملازموں نے سخت جنگ کی، شجاعت اور مردانگی کی داد دی، جنگ وجدال میں اُونچا نام کیا، مگر راجپوتوں نے بھی بڑا جوش، مردانگی، دلیری دِکھائی۔ عجیب طرح کی سپاہ گری کا مظاہرہ کیا۔ چنانچہ رائے نبیر سال ہاڑا اور رائے رام سنگھ راٹھور اور دوسرے راجپوت اپنی مردانگی اور جرأت سے عالمگیر کے قول کے قریب پہنچ کر رستمانہ جنگ کرتے ہوئے ملک عدم کو سدھار گئے خاص طور پر راجا رام سنگھ راٹھور جو مشہور تھا سب سے آگے بڑھ کر اورنگ زیب کی سواری کے ہاتھی تک پہنچ کر اپنے جوش اور بہادری کا مظاہرہ کرنے لگا۔ عالمگیر نے اس کی بہادری دیکھ کر اپنی رکاب کے ملازموں کو اس کے ہلاک کرنے سے روک دیا۔ مگر عقیدت کیش بہادروں نے اس کی بہادری کو مدنظر نہیں رکھا۔ اس بے باک کو اپنی ہمت کی تلوار سے ہلاک کر ہی ڈالا۔ بیت:

پروانہ وار خد کو جلا ڈالا شمع پر
پروانہ جل مرا نہ بجھی شمع دیکھئے

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

داراشکوہ یہ حال دیکھ کر اور رستم خاں، رائے نبیر سال اور راجا رام سنگھ راٹھور کے مارے جانے کی اطلاع پا کر، جو بڑی مدد اور سہارا تھے، تذبذب میں پڑ گیا۔ انتہائی غم سے اس کی ہمت کی کمر ٹوٹ گئی۔ اسی دوران محمد صالح مخاطب بہ وزیر خاں جو اس کا دیوان تھا اور دلیر خاں کا بھائی یوسف خاں جو شجاعت و مردانگی میں دلیر خاں جیسا تھا اور سیّد باہر، اسماعیل بیگ، اسحاق بیگ ولد علی مردان خاں وغیرہ نے ہلاکت کا شربت چکھ لیا۔ اسی وقت اورنگ زیب کے توپ خانہ کے کچھ بان لگاتار داراشکوہ کے قریب آ کر پڑے جیسے کسی شہابِ ثاقب کے کوڑے کسی خبیث دیو کے لگے ہوں۔ داراشکوہ پر خوف و ہراس چھا گیا۔ بالکل ہمت چھوڑ کر ہاتھی پر سے اُتر گیا۔ بغیر کسی ہتھیار کے ننگے پیر گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ داراشکوہ کی اس بے موقع حرکت اور گھبراہٹ سے سپاہیوں نے بھی ہمت چھوڑ دی، وہ بھی پراگندہ اور پریشان ہو گئے، بھاگنے لگے۔ اسی اثنا میں اُس کا ایک خدمت گار جو اس کی کمر پر ترکش باندھا کرتا تھا موت کے تیر کا نشانہ بن گیا۔ داراشکوہ میں ہمت اور شجاعت تو تھی نہیں، یہ دیکھ کر اور زیادہ تاب نہ لا سکا، ناکامی کے ساتھ سپہر شکوہ کو ساتھ لے کر فرار ہو گیا۔ بلند اقبال کے مخبروں نے فوراً یہ خوشخبری اورنگ زیب کو پہنچائی۔ بخت و دولت کے مبشروں نے خیر اندیشوں کو نصرت و فیروزی کی نوید سنائی۔ فتح کے نقاروں کا شور آسمانوں تک پہنچ گیا۔ حکومت کے ملازموں نے مبارکباد دی۔ ابھی بہادری منش دلاوروں کی تلواریں اُجین کی جنگ کے خون میں ہی رنگی ہوئی تھیں۔ میدانِ وفا کے زخمیوں کے زخم ابھی بھرے بھی نہیں تھے۔ خدا کی مدد سے یہ نمایاں فتح اور حاصل ہو گئی۔ بیت:

ملی دونوں فتحیں تھیں یوں ساتھ ساتھ

کہ نصر من اللّٰہ فتح قریب

اورنگ زیب نے حکم صادر کیا کہ لشکر منصور کا کوئی شخص ان مقہور لوگوں کا تعاقب نہ کرے۔ میدانِ جنگ سے اکبر آباد تک دس کوس کی دوری تھی، حریف کے بھاگنے والے لوگ کچھ کچھ قدم پر کاری زخموں، سخت گرمی اور پیاس کی شدت سے جا بجا مرے پڑے تھے اور بہت سے شہر میں پہنچ کر حیات کی فصیل سے موت کے راستے پر چل پڑے تھے۔ قادرِ مطلق کے حکم سے ایسی مرد آزما جنگ میں مخالف کے بڑے بڑے ذیشان امیر، بلند مرتبہ راجا جو سب صاحبِ لشکر فوج تھے اور دوسرے ہزاروں آدمی ہلاک ہوئے اور لشکر منصور میں سے سوائے اعظم

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

خاں کے جو فتح کے بعد موسم کی سخت گرمی کی وجہ سے فوت ہوا تھا اور عیسیٰ بیگ مخاطب بہ سرفراز خاں، ہادی داد خاں اور سیّد دلاور خاں کے اور کوئی کام میں نہیں آیا۔ اسی طرح سوائے بہادر خاں، ذوالفقار خاں، مرتضیٰ خاں، دیندار خاں، عزت خاں اور محمد صادق خاں کے کسی اور سردار کے زخم بھی نہیں لگے تھے۔

القصہ اس ہزیمت کے بعد داراشکوہ بڑے خوف و ہراس کے ساتھ سیماب کی طرح بے قرار اپنے بیٹے اور کچھ نوکروں کے ساتھ شام کے وقت جو دراصل اس کے ادبار کی شام تھی اکبر آباد پہنچا۔ اپنے گھر میں، جس سے سعادت و اقبال جا چکے تھے اُترا۔ شرمندگی اور خجالت سے اس نے اپنے بیگانوں سب سے دروازہ بند کر لیا۔ انتہائی ندامت کی وجہ سے حضرت اعلیٰ شاہجہاں کے پاس تک نہ گیا۔ تین پہر رات انتہائی خوف و ہراس کے ساتھ گھر میں گزاری۔ اسے خود اپنے سایہ سے ڈر لگ رہا تھا۔ عالمگیر کا خوف اس پر کچھ ایسا طاری ہوا تھا، در و دیوار سے اس کو گھبراہٹ ہو رہی تھی، اس نے اس سے زیادہ وہاں ٹھہرنا مناسب نہیں سمجھا۔ آخری رات کو نکل کر شاہجہاں آباد کی طرف روانہ ہو گیا۔ اپنی بیوی اور کچھ مستورات اور سپہر شکوہ کو ساتھ لے لیا۔ تھوڑی سے جواہرات، جڑاؤ آلات اور کچھ اشرفیاں جو اس گھبراہٹ میں اس کو ہاتھ لگ سکیں تھوڑی سی ساتھ لے لیں۔ اس وقت کل بارہ ہزار نفر اس کے ساتھ تھے۔ شکست کی وجہ سے لشکر کا انتظام درہم برہم تھا۔ زیادہ تر لوگ زخمی تھے اور موسم کی سختی سے بیتاب تھے۔ ان کی سواریاں، چوپائے، خیمے، ہتھیار سب لوٹ لیے گئے تھے۔ کسی کو خیال بھی نہیں تھا کہ اتنی جلدی فرار ہونا پڑے گا۔ لہٰذا رات میں کسی نے اس کا ساتھ نہیں دیا۔ صبح کو تھوڑے سے لوگ اپنی ضرورتوں کا انتظام کر کے اس کے پاس پہنچ گئے۔ تین دن میں پانچ ہزار سوار اس کے ساتھ شریک ہوئے، اس کے کارخانہ جات، ہاتھی، گھوڑے اور شوکت و تجمل کا تمام اسباب اکبر آباد میں رہ گیا۔ ابیات:

> اس کا سونا چاندی مال سب رہ گیا۔ اب نہ چمن میں کانٹے تھے اور نہ خزانہ پر سانپ تھا۔ عاریت دی ہوئی دولت و حکومت اس سے واپس لے لی تھی۔ آسمان نے اس کو جو کچھ دیا تھا واپس وصول کر لیا تھا۔

فیروز مند اور نصرت بخش بادشاہ عالمگیر نے بادشاہ حقیقی کا بہت شکر ادا کیا۔ بہت آرام اور

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

سکون سے دارا شکوہ کے خیمے میں اُترا۔ اپنی چھاؤنی آ جانے اور دولت خانہ کا ڈیرا لگنے تک اسی میں رہا۔ شہزادہ محمد مراد بخش کی بہت دیکھ بھال کی، اس پر بڑی عنایتیں کیں۔ اپنی چرب زبانی اور نوازشوں کا مرہم رکھا۔ جراحوں، طبیبوں کو اس کے معالجہ کے لیے مقرر کیا۔ شہیدوں پر مہربانی کر کے ان کو خاک سے اُٹھا کر سپردِ خاک کیا۔ جن لوگوں نے اس مراد آزما جنگ میں سخت جانفشانی کی تھی، جن کی ارادت وعقیدت بادشاہ پر ظاہر ہوگئی تھی، ان کو شاہانہ کرم فرمائیوں سے نوازا۔

دوسرے دن اس مقام سے روانہ ہوا۔ عمارت سموکر میں جمنا ندی کے کنارے ٹھہرا۔ یہاں سے بادشاہ شاہجہاں کی خدمت میں ایک عرضی روانہ کی جس میں صورتِ حال کی تفصیل اور صف آرائی کی معذرت شامل تھی۔ اسی جگہ معظم خاں کا بیٹا محمد خاں بھی عالمگیر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کے منصب ہزاری ذات اور ہزار سواروں میں اضافہ کیا گیا۔ اضافہ اور اصل ملا کر چار ہزاری ذات اور تین ہزار سوار ہو گئے۔ دوسرے دن اکثر امیر اورنگ زیب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دس رمضان المبارک کو باغ نور منزل میں جو ڈیرہ باغ کے نام سے مشہور ہے اور اکبرآباد کے پاس واقع ہے پڑاؤ کیا۔ حضرت اعلیٰ شاہجہاں نے اس کی درخواست کا جواب لکھا اور معہ ایک تلوار کے جس کا نام عالمگیر تھا، فاضل خاں میر سامان کے ساتھ اورنگ زیب کے پاس بھیجا۔ عالمگیر کے آگاہ دل دانشمندوں نے اس سے عالمگیری کی فال نکالی۔ اس وقت محمد مراد بخش کے نوکر اس کے بس سے باہر ہو کر اکبرآباد جا کر لوگوں کا مال لوٹنے لگے تھے۔ عالمگیر کے حکم سے شہزادہ محمد سلطان اور نجابت خاں نے شہر میں جا کر ان ظالموں کو مردم آزاری سے روکا۔ امن وامان کی خوشخبری سنائی۔ شہر والوں کو احسان اور مہربانیوں کی نوید دی۔ چودہ رمضان کو آصف خاں مرحوم کا بڑا بیٹا خانِ جہاں جس کو شاہجہاں نے داراشکوہ کے بہکانے سے قید کر دیا تھا اور دو دن بعد رہا کیا عالمگیر کی خدمت میں حاضر ہو کر سعادت اندوز ہوا۔ اس پر بھی کافی مہربانیاں کی گئیں۔ اسی تاریخ کو شاہجہاں نے خلیل اللہ خاں اور فاضل خاں کی زبانی پیغام بھیجا۔ اورنگ زیب نے بھی فاضل خاں اور خلیل اللہ خاں کی زبانی ہی اس کے پیغام کا جواب بھیج دیا۔ ملکی مصالحت کی بات کہی۔ منشاء اللہ کا بیٹا میر مہران بھی عالمگیر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اکثر امرا باری باری کر کے آ گئے۔ ان پر مہربانیاں کی گئیں۔

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

جب متھرا کے چکلہ کے مفسدوں کی شورش کی اطلاع ملی تو جعفر خاں ولد اللہ بردی خاں (وردی خاں) کو ان کے اصل منصب میں تین ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کا اضافہ کر کے چکلہ کی مہمات کا انتظام کرنے رخصت کیا۔ اٹھارہ رمضان کو شہزادہ محمد سلطان اورنگ زیب کے حکم سے شاہجہاں کی خدمت میں حاضر ہو کر سعادت سے کامیاب ہوا۔ قلعہ کے اندر باہر حفاظت کے لیے اپنے آدمی مقرر کر دیے۔ بادشاہ کے آدمیوں کو ہٹا دیا۔ اُنیس رمضان کو بیگم صاحبہ نے آ کر ملاقات کی۔ چوکھٹ کو چوما۔ عالمگیر نے بارِ عام دیا کہ سب ہی لوگوں کو جو اس کے پاس آنا چاہیں آنے سے نہ روکا جائے۔

شاہی حکم کے مطابق بخشیوں اور لشکر کے عہدیداروں نے مرتبہ شناس کارندوں نے تمام لوگوں کو ان کے درجہ اور منصب کے مطابق ان کے قابل جگہ پر کھڑا کر دیا۔ رائے رایان نے جو اپنی کاردانی اور تجربہ کاری کی وجہ سے تمام اہلِ دیوان کا سر دفتر تھا، سب متصدیوں اور اہل قلم کے ساتھ، اربابِ محاسبات کے ساتھ بارگاہ کی عظیم دہلیز کو چوما۔ ملک و مال کی پوری تفصیل اورنگ زیب کو بتائی اور اس کو جو کچھ حکم دیا گیا اس کی تعمیل کی۔ خزانہ سے چھبیس لاکھ روپیہ داد بخش کو مرحمت کیا۔

نو دن کے قیام کے بعد عالمگیر نے مذکورہ باغ سے کوچ کیا۔ شان و شوکت کے ساتھ ہاتھی پر سوار ہو کر شہر کی طرف روانہ ہوا۔ اس عالم آرا آفتاب کا جمال دیکھ کر اس نوجوان بادشاہ کے دیدار سے لوگوں کی امید کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔ بے فکری اور آسودگی نے آشنائی اور الفت کی بنیاد ڈال دی۔ اس شہر کے باشندوں نے عالمگیر کی بے پناہ مہربانیوں کی برکت سے اس کے عدل و احسان سے نئی جان پالی۔ سب ہی چھوٹے بڑوں نے ہر گوشہ و کنار سے دعا و ثنا کی۔ اپنی زبان حال سے یوں کہا۔ نظم:

> اے مملکت پرور! خدا تیرا مددگار ہو۔ تو سکندر جیسے تخت والا اور دُنیا کا انصاف کرنے والا ہے۔ دُنیا کی میراث تجھے حضرت آدم سے ملی ہے۔ دُنیا کی بادشاہت تیرے لیے ہی مسلّم ہے۔ انسانیت کی حرم کا تو سب سے قیمتی موتی ہے۔ دنیا کے باغ کا تو سب سے عمدہ پھل ہے۔

اورنگ زیب کے قیام سے دارا شکوہ کی عمارتوں کی رونق بڑھ گئی۔ ... سے امیر منصب

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

کے اضافہ سے سرفراز ہوئے۔ ان میں سے خلیل اللہ خاں اصل و اضافہ ملا کر چھ ہزاری ذات، چھ ہزار سوار اور دو گھوڑوں سے سرفراز ہوئے۔ محمد امین خاں بدستور میر بخشی گیری کی خدمت سے سربلند ہوئے۔

عالمگیر کا ارادہ یہ تھا کہ کسی مبارک گھڑی میں حضرت اعلیٰ شاہجہاں کی خدمت میں حاضر ہو۔ اس نے بادشاہ شاہجہاں کو راضی کرنے کی بہت کوشش کی۔ جو واقعات پیش آئے تھے ان کی معذرت چاہی اور غلط فہمی کے جو پردے پڑ گئے تھے انھیں اُٹھانا چاہا۔ مگر چونکہ حضرت اعلیٰ شاہجہاں کی پوری دلی توجہ خسرانِ مآل داراشکوہ کی طرف تھی، اس کی رعایت میں اس نے حکومت کی بھلائی کی طرف سے بھی آنکھیں بند کر لی تھیں۔ اس بے پھل پودے کی تربیت اور اصلاح کی کوشش کر رہا تھا۔ اس لیے راضی نہیں ہوا کہ اورنگ زیب اس کی خدمت میں حاضر ہو۔ عالمگیر نے مجبوراً وقت کے تقاضہ کی وجہ سے خدمت میں پہنچنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ اس دوران داراشکوہ کے شاہجہاں آباد میں مقیم ہونے اور جنگ کے ارادہ سے لشکر فراہم کرنے کی اطلاع ملی۔ اورنگ زیب نے اکبرآباد میں رہ کر تاخیر اور سستی کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ داراشکوہ کے دفع کا پورا پورا پکا ارادہ کر لیا۔ شہزادہ محمد سلطان کو دو لاکھ روپیہ انعام دے کر اکبرآباد میں چھوڑا اور اسلام خاں کو شہزادہ کا اتالیق بنا دیا۔ فاضل خاں میر سامان کو حضرت اعلیٰ شاہجہاں کے حضور میں رہنے اور بہوتات کی مہمات کے لیے مقرر کیا۔ حکیم تقرب خاں کو جو شاہجہاں کے مزاج سے آشنا تھا اس کے علاج کے لیے مقرر کیا اور تین ہزار اشرفیاں عطا کیں۔ ذوالفقار خاں کو اکبرآباد کے قلعہ کی حفاظت کے لیے متعین کیا۔

بائیس رمضان کو اکبرآباد سے شاہجہاں آباد کے لیے روانہ ہو گیا۔ نظم:

ظفر یمین سے نفرت یسار سے آئی
ستارے ساتھ تھے، تھا آسمان یار اس کا
زمین تابع تھی اور تھا فلک بشارت زا
تھی جسم کی شان تو خسرو کا دبدبہ اس کا

پہلے دن بہادرپور میں اقبال مند لشکر نے خیمے ڈالے۔ اسی دن شہزادہ محمد اعظم اورنگ زیب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے پانچ اشرفیاں اور چار ہزار روپیہ نذر کیے۔ بادشاہ

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

(اورنگ زیب) اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اسے گلے سے لگالیا۔ بہادر پور میں ایک دن قیام رہا۔ وہاں سے گھاٹ سانی کی بستی میں پڑاؤ کیا۔ یہاں سے خانِ دوراں کو الٰہ آباد کا قلعہ مسخر کرنے کے لیے روانہ کیا۔ اس قلعے پر داراشکوہ کے امیر سیّد قاسم بارہہ نے ضابطہ کرر کھا تھا۔ قاسم خاں کو مراد آباد کی فوج داری کے لیے بھیجا۔ یہ محال بڑا مفسد خیز تھا۔ داراب خاں کو صوبہ اودھ کی صوبہ داری اور عبدالنبی کو اٹاوہ کی فوجداری کے لیے متعین کیا۔ تیس رمضان کو جب باغ سلیم پور میں خیمے لگے ہوئے تھے بہادر خاں کے اصل منصب میں اضافہ کر کے چار ہزاری ذات اور دو ہزاری سواروں سے نواز کر نصرت مند لشکروں کے ساتھ داراشکوہ کے تعاقب کے لیے مقرر کیا۔ اس منزل میں عید کا مبارک چاند نظر آ گیا۔ اس نے پوری دُنیا کو خوشی، شادمانی کے نور سے عشرت و کامرانی کی کرنوں سے نورانی بنا دیا۔ خوشیوں کے نقارے بجنے لگے۔ مبارک انداز میں مبارکبادی کا شور گونج اُٹھا۔ اس خوشی کے دن آصف خاں کے بڑے بیٹے خانِ جہاں عرف شائستہ خاں کو امیر الامرا کے خطاب اور سات ہزاری ذات، سات ہزار سوار، دو گھوڑے انعام اور ایک محال جس کی قیمت دو کروڑ دام تھی مرحمت کیے۔ بارگاہ کے دوسرے ملازموں کو بھی منصبوں میں اضافہ اور انعام سے نوازا۔ دلیر خاں جو سپہر شکوہ کے پاس سے آیا تھا وہ بارگاہ کی ملازمت سے سرفراز ہوا۔ اسے پانچ ہزاری ذات اور پانچ ہزار سوار سے بھی نوازا۔ عبداللہ خاں ولد سعید خاں کو بھی جو سلیمان شکوہ کے ساتھ تھا 'سعید خاں' کا خطاب دیا اور شاہانہ مہربانیاں بھی کیں۔ عبداللہ بیگ ولد علی مردان خاں کو اور دوسرے امیروں کو جو سلیمان شکوہ کا ساتھ چھوڑ کر آئے تھے، شاہی ملازمت سے مشرف ہوئے۔

شہزادہ محمد مراد بخش کا قید ہونا

چونکہ والا اقتدار بادشاہ ظلِ الٰہی ہوا کرتے ہیں اس لیے سلطنت کا جلیل القدر معاملہ اور خلافت جیسا شغل جس کا رتبہ الوہی درگاہ جیسا ہوتا ہے یہ چاہتا ہے کہ اس میں بھی کوئی ساجھے دار شریک نہ ہو۔ یہ درجہ عدیل اور سہیم ہے، مستغنی و بے نیاز ہے۔ بیت:

جو شخص ظلِ الٰہی ہو، اس کا شریک ہونا بھی شریکِ حق کی طرح محال ہے۔ ملک میں
بس ایک ہی شہنشاہ ہوا کرتے ہیں یکتا موتی ہی تاج میں جڑنے کے قابل ہوتا ہے۔

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

قضا و قدر کے کارفرمانے جہاں داری و حکمرانی کا منشور خدیو کیہان عالمگیر کے نام لکھا تھا۔اس کی قدسی صفات ذات کو سلطنت اور شہر یاری کی فرد میں یکتائی بخشی تھی۔اسی لیے سرکار کو مشاکرت کے نقص سے بری کرنا چاہا۔شرکت اندیش مدعیوں کو حرمات نصیب بنادیا۔اس کے چمن دولت اور گلشن حکومت کو دعویداروں کے بے ثمر درخت سے صاف کردیا۔ٹھیک اسی طرح خسران مآل شہزادہ محمد مراد بخش کا حال ہوا، وہ اپنی خودسری اور بے حوصلگی سے دولت سلطنت میں شریک ہونے کا دعوے دار تھا۔ چتر تخت اور فرماں روائی کے تمام لوازم اپنے ساتھ رکھتا تھا۔اس نے جب یہ دیکھا کہ سلطنت کا معاملہ عالمگیر کے لیے مقرر ہو گیا ہے،حکومت کے حل وعقد کے تمام معاملات اس کے قبضہ واقتدار میں آ گئے ہیں تو حسد کا پسینہ اس کی پیشانی پر چمکنے لگا۔خوش آمدیوں اور فتنہ جویوں کا بہکاوا اس کے پاگل پن اور غرور میں شامل ہو گیا۔خزانہ ساتھ نہ ہونے اور تنخواہ دینے کی کوئی صورت نہ ہونے کے باوجود لشکر بڑھانے کا خیال کرنے لگا۔ کچھ ناعاقبت اندیش امیروں کو بھی طرح طرح سے اپنی طرف مائل کرلیا۔انھیں منصب اور خطاب عطا کردیے۔غرض سرکشی اور شورش کے تمام اسباب کرلیے۔دماغ میں فاسد خیالات کو جگہ دے دی۔ جب اکبرآباد سے شاہی لشکر روانہ ہونے لگا تو اس نے اس معاملہ میں ڈھیل برتی۔اس نے یہ پیغام بھیجا کہ اس شورش کے شروع میں یہ طے پایا تھا کہ داراشکوہ پر فتح پانے کے بعد خزانے اور ملک آدھے آدھے تقسیم ہوں گے۔اب وعدہ پورا ہونا چاہیے۔عالمگیر نے کہا کہ اب تک داراشکوہ کی مہم پوری نہیں ہوئی ہے۔اس کے پورے ہونے کے بعد قرارداد کے مطابق عمل ہوگا۔ابھی تو غنیم پر جاؤ۔ابھی ایسے خیالات دماغ میں لانا مناسب نہیں ہیں۔ بہرحال اسے اپنی طرف مائل کرلیا۔وہ اکبرآباد سے روانہ ہوکر فیروزمند لشکر کے پیچھے پیچھے آرہا تھا اور موقع کا بھی منتظر تھا۔داراشکوہ پر فتح حاصل ہونے کے بعد اب تک اورنگ زیب کے پاس نہیں آیا تھا۔اب اورنگ زیب نے سوچا کہ کسی بھی طرح اس بے وقوف کو گرفتار کر کے اس کی شورش کو ختم کیا جائے۔

چنانچہ یہ سوچ کر جب چار شوال کو علاقہ متھرا میں ڈیرے لگے ہوئے تھے۔اس دن شہزادہ محمد مراد بخش کو جو بارگاہ میں حاضر تھا اپنی حسن تدبیر سے گرفتار کرلیا اور اس طرح مخلوق کو اس کی شورش وفساد سے رہائی دلائی۔رات کے دو پہر بعد اس کو شیخ میر اور دلیر خاں کے سپرد کردیا کہ

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

قلعہ شاہجہاں میں لے جا کر قید کر دیں۔ دوسرے دن راجا جے سنگھ کچھواہہ جو سلیمان شکوہ کا ساتھ چھوڑ کر آیا تھا اور اس کا بیٹا کرت سنگھ جو دارا شکوہ کی جنگ کے بعد اپنے وطن واپس چلا گیا تھا اور راجا جسونت سنگھ کا بھتیجا رائے اور ابراہیم خاں ولد علی مردان خاں جو دارا شکوہ کی شکست کا بعد جوانی کے جوش میں اپنا بھلا برا نہ جانتے ہوئے مراد بخش کے ہمراہ ہو گئے تھے۔ یہ سب آ کر آستان بوسی کی سعادت سے مشرف ہوئے۔ اور دوسرے بادشاہی امیر بھی جو مراد بخش کے ساتھ تھے بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔ انھیں خلعتوں سے نوازا گیا۔ اس طرح اس کے کل سپاہی لشکری جو سابق والاحق (سینئر جونیئر) ملا کر بیس سواروں کو شاہی حکم کے مطابق سرکاری بخشیوں سے معائنہ کروایا۔ سب ہی مناسب منصبوں سے سرفراز ہوئے اور پھر اورنگ زیب منزلیں طے کرتا ہوا باغ رعنے واقع شاہجہاں آباد میں پہنچ گیا۔

دارا شکوہ کے بقیہ احوال وکوائف

دارا شکوہ اکبر آباد سے فرار ہو کر پانچ ہزار سواروں کے ساتھ چودہ رمضان کو شاہجہاں آباد پہنچ گیا تھا۔ پرانے شہر کے قلعہ میں جو اپنی خرابی اور بے رونقی کے اعتبار سے اس کے پڑاؤ کے مناسب تھا الو کی طرح اسی ویرانہ میں اُترا۔ جنگ کے ارادہ سے سامان کی تیاری کے لیے سپاہی، گھوڑی، ہاتھی اور بادشاہی سرکار اور امیروں کا جو بھی سامان اسباب ہاتھ لگتا اسی پر قبضہ کر لیتا تھا۔ اس نے اپنے بیٹے سلیمان شکوہ کو لکھا کہ وہ پٹنہ سے معہ بادشاہا امیروں کے شاہجہاں آباد آ جائے۔ اس نے آس پاس کے صوبوں اور فوج داریوں میں اپنے منشور بھیج کر وہاں کے امیروں اور سرداروں کو بھی اپنے پاس بلا لیا۔ اس کا بیٹا آ نہ سکا اور برسات کا موسم آ گیا۔ اس نے سوچا کہ بارش کی کثرت سے کیچڑ پانی کی وجہ سے راستہ بند ہو گئے ہوں گے اور لاہور پہنچنا ہی، جو گوشۂ عافیت ہے، محال ہے۔ اسی دوران اکبر آباد سے شاہجہاں آباد کی طرف عالمگیر کے لشکر کی روانگی کی خبر سنی، لہٰذا مرعوب اور خوف زدہ ہو گیا۔ اکیس رمضان کو دہلی سے لاہور کے لیے روانہ ہو گیا اور سلیمان شکوہ کو لکھا کہ اگر ہو سکے تو پورب کے راستے سے ندی پار آ کر فوراً سہارنپور میں یا سرہند میں مل جائے۔

سرہند پہنچ کر اس نے راجا ٹوڈرمل متصدی کے مال پر دست درازی شروع کر دی۔ راجا

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

دور اندیشی سے لکھی جنگل میں کہیں کسی گوشے میں چلا گیا تھا۔ اس نے راجہ ٹوڈرمل کا تقریباً بیس لاکھ روپیہ جو کہیں کہیں گڑا ہوا تھا اور منتظموں نے اس کا پتہ بتادیا تھا نکال کر قبضہ کرلیا۔ شیخ ندی کے کنارے پہنچ کر تمام گزرگاہوں کی کشتیاں فراہم کرلیں اور ندی کو پار کر کے اُن کشتیوں کو توڑ کر ڈبو دیا۔ داؤد خاں قریشی کو جو بڑے سرداروں میں سے تھا ایک لشکر کے ساتھ ہلون ندی پر چھوڑ کر یہ سوچا کہ برسات کا موسم ہے، راستے کیچڑ پانی سے بند ہیں۔ پانی کی طغیانی کی وجہ سے ندیاں اُتھلی نہیں ہیں۔ لہٰذا جب تک برسات کا موسم ختم نہیں ہو جائے گا راستہ صاف اور دریا پایاب نہ ہو جائیں گے تب تک اورنگ زیب کے پرچموں کی لاہور کی طرف روانگی نہیں ہوگی اور اس عرصہ میں لاہور پہنچ کر بادشاہی خزانہ کو جس میں ایک کروڑ روپیہ موجود ہے اور اس کا اسلحہ خانہ، توپ خانہ اور دوسرے کارخانہ جات شان وشوکت کے اسباب سب کو لے کر فوج اکٹھی کر کے جنگ وجدال کے لیے تیار ہو جائے۔

اس ارادہ سے ستلج ندی کے کنارے لشکر کو چھوڑ کر روانہ ہو گیا۔ سترہ شوال کو لاہور پہنچ کر بادشاہ کے قلعہ میں داخل ہوا۔ اس صوبہ کے آس پاس کے لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کے لیے لطف ومہربانی اور احسان کے وعدوں کے خط بھیجے۔ اس علاقہ میں ہر جگہ ہر قوم اور قبیلہ کے لوگوں کو نوکری کی ترغیب دلائی۔ اسی طرح ملتان، ٹھٹھ اور بھکر کے زمینداروں اور فوجداروں کو بھی ان سب کو جو اس کے محالات سے متعلق تھے، اور پشاور اور کابل کے لشکروں کو بھی کہ مہابت خاں اس ولایت کا حاکم تھا، خلعتیں بھیجیں اور اپنی طرف متوجہ کیا۔

لاہور میں جو بادشاہی خزانہ تھا اس پر، اسلحہ خانہ پر اور دوسرے محکمہ جات پر قبضہ کر کے سپاہیوں اور لشکریوں کو بے دریغ دے رہا تھا اور اس طرح جنگ کے اسباب کی تیاری کا پختہ ارادہ کرلیا تھا۔ تھوڑے دنوں میں ہی بیس ہزار سوار اکٹھے ہو گئے۔

نورپور کا زمیندار راجا راج روپ اورنگ زیب کی صف آرائی سے پہلے حضرت اعلیٰ شاہجہاں کے فرمان سے اپنے مقام سے اکبرآباد کے لیے روانہ ہو چکا تھا۔ دہلی اور سرہند کے راستے کے بیچ میں وہ داراشکوہ سے مل گیا۔ اس کے ساتھ لاہور پہنچ گیا۔ بھنبرہ اور خوشاب کا فوج دار خنجر خاں نے بھی اس کے باتوں پر فریفتہ ہو کر اس سے آ کر ملاقات کی۔ اور روز بروز اس کے ساتھ رفاقت اور اقتدار کا معاملہ بڑھتا گیا۔ اگر اورنگ زیب کے لشکر کی آمد کے رعب

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

سے ذرا بھی مہلت مل جاتی تو اس بات کا زیادہ امکان تھا کہ تخت سلطنت پر متمکن ہو جاتا۔
لگا تار نئے آنے والوں کے بہکانے سے خطوط لکھ لکھ کر بھیج رہا تھا۔ صوبہ جات کے امیروں اور راجپوتوں کو جو اپنے اپنے علاقے میں تھے اورنگ زیب سے مخالفت اور سرکشی کے مضمون پر مشتمل شورش افزائی کے خط لکھے۔ مصلحتاً شہزادہ محمد شجاع سے بھی مصالحت کی بات کرتے ہوئے دوستی اور پرانی باتوں کے ازالہ کا مظاہرہ کیا۔ برادرانہ انداز کے خط لکھے، اس کو بھی روانگی حرکت اور لشکر کشی و سپاہ آرائی کی ترغیب دی۔ یہ مقرر کیا کہ دارا شکوہ خود جب پنجاب میں شورش کرتے تب وہ بھی بنگال سے الٰہ آباد کی طرف روانہ ہونے کے پرچم بلند کردے۔ پختہ وعدہ وعیدہ کے ساتھ قسمیں کھائیں کہ مدعا حاصل ہونے کے بعد ملک اور مال برابر تقسیم کرلیں گے۔ دارا شکوہ کے اس افسوں نے محمد شجاع پر اثر کیا۔ اس نے بنگال سے لشکر کشی کردی۔ یہ واقعات اپنی جگہ لکھے جائیں گے۔

القصہ اگرچہ دارا شکوہ بظاہر سامانِ جنگ کی تیاری کی کوشش کررہا تھا مگر دل ہی دل میں اورنگ زیب کے رعب سے مغلوب اور ہراساں بھی تھا۔ وہ عالمگیر کے لشکر سے جنگ کرنا اپنے حوصلہ اور طاقت سے باہر سمجھ رہا تھا۔ اس نے ملتان اور قندھار جانے کا ارادہ کرلیا۔ وہ یہ بات اپنے قریبی رازداروں سے اشارۃً کہا کرتا۔ لوگوں نے اپنی عقل سے جان لیا کہ جب اورنگ زیب کے لشکر ادھر آئیں گے تو دارا شکوہ کوئی جرأت دِکھائے بغیر فرار کی وادی میں قدم رکھ لے گا۔ اس لیے اس سے الگ ہوجانے کا ارادہ کرلیا۔ چنانچہ راجا راج روپ اس بہانہ سے کہ اپنے وطن جا کر لشکر اور سپاہیوں کی تیاری کروں اور کوہستان کے زمینداروں کا دل اپنی طرف مائل کروں، روانہ ہو کر الگ ہوگیا۔ مصلحتاً اپنے بیٹے اور وکیل کو لاہور میں چھوڑ گیا۔ چند روز بعد اس کا بیٹا بھی اُٹھ کر چلا گیا۔ اسی طرح گرو ہررائے بابا نانک کا سجادہ نشین جو بھاری لشکر کے ساتھ آیا تھا، لشکر فراہم کرنے کے بہانے سے نکل کر چلا گیا۔ اس طرح اکثر لوگ الگ ہوگئے۔ دارا شکوہ اپنے بڑے بیٹے کے آنے کے انتظار میں لاہور میں ٹھہرا رہا۔

دارا شکوہ کے بڑے بیٹے علی خاں شکوہ کے احوال

یہ شاہ بردہ شجاع کی ہزیمت کے بعد دارا شکوہ کی طلب پر اجا جے سنگھ اور دلیر خاں کے

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

ساتھ بہت تیزی سے آ رہا تھا۔ الٰہ آباد سے تین منزل دور جانے کے بعد داراشکوہ کی ہزیمت کی خبر سنی تو اس کے لشکر کی جمعیت پر تفرقہ کے پتھر پڑ گئے۔ گھبراہٹ اور خوف سے اس کے پیر بھی اُکھڑ گئے۔ راجا جے سنگھ کو بلا کر مشورہ کیا۔ راجا نے صلاح دی کہ تمھارے ساتھ لشکر ہے ہی، دہلی کی طرف جا کر فوراً باپ کے پاس پہنچ جاؤ اور اگر نہ جا سکو تو مناسب یہ ہے کہ الٰہ آباد واپس چلے جاؤ۔ صحیح صحیح خبر آنے تک وہاں رہو۔ سلیمان شکوہ نے راجا کو ساتھ چلنے کے لیے بہت کہا مگر اس نے عاقبت اندیشی سے اس کی بات کو نہ مانا، نہ ساتھ ہوا، نہ صحیح صحیح صاف جواب دیا۔ اپنے مقام پر آ گیا اور پھر اس کے پاس نہیں گیا۔ شہزادہ سلیمان شکوہ نے دوسرے دن ٹھہر کر دلیر خاں سے مشورہ کیا۔ خان مذکور نے صلاح دی کہ واپس الٰہ آباد لوٹ جاؤ۔ گنگا ندی پار کر کے افغانوں کے ٹھکانے شاہجہاں پور چلو۔ وہاں سے افغانوں وغیرہ کا لشکر اکٹھا کر کے جیسا کچھ حالات کے مناسب ہو کرو۔ اس شرط پر اس کا ساتھ دینا بھی قبول کر لیا۔ راجا کو اس بات کا پتہ چلا۔ اس نے دلیر خاں کو اس بات سے کیونکہ اس میں صرف اس کی اور اس کے قبیلے کی خانہ خرابی تھی، روک دیا اور اورنگ زیب کے پاس چلنے کے لیے اپنے ساتھ ملا لیا۔ قرارداد کے مطابق سلیمان شکوہ نے دوسرے دن الٰہ آباد کی طرف کوچ کر دیا۔ دلیر خاں بہانہ کر کے اسی جگہ ٹھہرا رہا۔ بادشاہ کے اور دوسرے ملازم اور داراشکوہ کے نئے نوکر بھی جو اس مہم کے دوران نوکر ہوئے تھے سلیمان شکوہ کا ساتھ چھوڑ بیٹھے۔

ان حالات سے حیران ہو کر اس نے اُس جمعیت کے ساتھ جو اس کے ہمراہ تھی دہلی کی طرف متوجہ ہونا چاہا۔ باقی بیگ مخاطب بہ بہادر خاں نے جو داراشکوہ کے بڑے ملازموں میں سے تھا سلیمان شکوہ کا اتالیق اور اس کے لشکر کا سردار تھا، دہلی جانا پسند نہیں کیا۔ آخر صلابت خاں کے ہمراہ جو داراشکوہ کی دولت کا پروردہ تھا۔ الٰہ آباد کی طرف روانگی کر دی۔ اُن دنوں تقریباً چھ ہزار سوار اس کے ہمراہ تھے۔ اس نے سات دن الٰہ آباد میں قیام کیا۔ ہر وقت کوئی نئی تدبیر سوچا کرتا۔ ہر لمحہ ہر کسی کے مشورہ پر روانگی کا طے کرتا، ہر شخص الگ ہی صلاح دیتا، ہر جماعت الگ تدبیر کرتی۔ کچھ لوگ مشورہ دیتے کہ پٹنہ جا کر محمد شجاع سے صلح اور دوستی کر لو۔ دونوں ساتھ مل کر شورش کرو۔ بارہہ سادات جو داراشکوہ کے بڑے سردار تھے اور دوآب کے درمیان جن کا وطن تھا، وہ مشورہ دیتے کہ دوآب جا کر سہارنپور کے راستے سے پنجاب

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

میں ہمارے پاس آ جاؤ۔ اس لیے ضرورت سے زیادہ مال اور کارخانہ جات اور کچھ مستورات کو الٰہ آباد کے قلعہ میں چھوڑ کر اور سیّد قاسم بارہہ کو جو دارا شکوہ کے بڑے سرداروں میں سے تھا اس قلعہ کی حفاظت کے لیے وہاں چھوڑ دیا۔ گنگا ندی پار کر کے منزلیں طے کر رہا تھا۔ ہر منزل پر اس کے اور اس کے باپ کے نوکر الگ ہو جاتے اور اس کی جمعیت تتر بتر ہو گئی۔ یہاں تک کہ اس نے پرگنہ مدنہ میں جو بیگم صاحبہ کی جاگیر میں تھا، وہاں کے کروری اور اس کے متعلق لوگوں کو گرفتار کر کے یہاں کے باشندوں کے مال پر دست درازی شروع کر دی۔ دو لاکھ سے زیادہ روپیہ وصول کر لیا۔

سلیمان شکوہ کو گنگا ندی کی کسی بھی گزرگاہ کو پار کرنے کی مجال نہیں ہوئی۔ اس نے بھوانی داس (بخشی)، بیوتات کو سری نگر کے حاکم کے پاس، جس سے اس کی دوستی تھی دریا پار کرنے کے لیے کشتیاں لانے کو بھیجا اور اس سے مدد بھی چاہی۔ وہ خود چاندی گھاٹ پر ٹھہر گیا۔

اس دوران امیر الامرا فدائی خان نے فیروز مند لشکروں کے ساتھ آ کر چاندی گھاٹ کے سامنے پڑاؤ ڈالا۔ سلیمان شکوہ مقابلہ کی تاب نہ لا سکا۔ ناامیدی اور گھبراہٹ سے مغلوب ہو کر سری نگر کے پہاڑ کو اپنا مامن سمجھا۔ چاندی گھاٹ سے کوچ کر کے سری نگر کی طرف روانہ ہو گیا۔ راجا کے آدمی آ کر اسے کوہستان میں لے گئے۔ راجا نے آ کر ملاقات کی اور کہا کہ میری ایک چھوٹی سی ولایت ہے، جتنا لشکر تمھارے ساتھ ہے اس کی گنجائش نہیں ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی ہے کہ ہاتھی گھوڑے اور دوسرے جانوروں کا ندی پار کرنے کا راستہ نہیں ہے۔ اگر آپ یہاں رہیں تو سپاہیوں کو رخصت دے دیں۔ اپنے اہل وعیال اور تھوڑے سے نوکروں کے ساتھ یہاں بسر کر لیں۔ باقی بیگ، بہادر خاں سخت بیمار تھا، وہ بیماری کی وجہ سے جدا ہو گیا اور کوہستان سے نکل کر فوت ہو گیا۔ سلیمان شکوہ نے بدھنہ کے کروڑی کو جو بے قصور سیّد تھا، کچھ فتنہ انگیزوں کے بہکانے سے ختم کر ڈالا۔ سات آٹھ دن بعد وہ اپنی تدبیر کے بارے میں مشورہ کر رہا تھا۔ سری نگر جانے کے بارے میں جو وہاں کے زمیندار نے کہا تھا متفکر تھا۔ اس کے نوکر اس کی حالت سے ناامید ہو چکے تھے مگر کوہستان کے راستے وہاں کے زمیندار کے اختیار میں تھے، اس لیے جدا نہیں ہو سکتے تھے۔ دل میں کپٹ رکھ کر اس سے کہتے کہ جس طرح راجا بتا رہا ہے اسی طرح سری نگر جانا احتیاط سے دور ہے اور اورنگ زیب کا لشکر ادھر پار

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

نہیں آ سکتا۔ ابھی تو کسی کے لیے راستہ نہیں ہے۔ لہٰذا جس راستے سے آئے ہیں اسی راستے سے الٰہ آباد چلے چلیں۔ سیّد قاسم قلعہ دار کا ایک خط بتایا کہ محمد شجاع بنگال سے الٰہ آباد کے لیے آ رہا ہے۔ تم بھی واپس لوٹ آؤ۔ ان حالات میں سلیمان شکوہ نے سری نگر جانا موقوف کر دیا اور وہاں کے راجا سے معذرت چاہ لی۔ اپنے کچھ جواہرات اور مرصع آلات اسے دے کر جس راستے سے آیا تھا الٰہ آباد لوٹ گیا۔ پھر بدہنہ پہنچا۔ اس کے آدمیوں نے اپنے بھلے کے لیے اسے یہ مشورہ دیا تھا۔ انھیں موقع مل گیا اور اکثر لوگ اس سے الگ ہو گئے۔ کل سات سو سوار اس کے ساتھ رہ گئے۔ وہ بھی الگ ہونے کی فکر میں تھے۔ اب سلیمان شکوہ کوہستان سے نکل آنے پر پچھتایا۔ اس نے جان لیا کہ اس طرح تو جب کہ لشکر کی صورتِ حال یہ ہے الٰہ آباد نہیں پہنچا جا سکتا۔ مجبوراً پھر سری نگر کا ارادہ کیا۔ بدہنہ سے واپس چل پڑا۔ قاسم خاں تازہ تازہ مراد آباد پہنچا تھا۔ وہ اسے گرفتار کرنے کے ارادہ سے بدہنہ آ گیا۔ اس کے پہنچنے سے پہلے سلیمان شکوہ کوچ کر گیا تھا۔ گرتا پڑتا سری نگر کے پہاڑ کے نیچے پہنچ گیا۔ اس دن اس کے تمام ساتھی اس سے الگ ہو گئے۔ اس سراسیمگی کے عالم میں اس کے ساتھ بس اس کی بیوی، کچھ مستورات اور تھوڑے سے جواہرات جڑاؤ آلات رہ گئے۔ راجا کے آدمی آ کر اسے سری نگر لے گئے۔

اورنگ زیب کا جہاں بانی کے تخت پر متمکن ہونا

جب بھی زمانے کے حالات میں خلل واقع ہو جاتا ہے اور دُنیا کا مزاج اعتدال کے راستے سے پھر جاتا ہے تو حضرت آفریدگار، دانائے نہاں و آشکار کی حکمتِ کاملہ یہ کرتی ہے کہ کارخانۂ کون و فساد کے نظام کی تجدید کے لیے حکومت و فرماں روائی کا تاج کسی بختاور کے سر پر رکھ دیتی ہے۔ سلطنت اور جہاں کشائی کے اختیار کی لگام اس کے قبضہ و اقتدار میں دے دیتی ہے تاکہ ملک و ملت اس کے سایۂ عاطفت میں خلل اور نقصان سے مامون رہیں۔ سپاہ اور رعایا اسی کی مہربانیوں میں مطمئن رہیں اور وہ نصیبہ ور اس نیت سے حکومت کے تخت پر قدم رکھتا ہے کہ احکامِ شریعت کو بجالائے۔ فرماں روائی اس ارادہ سے پہنے کہ محتاجی کی وادی کے برہنہ لوگوں کو اپنے احسان و عطا کی پوشاک پہنا دے۔ اپنے حسن تدبیر اور دانش و بینش سے متاعِ ہنر کا خریدار ہو۔ ہنرمندوں کے جوہر کا قدردان ہو۔ ظاہری ملک بھی اس کے فیض و کرم سے

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

معمور ہو اور حقیقی ملک بھی اس کے مبارک وجود سے رونق پذیر ہو۔ الٰہی احکام کو رواج دینے کے لیے عزت و عظمت کا پرچم بلند کرے۔ اپنے تفاخر کے جواہر اور بلندیوں کے موتیوں سے ممالک کو بھی سجادے۔

عالمگیر کی ولادت کی صبح سے ہی اس کی پیشانی پر اِن خوبیوں کی چمک اور اِن اچھائیوں کی دمک جگمگاتی تھی۔ اس پر خدا کی خاص مہربانیاں تھیں۔ لہٰذا آسمانی کارندے خدائی حکمت کے مطابق اس کی آرزوؤں اور تمناؤں کے دروازے لگاتار اس پر کھولتے رہتے تھے۔ اس کی جمعیت اور کامرانی کے اسباب جو کہ حکومت اور جہاں بانی کا وسیلہ ہیں، کرتے رہتے تھے۔ قسمت اس کی ہوا خواہ تھی اور حالات منتظر۔ امید کی آنکھیں انتظار کی راہ پر لگانے ہوئے تھے۔ آسمان اس دل افروز عید کے آنے میں دن گن رہا تھا۔

جمعہ کے مبارک دن ذیقعدہ کی پہلی تاریخ کو سنہ ایک ہزار سڑسٹھ ہجری مطابق گیارہ مرداد ماہ الٰہی کو اغر آباد کی خوبصورت عمارت میں:

وہ رہے تازہ سدا ہی باغِ رضواں کی طرح

سلطنت کے کارندوں نے فرحت و انبساط کی بساط بچھا کر خوشیوں کے چمن کی مجلس ترتیب دی اور دُنیا والوں کے لیے مسرتوں کے دروازے کھول دیے۔ نظم:

دنیا از سرِنو مجلس آرا ہوگئی۔ زمین نگینہ کی طرح سونے کی گود میں آ گئی۔ خوشی کے مارے پھول کی طرح دنیا کے ہونٹ ہنسنے سے بند نہیں ہو رہے تھے۔

اور پندرہ گھڑی بائیس پل گزرنے کے بعد اس کام بخش، بیدار بخت، ہوشیار دل بادشاہ نے تختِ سلطنت پر جلوس کیا۔ اس طرح تخت و تاج کا مرتبہ بڑھا دیا۔ نظم:

وہ شہنشاہی کے تاج پر بیٹھ گیا۔ اس کو ظلِ الٰہی ہونے کا شرف حاصل تھا۔ اس شہنشاہ نے تخت کی زینت بڑھا دی اور اقبال مندی اس کے تخت کے نیچے رہنے لگی۔ اس کے قدموں سے تخت خود تاج بن گیا۔ وہ اپنے اپنے آپ کو آسمان کے برابر سمجھنے لگا۔

نقاروں اور شادیانوں کی صدائیں اور خوشیوں و مسرتوں کے ڈھول اور رنگ زیب کے بھلا چاہنے والوں کے کان نواز نے لگیں۔ محفل میں موجود لوگ تہنیت کے زمزموں کے آہنگ

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

میں دعاؤں کے ترانے گائے گئے۔ رفیع القدر امیر اور سردار تسلیمات کرنے لگے، مبارکباد دینے لگے۔ اس آسمان مرتبہ تخت کے چاروں طرف اپنے اپنے منصب و مرتبہ کے مطابق صفیں باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ فلک رتبہ تخت عالمگیر کے جلوس مقدس سے سعادت پذیر ہو گیا۔ سات پروں والا تاج اس مرتدین جیسے سر پر سج کر کامیاب تمنا ہو گیا۔ شاہی فضل کے خلعت خانے میں سے رنگ برنگے لباس اور پوشاکوں نے انجمن والوں کو سنوار دیا۔ نیازمندوں کی آرزوؤں کا دامن زر پاشی اور بخشش سے مالا مال ہو گیا۔ نظم:

اس شاہی محفل میں لوگوں کے دل اور آنکھیں بھر گئیں۔ خزانہ خالی ہو گئے۔ اس گردوں اساس انجمن میں خلقتوں کی عطا سے تمام لوگ سورج کی طرح زریں لباس ہو گئے۔

وقت کے تقاضہ کی بنا پر اورنگ زیب نے اس جشن کی رسمیں مختصر قرار دی تھیں۔ سریرآرائی کی اکثر ضروری رسمیں جلوس ثانی میں ادا کی تھیں۔ اس بابرکت جلوس میں سکہ، خطبہ اور خطاب کا تعین نہیں ہو سکا تھا۔ انھیں دوسرے جلوس کے لیے ملتوی رکھا۔ نام دار امیر اور سردار وقت کے تقاضہ کی وجہ سے اس جلوس کے شایانِ شان پیش کشیں ادا نہ کر سکے۔ اپنے مرتبہ کے مطابق نذر گزارنے اور پیشکش ادا کرنے کی رسم فرصت کے وقت کے لیے جب دشمنوں کی مہم سے فراغت حاصل ہو جائے تب کے لیے قرار دی۔ اس جشن میں شہزادہ محمد اعظم جسے اب تک کوئی منصب نہیں ملا تھا۔ دس ہزاری ذات کے منصب اور چار ہزار سواروں سے سرفراز ہوا۔ دوسرے امیر بھی منصبوں میں اضافہ، خلعتوں میں ہاتھی، گھوڑوں اور دیگر عطاؤں سے سرفراز ہوئے۔ میر سرفراز حسین ولد اصالت خاں کو افتخار خاں کا خطاب اس کے بھائی میر ابراہیم حسین کو ملتفت خاں کا خطاب ملا۔

اس وقت اطلاع ملی کہ ابراہیم خاں ولد علی مراد خاں کا گوشہ نشینی کا ارادہ ہے۔ لہٰذا اس کے لیے ساٹھ ہزار روپیہ سالانہ مقرر کیے اور اس کو منصب سے معزول کر دیا۔ یہ سابق میں اکثر اورنگ زیب کے لشکروں کا امیر الامرا مقرر ہوا تھا۔ اور دوآب بھی گیا تھا کہ سلیمان شکوہ کو ندی پار نہ کرنے دے۔ اب چودہ ذیقعدہ کو مزید احتیاط کے طور پر شیخ میر، دلیر خاں، صف شکن خاں متعین ہوئے کہ اگر سلیمان شکوہ ندی پار کہیں موقع پاکر گنگا ندی کو پار کرنا چاہے تو یہ لوگ جمنا پار

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

نہ کرنے دیں، اسے جمنا کے ادھر نہ آنے دیا جائے۔

عالمگیر کے لشکر کی داراشکوہ کے دفاع کے لیے لاہور کو روانگی

جب اورنگ زیب حکمرانی کے تخت پر جلوس کے جشن، ممالک کے انتظام میں سپاہیوں اور رعایا کے بندوبست اور سلیمان شکوہ پر فوجوں کی تعینی سے فارغ ہو گیا تو داراشکوہ کے فتنہ کے دفع کے لیے پنجاب کی طرف پرچم لے جانے کا پختہ ارادہ کیا۔ اس سلسلے میں تاخیر کرنا تدبیر کے خلاف تھا۔ برسات کا موسم ہونے کی وجہ سے پانی کیچڑ کی کثرت تھی۔ جہاں کشا لشکروں کا عبور کرنا مشکل کیا ناممکن تھا۔ اگر راستہ طے بھی کر لیں تو ستلج اور روپاس ندیوں کو بغیر کشتیوں کے اور اُتھلے پن کے بغیر اور جب ساتھ میں غنیم کی مدافعت و ممانعت بھی ہو تو کسی کے خیال میں ممکن نہیں لگتا تھا۔ ان سب سے قطع نظر ایک بات یہ بھی تھی کہ اس سال اورنگ زیب کے لشکر نے بہت محنت مشقت کی تھی۔ دور دراز راستے طے کیے تھے۔ کچھ دن ٹھہرے اور آرام کیے بغیر موجودہ لشکروں کے سفر کی تکلیفوں سے آسائش پائے بغیر یورش کرنا سخت دشوار تھا۔ اکثر امیروں کی بھی یہ تجویز نہ تھی کہ اس موسم میں ایسا کیا جائے۔ نظم:

لشکر کے لوگوں کی مخدہ زینیں ابھی تک پسینہ میں بھیگی ہوئی تھیں اور گھوڑے دُبلے تھے۔ ابھی کسی کے جسم کی تھکن بھی نہیں اُتری تھی۔ گھوڑوں کی راستے کی تکلیف ختم بھی نہیں ہوئی تھی۔

عالمگیر کو ان آرام طلبوں کی ظاہری رائے اور مشورے منظور نہ تھے۔ غیبی فرشتہ کے بتانے سے سات ذیقعدہ مطابق سترہ مرداد ماہ الٰہی کو صبح کے قریب جو کہ آسمانی فیض کے نور کا وقت ہوتا ہے۔ اغر آباد باغ سے روانگی کے لیے رکاب میں پیر رکھ دیے۔ اور پنجاب کی طرف چل پڑا۔ اس دن جعفر خاں کے منصب میں اصل و اضافہ کے ساتھ چھ ہزاری ذات اور چھ ہزار سواروں سے جن میں چار ہزار سوار دو گھوڑے والے تھے اور مالوہ کی صوبہ داری سے سرفراز ہو کر بارگاہ سے رخصت ہوئے۔ اس کا بڑا بیٹا نام دار خاں نقارہ کی عنایت سے ممتاز ہوا۔ چھوٹے بھائی مرزا کامران کو بھی باپ کے ساتھ دستوری ملی۔

عالمگیر منزلیں طے کرتا ہوا کرنال پہنچ گیا۔ پانی اور کیچڑ کی زیادتی کی وجہ سے دائیں

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

جانب چلا تا کہ اوپر کے راستے سے جس میں کیچڑ اور دَلدل کم ہے، راستہ طے ہو۔ اندری کے پڑاؤ پر بہادر خاں کی عرضی کے مطابق جو داراشکوہ کے تعاقب کے لیے متعین ہوا تھا اور ستلج ندی کی تلون گزرگاہ پر مخالف کے لشکر کے مدمقابل ڈیرے لگائے ہوئے تھا، اطلاع ملی کہ لشکر منصور یہاں سے ندی پار کرسکتا ہے۔ اس ماجرے کی تفصیل یہ ہے کہ داؤد خاں تلون کی گزرگاہ کا بندوبست کررہا تھا، پھر داراشکوہ کی طلب پر لاہور روانہ ہوگیا۔ اس کے بعد روپڑ کے زمینداروں کے بتانے پر بہادر خاں پانی کے اوپری حصے سے پچیس کشتیوں کے ساتھ جاکر جو وہ اپنے ساتھ گاڑیوں پر لے گیا تھا تیار کرکے ایک پہر رات باقی تھی کہ تقریباً اپنے آٹھ سو آدمیوں کے ہمراہ پار چلا گیا۔ ان بہادروں نے کشتیوں سے اُتر کر توپ خانہ کو جو اُن کے ساتھ تھا آگے کرلیا اور ظلمت شعار مخالفوں کی طرف جو داراشکوہ کی جانب سے یہاں متعین تھے روانہ ہوگئے۔ وہ غفلت کے مارے ٹھہر نہ سکے، فرار ہوگئے۔ بہادری کے دریا کے ان مگرمچھوں نے مخالفوں کی جگہ جاکر ڈیرے ڈال لیے۔ ان مقہوروں نے تلون پہنچ کر دوسرے نامرادوں کو اطلاع دے دی۔ وہ لوگ بھی نہ رُکے، وہ بھی وہاں سے اُٹھ کر روانہ ہوگئے۔ جگہ جگہ سے دوسرے لوگ بھی اُٹھ گئے۔ ان سب نے سلطان پور میں اکٹھے ہوکر داراشکوہ کو صورتِ حال لکھی۔ خلیل اللہ خاں نے جو سرائے رائے رایان میں ٹھہرا ہوا تھا، ایک پہر رات گزری تھی کہ بہادر خاں کے ستلج ندی پار آجانے کی خبر سن لی۔ اُس نے فوراً کوچ کردیا۔ سترہ ذیقعدہ کو وہ روپڑ پہنچ کر بہادر خاں سے مل گیا۔ دونوں نے ساتھ مل کر لشکر کو ندی سے گزروادیا۔

اس دوران بارگاہ میں جاسوسوں کے ذریعے سری نگر کے پہاڑوں سے سلیمان شکوہ کے آنے کی خبر ملی۔ شیخ میر اور دلیر خاں اس کا راستہ روکنے کے لیے متعین تھے ہی، وہ درگاہ میں حاضر ہوگئے۔ لہٰذا امیر الامرا کے نام فرمان صادر ہوا کہ گنگا کے کنارے سے اُٹھ کر اکبرآباد میں شہزادہ محمد سلطان کے پاس چلا جائے۔ عالمگیر کے ملازموں نے مرحلہ طے کرکے پچیس ذیقعدہ کو روپڑ کے علاقہ میں ستلج ندی کے کنارے پڑاؤ کیا۔ اس منزل پر راجا جسونت سنگھ نے جو روحین کے واقعہ کے بعد اپنے وطن چلا گیا تھا، راجا جے سنگھ کے وسیلہ سے حاضر ہوکر بندگی کی، زمین پر اپنی نیازمندی کی پیشانی رگڑی۔ مبلغ پانچ سو اشرفی اور ایک ہزار روپیہ بطور پیشکش پیش کیے۔ اس پر خوب مہربانیاں ہوئیں۔ خلعت خاص، ایک ہاتھی، جس کی زربفت کی، جھول اور

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

چاندی کا ساز، جڑاؤ تلوار اور ایک کروڑ دام عنایت ہوئے۔ دو تین دن بعد اسے رخصت کر دیا کہ پرچموں کے واپس آنے تک شاہجہاں آباد میں رہے۔ راجا جے سنگھ اور دلیر خاں اور ان کے پیچھے پیچھے صف شکن خاں بھی بارگاہ سے رخصت ہوگئے کہ جا کر خلیل خاں اور بہادر خاں کے ساتھ مل جائیں اور داراشکوہ کی طرف متوجہ ہوں۔ مقام سانگڑ میں خلیل اللہ خاں اور بہادر خاں جو ندی سے کوچ کر کے روانہ ہوگئے تھے راجا جے سنگھ اور دوسرے امیروں سے مل گئے۔ وہاں سے داراشکوہ کے دفع کے لیے آگے روانہ ہوئے۔

داراشکوہ کا لاہور سے ملتان اور ٹھٹھ کی طرف فرار ہونا

جب داراشکوہ کو خلیل اللہ خاں اور بہادر خاں کے اپنے لشکروں کے ساتھ آسانی سے ستلج ندی پار کرنے کی خبر ملی تو اس نے اپنے لشکر کے سرداروں کو جو تلون کی گزرگاہ سے اُٹھ کر آ گئے تھے لکھا کہ سلطان پور میں ٹھہریں۔ اور داؤد خاں کو متعین کیا کہ ویاس ندی جا کر رُکے اور اگر مناسب ہو تو بیاہ (ویاس) پار کر کے اس لشکر کے ساتھ مل جائے جو سلطان پور میں ہے۔ پھر ساتھ ہو کر اورنگ زیب کے لشکر سے لڑے، اس کا دفاع کرے۔ داؤد خاں گوبندوال پہنچ گیا۔ داراشکوہ کے مشورہ کے مطابق سلطان پور سے لشکر کو خود کے پاس بلا لیا۔ داراشکوہ کو تمام حقیقت حال لکھ دی۔ اس پر داراشکوہ نے ایک بھاری لشکر اور بڑا توپ خانہ سپہر شکوہ کے ساتھ گوبندوال بھیج دیا کہ بیاہ (ویاس) ندی کی گزرگاہوں کا ضابطہ کرے۔ اور جب اورنگ زیب کے لشکر کے قریب آ جانے، روپڑ میں اس کے پرچم پہنچنے اور پڑاؤ کرنے کی خبر سنی تو لاہور میں ٹھہرنے کی تاب نہ لا سکا اور فرار ہوگیا۔ لاہور کے تمام ذخیرے اور خزانے، روپیہ، اشرفی، پیسے، سونا، چاندی، سونے چاندی کی اینٹیں جو ایک کروڑ سے زیادہ ہوں گے، نفیس سامان و اسباب، بادشاہی کارخانہ جات جو کچھ لے سکتا تھا لے لیے۔ اکثر توپیں توپ خانے کا سامان کشتیوں اور جانوروں پر لاد لیا اور بائیس ذیقعدہ کو چودہ ہزار سواروں کے ہمراہ لاہور سے ملتان کے لیے روانہ ہوگیا۔ سپہر شکوہ کو اپنے پاس بلا لیا۔ داؤد خاں کو لکھا کہ کچھ دن گوبندوال میں رہ کر کشتیوں کو جلا دے اور ڈبو دے، پھر وہاں سے اُٹھ کر آ جائے۔ خلیل اللہ خاں اور راجا جے سنگھ کو جب یہ خبر ملی تو وہ بہت خوش ہوئے۔ انھوں نے سب کیفیت بارگاہ میں عرض کر دی اور کچھ لوگوں کو فوراً

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

گوبندوال بھیج دیا کہ اقبال مند لشکروں کے آنے تک دشمن کے ہاتھوں آس پاس کے علاقہ میں جو کشتیاں تلف اور ضائع ہونے سے بچ گئی ہوں ان سب کو اکٹھا کر لیں۔

طاہر خاں، نوری بیگ اور اغر خاں کو لاہور بھیج دیا کہ داراشکوہ اور اس کے ملازموں کا جو مال وہاں ہو وہ سب لے لیں اور شہر کی نگہبانی کریں۔ کیونکہ لاہور اب حاکم سے خالی ہے۔ وہاں کے باشندوں کو اپنی طرف مائل کریں۔ چھ ذی الحجہ کو طاہر خاں اور دوسرے لوگ لاہور میں داخل ہو گئے۔ پھر خلیل اللہ خاں اور راجا جے سنگھ دوسرے امیروں کے ساتھ اس مہینے کی دس تاریخ کو جب کہ عید الاضحیٰ تھی، لاہور پہنچ کر خیمہ زن ہوئے۔ داراشکوہ کے اکثر نوکر جو اس سے الگ ہو گئے تھے وہ بھی آ کر اس سے مل گئے۔ پھر فرمانِ عالیشان صادر ہوا کہ مذکورہ امیر لاہور میں داخل نہ ہوں اور بلاتوقف داراشکوہ کا تعاقب کریں۔ اس کو کہیں ڈھیل نہ دیں۔ خلیل اللہ خاں اور راجہ جے سنگھ نے گیارہ ذی الحجہ کو کوچ کر کے لاہور کے پرلی طرف الجبرہ میں منزل کی۔ لشکر کے انتظام کے لیے یہاں ایک دن قیام کیا پھر آگے روانہ ہو گئے۔

اورنگ زیب کے لشکر کا داراشکوہ کے تعاقب میں ملتان کی طرف روانہ ہونا

روپڑ کے علاقے میں پڑاؤ کے بعد کچھ دن اس علاقے میں قیام ہوا۔ عید الاضحیٰ کا مسرت بخش تہوار اسی جگہ منایا۔ سولہ ذی الحجہ کو ندی پار کر کے منزل منزل راستہ طے کیا۔ راستے میں راجا راج روپ جو کہ داراشکوہ سے برگشتہ ہو کر اپنے وطن چلا گیا تھا خلیل اللہ خاں اور راجا جے سنگھ کی عرضی کے وسیلہ سے اورنگ زیب کے آستانہ کو چوم کر ملازمت کی سعادت سے بہرہ یاب ہوا۔ اس کو خلعت عطا ہوئی اور منصب میں اصل و اضافہ ملا کر تین ہزار پانچ سو ذات اور تین ہزار سوار سے سرفراز ہوا۔ اسی کے ساتھ ولایت سری نگر کی حدود میں چاندی گھاٹ کی تھانیداری کے لیے متعین ہوا۔ اس کو خلعت عطا ہوئی اور منصب میں اصل و اضافہ ملا کر تین ہزار پانچ سو ذات اور تین ہزار سو سے سرفراز ہوا۔ اس کے ساتھ ولایت سرینگر کی حدود میں چاندی گھاٹ کی تھانیداری کے لیے متعین ہوا تا کہ سلیمان شکوہ کے کوہستان سے نکلنے کے راستے اور اس کے پاس آدمیوں کے جانے کا ضابطہ کرے۔ ان دنوں بہادر خاں کا بڑا بھائی فدائی خاں جو سہارنپور کا فوجدار تھا اور اب تک وہیں رہا کرتا تھا اورنگ زیب کی خدمت میں حاضر ہو کر

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

سعادت اندوز ہوا۔ اس کو خلیل خاں کے پاس جا کر داراشکوہ کے تعاقب کے لیے رخصت کیا گیا۔ عبداللہ بیگ ولد علی مردان خاں کو گنج خاں کے خطاب سے سرفرازی حاصل ہوئی۔ وہ حضوری فوج میں شامل ہو گیا۔ داراشکوہ کے اور بہت سے نوکر اور محمد صادق بخشی بھی اس سے الگ ہو کر عالمگیر کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے اور منصبوں سے سرفراز ہوئے۔ خنجر خاں بھنبرہ کا فوج دار داراشکوہ سے الگ ہو کر عالمگیر کی خدمت میں آ گیا۔ اس کو کوہستان پنجاب کی فوجداری پر متعین کر دیا۔

القصہ اورنگ زیب نے مرحلہ طے کر کے بائیس ذی الحجہ کو بیاہ (ویاس) ندی پر پڑاؤ کیا۔ لشکر نے پل کے راستے اور عالمگیر نے کشتی سے ندی کو پار کیا۔ چوبیس تاریخ کو پٹی ہیبت پور میں خیمے لگائے۔ اس منزل میں خلیل اللہ خاں اور دوسرے امیروں کی عرض داشت سے اطلاع ملی کہ داراشکوہ چودہ ہزار سوار، توپ خانہ اور بہت سے سامانِ جنگ کے ساتھ ملتان پہنچ گیا ہے۔ اس کا ارادہ یہ ہے کہ وہاں ٹھہر کر جنگ کرے۔ لہٰذا ہیبت پور پٹی میں یہ طے ہوا کہ یلغار کرتے ہوئے ملتان کی طرف روانہ ہوں۔ اس منزل سے شہزادہ محمد اعظم، محمد امین خاں میر بخشی، اعتقاد خاں اور معاملات دیوانی کے متصدی رائے رایان کو اور کچھ کارخانہ جات کو لاہور بھیج دیا۔ عالمگیر نے مختصر خیمہ اپنے ساتھ لے کر پچیس ذی الحجہ کو پٹی ہیبت پور سے یلغار کی۔ راجا جے سنگھ لاہور سے آ کر بارگاہ میں حاضر ہو گیا تھا۔ اس کو وطن جانے کی رخصت دے دی۔ بادشاہ کے حکم سے فدائی خاں بھی خلیل اللہ خاں کے پاس سے دربار میں آ گیا۔ اس کو اودھ اور گورکھپور کی فوجداری کے ساتھ اصل و اضافہ ملا کر چار ہزاری ذات اور چار ہزار سوار سے سرفراز کر کے رخصت کیا۔ اُنتیس ذی الحجہ کو مومن پور کے علاقے میں ڈیرے ڈالے گئے۔ اس منزل پر یہ اطلاع ملی کہ داراشکوہ اورنگ زیب کے لشکر کی توجہ کی خبر سن کر ملتان میں ٹھہر نہیں سکا۔ پچیس ذی الحجہ کو ہی بیس قیاموں کے بعد ملتان کے خزانہ سے بائیس لاکھ روپیہ لے کر بھکر کی طرف فرار ہو گیا۔ اس کے اکثر نوکروں نے اس کا ساتھ نہیں دیا، وہ الگ ہو گئے ہیں۔ چاچی خاں بلوچ کچھ آدمیوں کو ساتھ لے کر خزانہ کی کشتیوں پر پہنچ گیا تھا۔ وہ اس کو روکنا چاہتا تھا۔ داراشکوہ کے آدمیوں سے مختصر جنگ بھی ہوئی مگر وہ روکنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ اس کیفیت کے پتہ چلنے پر اورنگ زیب نے مومن پور سے یلغار موقوف کر دی۔ حکم صادر ہوا کہ

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

صف شکن خاں میر آتش اس کا پیچھا کریں۔ داراشکوہ کو ممالک محروسہ سے نکال دیں۔ ازبکون اور اغرو کی جمعیت جو کل چھ ہزار تھے، خان مذکور کی ہمراہی میں مقرر ہوئی۔ اس کو پچیس ہزار اشرفی سپاہیوں کی تنخواہ کے لیے دی گئیں اور خلیل اللہ خاں کے نام فرمان صادر ہوا کہ شاہی لشکر کے ملتان پہنچنے تک ٹھہرا رہے۔

سات محرم سنہ ایک ہزار اڑسٹھ ہجری کو اس مقام پر جہاں راوی اور چناب ندیاں ملتی ہیں ملتان سے تین کوس کی دوری پر شاہی خیمے لگے۔ خلیل اللہ خاں، بہادر خاں، طاہر خاں اور دوسرے تمام امیر جو پہلے سے یہاں آ گئے تھے، وہ سب یہاں بساط بوسی کی عزت سے مشرف ہوئے۔ سیّد موسیٰ گیلانی جو داراشکوہ کی طرف سے ملتان کا حاکم تھا اور سیّد عزت خاں جو داراشکوہ کا بڑا ملازم تھا یہ بھی آستانہ بوسی کے لیے حاضر ہو گئے۔ انھیں خلقتیں عطا ہوئیں۔ تین ہزاری ذات اور پانچ سو سوار سے ممتاز ہوئے۔ داراشکوہ کے تعاقب کے لیے لوگ پہلے سے ہی متعین تھے۔ اب مزید احتیاط کے طور پر شیخ مرزا، شیخ میر، دلیر خاں اور دوسرے امیر جو کل نو ہزار سوار ہوں گے، خاص خنجر، موتیوں کی لڑی اور ایک لاکھ روپیہ انعام دے کر متعین کیے گئے کہ صف شکن خاں کے ساتھ داراشکوہ کو ممالک محروسہ سے نکال دیں۔ عالمگیر نو محرم کو عارفِ یزدانی قطب ربانی شیخ بہاء الدین زکریا کے روضہ کی زیارت کے لیے گیا۔ ان سے ہمت اور مدد چاہی۔ یہاں آتے جاتے وقت زرافشانی سے مسکینوں کی جیبیں بھر دیں۔ ان دنوں شاہنواز خاں کے نام فرمان صادر ہوا کہ یہ اب تک قلعہ برہانپور میں قید تھا۔ اس کو اصل واضافہ کے ساتھ چھ ہزاری ذات اور چھ ہزار سوار، دوگھوڑے والوں سے سرفراز کر کے گجرات کی صوبہ داری کے لیے جو اَب تک مراد بخش کے آدمیوں کے تصرف میں تھا، متعین کیا۔ لشکر خاں کو کشمیر کی صوبہ داری سے ہٹا کر ملتان کی حکومت سے نوازا۔

محمد شجاع کے دفاع کے لیے اورنگ زیب کا ملتان سے واپس دہلی آنا

ملتان کے علاقے میں رہنے کے دوران واقعہ نگاروں کے خطوط سے اطلاع ملی کہ محمد شجاع نے داراشکوہ کے بہکانے سے باطل خیالات کو دماغ میں بسالیا ہے۔ بنگال میں لشکر فراہم کر کے سامانِ جنگ کی تیاری کے ساتھ لڑنے کے ارادے سے روانہ ہو گیا ہے۔ لہٰذا

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

اورنگ زیب نے اپنے لشکر کو داراشکوہ کے تعاقب کے لیے بھکر کی طرف متعین کیا اور خود بارہ محرم سنہ ایک ہزار اڑسٹھ کو ملتان کے اوپری علاقے سے شاہجہاں آباد کے لیے روانہ ہو گیا۔ ملتان کے علاقے میں کل پانچ دن ٹھہرنے کا اتفاق ہوا تھا۔ ان تاریخوں میں حاجی خاں بلوچ جو ملتان کے بڑے زمینداروں میں سے تھا آستانہ بوسی سے کامیاب ہوا۔ خلعت، ہاتھی اور گھوڑے کی عنایت سے سرفراز کر کے اسے وطن کے لیے رخصت کر دیا۔ شاہی لشکر نے منزلیں طے کر کے چوبیس محرم کو اجھرہ کے علاقے میں لاہور کے پاس پڑاؤ کیا۔ جو امیر لاہور میں تھے حاضری کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔ پچیس تاریخ کو اجھرہ سے ہاتھی پر سوار ہو کر شہر لاہور کی طرف متوجہ ہوئے۔ قلعہ کے تتھہ پول دروازے پر پہنچ کر سواری کی حالت میں تھوڑی دیر کھڑا رہا۔ قلعہ کو غور سے دیکھا اور آگے بڑھ کر مسجد وزیر خاں میں جو درمیان میں بنی ہوئی ہے ظہر کی نماز جماعت سے ادا کی۔ تین پہر کے قریب فیض بخش باغ میں جو شالامار کے نام سے مشہور ہے، قیام کیا۔ یہاں خلیل اللہ خاں لاہوری کی صوبہ داری اور ایک کروڑ دام انعام سے سرفراز ہوا۔ اس کا بیٹا میر میران جسے میر خاں کا خطاب ملا ہوا تھا کوہستان کی فوج داری کے لیے مقرر ہوا۔ صوبہ پنجاب کی مہمات کے انتظام اور سپاہیوں کے آرام کی خاطر کچھ دن یہاں قیام کیا۔ یہاں حاجی بقا جو محمد شجاع کا تہنیت نامہ لایا تھا خلعت اور انعام کے عطیہ سے سرفراز ہو کر رخصت ہو گیا۔ صف شکن خاں کے خط سے جو داراشکوہ کے تعاقب کے لیے متعین تھا نوری بیگ اور امام قلی اغر کی کارطلبی کی اطلاع ملی، لہٰذا پہلا ترکتاز خاں اور دوسرا اغر خاں کے خطاب سے سرفراز ہوا۔ قباد خاں کو ٹھٹھ کی صوبہ داری اور منصب میں اصل و اضافہ کے ساتھ چار ہزاری ذات اور تین ہزار سوار شیخ میر کی کمک کے لیے عطا ہوئے۔

عالمگیر محرم کی آخری تاریخ کو فیض بخش باغ سے شاہجہاں آباد کی طرف روانہ ہو گیا۔ ویاس ندی کو پل کے راستے سے پار کیا۔ پھر منزلیں طے کرتا ہوا سرہند پہنچا۔ شہر کے قریب ایک باغ میں پڑاؤ کیا۔ یہاں راجہ ٹوڈرمل کی پیشکش کا معائنہ ہوا۔ اس کو قبولیت کا شرف حاصل ہوا۔ سولہ تاریخ کو تھانیسر میں ڈیرے لگے۔ یہاں شیخ عبدالکریم اور راجا ٹوڈرمل سرہند کے چکلہ کے انتظام کے لیے مقرر ہوئے۔ چار صفر کو مبارک گھڑی میں اغر آباد باغ اورنگ زیب کے پڑاؤ سے رونق پذیر ہوا۔ مہاراجا جسونت سنگھ جو بادشاہ کے حکم سے شاہجہاں آباد میں مقیم تھا اور

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

دوسرے شاہی ملازم خدمت میں حاضر ہو گئے۔ چار ربیع الاوّل سنہ گیارہ سو چار ہجری مطابق نو آذر ماہ کو جب دولت خانہ کے قلعے میں داخل ہونے کی مبارک گھڑی تھی شہنشاہ پہلے شکار گاہ گیا اور سیر و شکار سے لطف اندوز ہوا۔ وہاں سے واپس آیا، قریب دو پہر دن گزر چکا تھا۔ اس وقت سندر باڑی باغ میں جو شہر اور اعز آباد باغ کے درمیان واقع ہے منزل کی۔ تھوڑی دیر وہاں آرام کیا۔ دن کے آخری وقت میں اقبال مندی اور فیروز بختی کے ساتھ چاند سورج کی طرح وہاں سے نکل کر پہاڑ جیسے ہاتھی پر جس پر ایک زرّیں تخت لگایا گیا تھا سوار ہوا اور مصرِ دولت و اقبال کی طرف پرچم لہرائے۔ خوشیوں اور شادمانیوں کے شادیانے نقارے بجنے لگے۔ شوکت وحشمت کی شہنائیوں اور نفیروں کی گونج زمانہ بھر کے کانوں میں گونجنے لگی۔ اورنگ زیب نصرت وظفر کے ساتھ شہر کے بازار میں سے گزرا۔ عصر کی نماز کا وقت ہو گیا تھا لہٰذا جامع مسجد میں اُتر کر جماعت سے نماز ادا کی۔ پھر وہاں سے سوار ہو کر کہ ابھی ڈھائی گھڑی دن باقی تھا، قلعہ مبارک میں اُترا اور اس کو دنیا کا مرکز بنا کر مشرف کر دیا۔

عالمگیر کی تُلائی کا جشن

اس وقت عالمگیر کی عمر چالیس سال ہو گئی تھی اور شمسی حساب سے اکتالیسواں سال شروع ہو گیا تھا۔ چنانچہ بادشاہ کو تولنے کا جشن اپنی مقررہ رسموں کے ساتھ منعقد ہوا۔ سات ربیع الاوّل مطابق بارہ آذر ماہ سن ایک ہزار اڑسٹھ میں یہ دلکشا جشن منایا گیا۔ ایوان کے آسمان مرتبہ غسل خانے میں دن کے ابتدائی وقت میں مبارک گھڑی پر جب میزان فلک کی آنکھیں زمین پر لگی تھیں ترازو کے ایک پلڑے میں بادشاہ کا گوہر مقدس رکھ دیا۔ اس پیکر دولت و اقبال کو جس کی عظمت و بزرگی کی وجہ سے جانوں کے پاک گوہر اور آسمانوں کے خزانوں اور جواہرات سے تولنا بھی اس کی شایانِ شان نہ تھا۔ سونے چاندی اور ان چیزوں سے جن سے تولنے کی رسم تھی وزن کیا۔ پھر اس جشن کی رسموں کی ادائیگی کے بعد عالمگیر ترازو کے پلڑے سے اُتر کر دولت و کامرانی کے تخت پر متمکن ہو گیا۔ اس جشن کے دن بارگاہ کے ملازم ارجن کرم فرمائیوں اور عطاؤں سے منصبوں میں اضافہ، خلعت، تلوار، خنجر، گھوڑے، ہاتھی، نقارہ، علم اور نقد انعامات مناسب، خطاب وغیرہ سے سرفراز ہوئے۔ نجابت خاں ایک بڑے قصور کے سرزد

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

ہونے کی وجہ سے منصب کی تبدیلی، شوکت و اعتبار کے رتبہ سے معزولی اور خانی و سپہ سالاری کے خطاب سے محرومی کے ذریعے معتوب ہو گئے تھے۔ ایک عرصہ تک بارگاہ میں حاضری اور کورنش کی سعادت سے بھی محروم کر دیے گئے تھے۔ اب محفل میں بار پانے والوں کی سفارش سے ان کے قصوروں پر معافی کا خط پھیر دیا گیا۔ انھیں کورنش کی اجازت مل گئی۔ داؤد خاں جو بھکڑ کی حدود میں دارا شکوہ سے جدا ہو کر اپنے قلعہ میں چلا گیا تھا وہ آستانہ بوسی کے شرف سے مشرف ہوا اور چار ہزاری ذات اور تین ہزار سوات کے منصب کی عنایت سے کامیاب ہوا۔ امیر الامرا جو کہ دارالحکومت میں تھا اور راجا جے سنگھ جو اپنے وطن میں تھا اور جعفر خاں صوبہ دار مالوہ، اور خلیل اللہ خاں صوبہ دار لاہور کو خلعتیں ارسال کی گئیں۔ مہابت خاں صوبہ دار کابل کے منصب میں ایک ہزاری ذات کا اضافہ کر کے چھ ہزاری ذات اور پانچ ہزاری سوار کر دیے گئے۔ ان میں سے تین ہزار پانچ سو سوار گھوڑوں والے تھے۔ اسلام خاں دو ہزار کے اضافہ کے ساتھ پانچ ہزاری ذات اور پانچ ہزاری سواروں سے سرفراز ہوا۔ اسے شہزادہ محمد سلطان کی خدمت میں روانہ کر دیا گیا۔ بہادر خاں کو ایک ہزار ذات اور ایک ہزار سوار کے اضافہ کے ساتھ پانچ ہزاری ذات اور چار ہزار سواروں کا فخر حاصل ہوا۔

یہ دن برکت و سعادت کے ساتھ ختم ہو گیا تو بادشاہ کی مرضی سے رات کے وقت جمنا پار مدرسہ کے سامنے آتش بازی کا ہنگامہ ہوا۔ جشن کے آلات و اسباب ترتیب دیے گئے۔ تماشائیوں کی طبیعت خوش ہو گئی۔ عجیب فروغ افزا عشرت کی محفل تھی۔ دوسری رات بھی پانی کے رہے ہی بڑی خوبی کے ساتھ شب چراغاں انجام پائی۔ لوگوں کو بڑی مسرت ہوئی۔ تین دن تک اس جشن کی بساط بچھی رہی۔

عالمگیر نے بارہ تاریخ کو صاحب آباد کی سیر کی۔ شہر کے بیچ میں بیگم صاحبہ نے اسے طراوت و تازگی بخشی تھی۔ دوسرے دن ہمایوں بادشاہ کے روضہ کی زیارت کے لیے کشتی پر سوار ہو کر گیا۔ وہاں فاتحہ پڑھا اور وہاں کے مجاوروں کو پانچ ہزار روپیہ مرحمت کیے اور حضرت نظام الدین اولیاؒ کے مبارک مزار کے طواف کے لیے گیا۔ یہاں مستحقوں اور مجاوروں کو ایک ہزار روپیہ عنایت کیا۔ وہاں سے شیخ قطب الدین کاکیؒ کے روضہ منورہ کی طرف متوجہ ہوا۔ یہ مزار شاہجہاں آباد سے سات کوس کی دوری پر واقع ہے۔ زیارت کی رسم ادا کی اور ان سے دعا کی

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

درخواست کی۔ دو ہزار روپے نذر میں چڑھائے۔ پھر یہاں سے لوٹ کر واپس دولت خانہ میں داخل ہو گیا۔

اس سے پہلے شہزادہ محمد سلطان کو فرمان صادر ہوا تھا کہ امیر الامرا کو اکبر آباد میں چھوڑ کر توپ خانہ کے ساتھ محمد شجاع کے دفاع کے لیے جوالہ آباد پہنچ گیا تھا، روانہ ہو جائے۔ اب اطلاع ملی کہ وہ سولہ ربیع الاوّل کو اکبر آباد سے الٰہ آباد کے لیے روانہ ہو گیا۔ لہٰذا رعد انداز خاں کو اکبر آباد کی قلعہ داری پر متعین کر دیا گیا۔ ذوالفقار خاں کے نام فرمان صادر ہوا کہ قلعہ رعد انداز خاں کے حوالے کر دے۔ اور ایک کروڑ روپیہ بعض اشرفیوں کے ساتھ خزانۂ عامرہ سے لیں اور توپ خانہ سمیت الٰہ آباد روانہ ہو جائیں۔ اور شہزادہ محمد سلطان کے ساتھ مل جائے اور ابھی بہت سے بہادر جنگجو اس کے ہمراہ متعین ہوئے۔

شہزادہ محمد شجاع کے احوال اور عالمگیر کا اس کے دفاع کو جانا

شہزادہ محمد شجاع عالمگیر سے ہمیشہ الفت و دوستی کا دَم بھرتا تھا۔ اپنے خط چٹھیوں کے ذریعے یہ بات ظاہر کرتا تھا۔ اپنی بھائی چارگی اور صاف دلی کے عہد کرتا تھا۔ اورنگ زیب بھی نیک اندیشی اور یگانگت کی وجہ سے اس کے احوال کو ترقی اور رونق دینے کی کوشش کرتا تھا۔ ہر وقت اس کی مدد اور رعایت کا خیال رہتا۔ سلیمان شکوہ سے اس کو جو شکست ہوئی تھی اس قصہ سے عالمگیر کو ملال رہتا۔ وہ یہ چاہتا تھا کہ اس شکست کا مداوا کر کے اس کی حکومت کو نئے سرے سے مضبوط کر دے۔ چنانچہ دارا شکوہ کی ہزیمت کے بعد جب اکبر آباد کے پاس نور محل باغ میں لشکر کا پڑاؤ تھا اعلیٰ حضرت (شاہجہاں) سے بڑے اصرار کے ساتھ مونگیر کو صوبہ بہار کے ساتھ جس کی محمد شجاع کو آرزو تھی اور وہ اسے میسر نہیں ہو رہا تھا، ولایت بنگال کی جاگیر کے ساتھ اس کے لیے مقرر کروا دیا۔ پھر اعلیٰ حضرت کا فرمان اور اپنا ملاطفت نامہ جس میں مذکورہ ولایتوں کے ذمے ہو جانے کا مضمون تھا، محمد متبرک گرز دار کے ساتھ بھیجا۔ اس خط کے مضمون میں یہ لکھا تھا کہ ابھی تو اس ولایت پر قابض ہو جائے اور دارا شکوہ کا کام تمام ہونے کے بعد جب ہمارے پرچم دارالحکومت کو واپس آئیں گے تب جو بھی مدعا ہو ظاہر کرنا۔ اسے پورا کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ محمد شجاع محمد متبرک کے آنے اور ان عنایات سے بہت خوش ہوا، پھولا نہیں سما

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

رہا تھا۔اس نے مبارک بادی کی رسم پر مشتمل ایک تہنیت نامہ محمد بقا کے ساتھ عالمگیر کو بھیجا۔خود اکبر نگر سے جو بنگال کا حاکم نشین شہر ہے پٹنہ آ گیا۔

چونکہ اس میں معاملہ دان عقل نہیں تھی وہ اپنا بھلا برا نہیں سمجھتا تھا۔صوبہ بہار پر قبضہ کرنے کے بعد جب عالمگیر کے جہاں کشا پرچم داراشکوہ کے تعاقب میں پنجاب کی طرف گئے اور یہ تصور کرتے ہوئے کہ مہم اتنی جلدی پوری نہیں ہوگی اور تخت گاہ کے لشکر سے خالی ہونے اور موقع پرست خوشامدیوں کے بہکانے سے لالچ میں پڑ گیا۔صفر کے مہینے کے درمیان میں جب کہ اقبال مندی کے پرچم پنجاب میں تھے موقع پا کر الٰہ آباد کی طرف روانہ ہوگیا۔ رہتاس کے قریب پہنچ کر داراشکوہ کے نوکر رام سنگھ نے جو اس قلعہ کا محافظ تھا داراشکوہ کے اشارے پر جس نے اکبرآباد سے فرار ہونے کے بعد الٰہ آباد کی طرف کے تمام قلعہ داروں کو لکھا تھا کہ قلعے محمد شجاع کے حوالے کر دیں، محمد شجاع سے ملاقات کر کے قلعہ کی کنجیاں اس کو سونپ دیں۔اسی طرح سیّد عبدالجلیل بارہہ نے چنار گڑھ کا قلعہ اس کے حوالہ کر دیا۔الٰہ آباد کے قلعہ دار سیّد قاسم نے بھی لکھا کہ جب تم ادھر آ ؤ گے تو داراشکوہ کے حکم کے مطابق یہ قلعہ تمھیں سونپ دوں گا۔

ان باتوں سے محمد شجاع کا ارادہ اور پختہ ہوگیا۔اورنگ زیب اس کی ان حرکتوں کی خبر سن کر اس کی پردہ پوشی کرنا چاہتا تھا۔اس کی اس نالائقی کو نظر انداز کر کے اسے بار بار نصیحتوں کے خط لکھے۔شاید اس کی سمجھ میں آ جائے اور وہ اپنی ان مہین کرنے کے لائق حرکتوں سے باز آ جائے۔ان تمام باتوں کے باوجود اس نے ناعاقبت اندیشی سے حد سے باہر قدم رکھ دیے۔ بنارس کی حدود کے قریب پہنچ گیا اور الٰہ آباد کا ارادہ کر لیا۔

عالمگیر کے کانوں میں یہ خبریں بار بار آ رہی تھیں۔چنانچہ اس نے سترہ ربیع الاوّل مطابق تئیس آذر ماہ الٰہی اوّل روز میں قلعہ سے نکل کر ہاتھی پر سوار ہو کر آسمانی لشکروں کے ساتھ روانگی کے پرچم لہرا دیے۔شاہجہاں آباد کی قلعہ داری اور محمد مراد بخش کی حفاظت بدستور سابق سیّد امیر خاں کے ذمہ کی گئی۔سورن کا راستہ مقرر کر کے مرحلہ طے کرتا ہوا تین ربیع الثانی کو قصبہ سورن کے نواح میں ڈیرے ڈالے۔اورنگ زیب نے یہاں سے بھی نصیحت اور مصالحت و مدارات کے مکاتیب محمد شجاع کو لکھے تا کہ ممکن ہو تو جنگ کی نوبت نہ آئے۔محمد شجاع کے

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

روز بروز قریب ہونے کی خبر آتی جا رہی تھی۔ اب اس بات کا یقین ہو گیا کہ اس شوریدہ دماغ کے سر پر سلطنت کا جنون سوار ہے۔ لہٰذا مذکورہ مہینے کی پانچ تاریخ کو سورن سے روانہ ہو گیا۔ دو تین منزلیں طے کرنے کے بعد پتہ چلا کہ محمد شجاع نے پٹنہ سے نکلنے کے بعد جب وہ بنارس پہنچا تو اس شہر والوں پر ظلم و زیادتی شروع کر دی۔ اس نے ہندو مسلمانوں سے جبراً تین لاکھ روپے کے قریب وصول کر لیا۔ اس سے کئی گناہ زیادہ رقم متصدی ہی خرد برد کر گئے۔ لوگوں کو طرح طرح ستایا ہے۔ وہاں سے سات ربیع الثانی سنہ مذکور کو الہ آباد پہنچ گیا ہے۔ وہاں کے قلعہ دار سیّد قاسم سے قلعہ سے آ کر اس سے ملاقات کی اور محمد شجاع نے اس قلعہ کو بدستور سابق اس کی قلعہ داری میں دے دیا۔ قصہ کوتاہ چودہ ربیع الثانی کو یکتائے زماں بادشاہ مکن پور میں تشریف فرما ہوئے اور بدیع الدین قدس سرہٗ کے روضہ کی زیارت کے لیے جو عوام کی زبان میں شاہ مدار کے نام سے مشہور ہیں، گیا۔ زیارت کی رسمیں ادا کیں۔ سترہ تاریخ کو اس قصبہ کے اوپری علاقے میں شاہی ڈیرے نصب ہوئے۔ یہاں محمد سلطان موجود تھا، وہ بارگاہ میں حاضری کے شرف سے مشرف ہوا۔ معظم خاں بھی شاہی حکم کے مطابق دکن سے روانہ ہو گیا تھا۔ اس منزل میں بارگاہ کی حاضری کے شرف سے بہرہ مند ہوا۔ صحیح وقت پر اس کے آ جانے سے اس کا خلوص اور کارطلبی ظاہر ہو گئے۔

شیو جی مہاراجا جسونت سنگھ کا احوال اور محمد شجاع کا معرکہ سے فرار ہونا

اُنیس ربیع الثانی مطابق تئیس ماہ الٰہی سنہ ایک ہزار اڑسٹھ کو صف آرائی کا پختہ ارادہ ہو گیا۔ عالمگیر کے حکم سے بجلی جیسا توپ خانہ دشمن کے سامنے آگ اور بجلیاں برسانے لگا۔ شیر افگن پہلوانوں اور دشمن شکن بہادروں نے زرہ بکتر سے اپنے جسم کو سجا لیا۔ فوج در فوج لگاتار موجوں کی طرح اُٹھے۔ لشکر کے سپہ سالار اور میر توزک فوجوں کی صفیں سیدھی کرنے لگے اور اس طرح اقبال مندی کی صفیں آراستہ کر لیں۔

شہزادہ محمد سلطان اور خان عالم دوسرے امیروں کے ساتھ ہراول میں رہے۔ ذوالفقار خاں اور توپ خانہ، اکثر برق انداز بڑے بڑے امیر شہزادوں کی ہراولی میں متعین ہوئے۔ مہاراجا جسونت سنگھ راٹھور کے ساتھ بڑا لشکر مقرر کیا گیا۔ خان عالم خاں دوسرے امیروں

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

کے ساتھ مہاراجا کی ہراولی میں رہے۔ جرانغار کی فوج کی سرداری کے لیے شہزادہ محمد اعظم نامزد ہوا۔ خان دوراں اور دوسرے امیر اس فوج کی ہراولی میں رہے۔ التمش کی سرداری حسن تدبیر اور جرأت کی وجہ سے بہادر خاں کو تفویض کی گئی۔ لشکر کے دائیں جانب داؤد خاں کچھ جوانوں کی جمعیت کے ساتھ مقرر کیے گئے۔ راجا سجان سنگھ اور سیّد فیروز خاں اور حسن علی خاں اور دوسرے لوگ بائیں طرف ثابت قدم رکھے گئے۔ اور منصور لشکر کے قلب نے خود اورنگ زیب کی ذات سے جو عظمت الٰہی کا پرتو ہے قوت حاصل کی، شہزادہ محمد اعظم کو بدستور دوسرے معرکوں کے مطابق ہمراہی کی سعادت سے فیضیاب کر کے اپنے ساتھ ہاتھی کی خاص لنگرگاہ میں جگہ دی اور معظم خاں کو دیگر ہاتھی دے کر کہا کہ اس کا سرکوب ہاتھی خاصہ کے ہاتھ کے برابر ہے۔ قول کے میمنہ کی سرداری بہادری کے جوہر محمد امین خاں ولد معظم خاں کو دی گئی۔ میسرہ کی کارفرمائی شجاعت و مردانگی کی وجہ سے مرتضٰی خاں کو تفویض ہوئی۔ سیف خاں بیجاپوری اور اکثر دکنی لوگ قراولی مقرر ہوئے۔ خواص خاں اور سردار خاں اور دوسرے لوگ چنداولی میں متعین ہوئے۔ خصم افگن ہاتھی ہتھیاروں سے سج کر آسمانی شکوہ پا گئے۔ پھر تیلے برق افگن اور بال باندھی گولی لگانے والے بندوقچی ان کی پیٹھ پر بیٹھ گئے۔ ان کے علاوہ ہر فوج میں کچھ جنگجو لوگ الگ توپ خانہ کے ساتھ متعین ہوئے۔ اس دن سپاہیوں کی کثرت اور لشکریوں کے جوش سے قیامت کا شور برپا تھا۔ لشکر کے گھوڑوں، سموں کی گرد سے زمین و آسمان کا چہرہ اٹا جا رہا تھا۔ قہر و غصہ کی وجہ سے موجوں کی طرح زمین پر شل پڑ رہے تھے۔ زمین اپنے تمام تحمل اور سخت جانی کے باوجود اس لشکر کی گرانی اور بھیڑ سے پریشان تھی۔ فولاد پوش ہاتھیوں کی ایسی کثرت تھی کہ جنگل پہاڑ برابر لگ رہے تھے۔ نظم:

دنیا میں قیامت کا شور تھا۔ زمین نے آسمان سے وسعت قرض لے لی تھی۔ لشکر کی کثرت سے جگہ کا ایسا قحط تھا کہ سایہ کا نقش بھی ہوا کے دوش پر سوار تھا۔ اگر بارش سے پارہ برستا تو اسے بھی بھالوں کی انی پر رہنا پڑتا۔

القصہ بہت کم وقت میں تقریباً نوے ہزار سوار بڑے بڑے حاکموں، راجاؤں اور سرداروں کے پرچم تلے اکٹھے ہو کر لڑنے کو تیار ہو گئے۔

اسی دن محمد شجاع نے بھی اپنی فوجوں کو ترتیب دیا، صفیں برابر کیں۔ خود اللہ وردی خاں اور

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

عبدالرحمٰن ولد نذر محمد کے ساتھ قول میں رہا۔اس کا بیٹا بلند اختر الٰہ آباد کے قلعہ اور سیّد قاسم خاں اور اللہ وردی خاں کے بیٹے کے ساتھ ہراول میں مقرر ہوا۔اس کے بڑے بیٹے زین العابدین خاں برانغار میں رہا اور حسن بیگ خویشگی کو ہراول میں رکھا۔مکرم خاں صفوی اور دوسرے امیر جرانغار میں مقرر ہوئے۔شیخ ظریف بافوجی انتظام پر مقرر ہوا اور اسفندیار معموری اور ابوالمعالی میر آتش اور اپنے دیوان میر علاول کو چندولیوں اور سردار ادرنگ قلی کو ایک لشکر کو سونپ دیا اور مذکورہ دن کی چار گھڑیاں گزرنے کے بعد اورنگ زیب سوار ہوکر بالکل آہستہ آہستہ دھیرے دھیرے چلتے ہوئے غنیم کی لشکر گاہ پر آ گیا۔تین پہر گزرے، مخالف کی چھاؤنی کے سامنے ایک میل کی دوری پر صف آرا ہوا۔اس دن محمد شجاع اپنی جگہ سے بالکل آگے نہ بڑھا۔مختصر سا توپ خانہ آگے بھیج کر عالمگیر کے لشکر کے سامنے توپ، بندوقیں داغیں اور اِدھر سے بھی توپ خانہ نے جنگ کی آگ برسائی۔رات تک دونوں طرف سے آگ پھونکارنے والے اژدھوں نے بان اور خون پینے والے مگرمچھوں نے توپ کے گولے اور بندوق کی گولیاں برسائیں۔جب رات ہوگئی تو جنگ کی صف بندی ختم ہوگئی۔اورنگ زیب نے حکم دیا کہ منصور لشکر جس ترتیب سے کھڑے تھے اسی ترتیب سے گھوڑوں سے اُتر کر زرہ پہنے ہوئے ہتھیار باندھے ہوئے رات کی احتیاط برتیں۔فوجوں کے سب سردار اپنی فوجوں کے سامنے مورچہ باندھے رہیں۔دشمن کی مکاری اور غداری سے غافل نہ رہیں۔احتیاطی تدبیروں کے بعد عالمگیر ہاتھی پر سے اُتر کر دولت خانہ میں آ گیا۔تھوڑی دیر ٹھہر کر مغرب اور عشا کی نماز کے بعد بارگاہِ خداوندی میں فتح ونصرت کی دعا کی۔پھر بیدار قسمت اور ہوشیار دل کے ساتھ شہر پر لیٹ گیا۔

آخری رات کو مہاراجا جسونت سنگھ نے جس نے بظاہر اطاعت وفرماں برداری قبول کر لی تھی اور دولت خواہی کا اظہار کرتا تھا۔مگر اندرونی طور پر بدسیرتی کی وجہ سے اس سے ڈرتا بھی تھا۔شورش کے ارادہ سے فرار ہوکر اپنے آدمیوں کو محمد شجاع کے پاس بھیج دیا۔اسے اپنا فاسد ارادہ بتایا۔اپنے پورے لشکر کو اور ان راجپوتوں کو جو برانفار میں اس کے ساتھ متعین تھے، روگردان کر دیا اور ادبار کے ساتھ چل پڑا۔راستے میں اس کے آدمیوں نے شہزادہ محمد سلطان کے لشکر پر دست درازی کی جو کچھ لوٹ سکتے تھے لوٹ لیا۔اس کے بعد شاہی لشکر پر پہنچ کر لوٹ

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

کھسوٹ کی۔ راستے میں جو کچھ سامنے آیا راجپوتوں کی لوٹ کا کھلونا بن گیا۔ اس بنا پر عالمگیر کے لشکر میں عجیب شورش اور انقلاب برپا ہوگیا۔ یہ لشکر دو کوس کے فاصلے پر تھا۔ لوگ درہم برہم ہوگئے۔ وحشت افزا خبریں پھیلنے لگیں۔ فتنہ جو مفسدوں نے فساد شروع کردیا۔ شاہی کارخانہ جات، مویشیوں اور اسباب وغیرہ پر ہاتھ ڈالنے لگے اور سرکش اور شورش پھیلانے میں مصروف ہوگئے۔ ٹھیک صبح کے وقت یہ خبر لشکر میں پہنچی اور واقعی اورنگ زیب کے لشکر کے درہم برہم ہونے کا باعث بن گیا۔ جمعیت کا انتظام گڑبڑ ہوگیا۔ بہت سے پست فطرت، کم حوصلہ لوگ گھبراہٹ میں چھاؤنی کی خبر گیری کے لیے چھاؤنی کی طرف دوڑ پڑے اور اس طرح میدانِ جنگ سے منہ موڑ لیا اور کچھ کوتہ اندیش لوگ مخالف کی طرف بھلائی سمجھتے ہوئے راتوں رات محمد شجاع کے لشکر سے مل گئے۔ کچھ بے ہمت، ناعاقبت بیں لوگ ہمت ہار کر شاہی لشکر کا ساتھ چھوڑ بیٹھے۔

اس کی اطلاع جب اورنگ زیب کو ہوئی تو وہ تحمل اور برداشت کی کھان ہونے کی وجہ سے سخت خطروں کے وقت پہاڑ کی طرح اٹل ہونے کی وجہ سے اس واقعہ سے ذرا بھی نہیں بوکھلایا۔ اس کے استقلال میں ذرا بھی تزلزل واقع نہیں ہوا۔ سراپردہ سے باہر آ کر تختِ رواں پر کھڑا ہوگیا۔ خاص امیروں سے جو اس وقت حاضر تھے کہا کہ اس گمراہ کا چلا جانا ہی بہتر ہوا۔ عنقریب وہ اپنے کیے کی سزا بھگتے گا۔ اسلام خاں کو جو برانفار کا ہراول تھا اس کی جگہ سردار بنا کر دوبارہ صف بندی کروادی۔ جب سیاہ فرار ہوگئی اور آسمان کے بادشاہ آفتاب نے جہاں کشائی کے ارادے سے اپنی کمر پر کرنوں کے ترکش باندھے تو اورنگ زیب پہلے دن کی طرح جنگ و جدال کے ارادہ سے ہاتھی پر سوار ہوگیا۔ اگرچہ وہ لشکر جو کل ساتھ تھا اس سانحہ کی وجہ سے متفرق ہوگیا تھا مگر قیمتی لشکر اور ہمت رفیقِ حال تھی۔ ادھر محمد شجاع نے بھی کل کی صف بندی کو بدل دیا تھا۔ اپنے پورے لشکر کو ایک صف بنالیا اور اس کو توپ خانے کے پیچھے رکھا۔ پہلے دن کے مقابلے پانچ گھڑی دیر سے دونوں طرف سے توپ بندی کی جنگ شروع ہوئی۔ جدال کی آگ بھڑک اُٹھی۔ برق اندازی اور دشمنی گدازی کا ہنگامہ برپا ہوگیا۔ ضرب زن کی گڑگڑاہٹ اور انبورک کی پکڑ سے قیامت کے آثار آشکار تھے۔ دشمنی کی رگ جاں پھٹنے لگی۔ اندر سے سیاہ اور سخت دل توپوں نے ہر طرف موت کا شور مچا دیا۔ بان اور بندوق کی گولیاں کر کے مہروں کو

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

چھیدنے لگیں۔ بندوق اور بان کی گرمی سے تلوار اور بھالوں کی آبداری میں آگ مل گئی۔ اس قدر دشمن سوز آگ بھڑکی کہ اگر تم دیکھ لیتے تو یہ کہتے کہ زمین شعلہ خیز اور آسمان شر انگیز ہو گیا ہے۔ ابیات:

کینہ کی بجلی کی وجہ سے جنگ کا بازار گرم ہوا اور تیر تلوار کا ایک شور بلند ہو گیا۔ کینہ
کی اس قدر آگ بھڑکی کہ جسم پر پسینہ بھی انگارہ بن گیا۔

اس جان ربائی کی حالت میں اورنگ زیب کے توپ خانے کا ایک گولہ محمد شجاع کے بیٹے زین الدین کی سواری کے ہاتھی پر آ لگا۔ ہاتھی کا ایک پیر اور ایک پیر اس شخص کا جو پیچھے بیٹھا ہوا تھا اُڑ گیا۔ زین الدین اس ہاتھی سے اُتر کر دوسرے ہاتھی پر سوار ہو گیا۔ رفتہ رفتہ توپ بندوق سے نوبت تیر تلوار کی آ گئی۔ دونوں طرف سے جنگجو بہادروں نے جدوجہد شروع کر دی۔ مقابلہ اور لڑائی کرنے لگے۔ غیرت کی آگ سے جنگ کا ہنگامہ گرم کر دیا۔ تیر اور بان اس کثرت سے چل رہے تھے جیسے برسات ہو رہی ہو۔ جنگ جوؤں کی دارو گیر کا یہ میدان شیروں کو بھی نیستان لگ رہا تھا۔ جگر فرسائی کی نوک نے دشمنوں کے دل سے باطل آرزوؤں کو کانٹے کی طرح نکال دیا تھا۔ جان رباناوکوں نے مغفروں کو چھلنی کر کے مخالفوں کے پر شور سروں سے غرور اور اکڑ کی ہوا نکال دی تھی۔ بیت:

تھی کمان جو گھونسلہ تو تیر کے پنچھی اُڑے
اُڑ کے جھپٹے جنگجو لوگوں کی جاں لینے کو وہ

اس دوران سیّد عالم بارہہ جو محمد شجاع کے لشکر کا بڑا رکن تھا، بڑی فوج اور تین مست ہاتھیوں کے ساتھ غنیم کے سیدھے ہاتھ کی طرف سے نکل کر شاہی لشکر کے برانفار پر حملہ آور ہوا۔ شاہی لشکر میں زبردست تفرقہ اور فتور پیدا ہو گیا۔ اکثر لوگ ثابت قدم نہ رہ سکے۔ فرار کا راستہ اختیار کر لیا۔ اورنگ زیب کے قول کی جمعیت بھی گڑبڑ ہو گئی۔ اس کے ساتھ دو ہزار سے زیادہ لوگ نہ رہے۔ نفرت اثر فوج کا یہ تزلزل دیکھ کر مخالفوں کا اور غرور بڑھ گیا۔ اسی طرح ان ہاتھیوں کے ساتھ ظفر اثر لشکر کے قلب کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اس وقت شاہی لشکر کے میسرہ سے مرتضیٰ خاں، التمش سے حسن علی خاں اور بائیں طرف سے کچھ ہمت والوں نے اپنے گھوڑے آگے بڑھائے اور دشمن کا راستہ روک دیا۔ اسی کے ساتھ اورنگ زیب نے اپنی سواری کے

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

ہاتھی کا رُخ بدشعار دشمنوں کی طرف موڑ دیا اور فتح کے امیدوار بہادر اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ جرأت و استقلال کے بل بوتے پر دشمنوں پر حملہ آور ہوئے جیسے کہ خشک خس و خاشاک پر آندھیوں کے جھکڑ چلتے ہیں۔ ان جسارت کرنے والوں کو آگے سے ہٹا دیا۔ ان بدنصیبوں کو اپنی تلوار، تیر اور بھالوں سے ہلاکت کی خاک پر ڈال دیا۔ شاہی لشکر کے جنگجوؤں کی بہادری دیکھ کر سیّد عالم کے غرور کی ہوا نکل گئی۔ اس کی ہمت کا بازو سست پڑ گیا۔ چنانچہ جس راستے آیا تھا اسی راستے فرار ہوگیا۔ مگر وہ تینوں مست ہاتھی جو فوج کے آگے آگے تھے بہادروں کے روکنے، دفع کرنے اور تیر تفنگ سے بھی میدانِ جنگ سے واپس نہ بڑھے اور اسی مستی کے عالم میں آگے بڑھتے رہے۔ ان میں سے ایک ہاتھی اورنگ زیب کی سواری کے ہاتھی کے قریب آ گیا۔ وہ کالے بادل کی طرح اس روشن سورج پر چھا گیا۔ اورنگ زیب تو وقار کا پہاڑ تھا، اس سیاہ مست کے حملے سے اپنی جگہ سے نہیں ہلا۔ ثابت قدمی اور قرار کو ہاتھوں سے چھوٹنے نہیں دیا۔ اس وقت ایک قراولی نے جو اورنگ زیب کے ساتھ والے ہاتھی کے حوضہ میں بیٹھا ہوا تھا، بادشاہ کے اشارہ سے اس مست ہاتھی کے مہاوت کو جس کے آنکس کے اشارہ سے یہ چل رہا تھا بڑی چالاکی سے بندوق سے گرا دیا۔ وہ مردود دیو شہابِ ثاقب کی طرح آسمان سے زمین پر آ گرا۔ شاہی مہاوتوں نے وہاں جا کر فوراً اپنے ایک چالاک مہاوت کو اس پر بٹھا کر ہاتھی کو پکڑ لیا۔ باقی دونوں ہاتھی اورنگ زیب کے قول سے پلٹ کر شاہی لشکر کے دائیں طرف حملہ آور ہوئے۔ اسی دوران محمد شجاع کا بیٹا بلند اختر اور کچھ دوسرے امیر جسارت کر کے شاہی لشکر کے برانغار پر چڑھ آئے۔ چنانچہ مذکورہ ہاتھیوں کے حملہ آور ہونے اور بلند اختر کی اس جسارت سے شاہی لشکر میں بڑی اُتھل پتھل ہوگئی۔ ایسے حالات میں اورنگ زیب نے بہادری اور شجاعت کے ساتھ سمجھ بوجھ کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا اور میدان میں ثابت قدم رہا۔ شہزادہ محمد سلطان اور ذوالفقار خاں کو جو ہراول میں تھے پیغام بھیجا کہ تم لوگ خاطر جمع اور دل قوی رہ کر دشمن کے مقابلہ جدوجہد کرو، ثابت قدمی برقرار رکھو۔ ان محال اندیش جسارت کرنے والوں کو دفع کر دو۔ میں تمھاری کمک کو آ رہا ہوں۔ اس کے بعد اپنی ہمت اور بہادری سے ہاتھی کا رُخ دائیں جانب کر دیا اور اپنے ملازموں کی مدد کی۔ اس دوران وہ ہاتھی جس پر اسلام خاں سوار تھا اس صدمہ سے بدک کر اس طرف کی فوج پر حملہ آور ہوا۔ اس طرف کے اکثر لوگ وہاں ٹھہرنے کی

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

تاب نہ لا کر جگہ چھوڑ گئے۔ اپنی جگہ سے ہٹ گیا تھا۔ اسے ثابت قدم رہنے کی توفیق نہیں ہوئی۔ اس اثنا میں عالمگیر آ گیا۔ اس کے آنے سے لشکر قوی دل ہو گئے۔ انھوں نے اپنے قدم جما دیے۔ عالمگیر کی دلیری اور بہادری کی برکت سے بہرام صولت بہادروں نے بڑی جی داری دِکھائی۔ بدنصیب دشمنوں سے بھڑ گئے۔ اپنی دلیرانہ کوشش سے ان کی جمعیت کو درہم برہم کر دیا۔ اس مار دھاڑ میں شیخ ولی قلی جو بلند اختر کا ہراول تھا اپنے اکثر لوگوں کے ساتھ مارا گیا اور دوسرے لوگ بھی زخمی ہو گئے۔ یہ حال دیکھ کر بلند اختر پلٹ کر بدنصیب محمد شجاع کے پاس پہنچ گیا۔ جس طرح آفتاب جہاں تاب اپنی تلوار سونت کر آسمان کے میدان کو ستاروں سے پاک کر دیتا ہے، جس طرح ہوا اپنے ایک جھونکے سے صحنِ چمن کو خس و خاشاک سے صاف کر دیتی ہے اسی طرح اورنگ زیب برانفار کی طرف متوجہ ہو کر مخالفوں کے تسلط اور غلبہ کے غبار کو چھانٹنے لگا۔ ان مقہوروں کو دفع کر کے عظمت و جلال کے ساتھ آگے بڑھا اور محمد شجاع کے دفع کے لیے کمر بستہ ہو گیا۔ ابھی کچھ ہی قدم چلا تھا کہ مکرم خاں صفوی اور عبدالرحمٰن ولد نذر محمد خاں اور الہ وردی خاں کا بیٹا محمد شجاع کے لشکر سے الگ ہو کر عالمگیر کے پاس آ گئے اور ملازمت کا اقرار کر کے اپنے چہرے کو فخر سے روشن کر لیا۔ اسی دوران اقبال مندی کے خوشخبری سنانے والے نے فتح و نصرت کا مژدہ سنایا۔ حکومت کے ملازموں کو محمد شجاع کے فرار ہونے کی خبر نے خوش کر دیا۔ عنایت ازلی کے گلشن میں مسرت و خوش دلی کی بادِ بہاری عقیدت مندوں دلوں کی کلیوں پر چلنے لگی۔ امیدوں کے درخت میں فتح و فیروزی کے پھول کھلے۔ حکومت کے ہمانے سعادت کے پر پھیلا دیے۔ حشمت و جلال کا شہباز بلندیوں پر اُڑنے لگا۔ زمانہ نے مبارکباد اور تہنیت کی رسم ادا کی۔ آسمان نے کامرانی کی بشارت بھیجی۔ تیر کا منہ خوشی کے قہقہوں سے بھر گیا۔ تلواروں کے دل سے غم کا رنگ صاف ہو گیا۔ کمان نے ابروئے ناز تان لیں۔ بھالا خوبصورت قد کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ گھوڑوں اور ہاتھیوں کے پیٹھ پر نشاط و مسرت کے شادیانے بجنے لگے۔ خوشی اور کامرانی کا عجیب دلکشا ماحول بن گیا۔ شہنائیاں اور نفیریں عظمت و جلال سے گونجنے لگیں۔ لشکر کے تفرقہ اور درہمی برہمی کے باوجود فتح کی امیدوار فوجیں، واقعہ طلب منافقوں کے گوناگوں نفاق اور کچھ اپنے فتور اور چشم کے زخم کی وجہ سے صرف پروردگار کی تائید سے خدائی تائید اور عالمگیر کی ثابت قدمی و بہادری سے یہ نمایاں فتح حاصل ہو گئی۔ یہ فتح گویا

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

آسمانی فتح اور دوسری کامرانیوں کا عنوان تھی جو حکومت کے ملازموں کو نصیب ہوئی۔

بدنصیب محمد شجاع ہزار خسران، ناکامی، بدنامی اور بدانجامی کے ساتھ اپنے بیٹوں اور الہ وردی خاں کو ساتھ لے کر فرار ہو گیا۔ اس کا لشکر چھاؤنی اور اسبابِ تجمل شاہی فوجوں نے لوٹ لیے۔ پورا توپ خانہ اور بہت سے بڑے بڑے مشہور ہاتھی ایک سو چودہ توپیں ضبط ہو گئیں۔ عالمگیر نے اپنی فتح کے بعد جو حقیقت میں دمساز لشکر کی کوشش اور سرفروشوں کی جدوجہد سے حاصل ہوئی تھی خدا کی بارگاہ میں نیازمندی کے ہاتھ پھیلا دیے۔ اس کی بے شمار عطاؤں کا شکریہ ادا کیا۔ اپنے مسعود لشکر کے ساتھ غنیم کی چھاؤنی سے گزر کر جو موضع کھجوہہ کے تالاب کے پاس بھی مقام کیا۔ ایک فوج کو شہزادہ محمد سلطان کی سرداری میں محمد شجاع کے تعاقب کے لیے متعین کیا۔ حکم ہوا کہ اسے کہیں ٹھہرنے اور ستانے کی مہلت نہ دیں۔ اس کے وجود کے کانٹے بنگال کے آخری حدود تک کو صاف کر دیں۔ اسی وقت موتیوں کا ایک ہار جو عالمگیر نے پہن رکھا تھا اور دو پٹے جو کہ اس کے بازوؤں پر تھے شہزادہ کو مرحمت کر دیے۔ اور شہزادہ اسی وقت آگے کی طرف روانہ ہو گیا۔

اورنگ زیب نے اس مہینے کی چھبیس تاریخ تک یہاں قیام کیا۔ رہائی کے بعد اب تک معظم خاں کسی منصب سے سربلند نہیں ہوا تھا۔ اس کو سات ہزاری ذات اور سات اور سات ہزار سوار اور دو لاکھ روپیہ نقد انعام میں عطا کیے۔ خلعت خاص، نقرئی ساز کے ساتھ ہاتھی جس پر زربفت کی جھول تھی جڑاؤ تلوار اور تیر وغیرہ عطا کیے۔ درگاہ کے دوسرے ملازموں کے منصب میں بھی اضافے ہوئے۔ انھیں بھی ہاتھی گھوڑے عطا کیے گئے۔ حضور کے خدمت گار تیس ہزار روپیہ کے انعام سے سرفراز ہوئے۔ اس وقت راجا جے سنگھ نے وطن سے آ کر پانچ سو اشرفیاں اور ایک ہزار روپیہ نذر کروائے۔ آستانۂ سلطنت کے غبار کا ماتھے پر تلک لگایا۔ ستائیس تاریخ کو موضع کھجوہہ سے کوچ کر کے گنگا ندی کے کنارے کو اپنے پڑاؤ سے منور کر دیا۔ اس مہینے کی آخری تاریخ تک اس جگہ ٹھہرنے کا اتفاق ہوا۔

معظم خاں، ذوالفقار خاں، اسلام خاں، داؤد خاں، فدائی خاں، احتشام خاں، فتح جنگ خاں، اخلاص خاں خویشگی، خواص خاں، یکہ تاز خاں، رشید خاں مودی، سیّد فیروز خاں، شیر خاں، مظفر خاں بارہہ، [illegible] خاں، جاں نثار خاں، قادر انصاری، علی قلی خاں، قزلباش

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

خاں، سکندر خاں روہیلہ، گاگر خاں، دلاور خاں اور دوسرے بہت سے بہادر لوگ محمد شجاع کے تعاقب کے لیے شہزادہ کے ہمراہ متعین ہوئے۔ عالمگیر یہاں سے یکم جمادی الاوّل سنہ ایک ہزار اڑسٹھ کو اکبر آباد کی طرف روانہ ہو گیا۔ کوڑہ کے قریب اطلاع ملی کہ سیّد قاسم بارہہ جو دارا شکوہ کی طرف سے الہ آباد کا قلعہ دار تھا دارا شکوہ کے لکھنے کے مطابق محمد شجاع سے مل کر اس کے ساتھ ہو گیا اور اپنے بھائی عبدالخلیل کو مذکورہ قلعہ میں چھوڑ دیا۔ محمد شجاع کی ہزیمت کے بعد سیّد قاسم یلغار کر کے قلعہ میں داخل ہو گیا۔ محمد شجاع جب قلعہ کے نزدیک پہنچا تو اس نے بہت کوشش کی کہ قلعہ پر قبضہ کر لے مگر اس بارے میں سیّد قاسم رضا مند نہیں ہوا۔ زمانہ سازی کے مدنظر اس کی خاطر مدارات کر کے اس سے قول قرار لے کر ملاقات کر کے رخصت لے کر پھر قلعہ میں چلا گیا۔

اس نے جب شہزادہ محمد سلطان اور معظم خاں کے آنے کی خبر سنی تو ظفر پناہ لشکر کی ٹکر سے اس عافیت کے قلعہ کو اپنے لیے تلک سمجھا اور خانِ دوراں کو ایک خط لکھا۔ یہ خانِ دوراں شہزادہ کے کمک کرنے والوں میں سے تھا اور اس سے پہلے بھی اس قلعہ کو مسخر کرنے کے لیے متعین ہوا تھا۔ اس خط میں عجز و نیاز کا مضمون تھا۔ خانِ دوراں نے مذکورہ خط اور اس کی عرضی شہزادہ کو پیش کر دی۔ شہزادہ نے یہ بات بارگاہ میں عرض کی۔ چونکہ عذر سننا اور معذرت قبول کرنا ملکوتی صفت ہے، حکم صادر ہوا کہ خانِ دوراں الٰہ آباد کی صوبہ داری کے لیے ٹھہر جائے اور سیّد قاسم کو درگاہ میں روانہ کر دیا جائے۔ داؤد خاں کے نام بھی یہ فرمان صادر ہوا کہ پٹنہ پہنچنے کے بعد وہ بہار کی صوبہ داری سے مشرف ہو۔ دارا شکوہ ملتان سے گجرات پہنچے۔ لگاتار شورش کی خبریں بادشاہ کو مل رہی تھیں۔ چنانچہ دارا شکوہ کے دفع اور مہاراجا جسونت سنگھ کی تادیب و تخریب کے لیے جو نئے سرے سے شوخی، بے اعتدالی اور نمک حرامی کرنے لگا تھا، کا ارادہ کیا۔ منزلیں طے کر کے فتح پور میں پڑاؤ کیا۔ اس منزل پر محمد امین خاں میر بخشی بڑے امیروں کی فوجوں کے ساتھ مہاراجا کی تنبیہ کے لیے جو دارا شکوہ سے ملنا چاہتا تھا متعین ہوا۔ مہاراجا کے بھتیجے رائے سنگھ کو راجا کا خطاب دیا گیا۔ اسے ایک ہتھنی، جڑاؤ تلوار، ڈھال، نقارہ اور ایک لاکھ روپیہ نقد بھی انعام میں عطا ہوا۔ اہل و عیال کے ساتھ چار ہزاری ذات چار ہزار سوار سے سرفراز کر کے محمد امین خاں کے ساتھ متعین کر دیا۔ پھر یہاں سے شاہی پرچم بھی روانہ ہو گئے۔

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

گجرات کی طرف داراشکوہ کے تعاقب کے باقی حالات

داراشکوہ کے ملتان میں رہنے کے زمانے میں اس کے تعاقب کے لیے پہلے تو صف شکن خاں، اس کے بعد شیخ میر اور دلیر خاں متعین ہوئے تھے۔ یہ دونوں لشکر قصبہ چچی واسن میں ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کچھ دن وہاں ٹھہرے تھے۔ یہاں خبر آئی کہ داراشکوہ بھکر سے نکل گیا ہے۔ پچیس محرم کو اس نے سکھر میں پڑاؤ کیا۔ اس جگہ سے سکھر تک تریسٹھ کوس کا فاصلہ ندی کے اِس پار ہے اور تقریباً سو کوس کا فاصلہ اُس پار ہے۔ شیخ میر اور دلیر خاں اور قباد خاں ندی پار کر کے بھکر کی طرف روانہ ہوگئے۔ صف شکن خاں اپنے کمک کرنے والوں کے ساتھ ندی کے اِس طرف سے روانہ ہوا۔ شیخ میر منزلیں طے کرکے پانچ صفر کو سکھر سے بارہ کوس کی دوری پر پہنچ گیا۔ گھنے جنگل اور گنجان کانٹے دار پیڑوں کی وجہ سے راستہ بہت دشوار تھا۔ بہت سارے جانور تلف ہوگئے۔ سپاہی بہت زیادہ تھک گئے۔ اس منزل پر خیمہ اسباب اور کھانے پینے کا سامان بھی نہیں آیا۔ پھر اس مہینے کی چھ تاریخ کو سکھر پہنچ گئے۔ صف شکن خاں تین دن پہلے بھکر پہنچ گیا تھا۔ اب پتہ چلا کہ داراشکوہ اپنا بھاری سامان اسباب، مستورات اور سونے چاندی کے آلات واسباب قلعہ میں رکھ کر بسنت خواجہ سرا کو سیّد عبدالرزاق کے ساتھ قلعہ کی حفاظت کے لیے چھوڑ کر توپ خانہ، بندوقچی اور قلعہ داری کے لوازم دے کر محرم کی آخری تاریخ کو آگے روانہ ہوگیا۔ جنگل کے راستے میں پیڑ کاٹ کر راہ بناتا چلا گیا اور میر ولی اور داؤد خاں اور شیخ نظام اور دوسرے نوکر تقریباً چار ہزار سوار کے قریب بھکر کے پاس اس سے جدا ہوگیا۔ چنانچہ داؤد خاں جیسلمیر کے راستے سے حصار، فیروزہ کی طرف جو اس کا وطن ہے، چلا گیا۔ دوسرے لوگ صف شکن خاں کے ساتھ ہوگئے۔ خان مذکور نے ان لوگوں کو اپنی طرف مائل کرکے بارگاہ میں روانہ کردیا۔ شیخ میر سکھر پہنچ کر ایک دن قیام کرکے آگے روانہ ہوگیا۔ وہاں کے زمینداروں سے معلوم ہوا کہ سکھر سے پچیس کوس کی دوری پر قندھار کی طرف راستہ پھٹتا ہے۔ داراشکوہ قندھار جانا چاہتا تھا، مگر اس کے نوکروں نے ساتھ نہیں دیا اور اس کی بیوی بھی راضی نہیں ہوئی۔ مجبوراً ٹھٹھ کی طرف جانے کا ارادہ کرنا پڑا۔ ادھر سے شیخ میر روانہ ہوگیا تھا۔ صف شکن خاں بھکر کا بندوبست کرکے اوغز خاں عرف امام خاں کو سکھر کی فوجداری کے لیے مقرر کرکے گڑھ کی

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

فوج کو اس کی فوجداری میں چھوڑ کر پانچ صفر کو بھکر سے روانہ ہو گیا اور بارہ تاریخ کو سبوستان پہنچ گیا۔ اب سبوستان کے فوجدار اور قلعہ دار صالح میر خاں کا خط خان ماشاء اللہ خاں کے نام آیا کہ داراشکوہ قلعہ سے پانچ کوس کی دوری پر آ گیا ہے۔ تم فوراً پہنچ کر اس کے خزانے اور مال اسباب جو پیچھے آ رہے ہیں ندی کے کنارے پر ہی روک لو۔ خان ماشاء اللہ خاں نے سوار برقنداز شتر فال اور بیل دار اور بھشتی بھیج دیے کہ قلعہ کے پاس جہاں ندی کی چوڑائی کم ہو کنارہ پر مورچہ بنالیں۔ ان میں توپیں نصاب کر دیں۔ جگہ جگہ برق اندازوں، گولہ اندازوں کو بٹھا دیں۔ خود نے بہت پھرتی سے داراشکوہ کی لشکر گاہ کے سامنے تین کوس کی دوری پر پڑاؤ ڈال دیے اور غنیم کی کشتیوں کی گھات کرنے لگا۔ محمد صالح خاں کو لکھا کہ ندی میں کشتیاں بھیجے اور خود قلعہ سے نکل کر توپیں داغے۔ اس دوران داراشکوہ نے قیام کر لیا ہے۔ لہٰذا اس دن وہ تدبیر موقوف رہی۔ دوسرے دن داراشکوہ نے کوچ کیا۔ دو کشتیاں نمودار ہوئیں۔ مخالفوں نے صف شکن خاں کے پہنچنے کی خبر سن کر ندی کے اُس طرف سے کشتیاں روانہ کریں۔ صف شکن خاں نے شاہی توپ خانہ سے جو ندی کے کنارے پر لگا ہوا تھا توپیں چلوائیں مگر دوری ہونے کی وجہ سے کارگر نہیں ہوئیں۔ اور کشتیاں ممانعت کے باوجود بغیر کسی روک ٹوک کے قلعہ کی طرف پار کر گئیں۔ محمد صالح کو خدمت گزاری کی توفیق نہیں ہوئی۔ اگر محمد صالح راستہ روک دیتا تو داراشکوہ کا وہاں سے عبور کرنا مشکل ہو جاتا اور اگر شیخ میر کو بھیجا ہوتا تو ممکن تھا کہ داراشکوہ کو گرفتار کر لیتا۔ مگر چوں کہ کسی بھی کام کی انجام دہی کا ایک وقت معین ہے، ہر مقصد کا حاصل ہونا ایک خاص زمانہ کے ساتھ وابستہ ہے، اس لیے محمد صالح خاں سے کوتاہی ہو گئی۔ القصہ داراشکوہ بدعاقبت برگشتہ، بدطینت اس خوف کے بھنور اور خطرہ کی موج خیز سے گرتا پڑتا اس قیام تک پہنچ گیا جو خوف کا مقام اور ہلاکت کی جگہ تھی، پھر اسے پار کر کے ٹھٹھ پہنچ گیا۔ ندی کے اِدھر سے وہ اور ندی کے اُس طرف سے شیخ میر اور دلیر خاں ٹھٹھ پہنچے۔ داراشکوہ ٹھہر نہ سکا۔ صفر کی اُنتیس تاریخ کو ندی پار کر کے گجرات کی طرف روانہ ہو گیا۔ صف شکن خاں نے ندی پر پل باندھ کر سات ربیع الاوّل پڑاؤ کیا۔ اس دوران شیخ میر اور دلیر خاں کے نام شاہی فرمان صادر ہوا کہ داراشکوہ کا تعاقب کر کے چتوڑ گڑھ کی طرف روانہ ہوں۔ اس نے آپس میں مشورہ کیا کہ اس شورش میں لشکری بہت پریشان ہو گئے ہیں ... بھی تلف ہو گئے ہیں،

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

خزانہ میں بھی ایک مہینہ سے زیادہ کی تنخواہ کی رقم موجود نہیں ہے اور جس راستے سے داراشکوہ گیا ہے وہ ایسا بیابان ہے جس میں نہ پانی نہ آبادی۔ اس صورت میں یہاں سے واپس لوٹ کر چتوڑ کی طرف روانہ ہو جانا چاہیے۔ لہٰذا روانگی کا ارادہ کرلیا۔ جاسوسوں کی زبانی سنا کہ نو ربیع الاوّل کو داراشکوہ آگے بڑھ کر گجرات کی طرف جون کے کنارے پہنچ گیا ہے۔ چونکہ ا برسات کی کمی کی وجہ سے تالابوں میں پانی نہیں تھا، دو تین منزل تک پانی کی قلت کی وجہ سے داراشکوہ کا اکثر لشکر اور جانور تلف ہو گئے۔ چونکہ جون ندی شورزمین میں واقع ہے، سمندر کے کنارے چالیس کوس تک میٹھا پانی ملتا ہی نہیں۔ اور سمندر کے قریب ہونے کی وجہ سے ایسی دلشل ہے کہ جانور پار نہیں کر سکتے۔

شیخ میر اور دلیر خاں اور صف شکن خاں واپس لوٹ گئے۔ اور سات ربیع الثانی کو بھکر پہنچ گئے۔ پھر اس علاقے کا بندوبست کر کے لشکروں اور جانوروں کو بھکر کے فوجدار اغر خاں کے پاس چھوڑ کر مذکورہ مہینے کی نو تاریخ کو وہاں سے روانہ ہو گئے۔ قباد خاں شاہی حکم کے مطابق ٹھٹھہ کی مال گذاری کے لیے یہاں ٹھہر گیا۔ آخرکار بیس ذیقعدہ سنہ ایک ہزار اڑسٹھ (کتاب میں ۱۱۱۸ھ لکھا) کو اس علاقے کا انتظام کرنے کے بعد جمعہ کے دن دو گھڑی بعد حضرت بادشاہ کا اکانوے سال سترہ دن کی عمر میں پیمانۂ ہستی لبریز ہو گیا۔ اس کی مدتِ سلطنت پچاس سال دس مہینے اور اٹھائیس دن ہوئی۔ ولایت دکن شہر احمد نگر میں یہ واقعہ پیش آیا۔ اللہ بس باقی ہوس۔

بقلم محمد عبدالحیٔ رام پوری عفی عنہ بتاریخ آٹھ شوال سنہ ایک ہزار تین سو پانچ ہجری مطابق اُنیس جون سنہ ایک ہزار آٹھ سو اٹھاسی عیسوی، موافق جیٹھ سدی سمت ایک ہزار نو سو چوالیس بروز منگل (یہ نسخہ) کتابت ہوا۔

○○

COMPLIMENTARY BOOK
NCPUL NEW DELHI

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri

CC-0 Kashmir Research Institute. Digitized by eGangotri